

پنج گنج
پنج گنج
پنج گنج

تہذیب و ادب

بخندید

اقبال اکادمی پاکستان

تہذیب و ادب

بخندید

تہذیب و ادب

PIR

۹۲۴۱

/۵

۸۸

۱۰۰

۲۵

تذکره شاعران کهن

تذکرہ شیخ راجہ کشمیر

(علامہ تذکرہ شعوی کشمیر محمد اصباح تبریز)

— گرد آورده —

سید حامد الدین لوشدی

بخش دوم
(مضافی تاغیوری)

آبانہ ۱۳۴۶ خ

اقبال اکادمی پاکستان
۱۱۶ میکلوڈ روڈ - لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

لاشر :	دکتر محمد معزالدين
	داٹرکٹر اقبال اکادمی پاکستان
	۱۱۶ - میکلود روڈ ، لاہور
طابع :	محمد زرین خان
مطبع :	زرین آرٹ پریس ، ۶۱۲ ریلوے روڈ لاہور
تعداد :	۱۰۰۰
طبع اول :	۱۹۶۸ ع
طبع دوم :	۱۹۸۲ ع
قیمت :	۵۱ روپے

خسروا !

شماپلی که ، خداوند در تو، تعبیه کرد
خرد نیافت، در آئینه خیال، نظیر

بظاهر از شرم، دهر را تو صاحب و شاه
بیاطن از نگر، خلق را تو مرشد و پیر

بکرم، همه آفاق را، ملاذ و معاد
بمعدلت، همه اقبال را، معین ظہیر

خدا، ز انفس و آفاق، برگزید ترا
که کس، باین همه دولت، نبود جز تو جدیر

اسم، بقبضه قدر کمان، قدرت حق
که با تو نیست، کس از روزگار، در یک تیر

بصورت، ارچه مشابه بود، ولی فرق است
ز غنچه گل صد برگ، تا بعقدہ سیر

جهان مسخر، و طالع سعید، و عمر دراز
فلک مشاور، و دولت جلیس، و بخت مشیر

خزینہ وافر، و لشکر لزون، و ملک آباد
لضا مطیع، قدر باور، و خدای نصیر !

گشته-پیر !

- هوای او متنوع ، چو فکرت نقاش
زمین او متلون ، چو صدفه تصویر
- بطرزهای گزین ، کارخانه ابداع
به نقشهای عجب ، کارنامه تقدیر
- غبار او ، بتوان خواند : چشم را دارو
گیاه او ، بتوان گفت : روح را اکسیر
- بتن موافقت آب او ، جو باده و گل
بجان مناسبت باد او ، چو شکر و شیر
- پیش فیض نسیمش ، دم مسیح ، سموم
بنزد آب روانش ، زلال خضر ، غدیر
- گرو بدیکده عشق ، خانقاه ورع
بدل بنعره مستان ، صیحه تذکیر
- نسیم او ، ز سر آب ، تیز میگذرد
که باد را ، نتوان داشت ، پای در زنجیر
- بجلوه های فریب ، آهوان مشکینش
کشیده شیر دلان را ، بدام عشق اسیر
- ز بسکه ، مست کند ، نکمت رباعینش
کنند ، دست همایل ، بگردن نخچیر
- زمین او ، چو دل بیغمان ، طرب خیزامت
سپهر کرده بگر خاک او ، بیاده خمیر

ملک الشعراء فیضی لیاذی

رجب ۱۳۹۷

فهرست مطالب

کتاب	مؤلف	تعداد صفحات	نوع	موضوع	کتابخانه
۱	سید حسام الدین راشدی	گزارش	۱۲۱-	صافی ،	ابوالقاسم خان
۵۱۷	دهلوی	۱۲۲-	صالح ،	محمد صالح	کشمیری
۵۱۸	(ز - ۵۱۱۶۶)	۱۲۳-	صانع ،	دوست محمد	سیالکوٹی
۵۱۸	(ز - ۵۱۱۰۰)	۱۲۴-	صائب ،	میرزا محمد علی	اصفہانی
۵۱۸	(ف - ۵۱۰۸۱)	۱۲۵-	صبا ،	پندت کیلاش کول	کشمیری
۶۰۷	(ف - ۵۱۸۸۸)	۱۲۶-	صبحی ،	ملا	کشمیری
۶۰۸	(ز - ۵۱۰۷۰)	۱۲۷-	صرفی ،	سازجی	سلوچی
۶۱۱	(ف بعد ۵۹۹۹)	۱۲۸-	صرفی ،	شیخ یعقوب	کشمیری
۶۱۷	(ف - ۵۱۰۰۳)	۱۲۹-	صفیاء ،	صفی الدین	صفاهانی
۶۵۳	(ف - ۵۱۰۲۸)	۱۳۰-	صہبا ،	لطف اللہ بیگ	کشمیری
۶۶۳	(ز - ۵۱۱۴۳)	۱۳۱-	صدی ،	مولانا صدی	کشمیری
۶۶۳	(ز - ۵۱۰۲۵)	۱۳۲-	صیرفی ،	مولانا میر علی	کشمیری
۶۶۴	(ز - ۵۱۰۰۲)	۱۳۳-	ضمیر ،	پندت نراین داس	دهلوی
۶۶۵		۱۳۴-	ضیاء ،	خواجه ضیاء اللہ	کشمیری
۶۶۶		۱۳۵-	طالب ،	بابا طالب	اصفہانی
۶۶۶	(ف - ۵۱۰۳۰)	۱۳۶-	طالب ،		آملی
۶۷۵	(ف - ۵۱۰۳۶)	۱۳۷-	طالع ،	پندت ویدہ لعل در	کشمیری
۷۲۹		۱۳۸-	طہاری ،		کشمیری
۷۲۹	(ز - ۵۱۰۶۷)	۱۳۹-	طہار ،	میر طہار علوی	کشمیری
۷۲۹	(ز - ۵۱۱۱۸)	۱۴۰-	طیخی ،		کشمیری
۷۳۰	(ر - ۵۱۰۲۵)				

۱۴۱-	طفرای ،	ملا طفرای مشهدی	کشمیری	(ف قبل - ۱۰۷۸)	۷۳۰
۱۴۲-	طلوخی ،	محمد ابراهیم	کشمیری	(ز - ۱۰۳۶)	۷۶۹
۱۴۳-	طیب ،	ملا	کشمیری	(ز - ۱۰۷۹)	۷۷۰
۱۴۴-	ظفر ،	لاله تیکارام	کشمیری	(ز قبل - ۱۲۴۰)	۷۷۲
۱۴۵-	عارف ،	قاضی محمد عارف	کشمیری	(ز - ۱۰۷۹)	۷۷۲
۱۴۶-	عاقل ،	سختور خان	کشمیری	(ز - ۱۱۶۲)	۷۷۵
۱۴۷-	عبدالنبی ،	فخر الزمانی	قزوینی	(ف بعد ۱۰۴۱)	۷۷۵
۱۴۸-	میدالله نقشبندی ،	حضرت خواجه	کشمیری	(ف - ۱۱۴۹)	۷۸۳
۱۴۹-	عرفی ،	جمال الدین	شیرازی	(ف - ۹۹۹)	۷۸۵
۱۵۰-	عزت ،	شاه ابراهیم	کشمیری		۸۳۷
۱۵۱-	عزیز ،	خواجه عزیز الدین لکهنوی	کشمیری	(ف - ۱۲۳۳)	۸۳۸
۱۵۲-	فسکری ،	میر حسن	کاشانی	(ز - ۱۰۲۵)	۸۷۵
۱۵۳-	عشرت ،	جی کشن	کشمیری	(ز - ۱۱۶۰)	۸۷۷
۱۵۴-	عصری ،	غفور	دامغانی	(ز - ۱۰۲۵)	۸۷۹
۱۵۵-	عنوی ،	جمیل بیگ	کشمیری	(ف - ۱۰۲۰)	۸۸۰
۱۵۶-	علی ،	خواجه علی اکبر خوانی	کشمیری	(ف - ۱۱۳۱)	۸۸۲
۱۵۷-	علی ،	میرزا علی اکبر	بدخشان	(ف - ۱۰۲۵)	۸۸۳
۱۵۸-	علی ،	میرزا علی بیگ	کشمیری	(ز - ۱۱۳۹)	۸۸۳
۱۵۹-	علی ،	مولانا میر علی	کشمیری	(ز - ۹۷۸)	۸۸۴
۱۶۰-	علی ،	امیر کبیر سید علی	همدانی	(ف - ۷۸۶)	۸۸۴
۱۶۱-	علی ،	میرزا علی خان	کشمیری	(ف - ۹۹۶)	۹۲۰
۱۶۲-	علی ،	ناصر علی	سرهندی	(ف - ۱۱۰۸)	۹۲۰
۱۶۳-	مهدی ،	قاضی عبدالرزاق	خراسانی	(ز - عهد اکبری)	۹۶۱
۱۶۴-	عیاش ،	پندت جیرام گهریانی	کشمیری		۹۶۲
۱۶۵-	عینی ،		کشمیری		۹۶۳
۱۶۶-	غازی ،	بابا نصیب الدین	کشمیری	(ف - ۱۰۴۷)	۹۶۴

۹۶۷	کشمیری	خواجہ عاقبت محمود	غازی ،	۱۶۷-
۹۶۷	کشمیری	حکیم عطا اللہ قریشی	غمین ،	۱۶۸-
۹۶۸	کشمیری	میرزا فیض الحق	غنائی ،	۱۶۹-
۹۶۸	کشمیری	ملا محمد طاهر	غنی ،	۱۷۰-
۱۰۰۱	اسد آبادی	غنی بیگ	غنی ،	۱۷۱-
۱۰۱۱	کشمیری		غنیمت ،	۱۷۲-
۱۰۱۷	کشمیری	محمد حافل	غیرت ،	۱۷۳-
۱۰۱۳	کشمیری	ہندت گوہال کول	غیوری ،	۱۷۴-

تہ صلیفات

۱۰۱۷	اصفہانی	محمد علی	صائب ،	۱۷۴-
۱۰۲۱	شیرازی	جمال الدین	عرفی ،	۱۷۹-

مکس

علیگرہ	دانشگاہ	مہر و خط صائب مکتوبہ ۱۰۸۳ھ	۱-
د	د	دیوان صائب مکتوبہ ۱۰۷۰ھ	۲-
د	د	دیوان صائب مکتوبہ عارف تہریزی	۳-
بمبئی	د	کلیات صائب مکتوبہ ۱۰۸۵ھ	۴-
کراچی	موزہ ملی	دیوان صائب	۵-
د	د	دیوان صائب	۶-
د	د	دیوان صائب	۷-
د	د	مہر و خط صائب	۸-
لندن	موزہ ملی بریطانیہ	خط صائب جنگ میرزا عبدالکریم	۹-
تہران	ملک آقای فخرالدین نصیری	دیوان صائب	۱۰-
د	کمیات صائب طبع دوم	دیوان صائب	۱۱-
د	انجمن آثار ملی	دیوان صائب	۱۲-

۱۳-	دیوان صائب	مکتوبه ۱۰۶۷	انجمن ترقی اردو	کراچی
۱۴-	ترقیمہ دیوان صائب	و و	و و	و و
۱۵-	مزار و باغ صائب		حسام الدین	اصفہان
۱۶-	مقبرہ صائب		و و	و و
۱۷-	مقبرہ صائب		و و	و و
۱۸-	مقبرہ صائب		آثار اصفہان	و و
۱۹-	سنگ مزار صائب		حسام الدین	و و
۲۰-	سنگ مزار صائب		و و	و و
۲۱-	آرامگاہ شیخ یعقوب صوفی		کشمیر صوفی	
۲۲-	و و	و و	فارسی گویان کشمیر	دکتر تیکو
۲۳-	نمونہ خط شیخ یعقوب صوفی		و و	و و
۲۴-	آرامگاہ ملا طیب		و و	و و
۲۵-	نمونہ خط ملا طیب		و و	و و
۲۶-	دور نمای خانقاہ شاہ ہمدان		Percy Brown	
۲۷-	خانقاہ شاہ ہمدان		Ram Chand Kak	
۲۸-	داخل خانقاہ شاہ ہمدان سرینگر		Percy Brown	
۲۹-	داخل خانقاہ معلیٰ شاہ ہمدان سرینگر		کشمیر صوفی	
۳۰-	خانقاہ معلیٰ شاہ ہمدان و انتہیور		کشمیر صوفی	
۳۱-	گنبد علویان ہمدان		D. Hill	
۳۲-	گنبد علویان		کشمیر صوفی	
۳۳-	آرامگاہ سید علی ہمدانی ختلان		و و	
۳۴-	آرامگاہ سید علی ہمدانی ختلان		و و	
۳۵-	سردر گنبد علویان ہمدان		و و	
۳۶-	قبر مولانا غنی زینہ کدل سرینگر		و و	
۳۷-	قبر مولانا غنی		فارسی گویان کشمیر	دکتر تیکو
۳۸-	اوطاق منسوب بملا غنی سرینگر		کشمیر صوفی	

گزارش

راقم الحروف کے مرتب کردہ - تذکرہ شعراء کشمیر - کی یہ دوسری جلد ۷۷ جو حرف (ص) سے حرف (غ) تک ، تریپن (۱۲۱-۱۴۲) شعرا کے حالات اور کوائف پر مشتمل ہے ۔

مواد اور ترتیب کے لحاظ سے اس جلد میں وہی مقصد اور نکتہ نگاہ پیش نظر رہا ہے ، جو پہلی جلد میں اختیار کیا گیا تھا ، اور جسکا اظہار صراحتاً اسی جلد کی گزارش میں کردیا ہے ۔ فراہمی مواد کے سلسلے میں ، جلد حاضر کے اندر ، حسب سابق ، میں نے اپنے پورے وسائل استعمال کئے ہیں ، اور کوشش کی ہے کہ کوئی ضروری اطلاع اور اہم سوانحی مواد سمیٹنے سے رہنے نہ پائے :

*

*

*

ویسے تو ہر ایک سوانح کے تحت خاصا مواد اکٹھا ہو گیا ہے ، لیکن بعض شعرا کے سلسلے میں بہت کچھ سمیٹ لیا گیا ہے ۔ مثلاً :

صائب کے سلسلے میں نہ فقط سوانحی مواد فراہم کردیا ہے ، بلکہ اسکے دیوان کے (۳۷) ایسے خطی نسخوں کی نشاندہی کی ہے جو ، یا تو خود شاعر کے اپنے خط میں ہیں ، یا اسکے شاگرد عارف تبریزی کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں : یا پھر وہ نسخے ہیں ، جو کتابت کے لحاظ سے یا تو معاصر ہیں یا قریب العہد ہیں : اسی ضمن میں بعض نادر نسخوں کے

عکس بھی شامل کردئے ہیں : راقم الحروف کے خیال میں ، صائب کا شاید ہی کوئی اہم دیوان اس فہرست میں شامل ہونے سے اب رہ گیا ہوگا ۔ صائب کے مزار کے متعدد فوٹو بھی دئے ہیں اور گورستان صائب کے سلسلہ میں تاریخی معلومات اور تازہ ترین کیفیت بھی دے دی گئی ہے ۔

شیخ یعقوب صرفی کشمیر کا بہت بڑا شاعر ہے ، اسکے حالات پہلی مرتبہ یہاں یکجا کئے گئے ہیں ، اور یہی صورت حال طالب آملی کے سلسلے میں قارئین کو نظر آئیگی ۔

طغرائی مشہدی ، تھا تو غیر کشمیری ، لیکن کشمیر کو اسنے اپنا وطن بنالیا تھا ، وہیں رہا وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا ۔ کشمیر کے سلسلے میں اس نے متعدد رسائل لکھے ہیں اور بہت کچھ نظم کیا ہے ۔ یہاں اسکے نہ فقط حالات یکجا کر دئے ہیں ، بلکہ اسکے چار رسالے :

(۱) تعداد النوادر

(۲) رسالہ فردوسیہ

(۳) رسالۃ تجایات

(۴) تذکرۃ الاتقیا

جو کشمیر سے متعلق ہیں ، شامل کردئے گئے ہیں :

عرفی شیرازی ، کشمیر پر جسکے لکھے ہوئے قصیدے کا یہ شعر :

ہر سوخۂ جانے کہ بکشمیر در آید

گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

ہمیشہ زباں زد رہیگا ، اسکے حالات کی جمع آوری میں بھی کوئی کسر چھوڑی نہیں گئی ہے ۔ بنیادی اور ضروری حالات فراہم کردئے ہیں ،

نیز اسکے دیوان پر عبدالباقی نہاوندی کا لکھا ہوا مقدمہ اور ابوالفضل کا ایک خط — جو عرفی کے نام ہے — دے دیا ہے . غالباً ابوالفضل کا یہ خط پہلی مرتبہ سوانح میں استعمال کیا جا رہا ہے . معلوم ہوتا ہے کہ ، حضرت مولانا شبلی علیہ رحمۃ کی نظر سے بھی نہیں گذرا ، ورنہ وہ عرفی اور فیضی کے تعلقات کے ضمن میں ضرور استعمال فرماتے .

خواجہ عزیز، اس برصغیر میں غالب اور اقبال کے درمیانی دور کا اہم شاعر ہے . غالب کو دیکھا تھا ، اقبال سے مراسم تھے ، اور کشمیر انکا وطن تھا . اگرچہ وہ کشمیر سے نکلکر لکھنؤ میں جا کر بس رس گیا تھا ، لیکن تعلقات اور خونی رشتہ کی وجہ سے آنا جانا اور کشمیر سے ربط ضبط آخر دم تک قائم رکھا . کشمیر پر ایک قصیدہ اور ایک طویل مثنوی — ارمغان لاجواب — کے نام سے اور ایک مثنوی کشمیر کے تاریخ پر انکی تصنیف ہے . منشی محمد الدین فوق مرحوم کو ایک مثنوی کے چند اشعار میسر ہو سکے تھے ، جو انہوں نے — مشاہیر کشمیر — میں دئے ہیں . میں نے اس جلد میں خواجہ عزیز کے تحت ، انکی وہ دونوں مثنویاں اور قصیدہ ، پورے کا پورا چھاپ دیا ہے :

امیر کبیر سید علی ہمدانی کی شخصیت ، دینی خدمات اور روحانی نصرفات کے لحاظ سے ، کشمیر میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو اس برصغیر میں ، خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے . اس بزرگوار کے سلسلے میں نہ فقط ، جتنا اہم مواد مہیا ہو سکا وہ یکجا کر دیا ہے ، بلکہ انکا ایک رسالہ — منہاج العارفین — مکمل اور رسالہ — چہل اسرار — کا انتخاب دے دیا ہے . علاوہ ازیں انکے سلسلے کی کئی ایک اہم تصاویر بھی شامل کردی ہیں .

اس جلد میں دوسری اہم ترین کشمیری شخصیت ملا طاہر غنی کی آتی ہے۔ ملا موصوف ان دو چار کشمیری النسل فارسی گو شعرا میں سے ایک ہے، جو کشمیر کے فارسی شاعری کی تاریخ میں، بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے حالات کا یہاں تقریباً پورے طور سے احاطہ کر لیا گیا ہے۔

*

*

*

تیسری جلد، جو اسکے ساتھ ہی شایع ہو رہی ہے، (ف) سے لیکر (ی) تک کے شعرا پر مشتمل ہے، اور یہ اس سلسلہ کی آخری جلد ہے۔ اسی تیسری جلد میں تینوں جلدوں کا انڈکس، مصادر کی فہرست، شعرا کی جدول، اور پہلی اور تیسری جلد سے متعلق بقیہ عکس اور نقشے، شامل کردئے ہیں۔

فراہمی مواد کے سلسلہ میں بہت سے دوستوں نے میری امداد کی ہے، جنکا احسانمند اور سپاس گزار ہوں۔ خاص طور پر مشفق خواجہ صاحب (انجمن ترقی اردو)، ہدایت اللہ صاحب (نیشنل میوزم)، محمود بیگ صاحب (ناظر کتب خانہ آثار قدیمہ) اور جناب محمد صدیق صاحب (نیشنل آرکائیوز) کا بیحد ممنون ہوں۔ ان حضرات نے خطی کتابوں کی فراہمی میں میری مدد کی اور تصاویر کے ضمن میں کئی ایک اہم تصویریں مہیا کردیں:

*

*

*

میرا یہ دعویٰ تو نہیں ہے کہ جو شعرا ان جلدوں میں آگئے ہیں، ان کے حالات پر یہ کتاب — حرف آخر — کا حکم رکھتی ہے، لیکن اتنا عرض کرنے کی اجازت ضرور چاہتا ہوں کہ میں نے مستند اہم اور ضروری مواد زیادہ سے زیادہ یکجا کر دیا ہے، اور کام کرنے والوں کے لئے تحقیق

کی دشواریوں کو آسان اور سہل تر بنا دیا ہے۔ اور ویسے بھی انسانی
ہاتھوں سے کون سی اور کب کوئی ایسی چیز تشکیل پائی ہے جسے
— حرف آخر — کہا جا سکے ؟

میں اگر چاہتا تو کوتاہ قلمی ، گریز ، اور چشم پوشی سے بہت کچھ
کام لیکر تذکرے کو مختصر بلکہ مختصر تر بنا سکتا تھا ، لیکن ایک تو
کشمیر ویسے بھی ہماری عزیز ترین متاع ہے ، اور دوسرا یہ کہ یہ موضوع
— جو ہمارے ماضی کی علمی وراثت اور روایت کی شاندار بلکہ ایک
غیر دریافت شدہ دنیا لئے ہوئے ہے — ایک ایسی داستان کی حیثیت رکھتا
ہے ، جو لبوں تک تو بارہا آتا رہا ، لیکن کبھی سنایا نہیں گیا ہے اور
نہ کبھی سنا گیا ہے ۔ یہی وجہ ہوئی کہ مجھے اپنی کئی دوسری مصروفیات
اس عرصہ کے اندر ، یکسر ترک کر کے ، جو کچھ معلوم ہو سکا ، اسکو ایک
سانس میں کہہ ڈالا ہے ۔ اور پھر سچ تو یہ ہے کہ اس داستان شیریں
کے سنتے اور سناتے میں اپنے ذاتی — ذوق حضوری — کا بھی کچھ نہ کچھ
عمل دخل ہے :

بحرف میتوان گفتن ، تمنائی جہانی را

من از ذوق حضوری ، طول دادم داستانی را

*

*

*

داستان کے اس طوالت کی ذمہ داری ، علاوہ ازیں ، میرے شفیق دوست جناب
ممتاز حسن صاحب اور میرے دوسرے کرم فرما جناب بشیر احمد صاحب ڈار کے
علمی ذوق اور تحقیقی شغف پر بھی عائد ہوتی ہے ۔ اگر یہ دونوں بزرگوار تائید
اور ہمت افزائی میں تھوڑی سی کوتاہی کرتے یا خفیف سی سرد مہری

برتنے ، تو یہ کام کبھی بھی موجودہ صورت میں سرانجام نہیں پا سکتا تھا۔ لہذا تحسین — جسکی جنس یہاں بہت ہی کمیاب بلکہ نایاب ہے ، اور جسکا ظہور معجزے سے کم اہمیت نہیں رکھتا — اگر مل سکتی ہے تو اسکے حقیقی مستحق بھی دو حضرات ہیں : باقی رہا راقم الحروف ، سو وہ اپنے قارئین سے فقط اسکا متمنی اور متوقع ہے کہ جو کچھ کتاب کی غلطیاں اور میری کوتاہیاں انکی نگاہ جزر رس تک پہنچ سکیں ، اس کی اطلاع عنایت فرما دیں ، تاکہ کسی موقع پر — اگر ممکن ہو تو — اسکی تلافی کی جا سکے ۔

*

*

*

پہلی جلد کی طرح کتاب کا یہ حصہ بھی اعلیٰ حضرت مجدد رضا شاہ پہلوی شاہنشاہ آریا سہر اور علیا حضرت فرح پہلوی شہبازوی ایران کی تاجپوشی کے مبارک اور تاریخی موقعہ کی یادگار میں شایع کیا جا رہا ہے !

بہر بلبل تحفہ دیگر ، بدست ما نبود

بوی گل ، در دامن باد صبا۔ پیچیدہ ایم

سید حسام الدین راشدی

کراچی

۱۔ فروری ۱۹۶۸ میلادی

تذکرہ شہرہ عربی کتب

۱۲۱- صافی، ابوالقاسم خان

● گل رعنا: در شرح حال صوفی دارد: خلف رشید او (صوفی) ابوالقاسم خان، صافی تخلص میکند. صوفی صافی ترکیب تخلص پدر و پسر خوب واقع شده. صافی خیلی متواضع و خلیق است، گاهی فکر شعر میکند. ازوست:

سختن از زلف دلدار است امشب بیا مطرب! شب تار است امشب
ابوالقاسم خان، همراه شاه درانی (۱) بسر میرد، و برادر خورد اعیانی او، نورالدین مجد خان (۲)، از جانب خان درانی بنیابت حکومت کشمیر پرداخت. (ص ۸۷-۸۸)

● روز روشن: صافی ابوالقاسم خان خلف نواب ابوالبرکات خان صوفی دهلوی بود. (همین یک شعر دارد ص ۳۷۷)

● نگارستان کشمیر: بعد از وفات ابوالبرکات خان، ابوالقاسم خان در کشمیر ماند و در سال (۱۱۶۵هـ) کشمیر را بقبضه خود آورد. کشمیر از مرکز دهلی رابطه بلاذستی قطع کرده آزاد شد. و در همان سال احمد شاه ابدالی وقتیکه بلاهور رسید عبدالله خان ایشک اقاسی را برای تسخیر کشمیر فرستاد و ابوالقاسم شکست خورد و گرفتار شده، عبدالله خان او را بحضور احمد

۱- احمد شاه درانی والی افغانستان (متوفی ۱۱۸۶هـ)

۲- غالباً مقصود از نورالدین خان بامیزنی است که سه بار بحکومت کشمیر رسید و بار سوم در (۱۱۸۱هـ) آمد و در سال (۱۱۸۴هـ) در جمون جهان را پدرود گفت.

شاه فرستاد. او در کابل از حسن سیرت مقبول نظر احمد شاه پادشاه گردید و همان جا بقیه زندگانی را بسر برد. این رباعی ازوست :

بر دور عارضت خط ایمان نوشته اند یا بوستان بگرد گلستان نوشته اند
ننوشت همچو من کسی اوصاف زلف تو جمله نوشته لیک پریشان نوشته اند
از سال (۱۱۶۶هـ) کشمیر ضمیمه سلطنت افغانان گشت. (ص ۲۲۰)

۱۲۲- صالح، کشمیری

● صنف ابراهیم : مجد صالح، صالح تخلص کشمیری. ظهورش اواسط عهد عالمگیری است. صاحب دیوان مختصر است. (ص ۲۱۵ ب)

۱۲۳- صانع، دوست محمد

● گل رعنا : میر دوست محمد، پدر میر مجد علی رائج سیالکوٹی — که ذکرش در حرف راء مهمله بقلم آمد — بحدوت طبع مشهور بود. گاه گاه فکر شعر میکرد : از منظومات اوست :

رنگ بیهوشی دل، ریخته، از دست کسی می بخون جگر آمیخته، از دست کسی
بپای برق، هم نتوان رسیدن، در حریم او ره دور و دراز است، ای کبوتر! بال و پر مشکن
(ص ۶۹۲)

● شمع انجمن : صانع، میر دوست محمد از زمرة سخن سنجان زمان بود. پدر رائج سیالکوٹی است. از وی آمد : بپای برق الخ (ص ۲۶۰)

۱۲۴- صائب، میرزا محمد علی

● نصرآبادی : اسم شریف ایشان مجد علی است، و والدش از کدخدایان معتبر تجار تبارزه اصفهانست. از کمال علو فطرت و نهایت شهرت

محتاج بتعریف نیست. انوار خورشید فصاحتش چون خرد خورده بین عالمگیر، و مکارم اخلاقش چون معانی رنگین دلپذیر. خامه یگانه دو زبانش، بتحریک سه انگشت، بچهار رکن آفاق و شش جهت، پنج نوبت کوفته. و گنجینه غیبی را از گوهر معانی روفه. مراة ظاهر و باطن را، بصیقل همواری از زنگ کدورت زدوده، و باب قبول بروی خویش کشوده، در خاک بیزی بدن عنصری گوهر شریف انسانیت یافته.

در اوان شباب، بهند شتافته، از امرا خصوصاً ظفر خان مهربانی بسیار یافته، بجانب عراق مراجعت نموده. پادشاهان همگی او را معزز میداشته اند. الیوم در اصفهان توطن دارد، و عموم خلایق از صحبتش فیض وافر میبرند. از دریای خیال، بغواصی فکر و تامل، لالی یقیاس بدر آورده، آویزه گوش مستمعان میسازد. چنانچه کلیات وی قریب بصد و بیست هزار بیت است: این ابیات درین صحیفه مرقوم شد.

(۵۷ اشعار دارد ص ۲۱۷ - ۲۲۰)

● کلمات الشعرا: در ملک اصفهان کوس رستمی مینواخت. در تمام عالم آوازه شهرت اشعار گوهر عیار خویش انداخته. از زمان که زبانی بسخن آشنا شد، چنین معنی یاب، خوش خیال، بلند فکر، بر روی عرصه نیامده:

در حین حیات دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود. خوندگار روم و غیره پادشاهان، در نامه های خود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند، و شاه برسم تحفه گی و هدایا میفرستاد.

در عهد شاهجهان بهند آمده بود، و بمنصب لائق و خطاب - مستعد خان - مفتخر و مباهی گشته. با ظفر خان درکابل بود. همراه او تا دکن سیر کرد،

باز بولایت رفت : با نواب جعفر خان نیز دوستی داشت . از ولایت این بیت بنواب نوشت :

دوردستان را، بهخشش یاد کردن، همت است رزنه ، هر نخل بیای' خود ، ثمر میانگند
نواب پنج هزار رویه صله این بیت بزودی فرستاد .

قدرت سخن آفرینی و حدت طبع بحدی داشت که ، روزی - راقم -
تخلص که یکی از شاگردان او بود ، مصرعی مهمل اینطور گفته آورد :

از شیشه بی سی ، سی بی شیشه طلب کن

میرزا صائب بدیده پیش مصرع رساند :

حق را ز دل خدای از اندیشه طلب کن

وقتی که با یاران در راهی میگذشت ، سگی نشسته دید . حالت سگ این
است که در وقت ایستادن سرنگون و گاه نشستن سر بلند میشد . مصرعی بدیده
بر زبان راند :

سگ نشسته ، ز ایستاده سرفراز تر است

بعد ازان بی تامل پیش مصرع رساند :

شود ز گوشه نشینی، فزون رعوت نفس

در پیش مصرع - فغانی - تصرفی بجا کرده :

ببیت صبحدم، نالان بگلگشت چمن رنم نهادم روی' بر روی' گل و از خویشتن رنم
باعتماد فقیر اکثر پیش مصرع همچو رسانده ، که اگر دیگری ناسخ زند نتواند
رساند . چنانچه گفته :

لاله در کوه بدخشان گر نباشد ، گر میاش شمع بر خاک شهیدان گر نباشد ، گو میاش
شانه در خط معتبر ، ای صنم ! داخل مکن در خط استاد بیموجب قلم داخل مکن

همچنین کارستان در سخن بسیار کرده است . استاد البشر بود (۱)

میرزا صائب اشعار دلپذیر عالمگیر بسیار دارد و تا کی نوشته آید.

روزی در مجلس میر معز موسوی خان نشسته بودم، سوداگری از ولایت آمده، ظاهر ساخت که: میرزا صائب وفات یافت! میر معز و غیره اعزه که آنجا حاضر بودند، افسوسها خوردند. فقیر گفت:

صائب وفات یافت!

۸۱۰۸۱

تاریخ رحلتش بی کم و زیاده میشود. میر حساب کرد درست آمد. فرمود: مگر پیش از مرگش فکر کرده بودی! گفتم: دو سال پیش ازین، تاریخ فوت حکیم:

صاحب وفات یافت!

۸۱۰۸۹

یافته بودم. در یا تفاوت دو سال لحاظ نموده فی الفور گفتم! بهر دو تاریخ تحسینها کرد!

گویند: مرقدش در باغیچه پر از ریاحین بر کنار رود واقع است. صاحب سخنی دران جا رسیده این بیت نوشت:

ای صبا! آهسته پا بر برگهائی غنچه نه
پاسباناند گلها، صائبا خوانیده است!
(۱۱۰-۱۱۲)

قافلان بیگ سپاهی... همراه ایلچی هند بایران رفته با صائب و غیره شعرای آنجا صحبت داشته. یک بیت صائبا را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده، پیش مرزا مجد علی ماهر نقل کرد و ایشان پیش فقیر:

مجنون بر یگ بادیه، غمهای خود شمرد
بساد زمانه که، غم دل حساب داشت

میرزا صائب ازین هم شعرهای خوب دارد ، اما او را همین خوش آمد :
(ص ۷۸)

عامل : از شاگردان میرزا صائب است : یک بیت او از میر معز
شنیده شد . . .
(ص ۱۳۷)

غنی : میگویند صائب برین بیت او (غنی کشمیری) آنقدر رشک
میبرد ، که گفت : ای کاش ! آنچه درین عمر گفته ام بآن کشمیری
میدادند و این یک بیت بمن میدادند :

حسن سبزی بقط سبز را کرد اسیر دام هرنگ زمین بود ، گرفتار شدم
حکیم صائب از روی این شعر معنی پیدا کرد ، و فقیر نیز . هر دو نگاشته
میآید . صائب :

خط سبز ، آفت جان بود نمیدانستم دام در سپره نهان بود نمیدانستم
سرخوش :

خوردم ز خط فریب جمال عذار او هرنگ سبزه بود لباس شکار او
(ص ۱۴۰)

قاسم مشهدی : از شاگردان رشید میرزا صائب است : (ص ۱۵۲)

معزموسوی : درین بیت قصیده میرزا صائب - که در تعریف عمارت - گفته :

چون لباس غنچه تنگی میکند بر دوش گل بر شکوه این عمارت پرنیان آسان
رو برو دخل کرد که ، دو بر در مصرعین خلاف محاوره است . صائب بعد
مباحثه بسیار معترف شد .

همین قسم روزی صائب این مصرع بر خواند (۱) :

میایی بعیب خود نرسیدن نمیرسد

۱- در چاپ لاهور است : رو بروی او در پیش مصرعه دخل بجا کرد و نادرست وا نمود . صائب
بتامل بسیار بر قبح این بیت مطلع شد و قائل گشت . فقیر چنین درست کرده بر خواند !
فرمود که : حالا درست شد :

چون لباس غنچه نشکفته تنگی میکند بر شکوه این عمارت پر نهان آسمان (ص ۹۸)

نجد سعید اشرف گفت : یک بای دیگر میخواهد ! یعنی : - عیبی با بعیب
نرسیدن نمیرسد ! -

صائب آن را بعد از رد و بدل بسیار قبول کرد . (ص ۱۶۰)

● مرآة الغیال : میرزا صائب تبریزی ، سرآمد مستعدان و سر دفتر
رموز دانان عصر بوده . چنانچه بمدد فکر رسا و طبع وقاد و دل دانا و
خاطر ارجمند و نظر دقیق و کمالات دلپسند و مضامین تازه و معانی نازک و
اندازهای بلند و تلاشهای بجای و درستی الفاظ و استخوان بندی حروف ،
حسن سخن را بمدارج اعلی صعود بخشید و کوس بلند آوازی بر مسند نشینان
انجمن سخن سرای زد .

در عتفوان شباب برسم تجارت بهندوستان رسید ، و در شهر شاهجهان آباد
— که باغ بی خزان هند را بمثابة نشیمنی پادشاهانه است — بملازمت صاحبقران
ثانی سرفراز گشت ، و بمدد طالع در نظر ایستادهای پایة سریر خلافت
سرافرازی و اکرام یافت . هزاری منصب و خطاب - مستعد خان - تجویز شد .
ولیکن در گرفتاری حب الوطن بحب جاه نپرداخت ، و راحت بدن را
بر تعبهای ملازم پیشگی مرجع ساخت .

با ظفرخان سبزواری - که از امرای عمده بود - بنا بر اتحاد مذهب
صحبتش برار گردید . و از اتفاقات ، هم دران ایام ظفرخان بصوبداری
کشمیر مقرر شد . صائب نیز رفاقت اختیار نمود ، و از فیض هوایی آن گل زمین
نضارتها بچمن طبع رنگینش عارض گردید .

روزی در مجلس ظفرخان ، جوانی از اهل کشمیر ، که بعلت مشائخه اشتها
داشت ، حاضر بود . صائب اشعار میخواند و مردم از هر طرف درج دهان

بصله جواهر تحسین و آفرین کشاده بودند. درین اثنا بر زبان آن جوان گذشت که: قدما پیش ازین جمله مضامین عالی بسته اند! و شعرای زمان ما را، جز تغیر و تبدیل الفاظ، کار دیگری در سخنوری باقی نمانده! صائب تبسم کرده بدیهه این بیت بر روی وی بخواند:

اهل دانش، جمله مضمونهای رنگین بسته اند هست مضمون نبسته، بند تنبان شا (۱)
ظفر خان بخندید و مبالغی کلی انعام فرمود.

چون صائب از سیر کشمیر فارغ گردید، عازم ایران زمین شد. و در اصفهان بخطاب - ملک الشعرای - شاه عباس ثانی سرفراز یافت.
از وارداتش هشتاد هزار بیت در یک جلد بنظر در آمده. و آنچه صورت ایراد میپذیرد، از گلهای چمن طبع او گونه، و از می دن اندیشه او، نمونه ایست! ...
(بیت ص ۸۸ - ۹۰)

● ریاض الشعرا: میرزا صائبا، اسم شریف ایشان میرزا محمد علی است. از شعراء عالی مقدار و فصحاء بلاغت شعار روزگار بوده، و در طرز خود امام فن و در روش خویش مقتداء زمن است. صیت سخنوری او از قاف تا قاف جهان رسیده، و خوان نعم کلامش از شرق تا غرب کشیده. متاخرین را باوی خیال همسری محال و دغدغه همسری را چه محال.

مشهور است که: میرزا مرحوم مزبور در ایام طفولیت روزی باتفاق والد مرحوم خود، که اعظم اصفهان بوده، بدوکان یکی از اهل الله - که بامر صحافی اشتغال داشته - وارد میگردد. آن ولی کامل کاغذ ریزها که از دم مقراض بریده در دکان ریخته بوده است، در کاسه سریش مخلوط نموده، نزد میرزا صائب میگذارد و او را بخوردن

میناید. و میرزا صائب نیز با اشاره والد شروع بخوردن نموده، دوثلث آنرا میخورد. و آن شیخ کامل بوالد میرزا میفرماید که: اگر همه خورده بوده، کلامش تمام عالم را میرسد! و الحال دوثلث جهان صیت بیانش فرو خواهد گرفت! و الحق آن دلچسپی که در کلام میرزا مرحوم است، بسبب سربشم اولیاست، و الا ظاهر احوال میرزا، مقتضی این نبود که اینهمه حقائق و معارف از وی صدور یابد.

خلاصه کلام آنکه میرزا صائب مرحوم تربیت ظاهر از حکیم رکنای مسیح کاشی مغفور یافته و صحبت حکیم شفائی زیور جمال شاهد کلامش بمدارج کمال عروج فرموده. در اوائل حال بهندوستان آمده، ظفرخان متوجه او شده، نهایت رعایت و دلجویی بوی نموده. و بملازمت شاهجهان پادشاه رسیده بمنصب هزاری بانعام بیست هزار روپیه سرفراز گردیده. در همان سال ترک نوکری نمود و باصفهان رجعت کرده. این غزل را در ایام توقف بهندوستان گفته:

خوشا روزی که (صائب) کام من در اصفهان سازم ز آب زنده رودش خامه را رطب اللسان سازم
بعد از مراجعت از هند، در ایران ترقی تمام در احوالش بهم رسیده. در زمان شاه عباس ثانی - ملک الشعرا - گردیده. در روز جلوس شاه سلیمان، که حسب فرمان قضا جریان مامور بخواندن شعر خود شده بود، این مطلع را خوانده:

احاطه کرد خط، آن آفتاب تابان را گرفته خیل پری در میان، سلیمان را
چون آن پادشاه مغفور در عین شباب و در کمال حسن بوده، از استماع این مطلع بتغیر شده. دیگر هرگز مادام حیات تکلم با میرزا صائب نکرد و شعر از وی نشنید.

کلیات میرزا بصدد بیست و پنجهزار بیت میرسد. لیکن سوای غزل،

از اقسام دیگر شعر، چند قصیده در مدح شاه صفی و شاه عباس و شاه سلیمان و خلیفه سلطان و ظفرخان دارد، و دو سه رباعی، باقی تمام اشعارش غزلیات است. و اکثر افکار بلاغت آثارش منتخب و بلند، و بیشتر آن مرغوب و دلپسند است. تحریر بسیاری از آنها موجب اطناب کتاب میشد لهذا از آن جمله بقلیل اکتفا نمود. باین چند بیت بس کرده شد (۱)

● حسینی: ابر مطیر اوج گهر ریزی میرزا محمد علی تبریزی صائب، ایزد بخش لالی عدن معانیست و سواد بیاضش سرمه اصفهان‌نیز است.

نقلست: روزی مرزا در ایام طفولیت باتفاق پدر — که از اعظم تجار تبارزه اصفهان بوده، بدکان یکی از اهل الله — که بصحافی اشتغال داشته — وارد شد. آن ولی کامل کاغذ ریزهای که در دکان ریخته بود، در کاسه سریش مخلوط کرده بمیرزا گفت: بخور! میرزا باشارت والد ثلث آن خورد، و شیخ بوالد میرزا گفت: اگر تمام خوردی کلامش تمام عالم را فرا گرفتی. حالا به ثلث جهان خواهد رسید. کلیات میرزا متجاوز از یک بیت است.

در عهد شاهجهان پادشاه بهند آمده از پیشگاه خلافت به منصب شایسته و خطاب — مستعد خانی — عز امتیاز یافته. ظفرخان مالک این بیت: زهدشکم، چنگ و نی را، در غروش آورده است توبه من، خون مینا را، بجوش آورده است و خواجه ابوالحسن تربتی مالک این بیت:

باده عمر غفر میبخشد، گل پیما را سرو مینا سبزوار و گلشن میخانه را
همگی همت بقدردانی میرزا برگماشته اند، و دقیقه از دقائق مروت فرو

نگذاشته . چنانچه ازین ابیات میرزا استفاد میشود :

کلاه گوشه بخورشید و ساه میشکنم . . . الخ (۱)

در هنگامیکه خان موصوف را صوبه داری کابل و کشمیر مفوض شد ،

میرزا صائب را نیز با خود برداشت . . . (۲)

روزی ، در مجلس خلین معزالیه میرزا صائب و ابوطالب کلیم از اشعار خود میخواندند ، که خان مومی الیه فرمود که : بیتی در صفت لبی که زخم دندان داشته باشد ، طرح باید نمود . اول کلیم این مطلع بر بدیهه گفت :

زخم دندان ، خوب تر کرد ، آن لب پر خنده را حجت آری عیش مییابد عقیق کننده را
اهل مجلس تحسین و آفرین کردند . باز میرزا صائب گوهر این شعر سفت :
باشد بلبش نشان دندان نقشی که بدعا نشیند

مجلسیان تحسین و آفرین بلیغ نمودند ، کلیم تاب نیاورده گفت :

پیش ازین جوهریانی که ، درین بازار اند قیمت رشته بردن بر بود از گهر ما
میرزا صائب برخود پیچید و این شعر بگفت :

تیره روزی بین که ، میخواهد (کلیم) بیزبان پیش شمع طود ، اظهار زبان دانی کند
کلیم دست بخنجر گذاشت میرزا نیز مستعد جنگ شد . خان موصوف گفت :
آخر این عرصه اشعار است نه میدان کارزار ! و باهم صلح داد .

نقلست : در آغاز طنطنه شاعری میرزا ، شاعری امتحاناً مصرعی متضمن
ترکیب با مربوط بسته آورد ، تا میرزا مصرعی دیگر برساند . مصرع خود
اینست :

شمع گر خاموش باشد ، آتش از مینا گرفت

۱- رک : تحت احسن ظفر خان - اینجا هفت بیت داده شده .

۲- اینجا نقل آن کشمیری ثبت است که یعلت المشائخ مبتلا بود و بر میرزا اعتراض کرد .

میرزا بدیده مصرع ثانیث رسانید :

امشب از ساقی زبس گرمست عفل ، میتوان مینا گرفت

روزی ، میرزا خالص که این دو مصرع بگوشش افتاده بود :

از شیشه بی می ، می بی شیشه طلب کن !

دویدن ، رفتن ، امتدادن ، نشستن ، خفتن و مردن !

پیش میرزا صائب برخواند . میرزا بدیده برای مصرع اول این مصرع رسانید :

حق را ز دل خال از اندیشه طلب کن !

و به ثانی ، این مصرع :

بقدر هر سکون راحت بود ، بنگر تفاوت را !

من دیوان حقایق بیانه : (۲۸ بیت دارد - ۱۸۸ - ۱۹۳)

● مجمع النفائس : میرزا محمد علی صائب . والدش از کدخدایان معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان بود . قافله سالار اهل سخن و سرگروه احباب فن است . ذات ستوده صفات او ، در دارالملک معنی و شهرستان مثل بندی ، بفصاحت بیانی مستغنی عن الالفانی کوس انا لا غیر ی زده . تعداد ایاتش بقول نصرآبادی : بیکصد و بیست هزار رسیده . و ملا محمد سعید اشرف در قطعۀ تاریخ وفات او ، که ماده اش این مصرعست :

بود بام مردن آقا رشید و صائب

۸۱۰۸۱

از فرزندان شمس الحق گفته و ظاهرا مراد ازان جناب شمس الدین تبریزی

است. (قدس سره العزیز) و ملا سرخوش تاریخ وفات او :

صائب وفات یافت

۱۰۸۱ هـ

یافته . ازو است :

رتبه گفتار را حیرت قتلانی میکند چاره خاموشیت شعری را که، از تحسین گذشت
و ابیاتی که می آید منتخب اشعار است که خود میرزا صائب انتخاب زده
در بیاض خود نوشته :

اگر از اهل ایمانی، مهیا باش آفت را
چه داند آن ستمگر، قدر دلهای پریشان را
هر کس نسکزد در گرو می کتاب را
چون نمی زمانه نیست تهی بند بند ما
پی قدر ساخت خود را نخوت فزوده مارا
باعث آزار شد ترک دل آزاری مرا
بچشم عاقبت بین هر که خود را دید در دنیا
سخت میخوام که در آغوش تنگ آرم ترا
بگمان فقیر آرزو بجای : سخت میخوام، آرزو دارم ، بهتر است :
بار هر کس بر زمین ماند ، بود بر دل مرا
اما دمی که ، باعث احیای عالمی است
شمع پیش چشم دست از شهپر پروانه داشت
که شیشه چون شکند در دکان شیشه گر است
قسمت نقش ز نقاش همه حیرانی است
علاقه تو بدستار بیشتر ز زراست
این بار جنون بر دل من ، تنگ گرفته است
که چشم بر فن ساقی هزار بهشته ماست
بکشتن میرود، چون خوئی از زندان برون آید
وعده گاه عالمی را نام خلوت کرده اند
کز انگشت شهادت، ماه نو بر خویش میبالد
خون، اگر بر سر این آب شود، جا دارد
ز بیم خشم ، روی طفل خود مادر همشوید
سیل بهار ، هرچه کشد، بیش میبرد
کی سبکباری ز همراهان کند غافل مرا
چون صبح ، زندگانی روشن دلان ، دمی است
شب که مجلس روشنی از طلعت جانانه داشت
دل شکسته بقرب خدای راهبر است
از شناسائی حق ، لاف زدن نادانی است
ترا ز جان غم مال ، ای غصص ! بیشتر است
از شش جهنم همچو شرر سنگ گرفته است
چه غم اگر تهی از باده، جام و شیشه ماست
بامید چه از تن غافلان را جان برون آید
ساده لوحانی که رو در کنج عزلت کرده اند
بشهرت ناقص از کامل عیاران بیش میبالد
تیغ سیراب تو، فیض دم عیسی دارد
صدف، گرد یتیمی از رخ گوهر، نمیشوید
عشاق را، خرام تو، از خویش میبرد

هر بلبل که، زمزمه بنیاد میکند
سرشوریده من، هر نفس صد آرزو دارد
دو دل شوم چو بزلفش، مرا نگاه افتد
دیدنت، باعث سرسبزی جان، میگردد
زدست تنگ بر بی برگ دنیا تنگ میگردد
زشکوه، گر لبم آن گلعدار مینده
در گلشنی که، بند قباب تو را شود
از عزیزان، هست مارا با تو پیوند دگر
کسریم، سائل خود را غنی کند یکبار
گل اندامی که، من دارم، نظر بر روی گلرنگش

اول مرا ببرگ گلی، بنیاد میکند
زهی ساقی که چندین رنگ می در یک سو دارد
چو رهروی که، رهش بر سر دوراه افتد
پسر در سایه سرو تو، جوان میگردد
بره بیمار کفش تنگ صحرا تنگ میگردد
که ره به گریه بی اختیار میندد
چندین هزار پیرهن گل، قبا شود
جای یوسف را نگیرد، هیچ فرزند دگر
دوباره لب نکشاید صدف، بابر بهار
ز رنگ آفتابی، آفتابی میشود رنگش

مخفی نماند که، در صحت قافیه این بیت سخنست. زیرا که لفظ رنگ
بیک معنی مکرر آمده، لطف آنکه جناب میرزا ضائب از راه بی پروای،
این قسم جای دیگر نیز آورده، و غیب دان و نکته دان را در مطلعی، قافیه
کرده. و حق پیش فقیر آنست که، چون میرزا (علیه الرحمه) قادر سخنست،
لفظ گلرنگ و غیب دان جدا مقرر فرموده، با کلمه رنگ و نکته دان قافیه
کرده. و همه کس را این معنی سزاوار نیست:

ز دل برون فرود چشم آشنا رویش
چشم کشایش از خلق، نبود بهیچ بابم
در هر که ترا دید بحسرت نگرانیم
نوشها در جست در فیش عتاب آلودگان
هر چه بخشد عالم ناساز، میگردد ز تو
چون گنہ گاری که، هر ساعت ازو عضوی برند
دست و دلم، ز دیدنت از کار رفته است
دیده از خواب نهالیده، روان میگرددی
اگر تو، دامن خود را، بدست ما ندهی
ز ناقصان بصیرت بلند پروازی
مرغ بی بال و پری را میکشد بی آشیان
دست از جهان نه شسته مکن، آرزوی عشق

سزی بدامن مجنون نهاده آهوش
در بزم بی سوادان، لب بسته چون کتابم
عمریست که، ما زنده بجان دگرانیم
نشه دارد حق بیداری بخواب آلودگان
غیر عبرت، هر چه گیری باز میگردد ز تو
چرخ سنگین دل کند، هر دم ز من بازی جدا
بشد قبا کشوده، در آغوش من بیا
گر بدانسی، چه قدرها نگرانیم ترا
زدست ما نگرفته است کس، گریبان را
سر از دریچه برون کردن است، کوران را
هر که می آرد برون از کنج تنهایی مرا
کین نیست دامن که، توان بی وضو گرفت

بی آرزو دل است ، اگر مرحمت کنند
 کفاره ، شراب خوریهای بیشمار
 شور مرغان سحر ، حوصله سوز است ، امشب
 در گوشه قفس ، مگر از دل بر آورم
 هر که دیده است قرا ، قدر مرا میداند
 بوی خون می آید امروز از لب میگون یار
 بوی پیراهن ، ز مصر آمد بکنتان ، سینه چاک
 غیر از خدا که هرگز در فکر او نبودی
 غیر ازین ، شکوه ازان دست گهر یارم ، نیست
 قسمت آدم شد از روز ازل سر جوش فیض
 نماند از سردمهریهای دوران ، در جگر آم
 قوتیا شد سنگ طفلان و جنون من بجاست
 نیست افسوس ، بجانبازی پسران مرا
 تار و پود موج این دریا ، بهم پیوسته است
 مزن ای شانه ! بهم ، زلف دل آویزش را
 سنگ باران کرد مالک را زلیخا از گهر
 آنکه ، در خانه اغیار کمر باز کند
 احوال من میسر که ، با صد هزار درد
 ازان آتش ، که زد در کوه و صحرا ، ناله مجنون
 امسال هم نداد بهم دست ، خط یار
 ز بس خاک ، خورد است خون عزیزان
 پیشانی ندارد جان بآن جان جهان دادن
 رنگ در آب و گلم ، گریه خونین نگذاشت
 بعد ما که آمیزش کدورت بار می آرد
 قباب صورتی آب و گل نمایی نیست
 هیچ کس منکر تحت الحنک واعظ نیست
 شد سخن ، در روزگار ما چنان کاسه ، که خلق
 با کمال سبکی ، بر دل خلق است گران
 کاروان ها داشتم ، از جنس یوسف ، این زمان
 ای قاصد ! اگر نامه ز دلدار نیاری

چیزی که ، از قلمرو امکانم آرزو است
 هشیار در میانه مستان نشستن است
 گل بیدرد ، بروی که دگر خندیده است
 این خارها که ، در دلم از آشیانه است
 حسن سعی چمن آرا ، ز گلستان پیداست
 تا بیاد او که دندان بر جگر افشوده است
 عصمت یوسف ، حریف جذبه یعقوب نیست
 در چیز کز تو گم شد وقت نماز پیداست
 که مرا ، کرد بدریوزه دامن محتاج
 جام اول را بخاک ، آن ساقی رعنا فشانده
 درختی را که ، سر ما سوخت ، دودش بر نمی آید
 در کدامین ساعت سنگین ، دلم دیوانه شد
 گریه ساخته شمع کبابم دارد
 میزند برم جهان را ، هر که یک دل بشکند
 که درین سلسله ، بسیار عزیزان هستند
 این سزای آنکه ، یوسف را بیازار آورد
 از کمر ، تیغ بکاشانه ما ، بکشاید
 میسایدم بدرد دل دیگران رسید
 هنوز ، از روزن چشم غزالان ، دود میخیزد
 مشق جنون ما ، بهیار دگر فتاد
 بهر جا که ناخن زنی ، خون بر آید
 یکی صد میشود آن زر که صرف کیمیا گردد
 لاله ، از تربت من ، زرد برون می آید
 عجب دارم که از پیوند نخل بارور گردد
 ازین لباس بر آئید ، چون نماز کنید
 این قدر هست که ، چسبان تر ازین میبایست
 در شنیدن بر سخنور ، منت احسان نهند
 زاهد خشک بسماه رمضان میباید
 نیست یعقوب مرا غیر از غباری در نظر
 از بهر تسلی ، ز زبانش سخن ساز

کاش! بودی در حریم بیضه، راهی از قفس
از باز ماندگان، خبری میگیرفته باش
جامه را فاخته کرده که نشناسندش
مگذار، پیش مرده دلان، روی خود بخاک
ای روح بخش عالم، من مرده همین
من در مانده، به پیش که برم، مشکل خویش
خواهد افتاد بدام دگران صیادم
ما بخون، دست ترا اول نگارین کرده ایم
بال و پزی نمانده، که بر یکدگر زنم
هر دو عالم را ازو، یکبار میخواهد دلم
تا درین دشت، من از آبله پایان شده ام
در غربت، این زمان ز خریدار میکشم
ای بهشت عاشقان، آخر نه ماه آدمیم
علاقه ما بقیس، بیش از آشیان داریم
چو خسته بسلب ماتم رسیده، حیرانم
اگر خسار، راه تو، از پا کشیدم
چنان بود که، چراغ پدر کند روشن
خدا پناه دهد، از غرور هشیاران
در سایه گلی که، بود خوابگاه تو
ما را بصد خیال فکنده است، خواب تو
شمار قطره باران کن و پیاله بده
هرگز ز شرم بند قبا وا نکرده
که پیغام زبانی را کند مکتوب سر بسته
اوقات به که، صرف عزیزان کند کسی
خیمه بیرون زده خوش قافله سنگینی است
عمر باد و مژه عمر قرا، ای ساقی
غبار خط، نگذارد که چشم باز کنی
مجلس می، بر سر خاک شهیدان، چیده است
وگرنه، عاشق مسکین چه دارد رونمای او
درین ماتم سرا، آئینه دیگر نمیشد

چشم وا کردن، بروی بی وفایان، مشکل است
رفتم ما، ولی دل و جان ماند، پیش تو
آه کان سرو گل اندام، ز رعنائیها
بی سجده میکنند نماز جنازه را
گفتی: بمیر تا من از نو دم حیات
عالم از دست حنا بسته نگارستانیست
نسالة مرغ گسرفتار، اثرها دارد
از مروت نیست، کردن حق مارا، پائمال
گر میزنم بهم کف افسوس، دور نیست
پیش همت، از ادب دور است، تکرار سوال
منت ابر بهار است مرا، بر خس و خوار
نازی که داشتم بپدر، چون عزیز مصر
مدتی آدم، گل نظارة فردوس، چسبید
فسان ز داغ غریبی برشته تر گردد
نه ذوق بودن و نی روی باز گردیدن
ادب بود منظوره، نی فن پرستی
ز صد هزار پسر، همچو ماه مصر، یکی
گناه بساده پرستان، بشو به نزدیکست
بوی گل از ادب، نکند پای خود دراز
هرگز نبوده است ترا، خواب صبحگاه
نمیده قدح بی شمار، اگر ساقی
در خلوتی که، آنته بیدار بوده است
چه شیرینی است با لبهای آن شیرین پسر یارب
عمر دوباره یافت، زلیخا و ماه مصر
در سرانجام سفر باش، که از سنگ مزار
بوسه دادی بلب جام، و بدستم دادی
نظر بجانب من کن، که چند روز دگر
آه ازان مغرور بی پروا، که از اهل هوس
مگر ذوق خود آرائی، بر اندازد نقابش را
در آب چشم، میبینند مردم، صورت خود را

غریب بود محبت ، درین جهان خراب
 داغ را در سینه من ، چون سپند ، آرام نیست
 در وصل ، ازو توقع مکتوب ، میکنم
 گر بدانی ، چه قدر تشنه دیدار تو ام
 نیست با دیر و حرم ، دیده حق بین را کار
 روشن دلان ، همیشه سفر در وطن کنند
 بوی گل و باد سحری ، بر سر راهند
 نهاد سخت تو ، سوهان بخود نمیگیرد
 روشن اگر وجود بود ، آرمیدگی
 حاصل دلشکنی ، غیر پشیمانی نیست
 بس جای که ، آهستگی آنجاست درشتی
 خموش هر که شد از قیل و قال ، وارسته است
 نیست آسان خون نعمت های الوان ریختن
 خاموش بی کمال ، چو هاروت بی صدا است
 بر نقش پای مسور با آهستگی حرام
 گذشت خواجه و چون مرده عنکبوت هنوز
 روی شگفته ، شاهد جان فسرده است
 از ره رسم تکلف ، خوشی از دلها رفت
 بسا شکست کزبان کارها درست شود
 غمگین نیم که خلق ، شمارند بد مرا
 از مصای خود ، خطر دارند کوران ، وقت جنگ
 نقش پای رفتگان هموار سازده راه را
 طومار درد و داغ عزیزان رفته است

مرا ، بخون جگر روزگار ، پیدا کرد
 این زمین گرم ، یاد از دشت محشر میدهد
 بی طاقتی ، مرا بدیدار دگر کشید
 خواهی آمد ، عرق آلوده ، در آغوش مرا
 کور از جستن در ، دست بدیوار کشید
 استاده است شمع و همان گرم رفتن است
 گر میروی از خود ، به ازین قافله نیست
 و گر نه ، پست و بلند زمانه ، سوهانی است
 آئینه است آب ، چو هموار میشود
 مومیائی ، عرق خجالت سنگ است ، این جا
 بی پرده کند نرسمی گفتار ، کسری را
 نمیزنند دری را که ، از درون بسته است
 بر گریزان مکافاتت دندان ریختن
 باشد ز پوچ گور بمراقب کشنده تر
 زنجیر فیل مست مکافات تازه است
 مگس شکار کند پارهای آسایش
 آواز خنده ، شیسون دلهای مرده است
 وصت دست و دل خلق بمنزلها رفت
 کلید رزق گدا ، پای لنگ و دست شل است
 نزدیک میکند بخدا ، دست رد مرا
 بی بصیرت از دلیل خویش مجرم میشود
 مرگ را داغ عزیزان بر من آسان کرده است
 این مهلتی که ، عمر دراز است ، نام او
 (ص ۲۰۷ الف ۲۰۹ الف)

● سرو آزاد : صائب ، میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی . امام غزل طرازان
 و علامه سخن پردازان است . ازان صبحی که آفتاب سخن ، در عالم شهود
 پرتو فشانده ، معنی آفرینی باین اقتدار ، سپهر دوار بهم نرسانده . چنانچه خود
 گوی دعوی در میدان می اندازد و می طرازد :

ز صد هزار سخنور ، که در جهان آید یکی ، چو (صائب) شوریده حال ، برخیزد

حامل لوای فصاحت ، منشأ اعلاء کلمه بلاغت . نور نجابت از خاصیه کلامش پیدا ، و لمعه شرافت از سیمای بیانش هویدا . فوج فوج مضامین برجسته منقاد جنابش ، خیل خیل معانی بیگانه بنده حاضر جوابش . ذوق سلیم در حدیقه اشعارش بنوبر کردن مسرور ، ذهن صحیح در خزینه افکارش بدولت تازه اندوختن مغرور . فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین ، جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین . زلال تقریرش در کمال روانی ، لالی تعبیرش در نهایت غلطانی . پای وقت خیال باوج کمال رسانیده ، معهذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیده . و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت .

قصیده و مثنوی هم دارد ، اما مشاطه فکرش ، به تزئین عروس غزل بیشتر پرداخته . و این غزل رعنا را ، بطرز تازه و انداز خاص ، جلوه افروز ساخته . چنانچه خود میفرماید :

غزل گوئی به (صائب) ختم شد ، از نکته پردازان رباعی گر مسلم شد ز موزنان ، سحابی را و نیز میفرماید :

غزل نبود باین رتبه ، هیچگه (صائب) ! نوای عشق ، در ایام من ، کمال گرفت و از جمله شرائف اوصاف میرزاست ، با وصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین هر کرا در اشعار خود یاد کرده ، بخوبی یاد کرده ، و تیغ زبان را با زخم هیچکس آشنا نساخته ، و خود میفرماید :

به مور ، وقت سخن ، دست طرح د (صائب) ! گرت خواست ، سلیمان این جهان باشی پدرش از کدخدایان معتبر تبارزه (۱) عباس آباد اصفهان است . میرزا در دارالسلطنت اصفهان نشوونما یافت . و به کمتر فرصت ، در شش جهت

۱- تبارزه ! آنها که از تبریز آمدند . نیز رک : حاشیه تحت مرآة آفتاب نما .

عالم کوس سخندانی زد. و در عین شباب، آخر عهد جهانگیری (۱)، متوجه هندوستان گردید. چون وارد دارالملک کابل گشت، ظفرخان — که به نیابت پدر خود، خواجه ابوالحسن تربتی — ناظم کابل بود، میرزا را به کمند حسن خلق صید کرده (۲). و لوازم قدر شناسی، نوعی که باید، بتقدیم رسانید. چنانچه شمه ازین آیات میرزا مستفاد میشود:

تو مشت مشت گهر، چون صدف، بمن دادی چو گل، تو زر بهر ریختی، بدا مانم (۳)
چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت، و ظفرخان به ادراک عتبه خلافت شتافت، میرزا نیز به رفاقت ظفرخان به سیر هند خرامید.

چون رایات صاحبقران در سنec و ثلثین و الف (۱۰۳۹هـ) جانب دکن باهتر از در آمد، میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی، سر بدیار دکن کشید.

از آنجا که شهر برهان پور گرد بسیار دارد، میرزا در حق این شهر میفرماید:

توتیا سازد، غبار آگره لاهور را چشم من، تا خاکمال گرد برهان پور خورد
و چون، لشکر محمد عارف از مشاهیر اولیاء درین شهر آسوده اند، توجیه گرد از خاطر فقیر چنین برخاست:

فساد بسکه گذر لشکر محمد را غبار خیز بود کوچهای برهان پور

۱- در سال (۱۰۳۲هـ) از اصفهان بعزم سفر هند حرکت کرده و بهرات و کابل رسید و با میرزا ظفرخان احسن در آنجا ربط پیدا کرد.

۲- مآثر الامراء، ۲: ۶۱.

۳- اینجا یازده بیت دارد. رگ: تحت احسن در بخش اول ص ۵۷.

و در ایام اقامت برهان پور، پدر میرزا خود را از ایران بدیار هندوستان رسانید، تا او را بوطن مالوف برد. چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید، قصیده در مدح خواجه ابوالحسن انشا کرد، و رخصت وطن التماس نمود. و درانجا میگوید:

شش سال پیش رفت (۱)

اتفاقاً موکب صاحبقران، عنقریب در سنه احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱هـ) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود. هیژدهم محرم سنه اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲هـ) ظفرخان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابوالحسن مفوض گردید. میرزا محمل سفر با ظفرخان بر بست، و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر، عازم ایران دیار گشت. و تا آخر ایام حیات، نزد سلاطین صنویه مکرم و مبجل زیست، و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت.

وفاتش در سنه ثمانین و الف (۱۰۸۰هـ) اتفاق افتاد، و در اصفهان مدفون گردید. و غزل میرزا — که مطلعش این است:

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو عالم پر است از تو و خالیست جای تو
بر طبق وصیت بر سنگ مزار او — که یک قطعه سنگ مرمر است — کنده شد. (۲)

راقم الحروف گوید:

عندلیب نغمه پرداز فصاحت (صائب)	رفت ازین عالم بسوی روضه دارالسلام
خامه (آزاد) انشا کرد سال رحلتش	بلبل گلزار جنت، صائب عالی کلام

۵۱۰۸۰

۱- هشت بیت دارد رک: تحت احسن بخش اول ص ۶۱.

۲- رک: تحت مقبره صائب.

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت ، بخط ولایت بنظر رسیده ، و میرزا سی و سه غزل متفرق ، بخط خاص ، بر حواشی آن نسخه قلمی فرموده . اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر . چند بیت بنا بر التزام پیرایه این مقام میشود . (۱)

(۹۸-۱۰۳)

● خزانه عاصره : صائب ، مرزا محمد علی اصفهانی . امیرالامرای کلام است ، و افرازنده رایات عالیات اقدام . امام ائمه معانی است و مجتهد علماء سخندانی . اگر او را ، رابع رسل ثلاثه شعراء گویند ، بجاست . پدرش از کدخدایان تبارزه عباس آباد اصفهان بود . میرزا در دارالسلطنه اصفهان نشو و نما یافت ، و بعد وصول سن تمیز ، احرام حرمین محترمین بر بست و شرف زیارت علیا اندوخت ، و بایران دیار برگشت . و با وصفی — که سنی المذهب بود — در میان ایران بکمال احتیاط عقاید دین و حفظ اسرار علم و یقین ، مقبول خواص و عام گردیده ، چنانکه باید و شاید ، زندگانی فرمود . و در حین عود حرمین مکرمین ، قصیده در منقبت شاه خراسان انشا نمود . چنانچه یکی از این ابیات این است :

لله الحمد که بعد از سفر حج (صائب) عهد خود تازه ز سلطان خراسان کردم

در عین شباب ، آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید . چون وارد کابل گشت ، ظفر خان — که نیابت پدر خود خواجه ابوالحسن تربتی — ناظم کابل بود ، میرزا را در دام حسن خلق خود کشیده ، لوازم قدردانی بر وجه شایسته بتقدیم رسانید . میرزا نیز بمداحی نام او را تا ابدالآباد زنده ساخت .

و چون حکومت کابل، در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت، و ظفرخان بادرک عتبه خلافت شتافت، میرزا نیز در رفاقت ظفرخان بسیر هند خرامید. و چون رایات صاحبقران در سنه تسع و ثلثین و الف (۱۰۳۹هـ) جانب دکن باهراز آمد، میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی سری بدیار دکن کشید.

و در ایام اقامت برهانپور، پدر میرزا خود را از اصفهان به هندوستان رسانید تا او را بوطن مالوف باز گرداند. چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید، قصیده در مدح خواجه ابوالحسن و ظفرخان، مشتمل بر استدعاء رخصت، انشاء کرده گذرانید. اتفاقاً موکب صاحبقرانی عنقریب در سنه احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱هـ) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود. هیژدهم محرم سنه اثین و اربعین و الف (۱۰۴۲هـ) ظفرخان را حکومت کشمیر — به نیابت خواجه ابوالحسن — مقرر گردید. میرزا محمل سفر با ظفرخان بر بست، و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر، هندوستان را وداع کرد و بدارالسلطنه اصفهان رفته، آرام گرفت.

و تا آخر ایام حیات، نزد سلاطین صفویه، در کمال تکریم و تبجیل زندگی کرد، و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت. تا آنکه در سنه ثمانین و الف (۱۰۸۰هـ) جهان گذاشتی را گذاشت و در اصفهان مدفون گشت. مولف گوید:

عندلیب نغمه پرداز فصاحت (صائب) رفت زین عالم، بسوی روضه دارالسلام
خامه (آزاد) انشا کرده سال رحلتش بلبل گلزار جنت صائب عالی مقام

مرزا در هند با نواب جعفر خان (۱) — که در اوائل جلوس خلد مکان وزیر اعظم شده بود — دوستی داشت . چون از هند بایران برگشت از اینجا این بیت باو نوشت :

دور دستان را ، باحسان یاد کردن ، همت است ورنه ، هر نخل به پای خود ، ثمر می افکند
جعفر خان پنج هزار روپیه و بعضی گویند پنج هزار اشرفی باو ارسال نمود .
قدری اشعار میرزا که فقیر را خوش کرده در بیاضی نوشته بودم ، در اینجا ثبت می کنم (۲)

اهل کمال را لب اظهار خامشی است منت پذیر ماه تمام از هلال نیست
روزی ، در مجلس نواب نظام الدوله ناصر جنگ شهید مرحوم ، برین بیت هنگامه ها برپا شد ، و هرکس در حل معنی تقریری میکرد ، بجای نمیرسید . فقیر دم نمیزدم تا آنکه معنی بیت بخاطر رسید ، آن وقت بر نواب و همه یاران عرض کردم ، همه زبان بتحسین کشودند .

مغلطه این بیت لفظ — ماه تمام — است ، که بقرینه هلال دهن ، انتقال بیدر میکند و کتان فکر پاره میشود . و مراد از ماه در اینجا شهر است ، و از ماه تمام شهر سی روزه ، و هلال را لب اظهار مقرر میکند ، و میفرماید که : ماه سی روزه در اظهار کمال خود ، منت هلال نمیپذیرد ! که روز سلخ پیش از طلوع هلال ، معلوم میشود که امروز ماه بکمال رسید . بخلاف شهر یست و نه روزه .

نقل است که ، میرزا هرگاه این مطلع فرمود :

سرو من ! طرح نو انداخته ، یعنی چه جامه را ، فاخستی ساخته ، یعنی چه
یکی از فضلالی ایران اعتراض کرد که : یعنی چه ، بصیغه غائب نباید ! یعنی چه

۱- جعفر خان متوفی (۱۰۸۱ هـ) پسر صادق خان میر بخشی و همشیره زاد پیمین الدوله آصف خان .
رک : مائرا لا ۱ : ۵۳۱ و نسب نور جهان در تاریخ مظهر شاهجهانی .

۲- اینجا ۳۲ بیت دارد .

بصیغه مخاطب باید! زیرا که درین شعر خطاب معشوق است. میرزا متوجه جواب نشد.

درین مقام نقلی دیگر بر سبیل طیبت بقلم می آید که، روزی در مجلسی فاضلی این شعر خواند:

گفتش بنشین بهش و گفت منشین رقیب بر مراد من گرفت و قول بدگویم نکرد
و گفت: وقوع یکی از نشستن و نا نشستن ضرور است، و املا ارتفاع نقیضین لازم می آید، و آن جائز نیست. فقیر گفتم که: مراد عاشق دائمه مطلقه موجه است، و مقصود رقیب دائمه مطلقه سالیه. و معشوق بر مطلقه عامه، که نقیض دائمه مطلقه است، عمل نمود. یعنی گاهی نشست و گاهی نه نشست. پس ارتفاع نقیضین لازم نیامد. غرض آنکه، چون سائل فاضل و سوال مسئله منطقی بود، جواب هم بر طبق آن ادا کرده شد. این مطلع میرزا مشهور است:

غیر حق را، میدی ره در حریم دل، چرا میکشی، بر صفحه هستی خط باطل، چرا
مولف گوید که: هر دو مصراع خوب است، لکن استعاره مصراع اول با استعاره مصراع ثانی مناسبت ندارد، و طریق مناسبت اینست که، برای مصراع اول، مصراع ثانی مثلاً چنین گفته شود:

میکنی، بیگانه را مهمان این منزل، چرا
و برای مصراع ثانی پیش مصراع چنین رسانده شود:

میکنی، طول امل را نقش لوح دل، چرا

اما میرزا رفیع واعظ قزوینی این مضمون را بخوبی میبندد:

این قدر طول امل ره میدی در دل، چرا مصحف خود را باین خط میکشی باطل، چرا

فقیر هم درین زمین غزلی دارد ازان است:

در صف پروانه بال افشان نه، ای دل چرا سر نمپازی بسنوک خنجر قاتل چرا
قدسیان عالم قدس، انتظارت میکشد مانده ای سرو والا قدرا! پا در گل چرا

اصل مقصود تو کشتن بود، آن خود دست داد
 زلف را پیچیده در دستار پنهان کرده بود
 منع کردن شمع را از خاک این یسمل چرا
 رو بیالا کرد باز این آیت نازل چرا
 از مخالفین مرزاست بعد تمهید بهار :

دهان غنچه ، هوا با گلاب شبنم ، شست
 که ، مدح خسرو آفاق را کند تکرار
 ایضاً بعد مذمت شراب در مدح امام رضا رضی الله عنه :

بگذر ز ناک بدگهر و آب او ، که هست
 هر دانه ، ریش خونی فرزند بو تراب
 اصل این تخلص مخترع نظیری نیشاپوری است که بعد تعریف شراب میگوید :

ازان شراب کنی در قلع ، که باد صبا
 ز فیض نکبت او ، روح داد عیسی را
 هزار کوه هم ، از یکدگر فرو ریزد
 دران مقام که ، ظاهر کند تجلی را
 نه زان شراب ، که انگور او شبید کند
 شه سریر اسامت علی موسی را

الهی ! خانه توارد خراب شود که چه آفتها بر سر معنی آفرینا می آرد . فقیر در ایام
 تحریر این صحیفه ، قصیده نظم کرده ، تشییب آن ، خطاب به کعبه معظمه
 است ، و گریز بمنقبت امیرالمومنین علی (رضی الله عنه) . بعد نظم قصیده ، روزی
 بخاطر رسید که از قصائد میرزا صائب مخالف بر آورده درین صحیفه ثبت
 باید کرد . چون دیوان میرزا را وا کردم ، میبینم که میرزا هم خطاب بکعبه و
 گریز بمنقبت امیر (رضی الله عنه) میکند . بیت تخلص میرزا این است :

میچ تعریفی ترا ، زین به نمیدانم ، که شد
 در تو پیدا ، گوهر پاک امیرالمومنین
 و بیت تخلص فقیر این است :

مطلع غورشید گر خوانم ترا ، الحق بجاست
 از تو سرزد آفتاب آسمان سروری
 آخر فقیر گریز را تبدیل کردم ، و هر قدر نسخها که بدست افتاد ، بیت سابق
 را محو کرده ، بیت لاحق ثبت نمودم .

الحال تشییب کعبه از میرزا و قصیده خود تمام درین صحیفه رقم
 میزنم که ، تفاوت طبایع انسانی با وصف اتحاد ماهیت ، بر هوشمندان جلوه

نماید . میرزا صاحب میفرماید :

ای سواد عنبرین قامت سویدای زمین

مولف گوید :

مرحبا ای کعبه اشرف! چه والا گوهری
جلوه گاه حسن نیرنگی تعالی شانه
ساکنان شش جهت مجنون صحرا گرد تو
بنده ام احسان یاقوت می مال قرا
بوسه نوشین یاقوت تو بر ما منع نیست
میرسانی راحتی آغوش را ، از ملنزم
راز های عرش و کرسی در تو باشد رونما
حسن مطلق را ، بدام خود مقید ساختی
مشت خاک در نظر، اما چه صاحب قدرتی
گرد تو سیارها کردند هردم هفت یار
زنگ از آئینه دلهای مردم ، میبیری
میرسانی فیض های عیب او را ، پنج وقت
داده جا در پناه خویش وحش و طیر را
بر تو واجب شکر مولانی که دست قدرتش
شاه مردان صفدر یزدان که دست و تیغ او
فور سیمای هدی! یعنی ، علی مرتضی
پیش آهنگی که اول چشم او بیدار شد
تا قیامت آبروی غازیان شمشیر اوست
حارسان نه حصار سبز ، کردند آفرین
ضیفی در خاندان عالیش آمد قدیم
سر بزانوی علی بگذاشت سالار رسل
رقبه کسار را افزود دوش مصطفی
مرحمت فرمود خاتم سائل را در رکوع

مغز خاک از نکبت مشکین لباس نافه چین (۱)

قیمتی داری ، که قربان تو گردد مشتری
در بنای هالیت هر سنگ مینای پری
ای سرت گردم! مگر لیلای مشکین چادری
میکند با تشنه کامان سلسبیل کوثری
ختم شد بر حسن خلقت رسم عاشق پروری
از تو آموزند خوبان راه و رسم دلبری
حیرت جام جسم و آئینه اسکندری
خوب صیادی ، و غیبل در فن خود ماهری
فیل را در زمره مور سیاهی نشمیری
جوهر خاکی و از هفت آسمان بالاتری
زادک الرحمن تنویراً عجب روشن گری
هر که دارد حالت دوری بعد از بی زری
بسکه دارد طینت پاک تو شفقت گستری
بر زمین افگند از بامت اله آذری
کرد حک از صفحه ایام نقش کافری
افتخار دوره آدم ز روشن گوهری
در سحر خیزان صبح صادق پیغمبری
ختم شد بر ذوالفقار حیدری خوش جوهری
چون بیازوی مبارک کی کند با چنبری
شیر یزدان را اسد بوده است چد مادری
در اسد تشریف فرمود آفتاب خانوری
کرد جا بر آسمان شیر عزین صفدری
کرد این احسان بالا دست را گرد آوری

طاعت مالی باو نعم کرد جود حیدری
 مهره خورشید را در طاس چرخ چنبری
 چون گل خورشید گردد، آفتاب محشری
 حفظ والا چون کند کبک دری را یوری
 تا بر آیم از طفیل آن جناب از شدوری
 جانب درگاه اقدس کرد بختم زهبری
 چشم دارم این عنایت از قونئی انگشتی
 بر گل احمر مبارک باد زر جعفری
 تا کنم حاصل مقام قنبری بل بودری
 میزنم (آزاد) زین ره از تلاش قیصری
 تا بر آید آفتاب از پرده نیلوفری
 باد شمع بزم احباب تو، روشن اختری

نیست غیر از طاعت جسمی مصلی را نیاز
 غلط و غلطی، بتحریک نگاهش رونمود
 گرمی* هنگامه فردا، اگر برهم زند
 باز اشپ فرش سازد، دیده راه، در راه او
 بر در شهر نبی، رنگ اقامت ریختم
 شاه عالم پرورا! ظل عنایت گستر
 حلقه چشم حقیقت بین، کسرامت کن مرا
 عندلیم، نقد داغ دل مرا انعام کن
 منتظم گردان مرا، در مسلک خاصان حضور
 منت ایزد که در ذیل غلامان توام
 تا کند شب خاک را در طیلان سوسنی
 باد داغ سینه اعدای تو، بخت صیاء

در مطلع قصیده از لفظ — والا گوهر — اشاره است بمضمون حدیثی که ، قاضی قطب الدین در — تاریخ مکه — از کعبه احبار روایت کرده . ترجمه حاصل حدیث این که : نازل کرد حق تعالی یاقوت مجوفی را از آسمان بآدم (علیه السلام) و ملائکه بنیاد کعبه را کنده، از سنگ بر آوردند ، و بالای او آن یاقوت مجوف را گذاشتند . و همیشه طواف میکردند، تا آنکه طوفان نوح (علیه السلام) آمد ، آنگاه حق تعالی آن یاقوت مجوف را بر آسمان برد .
 (ص ۲۸۷-۲۹۳)

● صف ابراهیم : اکمل الشعراء میرزا صائبا ، المسمی بمحمد علی و المتخلص بصائب . والد ماجدش میرزا عبدالرحیم یکی از تاجران معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان و از فرزندان شمس الحق شمس الدین (شیرین قام) تبریز است .

میرزا مذکور ، از غایت اشتهار و جهانگیری* گفتار، محتاج تعریف کسی

نیست. صفای نظمش، چهره شاهد کمالش را، آئینه ایست روشن. و سخنان معجز بیانش در اثبات علو قدرش حجتی است مبرهن. شیوهای متنوع که در قسم غزل مختار سخنوران پیشین و پسین است، طبائع نکته سنجان را در پسند آن اختلاف. بحسن اطوار و بوقلمونی گفتار، مخصوص کلیات میرزا صائب است، که هر کس موافق مذاق خود، صفحه صفحه از آن انتخاب تواند کرد.

گویند در آغاز حال، تعلیم از حکیم رکتا مسیح کاشی یافته، و از صحبت حکیم شفای نیز فیضها برداشته. بالجمله، سلاطین سلسله عالیّه صفویه و اراکین دولت قرین آن از منته وافی، به تخصیص، ماسس اساس دین نبوی، شاه عباس ثانی صفوی احترامش میفرمود. و عندالاستدعای سلاطین اطراف و خوانین اکناف، دیوانش برسم هدیه میفرستاد.

عدد اشعار ایشان بقول طاهر نصرآبادی: یکصد و بست هزار است. و مجموعه مدونه آن بزرگوار، از مدونات فصیحای این فن خوبتر، و از مصنفات بلغای عالی سخن، مرغوب تر است.

گویند: مرزا مرحوم اشعار خود را، که در صفت اعضای معشوق بود، به — مرات الجمال — و آنچه در آن مذکور آئینه و شانه بود به — مرات الخیال — موسوم نموده. و مطالع و سائر اشعار خود را انتخاب فرموده مسمی به — واجب الحفظ — ساخت. و خطبه دیوان و بعضی نثر رنگین نوشته بیادگار گذاشت.

و در زمان شاهجهان صاحبقران باستدعای ظفرخان احسن، بطریق سیاحت به هندوستان آمد، و با خان مذکور در کابل و کشمیر و بعضی ناحیه

دکن بعزم سیر بسر میبرد. در خلال این حال، از شهره فضل و کمال مرزا مذکور، صاحبقران منصب سه هزاری و خطاب - مستعد خانی - تفویض میفرمود، لیکن آن دانشمند صاحبدل و وارسته کامل دست در ذخارف تعلق نیالود، و تعینات مرقومه قبول ننمود.

چون والد ماجد او، از مصائب فراق و نوائب افتراق، تاب دوری و مصابرت بر مهجوری نیاورده، بعزیمت انصراف مرزا مرحوم از ایران، بسان سیل سرشک سراسیمه از دیده دمان، تا اکبرآباد آگره خود را رسانید. مرزا صابیا، بر عزیمت پدر گرامی قدر آگاهی یافته، در قصیده مدحیه خان ظفرخان، حقیقت حال بدینوال معروضداشت و همسنگ این قطعه رخصت ازان مظهر مکرمت خواست:

هفتاد ساله والد پیر است، بنده را کز قریبت بود بمنشن حق بیشمار (۱)

خان مذکور بالا که، دوری او ناگوار و حضوری او موجب جمعیت و قرار خود میدانست، لیکن بالتزام ابرام و سیاحت بسیار، ناچار رخصت داد. و با زاد و اسباب سفر و تحایف لایقه، بصوب اصفهانش فرستاد. مرزای عالیقدر با کبرآباد رسیده، شادمان بوصال پدر و مغموم بدرد هجران ظفرخان، باصفهان رفت. و در مدت العمر ازان بلده نیامد و پای سیاحت را در دامن عزلت شکست (۲). گویند مرزا نوبتی، بظفرخان احسن (۳) از ایران

۱- پنج شعر دارد. رک: تحت احسن ص ۶۱

۲- آقای امیری فیروز گوهی در مقدمه دیوان صائب مرقوم فرموده اند که: بعد از بازگشت... دیگر بسفرهای دور دراز نرفت، و فقط گاهی باطراف ایران، برای دیدن بزرگان علماء و شعراء و استفاضه و انتخاب شعر از دیوان آنان (چنانکه سفینه او حاکی است)، مسافرتهای میکرده که ازان جمله سفر، قم، قزوین، اردبیل، یزد، تبریز و امثالها... (ص ۲۵)

۳- جعفر خان را فرستاده بود. رک: تحت خزانه عامره.

نوشت :

دور دستان را، به بخشش یاد کردن، هست است ورنه، هر نخل پیای خود، ثمر می افکند
خان والا شان در صله آن، پنج هزار روپیه رائج، ارسال فرمود.

از زبان، عمدة الفصحاء المتأخرین شیخ محمد علی حزین، حکایت میکنند
که: مرزا صائبا در سن صبا غبی الطبع بود و پدرش ازین تشویش نمی
آسود، تا اینکه بخدمت یکی از مجاذیب آنزمان — که در فیض باطن
هم سلک سالکان کامل بود — باخودش برد، و اظهار حالش نمود. آن صاحب
کمال، شیرۀ منجمد در سریش، بخوردنش داد. مرزا بترغیب پدر خود، قدری
لیسید. و بفیض لیسیدن آن، طبعش روانی و نطقش طلاقت لسانی بهمرسانید.

عمرش شصت و پنج سال (۶۵) و ارتحالش هزار و هشتاد و یک (۸۱۰۸۱) هجریست.
ملا سعید اشرف قطعه در تاریخ فوتش یافته. مدفنش در
صفاهانست و به — تکیۀ مرزا صائبا — شهرت دارد. (۲۲۵-۲۲۶)

● مرآت آفتاب نما: صائب. اسمش میرزا محمد علی، اصلش از تبارزۀ
عباس آباد اصفهان. پدرش از تاجران معتمد اینجا بوده. بعضی تبریزی
مینگارند (۱). و در فصاحت و بلاغت یگانه زمان بوده. دیوان غزلیاتش
قریب لک و بیست هزار بیت رسیده. در عهد شاهجهان در هندوستان
بخطاب — مستعدخانی — سرفراز گشته، و مدت چند سال اینجا بوده.

۱- میرزا عبدالرحیم از رؤسا صنف تاجر و از بازرگانان محترم و معتبر آنمصر بوده است....
خود و یا پدرش را شاه عباس کبیر، در عداد جمعی کثیر، از تجار و مردمان متعین، از تبریز
کوجانیده و در محل عباس آباد اصفهان سکونت داده بوده است. که این جماعت را بنام
تبارزۀ اصفهان نامیدند (مقدمه صائب از امیری فیروز کوهی ص ۲۲).

هنگام مراجعت ایران ، بسیر کشمیر پرداخته و از ظفرخان احسن - ناظم آنجا - فیض ها برداشته . بملازمت شاه عباس ثانی ترقیات نموده - ملک الشعرا - گردیده .

و سرخوش در تذکره خود مینگارد که : در حین حیات ، دیوان و اشعارش زبان زد خاص و عام شدند . خوندگار روم و غیره ، در نامه های خود ، از والی ایران درخواست دیوان او میکردند ، و شاه به تحفگی میفرستاد (۲) . چون هنگام جلوس (۱۰۷۷ هـ) سلیمان شاه ، مامور بخواندن شعر شده ، مطلعی خواند : احاطه کرد ، خط آن آفتاب تابان را گرفت ، خیل پری ، در میان سلیمان را از بسکه مناسب حال شاه بود ، حالش متغیر گشت ، و تا دم حیات باز از او متکلم نگردیده .

اواخر حیات ، مرزا تکیه مرتب کرده و ترک علائق نموده ، دران باستغنائی تمام بسر برده . و آنمکان در صفاهان - بتکیه صائبا - مشهور است . و بعد فوت هم دران جا مدفون گردید . شاگرد حکیم رکن الدین مسعود مسیح تخلص ، بوده و از صحبت حکیم شفائی نیز بهره یافته . خوش سخنان معاصر بخد متش میرسیدند : ازوست :

پیشانی غفوراً ، پرچین نسازد ، جرم ما آئینه کی برم خورد ، از زشتی تمثالها
(۱۵۸ ب - ۱۸۶ الف)

● نتایج الافکار : شهریار اقالیم سخنمدانی ، میرزا محمد علی صائب اصفهانی . که پدرش از کدخدایان تبارزه عباس آباد اصفهان بوده . میرزا در دارالسلطنت اصفهان نشوونما حاصل ساخت ، و بعد فوز بسن رشد و تمیز

باحراز سعادت زیارت حرمین شریفین شتافت. و پس از حصول این نعمت عظمی، باز بایران مراجعت نمود. و بذهن و ذکا، در کمتر مدتی بشهرستان سخن، کوس بلند نامی نواخت، و بمعرکه فصحا و بلغا سر اعتبار افراخت. و بفکر بلند و نازک خیالی، صدر آرای ایوان والا دست گاهی است. و بطبع ارجمند و خوش مقالی، آشنای بحر دقیقه سنجی و رموز آگاهی. در مراتب نظم بعلو مرتبت سر باوج اشتهاار کشیده، و غلغله کلام فصاحت نظامش در چار سوی عالم فرا رسیده. بالفاظ متین و مضامین رنگین، قالب سخن را جانی از سر نو بخشیده. و بتلاشهای تازه و خیالات شگرف، سامعه افروز مستمعان گردیده.

خزینه افکارش، پر از جواهر زواهر معانی و لآلی. اشعار آبدارش، منسلک بسلاک خوش بیانی. اگر او را، قطب فلک فصاحت خوانند، بجاست. و مرکز دائرة بلاغت دانند، سزا.

میرزا در اقسام نظم، بخوش کلامی ممتاز است. فاماء شهر فکر بی نظیرش، در میدان غزل تیز پرواز. سخن سنجان روزگار را، به تتبع کلامش، افتخار. و نکته فهمان عصر را، به تقلید طرز خاصه اش، سرمایه اعتبار.

بالجمله در عالم شباب، در اواخر عهد جهانگیری بسیاحت هند در افتاد. و چون بکابل بر خورد، بحسن اتفاق صحبتش با ظفر خان احسن — که به نیابت پدر خویش، خواجه ابوالحسن تربتی، ناظم کابل بوده — در گرفت. و مراتب قدر افزای بعنوان شایسته نسبت بحال خود یافت، و قصائد غرا در مدح او نگاشت. و چون در اوائل جلوس شاهجهان، ظفر خان بتقبیل عتبة شاهی شتافت، میرزا نیز کمر برافقت بریست. و هر گاه که ریایات

سلطانی متوجه ممالک دکن گشت، میرزا هم با ظفرخان در رکاب لشکر ظفر پیکر سلطانی بوده. و در هنگام اقامت برهانپور باستماع مقدم پدر - که بنا بر بردنش بوطنی، از اصفهان سری بهند کشید - قصیده در مدح خواجه ابوالحسن و ظفر خان، محتوی بدرخواست رخصت، نگاشته گذرانید. اتفاقاً، دران ایام عنان عزیمت موکب شاهی، بجانب اکبرآباد معطوف گشت و رخصت میرزا در حین تعویق در افتاد. و بعد یکسال که حکومت کشمیر به نیابت پدر، بظفرخان قرار یافت، میرزا نیز همسفر بوده و پس از گلگشت بهارستان کشمیر دلپذیر، نزهت کده هند را خیر باد گفته، رو بدارالسلطنه اصفهان نهاد. و همانجا رخت اقامت افگند، و مورد نوازشات شاه عباس ثانی گشته بخطاب - ملک الشعرای - چهره اعتبار بر افروخت. و مادام حیات از پیش گاه سلاطین صفویه سرمایه عزت و احترام اندوخت. در ثمانین و الف (۱۰۸۰ هـ) بدار آخرت خرامید و در اصفهان مدفون گردید. (ص ۲۰۸)

● شمع انجمن: صائب، میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی. امام غزل طرازان و علامه سخن پردازان. امیرالامراء کلام، و رافع رایات عالیة اقلام. امام ائمه معانی، و مجتهد علمای سخندانی است. آزاد در - خزانه عامره - گفته: اگر او را رابع رسل ثلاثه شعرا گویند، بجاست! و در - سرو آزاد - نوشته: ازان صبحی که آفتاب سخن، در عالم شهود پرتو افشاند، معنی آفرینی باین اقتدار، سپهر دوار بهم نرسانده! و خود میگوید:

ز صد هزار سخنور، که در جهان آید یکی، چو (صائب) شوریده حال، برخیزد

حامل لوای فصاحت، متشاء اعلاء کلمة بلاغت. نورنجابت از ناصیه کلامش پیدا، لمعه شرافت از سیمای بیانش هویدا. فوج فوج مضامین برجسته منقاد

جنابش، خیل خیل معانی* بیگانه بنده حاضر جوابش. ذوق سلیم در حدیقه اشعارش بنویر کردن مسرور، و ذهن صحیح در خزینه افکارش بدولت تازه اندوختن مغرور. فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین، جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین. زلال تقریرش در کمال روانی، لآلی تعبیرش در نهایت غلطانی. پایه دقت خیال باوج کمال رسانیده. مع هذا، اصلاً اثر تکلف گرد کلامش نگردیده. و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر، کمتر توان یافت. قصیده و مثنوی هم دارد، اما مشاطه فکرش، بترتین عروس غزل، بیشتر پرداخته. و این غزال رعنا را، بطرز تازه و انداز خاص، جلوه افروز ساخته. و از جمله شرایف اوصاف او، یکی آنست که، با این جلالت شان و رفعت مکان، از شعراء همعصر و قداماء، هر کرا در اشعار خود یاد کرده، بخوبی یاد کرده، و تیغ زبان را با زخم هیچکس آشنا نساخته.

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان است. میرزا در اصفهان نشو و نما یافت. و بعد وصول سن تمیز، احرام حرمین محترمین بر بست و شرف زیارت علیا اندوخت. و با آنکه سنی المذهب بود، در میان ایرانیان بکمال احتیاط عقاید دین و حفظ اسرار علم و یقین، مقبول خاص و عام گردیده. چنانکه باید و شاید، زندگانی فرمود. در حین عود از حرمین مکرمین، قصیده در منقبت شاه خراسان انشاء نمود. بیتی ازان اینست:

لله الحمد که، بعد از سفر حج (صائب) عهد خود، تازه بسلطان خراسان کردم

و در عین شباب، آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید. ظفر خان ناظم کابل، بکمند حسن خلق، صید کرد و لوازم قدر شناسی، نوعی که باید، بتقدیم رسانید. باز میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی، سری بدیار دکن کشید و از پیشگاه خلافت بمنصب شایسته و خطاب مستعد خان

غر امتیاز یافت . در ایام اقامت برهانپور ، پدر میرزا خود را از ایران دیار
بهندوستان رسانید ، تا او را بوطن مالوف برد . میرزا پس از گلگشت کشمیر
جنت نظیر ، عازم ایران دیار گشت . و تا آخر ایام حیات ، نزد سلاطین صفویه
مکرم و معزز زیست ، و در مدایح ایشان قصائد غرا پرداخت (۱) . تا آنکه در
سنه (۱۰۸۰ هـ) جهان گذشتنی را بگذاشت و در اصفهان مدفون گشت .

دیوان میرزا قریت بهشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده (۲) . و میرزا
سی و سه غزل متفرق ، بخط خاص بر حواشی آن نسخه ، قلمی فرموده . اشعارش
عالمگیر است و مستغنی از ضبط تحریر و ربط تعبیر . (۲۵۱-۲۵۲)

● دانشمندان آذربایجان : صائب ، خلف میرزا عبدالرحیم و برادرزاده
شمس الدین ثانی معروف به — شیرین قلم — بوده . و بر حسب روایت ولی قلی
بیگ شاملو در - قصص الخاقانی - : در تبریز تولد یافته و بامر شاه عباس اول
(۹۸۵-۱۰۳۸ هـ) خانواده او از تبریز کوچیده در عباس آباد اصفهان متوطن شده .
و درانجا نشوونما کرده است . ابیات ذیل ، از مقاطع غزلهای او ، نیز از
دلائل تبریزی بودن اوست :

صائب) از خاک پاک تهریز است	هست (سعدی) مگر از، گل شیراز
در بهار سرخروی ، همچو جنت ، غوطه داد	فکر رنگین تو (صائب) ، خطه تبریز را
ز حسن طبع تو (صائب) ، که در ترقی بادا	بلند نام شد ، از جمله شهرها ، تبریز

مولانا صائب در اوائل شباب ، از اصفهان بزیارت بیت الله الحرام و مدینه
طیبه مشرف گردیده . و پس از سیر و سیاحت بعضی از ممالک عثمانی ، مراجعت

۱- قصائد راجع به شاه عباس ثانی (۱۹) شاه صفی (۵) وزیر آصف ثانی (۲) رک : کلیات
صائب طبع تهران (۱۳۳۶ ش)

۲- این عبارت از آزاد گرفته است ، صاحب شمع انجمن دیوان مذکور را خود ندیده است .

باصفهان نموده است. چون قبل از ورود، بعضی از ارباب غرض در نزد شاه عباس از وی سعایتها کرده بودند، مولانا صائب دلگیر گشته و بعزم سفر هند، در شهر سته (۱۰۳۴هـ) از شهر اصفهان حرکت کرده و رفته. و غزل ذیل را، که حاکی از احساسات او میباشد، بنظم آورده است:

طلای شد چمن ساقی! پیگردان جام زرین را بکش بر روی اوراق خزان، دست نگارین را
دلم، هر لحظه، از داغی بداغ دیگر، آویزد چو بیماری، که گرداند ز تاب درد، بالین را
بنجای لعل و گوهر از زمین اصفهان (صائب) بملک هند، خواهد برد این اشعار رنگین را

در هجدهم محرم سال (۱۰۴۲هـ) حکومت کشمیر بنیابت پدر، بظفرخان واگذار شد، صائب نیز همراه او رفت. و درانجا ظفرخان — اگرچه جدائی را بر خود شاق میدانست — طوعا و کرها بنا بر پاس خاطر او، مبلغی خطیر با سواری پالکی و دیگر امتعه و اقمشه همراه کرد.

میرزا در آگره ملازمت پدر را دریافته بوطن مراجعت فرمود (۱). در این خصوص غزلی گفته از انجاست:

خوش آن روزی که (صائب) من مکان در اصفهان سازم ز آب زنده رودش، خامه را رطب اللسان سازم

مولانا صائب، مدتی هم در مشهد و قم و قزوین و اردبیل و یزد و تبریز بسر برده است. گویا در سته (۱۰۵۰هـ) در تبریز تشریف داشته اند. زیرا که سیاح معروف عثمانی، اولیاء چلبی در آن تاریخ، که بسمت ماموریت مخصوصه، بایران و تبریز آمده، در سیاحت نامه خود، چنین نوشته است:

— هفتاد و هشت نفر از شعرای نصیح اللسان و بدیع البیان و صاحب

دیوان در تبریز وجود دارند: یآوری، صاحبی، ادهمی، چاکری، جانبی،

راضی، واحدی، از جمله آنان محبوب میگردند (۲) —

۱- صائب از کشمیر به ایران رفت.

۲- رک: تحت دیباچه امیری فیروز کوهی که درین مسئله اختلاف دارند.

مولانا در عهد شاه عباس ثانی (۱۰۵۲-۱۰۷۷هـ) بلقب — ملک الشعرا — مفتخر آمده. و محاربه وی با شاهجهان پادشاه هند و فتح قندهار را بنظم کشیده. و آن صد و سی و پنج هزار بیت است. و در آن موقع قصیده ای برای فتح و نصرت نیز ساخته، و این مصرع، از آن قصیده، تاریخ است:

از دل، زدود زنگ الم، فتح قندهار (۱)

(۱۰۵۹هـ)

در روز جلوس (۱۰۷۷هـ) شاه سلیمان، قصیده منظوم ساخته و مطلع آن این بود:

احاطه کرد خط، آن آفتاب تابان را گرفت، خیل پری، در میان سلیمان را
شاه سلیمان بجهت حسن صورتی — که در جوانی داشته — از استماع این
قصیده بغیظ آمده و تا آخر عمر با مولانا صائب تکلم نکرده است.

مولانا دواوین متعدده دارد. بنا بر روایت ولی قلی بیگ شاملو: عدد دیوانش هفت عقد، ابیات مدونش تقریباً (۲۰۰) هزار بیت. و بر حسب نگارش حسینی: متجاوز از یک بیت است. غزلیات ترکی نیز دارد. بعضی نثرهای بلیغ و خطبه دیوانی نیز نوشته است. کلیات آن بزرگوار مشتمل بر حکم و امثالی میباشد، که در ضمن غزل تلفیق شده، و هر شعرش مناسب مقال و موافق مقامی باشد. و اکثر ابیانش بمقام ضرب المثل رسیده و در السنه و افواه ساری و متداول است. ولی غالب مردم، من باب عدم اطلاع، بکلمه لا ادری

۱- نیز رب: قصیده باز گشت شاه از فتح قندهار به این مطلع و مقطع:

چه دولت بود، یا رب! اصفهان را، در کنار آمد
که از خساور زمین، صاحبقران کامگار آمد
پی تاریخ تشریف هجایون، زد رقم (صائب)
باصفاهان لرای شاه دین، از قندهار آمد

(۱۰۶۰هـ)

قائمه منسوب میدارند، و نمیدانند که اغلب آنها در دواوین صائب مندرج و موجود است

مولانا صائب غیر از مثنوی های — قندهار نامه — و — محمود و ایاز — (۱) و دواوین متعدده، سفینه و جنگی نیز، بعنوان — بیاض — تالیف فرموده اند، که قابل مطالعه است. و آن بیاض قریب به (۲۵) هزار بیت است، که مشتمل بر مطالع غزلیات و منتخبات اشعار خود او، و زبده سخنان سخنوران نامی، از متقدمین و متاخرین و معاصرین صائب بوده. دارای اسامی هشت صد (۸۰۰) نفر شاعر میباشد، که غالب معاصرینش را شخصا ملاقات کرده و با دواوین و سفائن آنان را مطالعه نموده، کلمات عالیه و نخبه اشعار و شاه فردهای آنان را، در آن بیاض مندرج ساخته است.

مولانا منتخبات مختلف المواضع خود را، که از دواوین خود انتخاب نموده، هر بخشی را بنامی موسوم کرده است: اشعاری را که در صفت اعضای معشوق سروده — مرآت الجمال — و آنچه مشتمل بر آئینه و شانه ساخته — آرائش نگار — لقب داده. و اییات مربوط به می و میخانه را — میخانه — و نخبه مطالع غزلیات را — واجب الحفظ — نام نهاده است.

مولانا صائب پسندیده خصلت و نیک فطرت و مفلح و نکته سنج و مبتکر و باریک بین و بدیهه گو بوده. و بسیاری از غزلهای برجسته، شعرای مشهور، مانند: مختاری و سنائی، عطار و انوار، مولوی و اوحدی، ظهیر و خواجو، سعدی و حافظ، خسرو و ملک، عنوان و نوعی، جامی و شفائی، مغربی و سحابی، عارفی و عرفی، فانی و فغانی، فاضل و فیضی، تنها و

وحید ، فقیر و غنی ، ظهیری و نظیری ، میر فصیحی و میر شوقی ، میر حیدر و میر معصوم ، وحشی و انبسی ، اهلی و الهی ، مثال و جلال ، مطیع و مسیح ، راقم و کلیم ، طالب و حاذق ، فرج و نصرت ، سنجر و شاپور ، شیدا و سعیدا ، احسن و ادهم ، غافل و ناصح ، نقد حیدر و سید یزدی ، و غیر آنان را نظیره گفته و استقبال کرده (۱). و شیوه جدیدی در غزل گوئی ابداع نموده که ، مجتهد غزل سرایانش باید شناخت . چنانکه خود گفته است :

درین ایام شد ختم سخن ، بر خانه (صائب) مسلم بود اگر زین پیش ، بر (سدی) شکر خای
غزل ، نبود باین رتبه ، هیچک (صائب) نوا " عشق ، در ایام من ، کمال گرفت

اگرچه تمام اشعار صائب - در عالم خود - برگزیده و منتخب است ، با این همه ، صاحبان تذکره و بیاض و سفائن و جنگها ، هر یک بمذاق خود ، قسمتی از کلیات وی ، نخبه کرده و نوشته اند . عاملای بلخی و امیر معزالدین موسوی - که از معاصرین وی بوده اند - هر یک منتخباتی از وی تالیف کرده اند . آقای کمالی و حافظ خلوصی نیز بعضی از شاه فردهای او را ، بعنوان - منتخبات - و - مجوهرات - در طهران و استانبول چاپ کرده اند . نگارنده نسخ زیادی از دواوین او ، تا صد و بیست هزار بیت دیده ام : و از تاریخ (۱۲۶۲هـ) این طرف ، قریب به ۲۰ هزار بیت از اشعار وی ، در هندستان مکرر چاپ شده ، و در آنجا معروف و متداول است (۲) .

۱- رک : زیر عنوان ، استقبال کلام شعراء .

۲- کلیات در لکهنو در سال (۱۲۹۲/۱۸۷۵ع صفحه ۱۶) چاپ شده و انتخاب دیوان در لکهنو (۱۲۶۴/۱۸۴۷ع) و انتخاب دیوان از عاملای بلخی ، با شرح حال عاملای از عبدالرحمن بن محمد روشن خان ، در کانپور در سال (۱۲۸۸/۱۸۷۱ع صفحه ۱۵۲) و ترجمه چند غزل Tholuck در زبان آلمان و چند غزلیات با ترجمه منظوم در پنجابی سال (۱۳۱۷/۱۸۹۹ع) در پند دادن خان (پنجاب پاکستان غربی کنونی) .

بنا بروایت خوشگو : ظفر خان احسن تصاویر صائب و بعضی دیگر از سخنوران معاصرین خود ، از قدسی و کلیم و دانش و غنی و میر صیدی و غیر آن را — که با خود وی مربوط بوده اند — نقاشی گردانیده ، و منتخباتی از اشعار آنان را ، نیز بر پشت صحیفه نویسانیده ، تذکره و مرقعی ترتیب داده بوده است ، که نسخه از آن را خوشگو (۱) در نزد شاه عیان نام دیده است . و نیز بروایت او میرزا بیدل میفرموده اند :

— که من در طفولیت دیدار صائب را دیده ام مردی لاغر و کشیده قد و سیاه قام بوده —

و از قول خان صاحب آرزو نقل مینماید :

— تصویر ایشان مرطوب و سفید فام و پیر بوده است —

بالجمله ، مولانا میل زیادی بصرف تنباکو و کشیدن غلیان داشته و همیشه میفرموده است که : اگر تنباکو کشیدن نباشد کسی چرا سر از خواب بردارد ! و مقاله مفصلی هم ، در وصف تنباکو و غلیان بقلم آورده ، چند سطر ذیل از آنجاست :

شستم لب پیاله ، ز آب شراب تلخ کردم بدود تلخ ، قناعت ز آب تلخ

روزهاست که ، این سودا زده آفرینش و این سیاهنامه قلمرو بینش ، گردن اطاعت از خط جام و دامن رغبت از شراب مدام کشیده ، در حلقه سلسله مویان و دائره سوختگان تنباکو ، درآمده . مینای می را بطاق نسیان گذاشته و دیده ساغر را نمک فراموشی انباشته ، از آتش بی دود می ، بدودی چشم سپاه ، اکتفا نموده . و از شعله آواز مطرب بفلفل غلیان قناعت کرده :

آری ! چو فرو رود کسی را خورشید در پیش نمده بجای خورشید چراغ

۱- رک تحت : احسن صفحه ۵۰ در بخش اول . این روایت از سرخوش است نه از خوشگو .

رک : کلمات طبع مدراس ص ۵۰

بی تکلف، اگر مهر گیاهش خوانند، سزاست! که سر پنجه ترعشش، ریشه در دل خاص و عام دوانیده. و بی خوش آمد، اگر زرین گیاهش خوانند، رواست! که شعله دلفریزش، زر طلبان دنیا پرست را، از فکر کیمیا رهانیده. تخم محبت دلنشین اش، سویدا را سپند آتش حیرت ساخته. و زلف عنبرین دودش، کمند رغبت در گردن جان انداخته. هر نفسی که، فرو میسرود مد حیات! و چون بر میآید، مفرح ذات! . . . الخ.

وله (۱)

مولانا صائب در تاریخ (۱۰۸۱ هـ) در اصفهان رحلت فرموده در تکیه معروف بنام خود دفن شده است.

ملا محمد سعید متخلص به اشرف، خلف محمد صالح مازندرانی — که در سخنوری از تلامذه میرزا صائب و در خط نستعلیق شاگرد عبدالرشید دیلمی بوده است — بر حسب امر زیب النساء بیگم (وفات ۱۱۱۳ هـ) دختر عالمگیر بادشاه، قطعه مفصلی در فوت آن دو بزرگوار منظوم ساخته. این چند بیت از انجاست:

کز وجود هردو، کردی افتخار ایام ما
بود نام این، علی بیگ و تخلص صائب
این برادر زاده، شمس الحق شیرین ادا
کشور تبریز، بود از نسبت این، عرش ما
هر دو بودند بیهم، چون لفظ و مضمون آشنا
رخت، بر بستند از پنجا، جانب دار البقا
چون ترا بودند ایشان اوستاد و پیشوا
بود باهم مردن آنها رشید و صائب

۱۰۸۱ هـ

کرده بود ایزد عنایت، خوشنویس و شاعری
بود اسم و رسم آن، عبدالرشید دیلمی
آن پسر، همشیره سید عساکر خوشنویس
شهر قزوین است از اقبال آن، دارالکمال
هر دو بودند بیهم، چون صورت و معنی قرین
اتفاقاً، هر دو در یک سال باهم متفق
روی بامن کرد و گفت: اشرف بگو تاریخ آن!
گفتم: از ارشاد پیر عقل در تاریخ آن

سرخوش هم تاریخ رحلت او را

صائب وفات یافت

۸۱۰۸۱

(۲۳۶-۲۱۷)

یافته است . (۱)

● امیری فیروز کوهی : در دیباچه کلیات صائب نوشته اند :

مولد

میرزا محمد علی صائب تبریزی اصفهانی . مولد ایشان باتفاق ارباب تذکره شهر اصفهان است .

تنها ولی قلی بیگ شاملو ، در—قصص الخاقانی— بنا به نقل ، فاضل مرحوم میرزا محمد علی خان تربیت ، مولد وی را شهر تبریز دانسته . و این قول چون برخلاف اجمال تذکره نویسان و ناشی از تعصب است ، صحیح و قابل استناد نیست (۲)

۱- نیز رک : غیرالبیان ، قصص الخاقانی ، مرآة جهان نما ، تذکره خوشنویسان ، مجمع الفصحا ، گنجینه فنون ، قاموس الاعلام ، خرابات ، و غیره .

۲- گرچه هنوز مسلم نشده است که ، در زمان صائب و خصوصاً پدر و جد او که ، باصفهان آمده اند ، در آذربائیجان زبان آذری متروک و زبان ترکی آن قدر شایع و متداول شده باشد ، که مثل امروز ، زبان مادری محاوره مردم غیر ازان نبوده باشد . و شاید در آن موقع زبان ترکی در آن حدود زبان ثانوی مردم بشمار میرفته . و وجود چند غزل ترکی صائب و سلاطین صفوی و دیگران ، هم نمیتواند مفید قطع واقع گردد . معذالک تا شاعری از کودکی در مهد اهل زبان و سواد اعظم مملکتی پرورش نیافته باشد ، و برمسوز و دقائق لسان ملکه راسخه حاصل ننماید ، نمیتواند مانند صائب ، تا این حد احاطه و تسلط به ترکیات صحیح فارسی و اصطلاحات عصری ، پیدا کند .

و خود شعرهای صائب موید صحت قول تذکره نویسان است ، بر اینکه مولد او شهر اصفهان بوده ، و بهترین دلیل است بر رد قول شاملو .

خانواده

پدرش میرزا عبدالرحیم ، از روساء صنف تاجر و از بازرگانان محترم و معتبر آن عصر بوده است که یا خود و یا پدرش را ، شاه عباس کبیر در عداد جمعی کثیر از تجار و مردمان متعین از تبریز کوچانیده ، و در محله عباس آباد اصفهان (که بنام آن شاهنشاه بزرگ نامبردار شده بود) سکونت داده بوده است ، که این جماعت را بنام — تبارزه اصفهان — نامیدند .

صائب در اصفهان در حجر تربیت پدر و دودمانی اصیل و ثروتمند یافته . و از مواظبت و مراقبت پدر ، و سعی بلیغ وی در راه تربیت پسر ، و رسانیدن او بمدارج کمال — در طی ایاتی که بنام ظفرخان احسن سروده است — شخصا شکرگذاری کرده و میگوید :

هفتاد ساله والد ، پیری است ، پند را کز تربیت بود ، بمش حق بی شمار
عم او شمس الدین تبریزی (شیرین قلم) مشهور به شمس ثانی ، از اسانید خط و مشاهیر اهل صفا بوده ، و محترم و معزز میزیسته است . . .
(۲۲-۲۳)

تبریز

مرحوم تربیت مینویسد که : ظاهراً مولانا در سال (۸۱۰۵۰) در تبریز تشریف داشتند که ، سیاح معروف عثمانی (اولیا چلبی) در سیاحت نامه خود ، نوشته است که : هفتاد و هشت نفر از شعراء در تبریز وجود دارند که از انجمله اند : یاورى ، صائبى ، ادهمى ، چاکرى ، جانبى وغيرهم .

اما این قول مسلماً صحت ندارد ، زیرا لوفرض ، که صائب در این اوان ، در تبریز بوده باشد ، قطعاً مدت آن این قدر طولانى نبوده که ، در

عداد ساکنین تبریز در آید . و دیگر اینکه — صائبی — حتما غیر از صائب است که ، شهرت او در ایام حیات و مدتها بعد ازان — صائبا — یا — میرزا صائب — بوده است . و نیز کسانی از قبیل یآوری و چاکری و ادهمی همگی از مجاهیل شعرا^۱ ایرانند ، که نگارنده تا حال باسامی ایشان در هیچ تذکره ای از تذاکر فارسی ، بر نخورده ام . و ممکن است اینان از شعرای محلی بوده باشند ، که منحصرآ بزبان محلی و با ترکی شعر میساخته اند
(۲۵ -)

فتح قندهار

در سال (۱۰۵۹ هـ) که قندهار بدست لشکریان قزلباش مفتوح شد . صائب قصیده ای در این فتح ساخته و انتشار داد ، که مصراع شامل ماده تاریخ آن چنین است :

از دل ، زدود زنگ الم ، فتح قندهار

۱۰۵۹ هـ

ایبانی هم درین باب بمثنوی سروده که ، عدد آن را از سی و پنج هزار بیت تا صد و سی و پنج هزار بیت نوشته اند . نصرآبادی در ترجمه^۲ میر شرف نامی از معاصرین صائب مینویسد که :

— ظاهراً مصراع مزبور ، بر سبیل توارد بخاطر میر شرف نیز رسیده بود . و همین که ، قصیده صائب منتشر شد ، مشار الیه بی حوصلگی نمود ، و محضری بخط جمعی کثیر تمام کرد که : من این مصراع را پیش از صائب گفته ام ! و آن را برای انضاء نزد حقیر فرستاد ، و فقیر — باعتبار محبتی که بمیرزا صائب دارد — آن محضر را پاره نمود . غرض که بدعوتی مشار الیه ازین ظاهر میشود . و گر نه طبع بندگان میرزا صائبا ، ازان مستغنی قر است ، که باین چیزهای^۳ سهل دیده^۴ طمع دوزد — (۱)

۱- رک : نصرآبادی ص ۱۴۰ عبارت قدری فرق دارد .

قصه شاه سلیمان و صائب

پاره ای از ارباب تذاکر در کتب خود، و مرحوم تربیت در کتاب — دانشمندان آذربایجان — نوشته اند که: صائب، در روز جلوس شاه سلیمان بسر تخت سلطنت، قصیده منظوم داشته بود، که مطلع آن این است:

احاطه کرد، خط آن آفتاب تابان را گرفت، خیل پری، در میان سلیمان را

و شاه سلیمان نظر بحسن صورتی — که در جوانی داشته است — از استماع این قصیده بغیظ در آمده، و دیگر تا آخر عمر با مولانا تکلم نکرد.

این داستان مجعول، که ادب ذاتی و اکتسابی صائب و آداب سلوک و محاوره سلاطین، خود بخود مکذب آنست، اصلاً مورد ندارد. زیرا این بیت در — دیوان صائب — مطلع غزل است که، مجموع ابیات آن از هشت و نه بیت تجاوز نمیکند (۱). و ابتدا عنوان قصیده و تاریخ جلوس ندارد.

اساتذہ

راجع باساتید صائب، در مراتب سخن، معدودی از تذکره نویسان نوشته اند که: تربیت از حکیم رکن الدین مسعود کاشانی متخلص بمسیح و حکیم شرف الدین حسن شفائی اصفهانی — که هر دو از افاضل حکماء و اطباء و شعرای عصر خود بوده اند — یافته، و در خدمت ایشان بکمال سخن رسیده است.

اگرچه در دیوان صائب، در چند موضع از مقاطع غزلها، نام این دو حکیم با احترام برده شده، و نیز معمول — آن عصر تا اواسط زمان قاجاریه و بلکه تا صدر مشروطیت — چنین بوده است که، هیچ شاعری ناگزیر از

۱- رک: کلیات صائب از امیری فیروز کوهی (ص ۲۴) این غزل ده بیت دارد.

استاد نبود. و هر چند که در علوم و فنون دیگر کامل و جامع میشد، باز هم ناچار بود که، در مراتب شعر و شاعری، خدمت استاد برسد، و تقریباً مانند فقهای تحصیل اجازه کند، و نقد سخن خود را بسکه صاحب عباری برساند. اما در اشعار صائب، چیزی که صریح در این معنی باشد، دیده نشده است. و ارباب تذکره در این نسبت اجماع نکرده اند، حتی نصرآبادی — که همه این بزرگان و صحبت شان را ادراک کرده است — بحثی در این باب نیاورده، و تنها گفته است که: ده دیوان از حکیم رکنا در خانه میرزا صائب دیده ام!

سنین پیری و تکیه

صائب در سنین پیری دیگر از اصفهان خارج نشد، و در باغ تکیه ای که برای خود ساخته اقامت گزید. و چون نامش در تمام ایران و هندوستان و ممالک عثمانی مشهور گردیده بود، همواره عده ای برای زیارت حضرتش می آمده، و از فیض صحبتش بهره مند میگردیدند.

و تذکره ها مکرر ذکر کرده اند که: فلان شاعر از فلان کشور، بذوق دیدار وی باصفهان آمده، و در خانه او منزل کرده است. و حتی نوشته اند که: بعضی از آرزومندان او، راه سفر طاقت فرسا را، بشوق ملاقات پیاده طی کرده اند:

عاملای بلخی و انتخاب اشعار صائب

عاملای بلخی — که خود مردی شاعر و عارف و صوفی بود — از بلخ باصفهان رفته. و یکسر به نزد صائب شتافت، تا بذوق خود از کلیات او

انتخابی کرده و با خود برد. و معروف است که، شرط کرده بود که، هیچ کس، حتی خود صائب هم بکار او، مداخله نکرده و بحال خودش را گذارند.

بعد از مدتی که از این کار گذشت، و او بتنهائی در محلی بالتقاط ابیات مشغول بود، یک روز صائب یا دیگری از اهل خانه او، بدان محل رفته و در غیاب وی، آن اوراق را مشاهده کردند.

عاملاً بمحض بازگشت بدان مکان و اطلاع بر این خلاف شرط، بیخبر و ناگهان برخاسته و راه بلخ در پیش گرفت. (این منتخبات که شامل چند جزو مختصر است در هندوستان بسعی مشکور یکی از ادبای آنجا بطبع رسیده و در نزد نگارنده نسخه ای ازان موجود است (۱)). و چندانکه میرزا، با آن حسن خلق، از در معذرت درآمده و پوزش طلبید، فائده نبخشید.

میر معز و انتخاب اشعار

یکی دیگر از کسانی که در حیات صائب بذوق خود، از دیوان او ابیاتی انتخاب کرده است، میر معزالدین مرسوی متخلص بفطرت است، که از طبقه علماء و مشاهیر رجال ایرانی هندوستان است. . . . (ص ۲۷)

اعداد اشعار و کلام صائب

عدد اشعار صائب را، از هشتاد هزار تا صد و بیست هزار، و جمعی از این هم بیشتر نوشته اند (۲). . . . استاد عالم فاضل و حکیم عارف جامع،

۱- رک : حاشیه صفحه ۵۵۵

۲- رک : تذکره حسینی که در حدود لک بیت نوشته است.

محقق جلال‌الدین همائی اصفهانی (ادام الله ظلاله و ضاعف مجده و جلاله) دیوان او را دویست هزار بیت کامل دانسته ، و نقل کردند که : این کلیات را که ، ابیات آن از روی شماره تعیین شده بود ، در سالهای پیش در اصفهان دیده اند : بدین کیفیت که ، مالک آن شبهای را که ، در خانه شعرای اصفهان انجمن ادبی تشکیل میشد ، دیوان مزبور را بدانجا میبرده ، و شعرای انجمن از روی غزلهای آن ، غزلی طرح و باتفاق میساخته اند . و این ترتیب همین طور بر جا بود تا اینکه وقتی ، مالک آن ، بدست مرد محترم و دانشمندی — که عازم هندوستان بود — بمبلغ صد تومان فروخته ، و بوسیله آن مرد محترم ، بهندوستان برده شد ، که اکنون هم موجود و بوارث آن شخص ، که در هندوستان (حیدرآباد دکن) سکونت دائم دارند ، متعلق مییابد .

خود صائب گذشته از انتخابی که قبلا ذکر شد ، از بین اشعار خود ایاتی مختلف‌الموضوع را جمع و هر یک از آنها را با طبقه بندی مخصوص بنامی موسوم کرده است . اشعاری را که در وصف سرا پای معشوق است — مرآت‌الخیال — و ایاتی را که مربوط بآئینه و شانه است — آرائش نگار — و شعرهای راجع بمی و میخانه را — میخانه — و نخبه مطالع غزلیات را — واجب‌الحفظ — نام نهاده است .

دیگری بطرز دیگر ، منتخبانی رقم زده . و مثلا ابیات راجع به — یوسف و زلیخا — و — شمع و پروانه — و — آسیا و آسمان — و امثال اینها ، در پی هم جمع و مرتب کرده است .

نگارنده چندین مجلد از منتخباتی را — که ذکر آن گذشت ، و هر

یک حاوی هشت تا ده هزار بیت، و تقریباً همه آنها، مشابه یک دیگر، و غزلها و عده ایات شان یکیست — بمرور ایام خریداری کرده ام، که یکی از آنها، بخط عارف تبریزی است، با تصحیحات و اضافات صائب. در قلیلی از اشعار آن و ما بقی، بخط کتاب دیگر و تعلیق مقداری غزل در حواشی آنها بخط صائب.

عارف تبریزی

و این عارف تبریزی — که نامش گذشت — بتصریح نصرآبادی: در خانه صائب اقامت و بامور کتابت و کتابخانه او اشتغال داشته است. و غالب دواوین صائب — خصوصاً این نوع منتخبات — بخط اوست.

عارف آنقدر از رسم الخط صائب تقلید میکرده و شبیه باو مینوشته است که، اغلب خط او را با خط صائب اشتباه میکند.

رسم الخط صائب و عارف

صائب همان طور که، در شعر خود اهل تقلید نبوده است، در خط هم رسم الخطی مخصوص بخود داشته. که آن نوعی از تعلیق تحریری و در کمال پختگی و یکدستی است. و حاکی از مهارت و ممارست زیاد او، در نستعلیق و کثرت کتابت میباشد. ولیکن خط عارف که، تقلید محض از خط صائب با جمیع خصوصیات آن است، نسبت بدان خام و نا پخته و در میزان تشخیص تمایز بین آن دو، واضح و آشکار است.

نسخه ای که متعلق به کتابخانه مجلس است — و مرحوم ملک الشعرا بهار، در پشت کتاب انتساب خط آن را بصائب تسجیل کرده — بخط همین

عارف تبریزی است ، نه بخط صائب .

آثار بخط صائب

از جمله آثار قلمی صائب — همان طور که در پیش هم نوشتیم — یکی کلیات شمس — است که تمامی آن ، در نسخ متعدد بخط وی مشاهده و بنظر جمعی از ادباء رسیده است .

بعضی از دواوین دیگر هم — به نقلی دوستان — از او ملاحظه شده ، که بنده تا حال شخصا آنها را ندیده . و همچنین پاره ای از کتب که بدست و نظر او مقابله و تصحیح گردیده است ، در ایران و هند موجود است (۱) .

ازان جمله است ، یک نسخه کهن سال از — خمسۀ نظامی — که با دقت بسیار آن را مقابله و تصحیح و در بسیاری از مواضع ایبائی ، از روی نسخ دیگر ، در حواشی اضافه کرده است . با توضیح بعض مشکلات و معانی لغات .

یکی دیگر از آثار وی ، همان — سفینه — محمود است که ، میرساند صائب ، با استفاده از کتابخانه های معتبر سلاطین و امراء ، بنفائس و نوادری از کتب برخوردار است ، که دسترس بدانها برای همه کس میسر و مقبور نبوده است .

این — سفینه — که بروایت مرحوم تربیت ، شامل آثار هشتصد (۸۰۰) نفر از شعراء و قریب به بیست و پنج هزار بیت است ، معلوم نیست که فعلا در کجاست (۲) . و آیا مرحوم تربیت شخصا آن را دیده و یا نقلا در کتاب

۱- رک : در صفحات آینده تحت آثار خطی صائب .

۲- رک : تحت آثار خطی صائب .

خود ذکرى ازان کرده است .

اما این بنده یک نسخه ازان را — که بخط عارف تبریزی است — و در آخر آن نوشته شده است که :

— در سال (۱۰۸۷ هـ) در عباس آباد اصفهان از روی نسخه بخط افصح المتکلمین مولانا میرزا صائب تحریر شده —

در نزد استاد سخن فقیه فرید مرحوم وحید دستگردی اصفهانی (قدس سره العزیز) دیده و مدتی آن را برسم امانت در اختیار داشته ام .

صائب را آثار نثری فنراوان هم بوده است ، که از انجمله است ، خطب بلیغ دیوانی ، و نثر در تمجید تماکو و قلیان ، و تقاضای نرگس از یکی از دوستان ، و تقاضای رفع منع از شرابخواری از درگاه سلطان . . . (۳۱ -)

حلیه و عکس صائب

..... خوشگو نوشته است که : — میرزا بیدل میفرمودند که : من در طفولیت دیدار صائب دیده ام ! مردی لاغر کشیده قد سیاه قام بود . و خان آرزو میفرمایند که : حقیر تصویر ایشان دیده ام ، مرطوب ، سفید قام پیر ، نوشته اند .

مرحوم تربیت بنقل از خوشگو نوشته است که : ظفرخان احسن تصویر صائب و بعض دیگر از سخنوران معاصر خود ، از قبیل قدسی و کلیم و دانش و غنی و میر صیدی و غیر آنان را که با خود وی مربوط بوده اند ، نقاشی گردانیده و منتخباتی از اشعار آنان را نیز بر پشت صحیفه

نویسانیده، تذکره و مرقعی ترتیب داده بوده است، که نسخه ازان را، خوشگو در نزد شاه عیان نام دیده است — نگارنده این قسمت از نوشته خوشگو را در سفینه او، ضمن شرح حال صائب، ندیده ام. (۱) مگر اینکه در شرح حال دیگری نوشته شده باشد.

(۲۹ -)

تاریخ وفات و مقدار عمر صائب

تاریخ تولد — نیز مانند تاریخ تولد کثیری از بزرگان دیگر — معلوم نیست. سن او را از شصت و پنج (۶۵) سال تا هفتاد و یک (۷۱) سال نوشته اند: و تاریخ وفات او باجماع صاحبان تذاکر (۱۰۸۱هـ) و عبارت:

— صائب وفات یافت —

۱۰۸۱هـ

یافته سرخوش و مصرع:

— بود بام مردن آقا رشید و صائبا —

۱۰۸۱هـ

ساخته ملا محمد سعید اشرف، ماده تاریخ وی میباشند.

اینکه بعضی از معاصرین بتوهم نوشته نصرآبادی، که در شرح حال صائب نوشته است: الیوم در اصفهان توطن دارد! و اینکه نصرآبادی تذکره خود را، در سنه (۱۰۸۳هـ) برشته تحریر آورده، تاریخ وفات او را از (۱۰۸۳هـ) به بعد دانسته اند، صحیح نیست. زیرا این سال — که نصرآبادی در مقدمه کتاب خود آورده است — سال اتهام تذکره است، نه تاریخ شروع. و چون این کتاب در طول سنین متمادی نوشته است، هیچ منافات ندارد که شرح

احوال صائب قبل از (۱۰۸۱هـ) بقلم آمده باشد. همچنانکه در آن کتاب بتاریخهای اشاره شده که پیش از (۱۰۸۳هـ) میباشد. و از انجمله است تاریخی که در صفحه (۱۷۳) در طی ترجمه ملا محمد شفیع قزوینی ذکر کرده، و میگوید: در همین سال که (۱۰۷۷هـ) است. . . الخ!

و همچنین بگمان تاریخی، که بر سنگ قبر صائب بدست محمد صالح خوشنویس رقم شده، و آن سال (۱۰۸۷هـ) است، نباید سال (۱۰۸۱هـ) را غلط پنداشت. زیرا بسا اتفاق افتاده — و می افتد — که تهیه و نصب سنگ قبر، سالها بطول انجامد. مضافا باینکه بر روی سنگ متعرض نگردیده اند، که سال مزبور سال وفات میباشد، و بلکه محمد صالح تاریخ نصب سنگ و تحریر خود را متعرض گردیده است. (ص ۲۱)

محل قبر و چگونگی پیدایش آن

محل قبر بی شبه همین مکان فعلی است، که در حیات او — بتکیه میرزا صائب — معروف بوده است. خوشگو نوشته: — در باغچه پر از گل و ریاحین واقع در اصفهان که موسوم است — بتکیه میرزا صائب — مدفون است.

اولین کسی که برین محل راه یافته و توانست که قبر صائب را — که در زیر توده های سنگ و خاک پنهان بوده است — بشناسد، استاد محترم جلال الدین همای* (سلمه الله) بود که، اینک برای مزید اطلاع، مفهوم عباراتی، که سابقا در این خصوص برای این جانب، نقل کرده اند، مینویسم:

در سال (۱۳۲۰ قمری) که در اصفهان در صدد تکمیل

— تذکره القبر — مرحوم آخوند ملا عبدالکریم گزری (اعلی الله مقامه)

بر آمده و خواستم که، آنچه را که از قلم آن بزرگوار فوت شده است، بر آن

مزید گردانم . ناچار بجستجوی قبور متبرکه پرداختم ، تا روزی بمحل که موسوم — بقبر آقا — و مورد توجه اهل محل بود ، مصادف شدم . در این محل درکنار جنوبی نهر موسوم — بجوی شاه — باغی بود ، ملکی آقای حاج سید جواد کسائی . (این باغ واقع در محله لنیان فعل است ، که جزوی از محله تبارزه عباس آباد اصفهان بوده است) در گوشه باغ سکونی بود که این قبر درانجا قرار داشت . اما اثری از سنگ ظاهر نبوده ، تا اینکه باکومک باغبان ، خاکهای روی قبر را به یکسو زده و سنگ قبر را مشاهده کردم .

بر روی سنگ نام صائب و تاریخ وفات ذکر نشده ، و فقط غزل از اشعار او بر آن نقر شده بود . و آنگاه بقبرینه ، قبور مجاور که — از خویشان نزدیک صائب معرفی شده ، و سنگ قبرشان خوانا بود — معلوم شد که این قسمت مقبره خانوادگی صائب ، و این قبر متعلق بخود اوست .

بعد از شناسائی ، موضوع را بدانشمند محترم جناب آقای الفت تذکار داده و صاحب باغ را هم بحقیقت امر واقف گردانیدم . و هرچند که از طرف هیچکس ، اقدام لازم در بنای مقبره بعمل نیامد ، اما این قدر شد که ، توجه مردم و اعتقاد آنان بصاحب قبر ، مانع شه که ، این قسمت از باغ هم بقسمتهای دیگر ملحق شود . و امروز بجای قبر صائب گاراژی عریض و طویل بوجود آید .

نگارنده میگوید که : از توجه فعلی مردم مخصوصاً — بطوریکه شنیده شد — طبقه نسوان بدین مکان و اینکه آن را ، قبر آقا ، نامیده و شب های جمعه و لیالی متبرک بزیارت آن میرفته و شمع روشن میکرده اند : ظاهر میشود که ، اثر صائب از سالهای پیش مورد توجه مردم و زیارت گاه اهل معنی بوده است . و مؤید آنست که گفته بودیم : این مرد را گذشته از مراتب شعر و شاعری ، اهل حق و باطن ، میدانسته اند . و از همین جا است که ، مرقدروشدلان

را سینه پاکان شمرده، و آثارشان را از اولاد و اعقاب شان، دانسته اند. کدام خانه ای از آب و گل است که، با نهانخانه دل مشتاقان برابری کند! و نهفته خود را چون نهفته دل از فنا و زوال برکران دارد. و چه خوب گفته است خود صائب:

جای من خالیست، در وحشت سرای، آب و گل بعد ازین (صائب) سراغ، از گوشه دل، کن مرا
بازی همینکه این شایعه قوت گرفت، و رفته رفته اهل ادب بشخصیت صاحب قبر آشنا شدند، اولین بار در سال (۱۳۱۷ ش) این موضوع از طرف ادباء محترم آقایان ادیب و خشوری اصفهانی و ابراهیم صفائی ملایری اعلام و ضمن مقاله ای که در مجله نفیس - ارمغان - مرحوم وحید بچاپ رسانیدند، بعموم اهل ذوق، اطلاع داده شد که: قبر صائب ظاهر گشت.

اشعاریکه بر روی سنگ قبر نقر شده اول این بیت:

محرک، از صفحه دلها شود، آثار من من همان ذوقم که، میبایند از گفتار من
و سپس این غزل است که در ذیل نقل میشود:

در هیچ پرده، نیست نهاد، نوای تو	عالم پر است از تو و خالیست جای تو
تاج و کمر چو موج و جابست ریخته	در هر کناره ز محیط سخای تو
هر چند کائنات، گدای در تو، اند	هیچ آفریده نیست، که داند سرای تو
در مشت خاک من، چه بود لائق نثار	هم از تو جان ستانم و سازم فدای تو
غیر از نیاز و عجز، که در کشور تو نیست	این مشت خاک تیره، چه دارد سزای تو
(صائب) چه ذره است؟ و چه دارد فدا کند!	ای! صد هزار جان مقدس فدای تو

(ص ۴۱-۴۳)

اولاد اعقاب صائب

تا آن جا که، نگارنده تحقیق کرده است، صائب را پسری بنام میرزا رحیم صائب بوده، که در بعض از تذکره ها، فقط یکی دو بیت از او، نقل

کرده اند: حفید او میرزا محمد علی نامی است، که ظاهراً از زی میرزای خارج و در سلک علماء منسلک گردیده است. مردی هم بنام میرزا محمد محسنا در این خاندان شهرتی داشته، که معلوم نیست فرزند بلا فصل صائب است، یا فرزند محمد علی دوم. و قبر این هردو نفر اخیر، نیز بر روی همان صفا ایست که قبر صائب در آنجا قرار دارد:

در سر چشمه طهران، مردی از اهل علم و خاندان قدیم وجود داشت که، بروایت فرزند (آقا محمد صائبی وکیل محترم داد گستری) از نواده صائب بود. و مدعی بودند که: جد ایشان از اصفهان بخونسار رفته و در عداد علما آنجا درآمده است. و میگفتند که: تا صائب چندان فاصله‌ای ندارند.

در هر حال، از وضع سنگ قبر میرزا محمد علی حفید صائب، استنباط میشود که: فرزندان وی به زی علماء و فقهاء عصر درآمده اند. با اینکه صائب در این باب نگران بوده و فرموده است:

تا سر انجام، چه از پرده درآید، کامروز دور پرواری عمامه و قطر شکم است و بد بختانه، این آقای محمد صائبی آن قدر سرگرم کارهای دنیا و مشاغل داد گستری است، که اصلاً داد و فریاد ما را نمیشنود، و هرچه تقاضای میکنیم که از آثار جد بزرگوار خود، چیزی بماند، مضایقه میکند... (۲۲)

باغ و تکیه و قبر

باغ تکیه بسیار وسیع و گویا در حدود ده جریب بوده است، که بمروور ایام از بین رفته، و اکنون قریب پنج هزار متر آن — که دارای محصول (سر درختی) و در اجاره اشخاص است — باقی مانده است. و بنا بتحقیقات

آقای گلچین، باغ مزبور در خیابان صفا — که در امتداد مادی، نهر بزرگ (نیاصرم) قرار دارد — واقع و از لحاظ قریب جوار با مسجد لبنان، بصورت موقوفه (یعنی ملکیت نوعی معدودی از ابناء نوع) در آمده است، که یک قسمت از مجادلات و مناقشات ایشان، مربوط بهمین موضوع و امید انتزاع از آن ایادی بوده است.

آقای گلچین شرح مبسوطی از خصوصیات باغ و قبرها، و ماجرای مربوط بوقف آن، در یکی از شماره‌های سال (۱۳۳۸ هـ) - مجله طهران مصور - انتشار داده است، که ما قسمتی از آن را، تا آنجا که مخصوص بقبور و حاوی اطلاعات مفید است عیناً نظر خوانندگان میرسانیم.

باغ فکیه، باغی است، بمساحت پنج هزار متر مربع مشحون از انواع درختهای میوه. و در موقعی که ما بدانجا رفتیم، سراپا غرق شگوفه بود، و زیبایی چهره، خیره کننده ای داشت.

در قسمت جنوبی این باغ، پای دیوار صفا ای قرار دارد، و بر روی آن، قبر صائب و اندکی بالاتر، قبر نوه او محمد علی فرزند میرزا رحیم صائب و قدری بالاتر، قبر میرزا محمد عسنا فرزند صائب واقع شده. هر سه سنگ در زیر گل و لای محو شده بود. و ما پس ازان که، غار و خاشاک را رفتیم و گل و لای را شستیم، توانستیم خطوط هر سه سنگ را بخوبی بخوانیم.

سنگ قبر صائب، یک پارچه و میان قهپی است، ولی فعلاً بدو نیم شده. میان سنگ را بدین منظور قهپی ساخته اند که، در آن گل بگذارند. یک مطلع و یک غزل از صائب بخط محمد صالح (خوش نویس) مشهور آن عصر - که قسمی از کتیبه مدرسه چهار باغ بخط اوست - بر این سنگ منقور است. (در اینجا همان ابیاتی که قبلاً مذکور شده مندرجه است) و در پائین سنگ نوشته:

— تحریراً شهر جمادی الاولی سنه (۱۰۸۷ هـ) فقیر محمد صالح —

در بالای سنگ دوم چنین نوشته شده :

وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد علی ولد میرزا رحیم صائب ،

بتاریخ یوم یکشنبه هشتم شهر جمادی الثانیه ۱۱۲۱

و بچهار طرف سنگ این ابیات :

کرد رحلت ازین سرای فنا ناصر دین یگانه دوران

در صلاح و سخا یگانه عصر ممدن جود و مخزن احسان

با اینکه شعر خوبی نیست، ولی از بیت اول و دوم چنین معلوم میشود که

میرزا محمد علی شخص محترمی بوده ، و مقامی روحانی داشته است .

بر سنگ سوم که یک قطعه مرمر کوچک است چنین نقر شده :

وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد (محسنا) ابن میرزا محمد علی صائب

فی هفتم شهر محرم الحرام ۱۱۲۹ . (۲۴-۲۵) (۱)

چهره و اندام صائب

امیری فیروز کوهی در مقدمه — دیوان صائب — اضافه فرموده اند :

صاحب سفینه خوشگو مینویسد : مرزا بیدل میفرمودند که، من در طفولیت

دیدار صائب دیده ام . مردی لاغر و کشیده قد و سیاه فام بود ! خان آرزو

سراج الدین علی خان . . . میگوید که : حقیر تصویر ایشان دیده ام، مرطوب،

سفید فام، پیر نوشته اند .

اما قول اول، یعنی گفته میرزا عبدالقادر بیدل، ظاهراً از نظر تاریخ درست

در نمی آید . از آنجهت که میرزا بیدل در (۱۰۵۴) متولد شده است ، و

میدانیم که صائب در سال (۱۰۴۲) از هند بایران آمده و دیگر بدانجا باز

۱- اقتباس از کلیات صائب تبریزی . مقدمه دانشمند گرامیقدر آقای امیری فیروز کوهی .

..... چاپ خیام تهران (۱۳۳۶ شمسی) . نیز رک : تحت گنجینه آثار اصفهان در صفحه

آینده (ص ۵۸۰) که از روی نوشته آقای دکتر هنرفر، عبارت کتیبهها اختلاف الفاظ دارد .

نگشته است. مگر این احتمال پیش آید که، صائب در فتح قندهار حضور داشته، و مدتی در آنجا مانده باشد! و یا در یکی از سفرهای خود بخراسان، پس از بازگشت هند و از آنجا بهرات رفته، و در نتیجه — بیدل که در آن وقت کودکی بیش نبوده است — با ولی خود بیدیدار صائب شتافته باشد! و در یکی از این دو مکان او را دیده باشد.

تاریخ تولد و وفات و مقدار عمر صائب

سال تولد صائب، هم مانند اکثر از بزرگان، بطور قطع معلوم و مشخص نیست. و سالهای را که تخمین زده اند، بالنسبت به حدس در مقدار عمر و سال وفات اوست، نه بخصوص تاریخ تولد.

هرمان اته در — تاریخ ادبیات فارسی — خود تولد او را بسال (۱۰۱۲هـ) و بعض دیگر (۱۰۱۶هـ) (۱) مرتب کرده اند. ولی قلی بیگ شاملو در — قصص الخاقانی — نوشته است که: درین ولا که (۱۰۷۶هـ) است در عشرستین نمودی! و اما تاریخ وفات او را بمع الا عقب سال (۱۰۸۱هـ) دانسته و ماده تاریخهای را که دو نفر از معاصران او، یافته اند، ملاک قرار داده اند. از قبیل عبارت سرخوش که گفت:

— صائب وفات یافت —

۱۰۸۱هـ

و یا مصراع ملا محمد سعید اشرف مازندرانی که عبارت است از:

— بود بام مردن آقا رشید و صائبا —

۱۰۸۱هـ

۱- رک: تولد ۱۰۱۲هـ - بهمار ۱: ۲۹۳

: تولد ۱۰۱۶هـ - سپه سالار ۲: ۶۲۲

جمعی دیگر از صاحبان تذکره ، از جمله میر غلام علی آزاد بلگرامی در — سرو آزاد — سال وفات او را (۱۰۸۰هـ) شمرده اند . فاضل بلگرامی ماده تاریخی هم بدین سال طی یک رباعی سروده که ، بیت شامل تاریخ چنین است .

خامه (آزاد) انشا کرد بهر رحلتش بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام

۱۰۸۰هـ

صاحب - نتائج الافکار - هم همین تاریخ را ذکر کرده است . معدودی دیگر از جمله (ریو) این رباعی منسوب به شیخ جلیل زاهد عالم ملا محمد رفیع واعظ قزوینی ، صاحب کتاب مشهور - ابواب الجنان - را ، که میگوید :

شد صائب ازین جهان ویران ، صد حیف زان در ثمن بحر عرفان ، صد حیف
گفتند : بناله ، بلبلان تاریخش ؛ ای حیف ازان هزارستان ، صد حیف

۱۰۸۷هـ

و سال (۱۰۸۷هـ) (۱) ازان استخراج میشود ، ماخذ دانسته ، بآن تکیه کرده اند . حاج خلیفه نیز در - کشف الظنون - همین سال را تاریخ وفات صائب دانسته . و تاریخ منقور بر سنگ قبر او ، هم — که معلوم نیست سال وفات است یا سال نصب سنگ — همین سال (۱۰۸۷هـ) است .
میر افضل سرخوش که عبارت :

— صائب وفات یافت —

۱۰۸۱هـ

را یافته است ، در کیفیت این تاریخ میگوید که : روزی در مجلس میر معز

۱ - ازین مصرعه سال (۱۰۸۸هـ) بر میآید نه (۱۰۸۷هـ) . و همه فهرست نگاران اروپائی ازین مصرعه عدد (۱۰۸۸هـ) گرفته اند .

موسوی خان نشسته بودم : سوداگری از ولایت (ایران) آمد . ظاهر ساخت که میرزا وفات یافت . میر و دیگر اعزّه که آنرا بودند ، افسوسها خوردند . فقیر گفت قاریخ — صائب وفات یافت — بی کم و کاست شد .

مرحوم تربیت مینویسد که : ملا محمد سعید اشرف ماده قاریخ خود را بامر زیب النساء بیگم سروده است . نصر آبادی که از دوستان و معاشران صائب بوده و تذکره خود را در سال (۸۳۱ هـ) تحریر آورده است ، در شرح حال صائب مینویسد که : الیوم در اصفهان نوطن دارد ! ولی از آنجا که ، سال (۱۰۸۳ هـ) تاریخ اتمام تذکره نصر آبادی است نه تاریخ شروع آن . بعید نیست که صائب قبل ازان موقع ، از دنیا رفته باشد .

و هر چند که در بسیاری از ماده تاریخهای مشهور ، مساعحاتی از طرف گویندگان آنها ، بعمل آمده و غالباً باحتمال اینکه ، هیچکس از کثرت اعجاب بشعر بحسابه نخواهد پرداخت ، مرتکب اغلاطی در حساب گردید اند .

اما اخیراً آقای گلچین معانی ، طی مقاله ای که — خطاب بانجمین آثار ملی نوشته و عین آن را در — مجله یغما — (۱) بچاپ رسانیده است — نظری ابراز داشته ، که باعتقاد من ، هم مفتاح صحت هر دو ماده تاریخ مزبور و هم مفید قطع در تاریخ رحلت صائب است . آقای گلچین دران مقاله — که قسمتی منقول از نوشته جناب پرفسور محمد شفیع (۲) است و قسمت دیگر منقول از — قصص الخاقانی — و سفینه های که دستخط صائب درانها بتاریخهای موخر بر (۱۰۸۱ هـ) موجود است (۳) — یکجا تحقیق و جای دیگر تنیع نموده . و از منظومه — مسر السالکین — میر نجات اصفهانی (که دو بیت ازان سابق نقل شد) ایاتی باستشهاد آورده ؛ و مدعی است که : چون میر نجات در این منظومه

۱- رک : یغما ۶ : ۵۸ (۱۳۲۲ ش) ص ۲۹۲ .

۲- رک : ص ۵۸۳ تحت علیگه .

۳- رک : تحت آثار خطی صائب ص ۵۸۲ .

که، آن را بسال (۱۰۸۵هـ) با ذکر تاریخ سروده است، بنام و نشان صائب در اصفهان تصریح کرده، مسلم است که، وی تا آن تاریخ در قید حیات بوده است. که درین صورت اولاً باید صحت صدور و تاریخ و انتساب خود این منظومه متحقق، و ثانیاً بدان استفاد و استشهداد شود. ولیکن آنچه که خود آقای گلچین دریافته و حساب کرده است این است که: از جمله — صائب وفات یافت — و از مصراع — بود باهم مردن آقا رشید و صائبا — یک حرف — (ها) — در کتابت و نقل اسقاط گردیده، و صحیح آنها چنین است که — بوده باهم مردن آقا رشید و صائبا — و — صائب وفات یافته — که با این دریافت، صحیح تاریخ مستخرج از هر که عبارت سال (۱۰۸۶هـ) خواهد بود. که همان تاریخ درست و قاطع هرگونه تردید و تامل است.

با این احتمال که چون ممکن است تاریخ ماه رحلت از ماههای آخر سال (۱۰۸۶هـ) و مطلع سال (۱۰۸۷هـ) یا چند روزی فاصله بوده باشد. کسانی هم که سال اخیر را سال وفات دانسته و ماده تاریخ ساخته اند، مسامحه ای قابل گذشت کرده اند (۱).

۱- در سال وفات اختلاف به اینقرار است :

- (۱) سرو آزاد، نتایج الافکار، شمع النجم، خلاصة الافکار، عبدالغنی ۱۰۸۰هـ
 - (۲) سرخوش، اشرف، صف ابراهیم، اسپر نگر ۱۰۸۱هـ
 - (۳) تاریخ ہدی (حاشیہ پد بیضا ورق ۱۲۸- الف بانکیپور ۳ : ۱۴۸) ۱۰۸۵هـ
 - (۴) آقای گلچین معانی باضافہ (۵) ۱۰۸۶هـ
 - (۵) کتیبہ قبر و حاجی خلیفہ ۱۰۸۷هـ
 - (۶) ہمہ فہرست نگاران اروپائی از روی کتیبہ واعظ ۱۰۸۸هـ
 - (۷) مرآة العالم (ریو- بانکیپور ۳ : ۱۴۸) ۱۰۸۹هـ
- بظاہر قرینہ آقای گلچین معانی صحیح معلوم میشود. (رک : بوہار ۱ : ۲۹۳ - بانکیپور ۳ : ۱۴۸ - ایتھی ۱ : ۸۸۱ - ریو ۲ : ۶۹۳) .

رسم الخط صائب

صائب همان طور که، در شعر اهل ابداع و ابتکار بود، در خط نیز رسمی مشخص و مخصوص بخود داشت. که چنان شیوه ای با تفحص، در مرقعات و سفائن عصر صفوی، از دیگری ملاحظه نشد. البته نوع خط (شکسته شفیعا) است. اما با ریزه سازیها و نازکیهای مخصوص بخود و با پختگی و جا افتادگی دست، — که حاکی از کثرت تعلم او در خط و ممارست و مداومت درانست — این جانب احتمال میدهم که، تعلیم خط را از عم خود شمس الدین (شیرین قلم) فرا گرفته باشد. بهر حال خط او در کمال پختگی و اصالت سبکی علحده و مشخص دارد.

عارف تبریزی

عارف تبریزی که همان رسم الخط را تقلید میکرده، دواوین بسیاری با همین رسم الخط از صائب کتابت کرده است، که در ایران فراوان یافت میشود، که ازان جمله است، نسخه مجلس شورای ملی، و نسخه متعلق بمرحوم ارگانی، و چندین نسخه که در ملکیت مستعار این بنده است. و همین تقلید و مشابهت، سبب شده است که، اکثر اهل فن متن همه این نسخ را، از صائب میدانند.

باضافه اینکه، ظاهرا چند نفر دیگر هم از نویسندگان دیوان صائب در حیات او، کانه از رسم الخط او تبعیت میکرده اند. دیگر اینکه لقب عم صائب (شمس ثانی) نه به نسبت شمس تبریزی معروف است، بلکه با نسبت به شاگردی اوست. در خدمت شمس الدین مجد تبریزی (معروف به شیرین قلم) از خطاطان و خوشنویسان مشهور (متوفی بسال ۹۴۰هـ) که پسر را مرگ استاد، لقب و شهرت وی از آن آوان، و نیز احتمال استاد این دو شمس الدین، که یکی از مشاهیر متعرفه و

دیگری را از معاریف قاریان قرآن معرفی کرده اند ، و نیز اولیای را از اولاد اخوی فرج زنجانی صوفی معروف دانسته اند . می‌رود ، که در این صورت باید گفت که ، بین دو برادر یعنی پدر صائب و شمس‌الدین ، نود سال فاصله بوده است . و صائب نیز این عم را ندیده و از او تعلیم نگرفته است . (ص ۹۰) (۱)

● گنجینه آثار تاریخی اصفهان : آرام گاه صائب : در باغی بنام (باغ تکیه) مشرف به نهر — نیاصرم — واقع شده . و هم اکنون خیابان رو بروی آن نیز بنام (صائب) نامگذاری شده پس از وفات در باغ شخصی او — که باغ وسیعی بوده است — بخاک سپرده شده و مدفن او آرامگاه اختصاصی خانواده وی شده است .

کتیبه سنگ آرام گاه صائب بخط محمد صالح اصفهانی

سنگ آرام گاه صائب از نوع سنگ پارسی است که در اطراف و قسمت بالای آن اشعاری ، از خود صائب با سلیقه مخصوصی حجاری شده . اشعار مزبور که بخط نستعلیق برجسته و بتمام محمد صالح اصفهانی است ، بشرح زیر میباشد :

در هیچ پرده ، نیست نباشد ، نوای تو	عالم پر است از تو و خالیست جای تو
هر چند کائنات ، گدای در تواند	یک آفریده نیست ، که داند سرای تو
در مشت خاک من ، چه بود لائق نثار	هم از تو جهان ستانم و سازم فدای تو
غیر از نیاز و عجز ، که در کشور تو نیست	این مشت خاک تیره ، چه دارد سزای تو
(صائب) چه ذره است ؟ و چه دارد فدا کند !	ای ! صد هزار جان مقدس فدای تو (۲)

یک فرد شعر نیز ، در بالای سنگ آرام گاه صائب بشرح زیر ، حجاری شده :

محوک ، از صفحه دلها شود ، آثار من من همان ذوقم که ، میباید از گفتار من

۱- مقدمه دیوان صائب چاپ مجلس آثار ملی تهران ۱۳۳۵ ه .

۲- رک : ص ۵۷۱ اضافه یک شعر دارد .

و در قسمت پائین سنگ آرام گاه ، نام نویسنده و سال و تحریر آن
بشرح زیر آمده است :

— تحریراً شهر جمیدی الاول سنه (۱۰۸۷) فقیر محمد صالح —

در آرام گاه صائب که باغ مصفاى اطراف آن — حالت شاعرانه ای بآن
داده است — سنگ قبرهای دیگری از خانواده صائب موجود است ، که کتیبه‌های
بشرح زیر ، بر آنها منقور است :

(۱) — وفات مرحوم میرزا ابوالقاسم ولد مرحمت و غفران پناه میرزا محمد علی

صائب بتاریخ ۱۳ شهر ذی قعدة الحرام سنه ۱۱۴۰ هـ —

(۲) — وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد محسن ابن میرزا محمد علی صائب فی

۷ شهر محرم الحرام سنه ۱۱۴۹ هـ —

(۳) — وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد علی ولد میرزا رحیم صائب بتاریخ

یوم یکشنبه هشتم شهر جمادی الثانی سنه ۱۱۴۱ هـ —

بر این قبر اشعاری نیز بشرح زیر منقور است :

کرد رحلت ، از این سرای فنا	ناصر دین یگانة دوران
در صلاح و سخا ، یگانة عصر	معتمد جود و مخزن احسان
همچو نیکان ، بگلشن رضوان	مرغ روحش مدام در طیران
چو شود جیم — اضافه — تاریخ	میشود فاش فوت او بجهان
سال تاریخ او خرد گشتا :	کرد منزل بهشت جاویدان

(۱۱۴۱ هـ)

کتیبه مربوط بساختن یک سد از دورة شاه سلیمان صفوی

نهر — نیاصرم — که از مادیهای بزرگ اصفهان است ، و از — زاینده
رود — منشعب میشود ، باغات و مزارع و املاک زیادتی را مشروب میکند .
قدری بالاتر از باغ آرام گاه صائب ، در کنار این نهر ، سنگ نوشته ای از

دوره شاه سلیمان صفوی مورخ بسال (۱۱۰۰هـ) قرار داشته است، که هنگام کشودن خیابان صائب آن را از جای اصلی خود حرکت داده و بر یکی از دیوارهای کنار جاده نصب کرده اند. مدت‌ها در زیر قشری از اندود کاهگل از انظار مخفی بود. اکنون که این صفحه کتاب در دست طبع است، لوح سنگی مزبور بباغ صائب انتقال داده شده، و قرار است در محل مناسبی نگاهداری شود. مضمون سنگ نوشته مشعر بر آن است که: بفرمان شاه سلیمان صفوی، یکی از بندگان آستان او، بنام قاسم و معماری لائق بنام مهدی حسینی، مامور ساختن سدی برای مشروب کردن آراضی رود شتین (مقصود رود شت علیا و سفلی است، که انتهای آن در ۱۵۰ کیلومتری جنوب شرقی اصفهان واقع شده، و رودخانه پس از مشروب نمودن آراضی این دو قسمت، به باتلاق گلو خونی فرو میرود) شده اند. کتیبه این سنگ نوشته بخط نستعلیق برجسته مشتمل بر اشعاری است. بشرح زیر:

الملک لله تعالی

بسم الله الرحمن الرحیم

که تعمیر خرابیها، بنام او مقدر شد	بحکم شاه دین پرور، سلیمان شاه کهوان قدر
که نتوانست نهی را ازان یک قطره لب تر شد	شهی کز حکم جاری کرد منع آب از جریان
وزیر چارده مصوم آن کز ذره کمتر شد	بمسی کمترین بندگان آستان، قاسم
که شکل چرخ دویم در زمین از وی مصور شد	بمعماری مهدی حسینی نادرالدهری
بهنگام وفور آب از نر چون مقرر شد	بعرض فرصتی کم آخرین سد رویدشتین
ز اقبال سلیمان باز نو سد سکنه در شد	بتاریخش، رقم زد خامه من، مصرع دیگر

(۱۰۹۰هـ)

(۶۳۸-۶۳۴)

راقمه محمد صالح غفر له

● آثار خطی میرزا صائب: نسخهای دیوان و کلیات، و دیگر آثار از صائب، بخط خود صائب یا بخط عارف تبریزی، یا نسخهای دستنویس

معاصر یا قریب العهد یا قدیم، که از آنها، نگارنده اطلاعی دارد، بقرار ذیل میباشند :

۱- کتابخانه دانشگاه

علیگره

۱- دیوان صائب : بخط صائب در یک دائرة منقوش نوشته شده است :

زبدة الافکار صائب

تمام بخط صائب

و بر همان صفحه عبارات ذیل دار :

۱- دیوان صائب بخط شفیعی، گذرانیده نواب مجدالدله بهادر (۱).

۲- دوازدهم شعبان سنه ۲۰ داخل کتابخانه سرکار والا کرده شد .

۳- یک جلد :

۴- دوازدهم ربیع الثانی سنه ۲۵ عرض دیده شد .

۵- ۲۴ رمضان سنه ۲۸ .

بر صفحه دیگر، شعر بخط صائب نوشته شده است :

من همان ذوقم که میباید از افکار من . . . الخ

در متن بر حواشی اضافهای غزلیات بخط صائب دارد . و در آخر کتاب این ترقیمه است .

بنایت الهی در تاریخ روز شنبه ۳ شوال المکرم (۱۰۸۳) در

دارالسلطنه اصفهان با تمام رسید . العاقبة بالخیر . (۱)

این دیوان دارای (۱۸۲) اوراق است .

۱- این همان نواب عبدالمجید خان مجد الدوله هست که ذکرش در جاهای مختلف در این تذکره ثبت است .

۱- ازین ظاهر است که صائب تا سال ۱۰۸۳ زنده بود .

۲- دیوان صائب : بخط عارف تبریزی : مکتوبه (۱۰۸۵هـ) . این نسخه را صائب نیز دیده است . و بر حواشی اضافه غزلیات کرده است و در پایان هر غزل (لراقمه) ثبت دارد . بر پیشانی ورق اول نوشته است :

یا معین من لا معین له

و زیر آن بخط خود این بیت نوشته است :

محو کی گردد الخ

بر صفحه (۲۹۶) بخط صائب دارد :

بلغ سماعاً . صائب

این دیوان در کتابخانهای شاهي هم بوده است . یک جا دیده میشود :

مرصعیده سه ۱۱۳۶هـ .

۳- دیوان صائب : خط نستعلیق — اوراق ۲۵۰ بر حواشی بخط صائب

اضافهها دارد و بر صفحه (۴۱۰) عبارت از کاتب است :

حسب الارشاد ، زائر بیت الحرام حاجی محمد صادق در غره شهر جمادی الثانی
نوشته شد . امید که به اصلاح صاحبان حظ رسیده مستفیض شوند .

سال کتابت ندارد . ولی بخط صائب بر حاشیه صفحه (۴۱۰) سیال

(۱۰۷۰هـ) دیده میشود . عبارت اینست :

حسب الاستدعای دوست موافق حاجی محمد صادق ، این غزلهای تازه را ، برین
حواشی مسوده نموده . . . قبول روشندان بهره مند باد . (۱۰۷۰هـ)

این نسخه نیز مانند نسخه شماره دوم در مختلف کتابخانهای شاهي بوده .

یکجا در عرض دیده تاریخ ۳ جمادی الاول (۱۰۸۳هـ) دیده میشود .

در متن ، صائب ، غزلهای تازه اضافه کرده است و در متن نیز

تصحیح الفاظ و لغات کرده است : و ازین پیدا است که هر غزل از نظر صائب گذشته است (۱) .

۲- کتابخانه دانشگاه

بمبئی

۲- کلیات صائب : ۲۵۱ ورق ۱۷ سطر دارد . در سال ۱۰۸۵ هـ استنساخ شده است . پنج غزل بر حاشیه بخط صائب دارد .
بر حاشیه ورق (۳۷۳ ب) این سه غزل :

- ۱- داغ عشق ، از سینۀ روشن ، بدست آمد مرا
دامن غروشد ، ازین روزن بدست آمد مرا
- ۲- تند غوی با خلاق ، مهر را کین کردنت
آفرین را در دهان خلق ، نفرین کردنت
- ۳- نعمت الوان دنیا ، سایه درد سر است
خون فاسد ، در بدن آهن ربای نشت است

بر حاشیه ورق (۳۷۲) دو غزل دارد :

- ۴- بقدر درد ، اگر میساختم دل ، از فغان خالی
جگرگاه زمین ، میشد ز خواب آلودگان خالی
- ۵- خوش آنکسی که ، ز خود باخبر نمی باشد
که آه بی اثران ، بی اثر نمی باشد

بر ورق (۳۷۵ الف) باین عبارت مهر دارد :

قادر یارخان ، فدوی پادشاه محمد شاه غازی .

(۵۱۱۴۱)

همین مهر بر ورق (۳۸۶ و ۴۲۵) نیز ثبت است . در ترقیمه عبارتست :
بتاریخ پنجم شهر ذی حجه الحرام سنه ثمانون و خمس بعد الف (۲) نوشته
شد . حرره العبد محمد ربیع ابن حاجی برخوردار اصفهانی . (۳)

۱- رک : فهرست نمایشگاه مخطوطات و نوادر ، کتب خانۀ مسلم یونیورسیتی علیگره ص ۴ تا ص ۵ .

۲- ۱۰۸۵ هـ

۳- رک : برای تفصیل فهرست پروفیسور عبدالقادر سرفراز ص ۱۲۲ طبع بمبئی ۱۹۳۵ ع .

۳- کتابخانه خدا بخش

بانکپور

۵- کلیات صائب : شماره ۳۲۱ - اوراق ۲۸۶ - سطر ۲۷ - خط نستعلیق - چهار کالم - $10 \times 5\frac{1}{2}$ - $12\frac{1}{2} \times 8$ - تاریخ جمادی الثانی (۱۰۷۰هـ) .

این کلیات دارای - واجب الحفظ - و - مرآة الخیال (۱) - و قصائد ، و - مثنوی فتح قندهار - و غزلیات و مطالع و فرد ، و چند غزل ترکی و غزلیات غیر کامل است .

عبارتی در ترقیمه دارد :

قد فرغ من کتابه هذالدیوان ، بتوفیق احد الملک المنان . بتاريخ اوائل عشر الآخر من آخر الجمیدین سنه سبعین بعد الالف من الهجرة الشریفة النبویة المصطفویة علیه وآله افضل الصلوة واکمل التحية - محمد رضا .

۶- کلیات صائب : شماره ۳۲۲ - اوراق ۲۲۹ - سطر ۳۰ - چهار کالم - 11×6 - $12\frac{1}{2} \times 7\frac{1}{2}$ - تاریخ (۱۰۸۰هـ) بخط عارف تبریزی ، عبارت ترقیمه بقرار ذیل است :

بمنایت الهی بتاريخ شهر جمادی الثانی در دارالسلطنه اصفهان ، در منزل قایل این افکار ابتکار ، در سنه هزار و هشتاد بانجام پیوست مرقوم شکسته عارف تبریزی .

بر ورق (۲۲۹) این عبارت دارد .

بمون ملک الوهاب کلیات میرزا صائب تبریزی از مطلع تا مقطع بمطالعه راسخ المقیده بنده سید شیرزمان خان رضوی ، نبیره نواب مجدالدوله عبدالاحد خان (۱) ، صوبه دار کشمیر و وزیر اعظم دستور معظم شاه عالم پادشاه غازی ، بتوجه خاص شاهزاده

۱- رک : ریو ص ۱۹۴ . ایتنی دیوان هند شماره ۱۶۱۸ - استورت ص ۷۰ و اسپرنگر .

۱- عبدالاحد برادر عبدالمجید خان مجد الدوله بوده .

نادر جنگ در آمده سنه ۱۲۷۹ هجری مقدمه (۱)

م - کتب بخانه آصفیه

حیدرآباد دکن

۷- سفینه صائب : شماره ۳۴۳ - خوشخط نستعلیق - اوراق ۱۲۹ - سطر ۲۲ - دو کالم - تعداد اشعار (۱۶۹۱۲) تعداد اسامی شعرای که اشعار آنها انتخاب شده (۷۲۹) میباشد . تعداد شعرا که انتخاب اشعار ایشان زائد از پنج بیت نیست (۲۲۰) اسامی هستند .
فهرست نگار نوشته است که :

عمده اشعار شعرای متقدمین و معاصرین خود صائب انتخاب نمود . ویکی از شاگردان میرزای موصوف ، مسمی زین العابدین بهبهانی المتخلص به مجنون ، آن اشعار منتخبه را - که متفرق بودند - یکجا مرتب کرده و قلمی نموده و بقلم خود تحریر ساخته .

نسخه موجود کتب خانه آصفیه که بر شماره (۳۴۳) در قسمت دواوین است ، همان نسخه ست که زین العابدین موصوف ، بعد ترتیب بقلم خود نوشته بود . مکتوبه (۸۱۰۹۹) است و ابتدا از این شعر میشود :

ای خداوندان مال ، الاعتبار الاعتبار
ای خداوندان جاه ، الاعتبار الاعتبار (۲)

این همان نسخه ایست که مولانا شبلی نعمانی ، در حیدرآباد دیده بود ، و در - شعرالعجم - از آن یاد آوری کرده نوشته است که : یک نسخه - سفینه - در ذخیره شخصی خود نیز دارند (۳) . این نسخه ، نگارنده گمان میکند

۱- این کتب خانه دارای دیگر نسخهای نیز هست : کلیات شماره ۴۴۳ از قلم محمد نبی الخراسانی (۸۱۱۱۲) ، شماره ۳۴۴ - شماره ۴۴۵ - سه نسخه دیوان دارد . شماره ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - رک : فهرست ادب فارسی ۳ : ۱۴۶ - ۱۵۹ .

۲- رک : فهرست کتب خانه آصفیه مطبوعه (۸۱۳۵۷) ۱ : ۶۰۷ .

۳- رک : شعرالعجم ۳ : ۱۸۱ چاپ لاهور (۸۱۹۲۲) .

که ، در کتابخانه دارالمصنفین اعظم گره باشد . زیرا که ذخیره شخصی مولانا شبلی آنجا محفوظ است . خان آرزو و والہ داغستانی نیز نسخها از این — سفینه — داشتند و استفاده بسیار کرده اند .

۵- بوهار کلکسیون

کلکته

۸- دیوان صائب : شماره ۲۰۲ - اوراق ۵۸۹ - سطر ۳۱ - $6\frac{1}{4} \times 11\frac{1}{4}$ - $8\frac{3}{4} \times 14$ این دیوان دازای غزلیات و کاملاً بخط صائب است ، بر ورق اول بخط صائب شعر دارد :

بحوکی از صفحه . . . الخ

راقمه صائب

بعد ازین مهر صائب دارد که دارای نام هست :

محمد علی صائب

در پهلوی شعر مذکور، عبارتی بخط محمد باقر الموسوی نیشاپوری سیادت خان دارد :

این دیوان ، صائب خود برای ظفرخان احسن در کابل نوشته بود (۱) . و بعد در ملک نعمت الله خان بوده، که او خود بنویسنده در سال (۱۱۳۸هـ) تقدیم کرد .

بر همین صفحه سالهای (۱۱۹۲هـ و ۱۲۰۶هـ) ثبت دارد .

۱- در کتبخانه مرکزی دانشگاه تهران (۱۲ : ۳۶۰۶) یک نسخه دیوان میرزا صائب (شماره ۳۶۶) هست که دارای مهر رشید قلی نویسنده هست . و در ملک شاهزاده عباس میرزا ملک آرا بوده است . فهرست نگار بر گفته آقای باستانی راد نوشته است که : این همان نسخه است که برای ظفرخان احسن در هند نوشته شده است . و این دیوان مانند چاپ هند و نسخهای متداول نیست - ولی نسخه که در بوهار کلکسیون هست همانست که برای ظفرخان نوشته شده بود . از اشعار میرزا ظاهر میشود که اولین دیوان بر فرمایش ظفرخان ترتیب داده بود :

چوزلف سنبل ، ایات من پریشان بود نداشت طرہ شیرازہ روی دیوانم
تو غنچه ساختی ، اوراق باد برده من و گر نه ، غار نمی مافد از گلستانم

۹۔ دیوان صائب : شماره ۴۰۳ - ورق ۶۰۲ - متن سطر ۱۵ و بر حاشیہ ۲۸ -
 10×5 - $11\frac{1}{2} \times 6$. بر فرمایش مجدد عارف قاضی نوشتہ شدہ، بدست
 کاتب حاتم در سال (۱۱۱۴ھ) . بر ورق اول مهر دارد بہ این عبارت:

دلاور علی عالمگیری

۱۰۹۷ھ

ظاہر است، کہ این مهر بعد از سال استنساخ کہ سال (۱۱۱۴ھ) است
 ثبت کردہ شدہ است . (۱)

۴۔ کتابخانہ دولتی

کپورتلہ

۱۰۔ دیوان صائب : شماره ۱۶۰ - عبارت ترقیمہ بدین قرار است :

تمام شد دیوان صائب بتاریخ ۷ شعبان المعظم سنہ (۱۰۸۰ھ) در دولت خانہ
 صاحب قبلہ حقیقی میرزا شہاب (سلطہ تعالیٰ).

راقبہ اقل عباد اللہ - لطف اللہ

۱۱۔ دیوان صائب : شماره ۱۶۱ - این نسخہ بتاریخ غرہ شہر ربیع الثانی
 (۱۰۸۱ھ) کتابت شدہ است و نام کاتب ثبت است :

بقلم خطا رقم فتح خان، ساکن بلدہ اصفہان . (۲)

۷۔ موزہ ملی

کراچی

۱۲۔ دیوان صائب : شماره ۱۹۹۸-۲۶۶/۱ - N.M. - اوراق ۲۹ - سطر ۱۷ و ۱۸۔

۱۔ رک : فہرست کتابخانہ ہومار مجلس آسیای ہنگال از عبدالمقتدر خان چاپ کلکتہ (۱۹۲۱ع).

۱: ۲۹۳-۲۹۴ . این ذخیرہ یک نسخہ دیگر بشمارہ ۴۰۴ دارد کہ دارای اہمیتی نیست .

۲۔ رک : مقالہ خزانن مخطوطات کتابخانہ ریاست کپورتلہ - نوشتہ دانشمند فقید مولانا محمد شفیع۔

اورنیل کالج میگزین اگست (۱۹۲۷ع) .

سائیز $4\frac{1}{2} \times 8\frac{1}{2}$ - دارای غزلیات (تا ورق ۲۲۱ الف) مطالع (تا ورق ۲۳۲ ب) متفرقات (از ورق ۲۳۳ الف تا آخر) این دیوان تمام بخط خود صائب است و بر اختتام نوشته است :

صائب

بر حواشی غزلیات تازه را اضافه کرده است که بر اوراق ذیل دیده میشود : ۲ - ۹ - ۱۲ - ۱۹ - ۲۸ - ۳۷ - ۴۲ - ۴۵ - ۴۸ - ۵۲ - ۵۶ - ۵۸ - ۶۲ - ۶۸ - ۷۴ - ۷۹ - ۹۲ - ۹۵ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۲۵ - ۱۳۰ - ۱۳۲ - ۱۳۹ - ۱۴۶ - ۱۵۱ - ۱۵۵ - ۱۶۰ - ۱۶۶ - ۱۷۱ - ۱۷۷ - ۱۸۲ - ۱۸۸ - ۱۹۳ - ۲۰۰ - ۲۰۶ - ۲۱۱ - ۲۱۶ - ۲۲۲ - ۲۲۷ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۴۶ - ۲۵۵ - ۲۵۸ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۸ - ۲۸۰ - ۲۸۲ - ۲۸۹ - ۲۹۶ - ۳۱۰ - ۳۲۳ - ۳۳۲ - ۳۴۰ - ۳۶۱ - ۳۷۰ - ۳۷۲ - ۳۸۲ - ۳۸۹ - ۳۹۷ - ۴۰۲ - ۴۰۸ - ۴۱۵ - ۴۱۹ .

اختتام بر غزل :

(صائب) نرود داغ کلفت از رخ زردش
تا ماه کند نور ز خورشید گدای

ابتدا مطالع :

نیست سوی حق، بجز تسلیم، راهی بنده را
جستجوی این گهر کم میکند جوینده را

ابتدا متفرقات :

ای خسار و خس بحر، ثنای تو سخنها
گنجینه گهر ز مدیح تو دهنها

در آخر سه ورق مثنوی از میر مجد مومن استرآبادی مرقوم دارد .

۱۳- دیوان صائب : شماره ۱۹۵۸-۲۲۶/۲ N.M. - اوراق ۳۵۵ - سائیز $5\frac{1}{2} \times 9\frac{1}{2}$

سطر ۱۷ - بخط عارف تبریزی است . و بر حواشی بخط صائب اضافه غزلیات تازه دارد . این نسخه در ترتیب مانند دیوان مذکوره بالا نیست ابتدا :
اگر نه ... الخ .

ابتدا مطالع : (۳۴ ب)

نیست سوی حق بجز تسلیم راهی بنده را ... الخ .

آخر :

در نظر هر که داد عشق تو اش سروری
ملک صلیبان بود ، حلقه انگشتری

چند جا بر خاتمه غزل ، صائب مهر ثبت کرده است : مثلاً در حواشی
بر اختتام غزلهای زیر :

۱- مشمر ز عمر خود نفس نسا شمرده را

دفتسر ساز این ورق بساده برده را

۲- خوش آن آزاده کز مردم نهان دارد فقیری را

سازد گوشه چشم توقع گوشه گیری را

۳- فرقه آزادگان ، چشم از جهان پوشیده نیست

کسوت این قوم از دستار سر پیچیدنست

۴- مکن ز باده لعل لبی چو مرجان سرخ

ز پشت دست ندامت ساز داندان سرخ

۱۴- دیوان صائب : شماره ۱۹۶۱/۱۳۱۹ N.M. سال استنساخ سنه (۱۱۱۱ هـ)

با مهر منیرالملک .

۱۵- دیوان صائب : شماره ۱۹۶۱/۱۲۸۲ N.M. - سال (۱۱۱۸هـ) بخط مولوی غلام مصطفی عبدالله بن سید کرم الله بلگرامی .

۸- موزه ملی بریطانیه

لندن

۱۶- دیوان صائب : شماره O.R. 1223 . در زندگانی شاعر استنساخ شده است ؛ کاتب آن نحیفی شاعر معاصر است . در آخر دیوان عبارتی دارد که ازان ظاهر میشود که این در سال (۱۰۶۶هـ) باختم رسانیده شد . و سال از این عبارت بر میآید :

نوشتن نامه دیوان صائب (۱)

۱۰۶۶هـ

۱۷- جنگ میرزا عبدالکریم : شماره Supp. 400 . این جنگ گرد آورده حاجی میرزا عبدالکریم بن یحیی خان القزوینی است . و در قسمت آخر این جنگ ، یک قسمتی است که بخط شعرا ، اشعار خود ایشان را یکجا کرده است . صفحه ۴۷۲ تا ۴۷۲ غزلیات صائب بخط صائب دارد ، و این همان نسخه است که عکس یک صفحه ازان دانشمند فقیه برائون در تاریخ ادبیات خود چاپ کرده است (۲) . (۴ : ۲۶۶)

۱۸- دیوان صائب : شماره Add. 25,828 - تاریخ کتابت (۱۱۱۹هـ) (۳) .

۱- ریز ۲ : ۶۹۵-۶۹۳ .

۲- ریز سهیلنت ۲۵۴ .

۳- موزه بریطانیه چند نسخه دیگر م دارد که هیچ یک از آنها دارای اهمیت نیست

مثلاً Add, 7803—Add, 7804—(۱۱۱۶هـ) Add, 7806—OR-292

Add, 24,001 (۱۱۱۶هـ) Add, 7805 --- Add, 7807 (مرآةالجمال) .

۹- دیوان هند

لندن

۱۹- دیوان صائب : شماره ۵۶۰-۱۶۰۶- اوراق ۲۸۸- چهار کالم- سطر ۳۷-
باریک نستعلیق - $8\frac{1}{2} \times 13\frac{1}{8}$ - این نسخه بنظر صائب رسیده است . عبارتی
دارد :

دیوان صائب از اول تا آخر

بنظر و صلاح صائب رسیده

۲۰- انتخاب صائب : شماره ۸۹۱-۱۶۲۱- ورق ۲۹۳ . دارای غزل، قطعات،
رباعیات . کتابت ۱۹ صفر (۱۰۹۵هـ) - در بهار برای شیخ عنایت الله
نائب شاهزاده شاه عالم (بهادرشاه) استنساخ شده است .

۲۱- انتخاب دیوان صائب : شماره ۱۹۱۱-۱۶۲۳- (از ورق ۲۱ تا ۳۶) . ایتیمی
نوشته است که: این همان اشعار است که طاهر نصرآبادی شخصاً انتخاب
کرده بود . و این نسخه در بندرسورت (نزد بمبئی) بتاریخ ۱۹ ربیع الاول
(۱۰۹۵هـ) نوشته شده است . بخط ابو محمد طاهر القطبی (۱) .

۱- کتابخانه ملی

برلن

۲۲- کلیات صائب : بخط عارف تبریزی ، در اوائل سال (۱۰۹۶هـ) در منزل
صائب نوشته شد (۲) .

۱- کتابخانه دیوان هند نسخهای دیگر هم دارد که هیچ از آنها دارای اهمیت نیست . شماره
۱۶۰۷ (۱۱۲۸هـ) شامل ابیات ۳۲۰۰۰-۱۶۰۸ (۱۱۹۳) - ۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-
۱۶۱۳-۱۶۱۴ (۱۱۳۸هـ) - ۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷ (واجب الحفظ) - ۱۶۱۸-
۱۶۱۹-۱۶۲۰ (انتخاب) ۱۶۲۲- رک : ایتیمی ۱ : ۸۸۰ تا ۸۸۸ .

۲- رک : فهرست بانکپیور ۳ : ۲۵۳- بحواله W.PERTSCH, BERLIN CAT: 930.
ازین ظاهر است که عارف تبریزی بعد از مرگ صائب هم در منزل ایشان مقیم بوده . گویا
با باقیماندهگان صائب نیز رابطه قوی داشت .

۱۱- کتابخانه دانشگاه

کیمبرج

۲۳- ديوان صائب : شماره Add, 805 بخط ملا بهرام تبریزی کتابت اوائل محرم (۱۰۸۲هـ).

۲۴- ديوان صائب : شماره Add, 777 ، در جهانگیر نگر (داکا کنونی) بتاريخ ۶ جمادى الاخر ۳۳ جلوس سال (۱۱۰۱هـ) بخط عبدالرحمان بیگ هروی نوشته شد. در عمل نواب مستطاب معلى القاب عمدة الملک نواب ابراهيم خان (۱).

۲۵- ديوان صائب : شماره OR. 589 - ذوالقعدة سال (۱۰۷۴هـ).

۲۶- ديوان صائب : شماره CORPUS, 75 - اوراق ۴۱ (د تا ی) سال (۱۰۷۱هـ) (۲).

۱۲- ذخیره مرحوم براؤن

کیمبرج

۲۷- ديوان صائب : شماره V. 15 (11) - اوراق ۵۹۸ - سطر ۱۷ - تاريخ ۱۰ شوال (۱۰۴۴هـ).

این نسخه به این سبب دارای اهمیت میباشد که دو سال بعد از بازگشت هند استنساخ شده است (۳).

۱- سه نسخه دیگر دارد. شماره ۸۳۹ (۵ ذی الحج ۱۱۲۷هـ) برای لاله شنبر ناتھ نوشته شد.

خط شیخ بدهن بن شیخ حمید - Add 109 - Add 231

رک: فهرست از براؤن (۱۸۹۶ع) ص ۳۸۰ تا ۳۸۳.

۲- فهرست ضمیمه کیمبرج از براؤن (۱۹۲۲ع) صفحه ۹۴.

۳- یک نسخه دیگر نیز هست که دارای اهمیت نیست. شماره (10) V. 52 - اوراق ۳۴۹.

هندي نستعلیق. تاريخ ندارد.

رک: فهرست ذخیره براؤن از نکلسون ص ۱۹۳۲ (ع) صفحه ۲۴۶.

۱۳- کتابخانه انستیتوت شرقی

مسکو

۲۸- دیوان صائب : شماره 1545 - (256) B. 222 - در سال (۱۰۵۹هـ)
کتابت شده است .

۲۹- دیوان صائب : شماره 1547 - B. 1165 - در سال (۱۰۸۰هـ) کتابت
شده است .

۳۰- دیوان صائب : شماره 1548 - B. 4257 - کتابت در سال (۱۰۹۳هـ) (۱)

۱۴- کتابخانه انستیتوت شرقی

تاشکند

۳۱- دیوان صائب : شماره 2272/1433 - اوراق ۴۱۰ - کتابت در سال
(۱۰۹۲هـ) (۲) .

۱۵- نسخهای در ایران

نسخهای* که در ایران در ملک شخصی دانشمندان یا در کتابخانهها وجود دارند، در اوراق گذشته تحت — دانشمندان آذر بایجان — و در — مقدمات استاد امیری فیروز کوهی — از آنها ذکر گذشت . یک دیوان در کتابخانه سپه سالار بشماره ۵۴۲ دیده میشود . خط آن شبیه خط صائب نگارش یافته است و در زیر بعض غزلها در حاشیه — لراقمه صائب — ثبت دارد . و صاحب فهرست یقین دارند که، دیوان بخط عارف تبریزی هست، و اضافها بدست

۱- فهرست ۱: ۳۱۶ مسکو ۱۹۶۴ع .

۲- چند نسخه دیگر دارد شماره ۱۴۳۲-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷ . رک : فهرست ۲: ۲۷۶
تاشکند ۱۹۵۲ع .

صائب میباشند . (۱)

تازگی در ایران دو مجموعه اشعار صائب بقرار ذیل چاپ شده است که ذکر آنها به این صورت لازم میدانیم که آنها از روی 'نسخهای' خطی بخط صائب و عارف هستند .

۱- کلیات صائب تبریزی : صفحه ۹۰۷ - سال چاپ دوم ۱۳۳۶ ش تهران - کتابخانه خیام - مرتبه آقای بیژن ترقی و با مقدمه امیری فیروز کوهی . این نسخه انحصار دارد بر نسخهای خطی که یکی از آنها در کتابخانه ملک ملی است ، که حواشی تماماً بخط صائب است . و دیگر نسخه مجلس ، که آن هم - بقول امیری فیروز کوهی - مرغوب و مصحح هست . و در آخر کتاب چاپی ، قصائد را ضمیمه کرده است ، که آن از نسخه شخصی آقای حاج حسین نخجوانی تبریزی گرفته شده .

و این کلیات چاپی دو گراور از نمونه خط صائب دارد . یکی از نسخه کتابخانه شخصی آقای فخرالدین نصیری راجع به و دیگری نوشته نه شده که از کدام نسخه ، عکس برداری شده است .

۲- دیوان صائب : این نسخه بسیار نفیس بخط صائب ، عکسی از طرف مجلس آثار ملی با مقدمه امیری فیروز کوهی در سال ۱۳۲۵ ش چاپ شده است . و این انحصار به آن نسخه دارد که در ملک حاج محمدعلی ترقی میباشد و آقای ترقی چند سال شد که ، از شخصی که ساکن شمال ایران بوده ، خریداری کرده است . و دارای صفحه (۹۶۶) هست .

آقای فیروز کوهی در مقدمه راجع به مشخصات این نسخه، فرمود اند:

— اولاً، باید دانست که: هیچ یک — از این دواوین موجود — کلیات صائب نیست، بلکه همه آنها — که من نیز با گنجوری چند نسخه از آنها مفتخرم — متخفاتی است، که صائب بتفاوتی ایام و بر حسب درخواست این و آن، مینویسانیده و غزلهای تازه ساخته خود را، در حواشی آنها بخط خویش اضافه میکرده است. ولیکن این نسخه، نسبت باغلب نسخی که من دیده ام، دارای غزلهای بیشتر و در حدود دو برابر آنها است.

و ثانیاً، خط من اگرچه باز هم تقلیدی ماهرانه از خط صائب و بسیار شبیه به حواشی است، اما آن طور که پنداشته از خط عارف نیست، بلکه از خط عارف (که در نزد من موجود است) بسیار پخته تر و تعلیق تحریری محکم و یکدست شیرین قلم است. خط عارف اگرچه تقلیدی محض از همین شیوه در رسم الخط صائب است، لکن آن پختگی و استحکام را ندارد. دیگر از اختصاصات این نسخه بغیر از حواشی اسقاط و اضافه و تبدیلی است، که صائب بخط خود، در بعضی از صفحات بعمل آورده. و این تغییرات و قلم خورد گینها را طوری ماهرانه و با دقت انجام داده است، که بزیبائی خط و صفحه بندی کتاب، کوچک ترین خدشه ای وارد نیامده. و کاملاً یکدست و یک تحریر و منظم و خوش ترکیب صورت گرفته است. و همچنین کلیه دیوان مقابله شده و مصحح و کاملاً بدون عیب و منقح است.

(۱۸۰ - ۱۱۹) (۱)

● استقبال کلام شعرا: در مقاطع ذیل، صائب از شعرای متقدم و معاصر

نامبرده است و غزلها در استقبال غزلهای ایشان گفته است:

جواب آن غزل (مولوی) است، این (صائب) که چشم بند کند سحرهایش بیست را
 از جواب آن غزل، (صائب) که (اهلی) گفته است: بر فلک هر شب رسانم برق آه خویش را

۱- دیوان صائب چاپ انجمن آثار ملی تهران، با مقدمه امیری فیروز کوهی. (سال ۱۳۲۵)

تا نفس باشد، کسی بی همنفس باشد چرا
 که ساقی هر چه دریابد تمام آورد مستان را
 بعد ازین از خاک، معشوقانه خیزد گرد ما
 خواب چون گردد گران، بیدار میسازد مرا
 گر تو، چون ما طالبی، مطلوب بی همتا طلب
 ز عمر یکشبه کم گیر و زنده دار محسب
 عشق بازی دگر و نفس پرستی دگر است
 یاد ایامیکه، دیگ شوق ما، سرپوش داشت
 که جای (طالب آمل) در اصفهان پیدا است
 گر منش دامن نگیرم خون من خود مرده نیست
 کنون که نبض شناس سخن (شفای) نیست
 چه گوهری توکه، کس را بکف بهای تو نیست
 مخفی اندر پیر و پیدا در جوان پیدا است کیست
 جان بلب دارم، ز بانم گرم گفت و گوی کیست
 مصحف سفید گفت، نشان قیامت است
 هر چه جانکاه است در این راه، دلخواه منست
 اهل دل را، بسرا پرده جان، باید جست
 شد جهان پر شور و شور آن نمکدان کم نشد
 چند نشینی که خواجه کی بدر آید
 مژده ای دل که، مسیحا نفسی می آید
 امسال بلبلان چه خبرها همیدهند
 از فراموشان مباد آنکس که ما را یاد کرد
 که گران میرود، آن کس که، توکل دارد
 تیغ دائم، آب در جو دارد، و خون میخورد
 پای ملخی پیش سلیمان چه ناپند
 که در هوای دلیست آفتاب چرخ کبود
 بید چمن ما، گل خورشید ثمر داد
 ندانم، آن گل رعنای چه رنگ و بو دارد
 عید بگذشت، و همه خلق پی کار شدند
 خوبان عمل فتنه، ز دیوان تو یابند

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (حکیم):
 بقول عارف (رومی) سخن را ختم کن (صائب):
 این جواب آن غزل (صائب) که (طالب) گفته است:
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (اسیر):
 این جواب آن غزل (صائب) که (شیدا) گفته است:
 جواب آن غزل (مولوی) ست این (صائب):
 (صائب) این آن غزل حضرت (سعدی) است که گفت:
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (غنی):
 بطرز تازه، قسم یاد میکنم (صائب)
 این جواب آن غزل (صائب) که او هم گفته است:
 در اصفهان که بدرد سخن رسد (صائب)
 جواب این غزلست آنکه، گفت (مرشد روم):
 این جواب آنکه شیخ (مغربی) فرموده است:
 این جواب آن غزل (صائب) که (غافل) گفته است:
 (صائب) جواب آن غزل است این که، گفته اند:
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (کلیم):
 (صائب) این آن غزل (سید یزد) است، که گفته:
 این جواب آن غزل (صائب) که (نصرت) گفته است:
 نفسم (حافظ) شنو ز خامه (صائب):
 (صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخنست:
 این آن غزل که (مولوی روم) گفته است:
 این جواب آن غزل (صائب) که (فتحی) گفته است:
 (صائب) این تازه غزل آن غزل (شاپور) است:
 این جواب آن غزل (صائب) که (راقم) گفته است:
 این آن غزل (حضرت رکن) ست که فرمود:
 جواب آن غزل (مولوی) ست این (صائب):
 این آن غزل (میر فصیحی) است، که فرمود:
 جواب آن غزلست آنکه (عارفی) میگفت:
 (صائب) این غزل (مرشد روم) است که گفت:
 این آن غزل (خسرو) معنیست که فرمود:

(صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخنست :
 جواب آن غزل (حافظ) است این (صائب) :
 خواهد رسید رتبه (صائب) بمولوی :
 چنان گفت این غزل در جواب (مولوی، صائب) :
 این آن غزل که، گفته است وقتی (کلیم) غزنین :
 (صائب) جواب آن غزل (سید) است این :
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (حکیم) :
 بر نیامد شور (صائب) از شکر زار سخن :
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (مسیح) :
 این جواب آن غزل (صائب) که (ناصر) گفته است :
 این آن غزل (خواجه نصیر) است ، که فرمود :
 (صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخن است :
 (صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخن است :
 این آن غزل که (مولوی روم) گفته است :
 این جواب مصرع (نوعی) که ، خاکش سبز باد :
 این جواب آن غزل (صائب) که (ملا) گفته است :
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (مثال) :
 این آن غزل (اوحیدی) ماست ، که فرمود :
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (ملک) :
 (صائب) این غزل (حافظ) شیرین سخن است :
 این آن غزل (خواجه نصیر) است ، که فرمود :
 این آن غزل که (حافظ) شیراز گفته است :
 این جواب آن غزل (صائب) که، یاران گفته اند :
 این جواب آن غزل (خواجه کمال) است ، که گفت :
 این جواب آنکه، میگوید (حکیم غزنوی) :
 (صائب) جواب آن غزل هست این که، گفت :
 جواب آن غزل (حافظ) است این (صائب) :
 (صائب) این آن غزل (صاحب روم) است که گفت :
 جواب آن غزل است اینکه (میر شوقی) گفت :
 جواب آن غزل است اینکه گفته است (مطیع) :

کلک ما ، نیز زبانی و بیانی دارد
 که مستحق کرامت گناهگزاراند
 گسر مولوی بسترته (عطار) میرسد
 که روح شمس تبریزی ز شادی در سجود آمد
 ای یار بی تکلف ! ما را نبید باید
 کین نقش ، بین که بر ورق جان ، کشیده اند
 بر بناگوشت مشال کفر و دین بنمود اند
 تا زبان طوطی خوش حرف (آمل) بسته اند
 یاد روی او کنم ، تا خانه ام روشن شود
 تا لب ساغر بخون مسن گواهی میدهد
 اشکم ز تماشای چمن رنگ پر آورد
 مطرب عشق ، عجب سازد نسوی دارد
 که درین خیل ، حصاری بسواری گیرند
 این نفس ناطقه ، پی گفتار میرود
 سایه ابر بهاری ، کشت را سیراب کرد
 اینک آن روی ، که ماه و مهر را ، افشان کند
 عالمی را ، یک نگاه گرم ، کافر میکند
 ای بی نظران ، این چه بهار است ببینید
 نور در ظلمت سفیدی در سیاهی میپد
 کای صبا ! نکستی از خاک ره یار یار
 ای مطرب جانسوز دلم ، راه دگر گیر
 زان بحر ، قطره ای بمن خاکسار بخش
 سخت کمیاب است آن گوهر ، که من میجویمش
 سرو دیوانه شده ، از هوس بالایش
 ای سنائی ! خواجه جانی ، غلام تن مباش
 بلبل ز جام باده ننوشد شراب گل
 که کس مباد ، ز گفتار ناصواب خجل
 چه غم از زر نبود ، چون مدد از کان داریم
 چو شیر ، از دو طرف میکشند ، زنجیرم
 کلید ، کعبه و بت خانه ، در بفل دارم

جواب آن غزل (حاذق) است این (صائب):
 این آن غزل (واللهی) ماست، که فرمود:
 شد تازه زخم غیرت (عرفی)، بزیر خاک:
 این آن غزل که حضرت (عطار) گفته است:
 این آن غزل که (فیضی) شیرین کلام گفت:
 این آن غزل که (اوحدی) خوش کلام گفت:
 این جواب آن غزل (صائب) که (ملا) گفته است:
 این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (ملک):
 این جواب مصرع (اوجی) که وقتی گفته است:
 (طائب آملی) گذشت و طبعها افسرده شد:

بیمار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم
 رو، داغ بحالی نه و خون در چگری کن
 تا زلف شانه زد قلم مشکبوی من
 از آتش سماع دل بیستقرار کردو
 در دیده ام خساییده و در دل نشسته
 ای روشن از رخ تو زمین و زمان همه
 ای سری و سروریهسا خاک پای بیخودی
 چشم بینش، باز کن، تا هرچه خواهی بنگری
 بادشاهی عالم طفل است یسا دیوانگی
 گرچه رو، آن آتشین گفتار، در عالم نماند

۷ اشعار صائب راجع به هند و ایران : صائب اشعار ذیل در یاد میهن خود و در باره هند سروده است :

(صائب) گل نچسید ز شکر لبان هند
 (صائب) پرو بالی بکشا موسم هند است
 (صائب) از عمر همین کام تنها دارد
 (صائب) از کلفت سرای هند بیرون میرویم
 (صائب) از هند جگر خوار، برون می آیم
 غبار آلود اشکی در خمار و سرمه کی یابی
 ای زمین هند آئین پرومندی به بیند
 خوشا روزی که منزل در سواد اصفهان سازم
 بر سینه سنگ، سرمه زند اصفهان، و من
 سرمه، دیده غمناک کنم، خاکش را
 گلت پسا در رکاب جلوه باد خزان دارد
 چند بی سرمه مشکین سواد باشم
 خار خار وطنم، نعل در آتش دارد
 (صائب) از سوختگی، گربست دودی هست
 پوشیده چشم، میگذرد از در بهشت
 (صائب) از هند مجوعش اصفهان را
 (صائب) از خاک سیاه هند، کی بیرون رود

روز بدی قدم بیدار وفا گذاشت
 دل را بپاشای صفاهان نتوان بست
 که ز هند آید و در خاک نجف وا افتد
 تا یکی حسرت توان بر باده انگور خورد
 دستگیر من اگر، شاه نجف خواهد شد
 بگیر از گوشه چشم و بخاک اصفهان بگرد
 از صفاهان دیده چون زنده رود آورده ایم
 ز وصف زنده رودش خامه را رطب اللسان سازم
 بی پسر سواد هند جگر خوار بسته ام
 گر میسر شوم روی صفاهان دیدن
 چو غم، زور آورد بر خاطرت، یاد صفاهان کن
 میبرد چشم من، ای خاک صفاهان مددی
 چشم دارد که، کند شاه غریبان مددی
 مشت خاک سیه هند به ایران ندهی
 (صائب) فتاده است بفکر دیار خویش
 فیض صبح وطن، از شام غریبان مطلب
 بشکند کی مور لنگی، این طلسم قبر را

از زلف دل گرفتن، بازیچه می‌شمارد
این غزل قافیه هندی دارد :

ببهم بگل فرو شده از بر شگل هند
شد سرمه استخوان من از خاکمال هند
روزی که دود کرد بمغزم خیال هند
چشم طمع، سیاه نمازم بهال هند
با صد هزار چشم بگریه بحال هند
امروز کیست طوطی شکر مقال هند
سرشک بر صف مزگان خونچکان بزند
سراسری دو ببسازار اصفهان بزند
سیر ملک هند (صائب) را بلند آواز کرد
که بجان، تشنه دیدار صفاهان گردد
که روز ملک خراسان به اصفهان دارد
(صائب) آن نیست ز کشمیر به کابل گذرد

چشم طمع ندوخته حرصم بهال هند
ای خاک سرمه! خیز بفریاد من، برس
بوی ستاره سوختگی بر مشام غسورد
سرمایه قناعت من، لغت دل بس است
روزی که، من برون روم از بند بر شگل
(صائب) بغیر خامه شکر فشان تو
چو حلقه بر در دل شوق اصفهان بزند
چه نعمت است که (صائب) ز هند برگردد
پیش ازین هر چند شهرت داشت در ملک عراق
حکمت این بود درین سیر و سفر (صائب) را
چگونه دیده (صائب) گهر فشان نشود
اگر از عمر گرانبه بیاید مهلت

● انتخاب اشعار صائب :

در قدح چون خضر اگر آب بقا باشد مرا
که هندلیب درین گلستان شود پیدا
این دانه را ز گاه جدا می کنیم ما
رهبر بینا چو خواهی، دیده بینا طلب
هر روز یک دو نغمه صائب شنید نیست
در بند این مباح، که مضمون نمانده است
(صائب) بصد هزار گلستان برابر است
قدم شمرده نهادن، دلیل هشیاریست
بجنون میزنم امروز، که بازاری هست
میتوان، در پیشگاه خاطر گل، بار یافت
سوختن، از عرض مطلب، پیش ما آسانتر است
ابرو کشاده باش، چو دست کشاده نیست
کی شود هرگز ترا روشن، که دنیا آتش است

تا ننوшاثم نگرود در مذاقه خوشگوار
بسچهره سازی گل، مطلب بهمار اینست
دلرا ز قید جسم رها می کنیم ما
چشم چون بینا شود، خضر است، نقش هر قدم
هر چند، درس عشق، ز تعلیم فارغ ست
یک عمر، میتوان سخن از زلف یار، گفت
روی کشاده، که دل و شود، ازو
در آن رمی که، هستی توان سلامت رفت
صبح آدینه و طفلان همه، یک جا جمعتند
گرسبک سازی چو شبنم از علائق، خویش را
در طلب، ما بی زبانان، امت پروانه ایم
چون و نمیکنی گری، خود گره مباح
تا نه بینی چهره تاو یک دنیا دار را

ز روزگار جوانی، خبر چه می پرسى
 از پیر گوشه گیرى و سیر از جوان خوش است
 هر چند که، از محمل لیلیا خبری نیست
 خبر ز تلخی آب بسماء، کسی دارد
 عندلیبی که، بهر غنچه دلش می لرزد
 رای روشن، ز بزرگان کهن سال، طلب
 هر کرا تیغ زبان، نیست بفرمان (صائب)
 آدمی پیر چغوشد، حرص جوان می گردد
 شکست شیشه دلرا، مگو، صدائی نیست
 مرا بزور قیامت، غمی که هست، این است
 (صائب) خجلت سائل بزمینم در کرد
 از مردم افتاده، مددجوی، که این قوم
 ز اوقات گرامی، آنچه صرف عشق، می گردد
 تار و پود عالم امکان، بهم پیوسته است
 از بس رسیده است، ز هم صحبتان دلم
 پیمانه ام، ز رعشه پیری، به خاک ریخت
 دهن خموش، بدشنام میلا، ز نهار
 بردار کلاه نمدی، از سر بی مغز
 از تلخی سوال، کریمی که آگهست
 فرصتی ناهست، دلراکن تبی، از اشک وآه
 بزرگ اوست که، بر خاک همچو سایه ابر
 مشو، از صحبت بی برگ و نوایان، غافل
 بیگانه‌ی، کم گناهی نیست، در دیوان عشق.
 در تنوری، چه قدر جلوه نماید طوفان
 جمیع که، در مقام رضا آرمیده اند
 یافت در پی بصری، گم شده خود، یعقوب
 بی سخن، غنچه لبان مست مدام کردند
 بادب با همه سرکن که، دل شاه و گدا
 نهی دستی، سغفرا رنگ دیگر میدهد، (صائب)
 کسیکه، دست بزللف دراز او، دارد

چو برق آمد و چون ابر نوبهار گذشت
 از تیر راستی و کجی از کمان خوش است
 صد بادیه پر شور ز بسانگ جبرس اوست
 که همچو خضر، گرفتار عمر جاوید است
 بهتر آنست که، در صحن گلستان نسبد
 آبها صاف، در ایام غزان می گردد
 عاقبت، کشته شمیر زبان، می گردد
 خواب، در وقت سحرگاه، گران می گردد
 که این صدا بقیامت بلند خواهد شد
 که روی مردم دنیا، دوباره باید دید
 بی زری کرد بمن، آنچه به قارون زر کرد
 با بی پر و بالی، پسر و بالی دگرانند
 بدیوان قیامت، در حساب زندگی، باشد
 عالمی را شاد کرد، آنکس که، یکدل شاد کرد
 بیرون روم ز خود، چو شد آواز پا، بلند
 بعد از هزار دور که نوبت، بما رسید
 کاین زر قلب، بهر کس که دهی، باز دهد
 کاین خوان تهی، حاجت سرپوش ندارد
 فرصت بلب کشودن سائل نمیده
 وقت چون گردید فوت، از گریه و زاری چه سود
 چنان رود که، دل مسور را نیاز دارد
 که شب قدر، نهان در رمضان میباشد
 یوسف از دامان پاک خود، بزندان میشود
 شور دیوانه، باندازه صحرا باشد
 خمیازه را، بدوق می ناب می کشند
 دیده، از هر که گرفتند، بصیرت دادند
 بساده از شیشه سر بسته، بجالم کردند
 در ترازوی مکافات برابر باشد
 نیرزد ناله جانسوز، نی چون پرشکر باشد
 چرا، بدان این عمر مختصر، چسب

ستم ، زمانه ازین بیشتر ، چه خواهد کرد
 زهر است ، روزی که ، به یکبار میرسد
 که اقبال جنون ، در هیچ کاری ، در نمی ماند
 چمن گل ، نی شکر ، صائب غزل ، دریا گهر دارد
 فسانه دگر ، از بهر خواب منی باید
 ازین کرشمه ، غرض عاشق آزمائی بود
 سنگ ، با آتش چو نرمی کرد ، مینا میشود
 چو سرو وید ، بنهر حال ، سایه گستر باش
 چو مال نیست میسر ، بدل توانگر باش
 هر طفل نی سوار ، کند تازیانه اش
 با هر که ، همپایه شدی ، همخمار باش
 بپوش چشم خود از عیب خلق ، و عریان باش
 قدم ، برون مته از حد خویش ، و سلطان باش
 با اطلاع خدا صلح کن ز شهرت خویش
 گر ز ارباب کمالی ، بسته زیور مباح
 آب ، در روغن چو باشد ، میکند شیون چراغ
 چون نه گریم من که ، صاحب خانه را گم کرده ام
 در هیچ عرصه ، مرد تحمل ندیده ام
 مجروح را ، به سیر نمک زار میبرم
 هوئی کشیم ، و پی خبران را خبر کنیم
 پرواز ، تا بساوج فنا ، میکنیم ما
 چون بوئی پیرهن ، سوئی کنتان ، سفر کنیم
 ز آنرو ، زبان ز نیک و بد خلق ، بسته ایم
 همه از مار ، و من از مهره این مار ، میترسم
 ز تار سبزه ، بیش از رشته زار میترسم
 ز خار بی گل ، افزون از گل بی خار ، میترسم
 تا درین گلزار ، چون گل ، یکرمان خندیده ام
 تا پوششیم ، روشناس این چمن ، گردیده ام
 ما بساده را بگوشه محراب منی کشیم
 که بوئی زنده دلان ، زین تراب منی آید

مرا ز یاد تو ، برد و ترا ، ز دیده من
 رزق آنچنان خوشست که ، کم کم رسد بدست
 چو بخون کرد ، رام خود غزالان را ، یقین شد
 بقدر جوهر خود ، هر که باشد ، فخر میجوید
 کم است مستی غفلت ترا ، که چون طفلان
 بکعبه رفتن و کافر ز کعبه برگشتن
 دل ، بدشمن چون ملایم شد ، مصفا میشود
 بمیوه ، کام جهان ، گر نمسی کنسی شیرین
 غنای طبع ، بدود کوسمیسای روحانی
 نرمی ز حد میرد ، که چو دندان مار ریخت
 در نوش و نیش ، کن بحر یفان موافقت
 کدام جامه ، به از پرده پوشی خلق است
 درون خانه خود ، هر گدا ، شهنشاهست
 نهفته چون گنه ، از خلق دار ، طاعت خویش
 تیغ را جوهر بود به از نیام زرنگار
 صحبت ناجنس ، آتش را بفریاد آورد
 طفل میگرید ، چو راه خانه را ، گم میکند
 مرد مصاف ، در همه جا ، یافت میشود
 با هر که شکوه از دل افکار میبرم
 هر چند نیست ، قافله درکار ، عشق را
 از دودمان شعله ، بگیرییم همتی
 بیرون ز نیم خیمه ، ز دارالغور مصر
 (صائب) بعیب خویش فتنه است کار ما
 ز حال عنبرین ، افزون ز زلف یار ، میترسم
 بلائی مرغ زیرک ، دام زیر خاک میباشد
 بد از نیکان و نیک از بدان ، پس دیده ام (صائب)
 مدتی چون غنچه ، در خون جگر ، ببجیده ام
 از سر هر خار ، صد زخم نمایان ، خورده ام
 بر خاک تشنه ، جبره فشانای عبادتست
 بر آستان خرابسات ، چون نباشم فرش

تفاوتست میان شنیدن من و تو
 چه حرفهای خنک (صائب) از سیاه دلان
 چون آفتاب، گر چه نداریم لشکری
 نمید نیستیم، ز احسان نوبهار
 چراغ طور نسوزد، اگر کلیم شوم
 پروانه نیستیم که بیک بال سوختن
 بر دوستان رفته، چه افسوس می خوریم
 از عزیزان، هیچکس خوابی برائی من، ندید
 چونکه در دنیا، مرا بی اختیار آورده اند
 عالم بی خبری، طرفه بهشتی بوده است
 نیست جان سوخته، تا دل ما، صید کند
 دانه سوخته، خجالت کشد از روی بهار
 از ما، خبر کمیّه مقصود میرسد
 دستی ست کهکشان، که بهاله فشانده ایم
 هر تلخی، که قسمت ما کرده است، چرخ
 زان آستین که بر رخ عالم فشانده ایم
 بوی گل و نسیم صبا، میتوان شدن
 شبنم، بافتاب رسید، از فتادگی
 جدا شو از دو عالم، تا توانی با خدا بودن
 نیست معشوقی، همین زلف چلیپا داشتن
 حسن عالم سوزیوسف، چون بر آید از نقاب
 هر آن نفس که، ز دل بر نیاید از سردرد
 نیست مفلس را ز قرب اغنیا، جز بیج وقاب
 طاعنه مور شوی، گرچه سلیمان شده
 در پیش هر که، غیر خدا، بسته کمر
 بهشت، اگرچه مقامات دلنشین، دارد
 فغان که، خار علائق، ز تیز دستی ها
 اگر نه عاشقی؟ این چهره خزان، چیست
 چو شع کشته، زبان آوران خموش شوند

توبستن در و من فتح باب می شنوم
 برای خاطر آن آفتاب می شنوم
 تسخیر عالم، از نظر پاک، کرده ایم
 هر چند تخم سوخته در خاک کرده ایم
 شگفتگی نکنند گل، اگر نسیم شود
 معشوقه را حواله باد سحر کنم
 ما خود مگر قرار اقامت نهاده ایم
 گرچه عمری شده که، چون یوسف پزندان مانده ایم
 منتقل از خویش چون ناخوانده بهمان مانده ایم
 حیف و صد حیف که، ما دیر خبردار شدیم
 به که پنهان چو شرر، در جگر سنگ شویم
 ما نه آنیم که، شاد از می گلرنگ شویم
 ما بسی خبران قافله ریگ روانیم
 خورشید افسری ست، که از سرفکنده ایم
 مئی نام کرده ایم و بساغر فکنده ایم
 دیبیم نخوت از سر قیصر فکنده ایم
 گریبگذری ز خویش، چها میتوان شدن
 بنگر که، از کجا بسکجا میتوان شدن
 که، دارد درد سر بسیار، با خلق آشنا بودن
 درد سر بسیار دارد، پاس دلها داشتن
 نیست ممکن پاس عصمت، از زلیخا داشتن
 ز زندگانی خود، آن نفس حساب مکن
 رشته از گوهر ندارد بهره، جز لاغر شدن
 زال میگردی اگر، رستم دستان شده
 زنهار پاره ساز که زنهار بسته
 نمیرسد، بمقام رضای درویشی (۱)
 امان نداد که، سازیم جمع دامن را
 اگر نه ماتی؟ این بخت آسمانی چیست
 اگر بلند بگویم که تر زبانی چیست

۱- تا اینجا انتخاب از دوست عزیزم میرزا محمد منور بوده، و بعد از این، از نگارنده است.

دل رمیده صا را ، بچشم خود ، سپاس
 مدتی شد ، کز حدیث اهل دل ، گوشت نهیست
 از دل بیدار ، و آه آتشین ، و اشک گرم
 باز ، از معموره دلها ، فغان برخاستست
 از سبک روحان ، اثر در خاکدان دهر نیست
 هست گر آسائشی ، زیر فلک ، در غفلتست
 فارغ از اقبال و آسودست زیر آسمان
 در حریم وصل او ، (صائب) خموشی پیشه کن
 رنگی روان ، وادی سر گشتگی شود
 هر که آمد ، در غم آباد جهان ، چون گرد باد
 (صائب) آمد ، در حریمت ، با دل امیدوار
 نه از خدا ونه از خلق ، شرم خواهی داشت
 دیوانه که ، میرمد از سنگ کودکان
 از دل برون نبرود ، امید بخت سبز
 با زاهدان خشک مکن ، گفتگوی عشق
 (صائب) به نیم گردش چشم ، آن ستیزه خور
 تنها نه اشک راز مرا ، جسته جسته گفت
 رازی که بود ، پرده نشین ، همچو اشک من
 (صائب) تمام شعر تو یکدست و تازه است
 این آهوی رمیده ، ز مردم نگاه کیست
 شور قیامت ، از دل مرغان ، بلند شد
 گردون ، بگرد دیده ما ، میکند طواف
 معمر شد ز لطافت تو ، هر ملک دل که بود
 زن ، مهرس که چون بر تو ، ماه و سال گذشت
 درین ریاض ، من آن عندلیب دلگیرم
 نه تخت جم ، نه ملک سلیمانم آرزوست
 تا چند ، در سفینه توان بود تخته بند
 قانع ، بریزه چینی انجم ، نیم چوماه
 تازین جهان مرده ، رهائی دهد مرا
 (صائب) دلم سیاه شد از تنگنای شهر

سیاه مست ، چه داند نگاهبانی چیست
 چون صدف زین گوهر شهوار آغوشم تهیست
 دستگاه زندگی ، چون شمع خاموشم نهیست
 چشم مخموری که ، از خواب گران برخاستست
 کاروان شبنم ، از ریگ روان برخاستست
 وای بر آنکس کزین ، خواب گران برخاستست
 هر که (صائب) از سر سود و زیان برخاستست
 مجلس حالت این جا ، جای قیل و قال نیست
 هر نقطه ای که ، در خم پرکار عشق نیست
 روزگاری ، خاک خورد ، آخر بهم پیچید و رفت
 شد بصد دل از امید خویشتن فومید و رفت
 ترا که در گنه ، از خویش انفعالی نیست
 بیرون کنیش ز شهر ، که کامل عیار نیست
 هر چند ، تخم سوخته را ، نو بهار نیست
 شمشیر چوب را ، جگر کارزار نیست
 بی اختیار ، اگر کندت ، اختیار ازوست
 غماز رنگ ، هم بزبان شکسته گفت
 مژگان شوخ چشم بمردم نشسته گفت
 این قسم شعرها نتوان جسته جسته گفت
 این فتنه ، پیش خدمت چشم سیاه کیست
 تا شاخ گل نمونه طرف کلاه کیست
 تا این سیاه خانه ، شبستان ماه کیست
 (صائب) خواب کرده چشم سیاه کیست
 که روز من بشتاب شب وصال گذشت
 که نو بهار و خزانم ، بزیر بال گذشت
 راهی بخلوت دل جاسانم آرزوست
 چون موج ، یک سراسر عمانم آرزوست
 از خوان آفتاب به لب نانم آرزوست
 یک زنده دل ، ز جمله یارانم آرزوست
 پیشانی کشاده بسیمابانم آرزوست

گل، اگر پرده نشین است، چه جای گله است
هر که گردید سبک روح، نماند بزمین
همی در کار ما، ای عاشقان و صارفان
هر شرابی نیست (صائب) با دماغ سازگار
مرا ناله، از پرده دل بر آید
درین باغ چون سرو، آزادگان را
خوشا که نه دل، که در آستانش
ز آگاهی، خویش، در زیسر تیغ
نه زر و سیم و نه لعل و نه گهر، خواهد ماند
این جهان، آئینه و هستی ما، نقش و نگار
(صائب) کسی که از سخن تازه، یافت جان
تیر مژگان تو، در کارش دل، بی پروا است
خاکساران محبت را، بچشم کم، بین
خوش آن صدف که، گراز تشنگی کباب شود
دو عالم را، بیک پیمانه میبخشد، مخموران
ز عشق پاکدامن، مدعا این است عاشق را
من بسزور عشق پیچیدم، عنان مرگ مرا
هر که (صائب) از قنات کرد و حفظ آبرو
چنانکه، ناز ترا، دور میکند از من
چه فارغند ز اندیشه شراب و کباب
سبکروان، نفسی بهر راه، تازه کنند
ز آن روز که، افتاد ببالای تو، چشمم
جمعی که، بار درد تو، بر دل نهاده اند
در دامن مراد، دو عالم نمیزنند
این خواب راحتی، که بدرویش داده اند
(صائب) اسیر کشمکش عقل، گشته اند
وقت خوشی که، دست دهد، منتهم شمار
بنور عقل درین انجم، کسی بیناست
مگر بمشوق، دل خویش، خوش کنم (صائب)

خار این بادیه، در پرده صد آبله است
بوی گل را، نفس باد صبا راحله است
بر در دل، حلقه شوق سیر کابل میزند
عشق کو، تاجر صه ای، از خون منصور آورد
بنازی، که لیلی بمحمل بر آید
بجای، ثمر، عقده دل بر آید
بیک آه، صد کار مشکل بر آید
خوشا حال صیدی که، غافل بر آید
در بساط تو، همین گرد سفر، خواهد ماند
نقش در آئینه، آخر چه قدر، خواهد ماند
آب حیات را بخضر باز میدهد
نیشتر، از رگ بیمار، چه پروا دارد
بادشاهان گنج ها را خاک بر سر کرده اند
دهان خویش، با بر بهار نکشاید
اگر قارون، نشیند با می آشامان، گدا خیزد
که از بزم تو پیکره بادل بی مدعا خیزد
ورنه چندین شمع را، برخاک این صرصر، کشید
در همین جا آب از سر چشمه کوثر کشید
مرا بسوی تو، عجز و نیاز می آرد
جماعتی که، بدلهای خونچکان سازند
اگر دو روز باین تیره خاکدان سازند
هر موی سنائی شد و از خود بدرم کرد
چون راه، سر بدامن منزل نهاده اند
دستی که، عاشقان تو، بر دل نهاده اند
با تاج و تخت شاه، مقابل نهاده اند
آنها، که پا برون سلاسل نهاده اند
دایم نسیم مصر، بکنعان نمیرسد
که کرد، دولت بیدار را، بخواب عوض
و گرنه، عمر ندارد بهیچ باب عوض

از آستان عشق غباریست نو بهار سرسبز آنکه ، رفت درین آستان بباک
آزادگان ، ز آب حیاتبند ، بی نیاز هر سرو ، کرده است دوصد باغبان ، بباک (۱)

۱۲۵ - صبا ، پندت کیلاش کول

● بهار گشن کشمیر : صبا ، پندت کیلاش کول . در سال (۱۸۱۲ع) بوجود آمد ، در عربی و فارسی کاملاً درک داشت ، و شعر فارسی میگفت و در اشعار خود تراکیب و الفاظ کشمیری و استعارات و تلمیحات محلی بکار میرد . در سال (۱۸۸۸ع) جهان را وداع کرد . دیوان مرتب نیست :

دلا ! پرهیز از سحر نگاه دلربای او که آمو گشت سودای ز چشم سرمه سای او
خیال جلوه اش ، از سر نمی گردد برون هرگز که طرح سرنوشتم ریختند از نقش پای او
کی بستی ، این رشته زنار ، به گردن از سرکشی آن زلف ، چو کافر نه شدی گر
چنان شعله ، در سینه زد ، سوز عشقش که شد ، رشته شمع ، تار گریبان
بهار است ، از سوز گلنهای حسش بسیاری جنسون سازگار گریبان
رشد ، بی اختیار را ، چه کنم طفل دیوانه وار را چه کنم

۱- رک : مقالهای زیر راجع به صائب :

- (۱) صائب تبریزی - هذعلی - گنجینه معارف ۱ : ۵
- (۲) زندگانی پر ماجرای صائب - شاه حسین ناصرالدین - گنجینه معارف ۵ : ۳
- (۳) صائب تبریزی - حیدرعلی کمالی - آینده ۱ : ۳۱ <
- (۴) آثار صائب - سرور گویا اعتمادی - آریانا ۸ : ۸ <
- (۵) سخنی درباره صائب - مجتهدی مهدی - مهر ۲۳۲ : ۸
- (۶) صائب و برخی اشعارش بخانه خود او - ابراهیم خلیل - آریانا ۱۵ : ۱۲
- (۷) آثار نثری از نتایج افکار صائب - حسین نخجوانی - ادبیات تبریز ۶ : ۲۹۹
- (۸) تذکره از صائب تبریزی و اشعار اخلاقی او - حسین نخجوانی - جهان اخلاق ۲ : ۵۲
- (۹) منازعه صائب تبریزی با کلیم همدانی - حسین نخجوانی - ادبیات تبریز ۷ : ۲۲
- (۱۰) وفات صائب - هذ نخجوانی - یادگار ۳ : ۸
- (۱۱) آرامگاه صائب - گلچین معانی - مجله سپاهان
- (۱۲) سیصدمین سال وفات صائب - گلچین معانی - ارمغان ۱۸ : ۲۹۲

میگرفتیم قرار، اندر صبر
کرد می درد دل، به سینه نهان
لاله از اشک، آن رخ گلگون
به بین، در زیر ابرو چشم مست یار، ای زاهد!
بهار آمد، جنون سر زد، خرد بردار دست از من
در بحر عشق، آب ز چشم پر آب ما
از دل خیال شعر تو، هرگز نمیرود
شد گره ناله، در دل، از خونم
در خیال رخ تسو، گل بدچمن
تسرك بوس و کنسار، گل روپیان
آن شعله خو، به صحن چمن شد، مگر (صبا)

زین دل بیقرار را چه کنم
دیده اشک بنار را چه کنم
از عیدم داغدار می آید
بزیر طاق خرابی، نشسته باده پیمای
که چون مجنون، نهم پای ز صحرای بهمرای
گرداب موج میزند از پیچ وقاب ما
روز ازل، مگر شده شاعر خطاب ما
شیشه چون پر شود، صدا نه کند
چه کند جامه، گر قبا نه کند
من اگر میکنم (صبا) نه کند
شبنم به گل ز دور نماید شراره ام
(۲ : ۹۵۱)

۱۲۶- صبحی، هلا

● مرأة الغمال : اصلش از کشمیر است . بکمال فضل و نهایت خوشگوئی
موصوف بود . از خادمان سلطان شجاع (۱) است . معزز و مکرم بود .
مدة العمر بر همسران چیره دستی نموده ، نوبت سخن سرانی بدیگران حواله
نمود . ازوست :

چه از طوفان اشک ما ، رود سیلاب در دریا
معلم افگند اوراق اسطراب ، در دریا (۲)
بکام فتنه دوران ، مدد از آسمان جستن
بدان ماند ، که گیری دامن گرداب در دریا (۳)
ندام از کدامین باده ، سرخوش شد حباب آخر
که با این شور نکشوده است چشم از خواب در دریا (۴)

۱- پسر شاهجهان از (۱۰۶۸هـ) تا (۱۰۷۰هـ) در بنگال حکومت کرد .

۲- تذکره شعرای متقدمین و گل رعنا و صبح گلشن دارد .

۳- همیشه بهار و تذکره شعرای متقدمین و گل رعنا و صبح گلشن دارد .

۴- تذکره شعرای متقدمین و گل رعنا دارد .

ز بس کاهیده ام جاز تشنگی بی او، عجب نبود
 اگر چون عکس، خود را افکنم بیتاب در دریا (۱)
 سر زلف درازی، سایه افکنده است، در چشم
 باندازی که صیاد افکنده قلاب در دریا (۲)
 (۱۶۲-۱۶۴)

● همیشه بهار: صبحی کشمیری، از مداحان سلطان شجاع بود. این
 دو شعر از افکار اوست:

سرافرازی اگر داری، هوس کسب تواضع کن
 بابر و بین که، جابر چشم دارد از خمدینها (۳)
 (یک بیت دیگر دارد خطی)

● تذکره شعرای متقدمین: ملا صبحی، اصلش از کشمیر است. از
 مداحان سلطان محمد شجاع است. و مدت العمر بر همسران چیره دستی نمود:
 چه پنهان گفت، پیغام تو در گوش شنیدنها
 که در پای شنیدنها فصد از شوق دیدنها
 نه تنها در فغانم، چون خم خالی، ز هجر می
 که دارد تاک هم اشکی، ز درد نا رسیدنها
 (شش بیت دیگر دارد ۲۰-۲۱)

● گل رعنا: صبحی کشمیری، از مداحان شاهزاده محمد شجاع بود، و
 گوی معنی یابی از اقران خود میربود. از انقباس صبحی است:

دامن کشان گذشت شبی، بسوی زلف یار
 سنبل همیشه میدهد از دود آتش
 چه رنگین گریها از سیر دل آورده ام (صبحی)
 کنون از چشم تر دارم تمنای چکیدنها (۳)
 (پنج بیت دیگر دارد ۶۹۲-۶۹۳)

-
- ۱- تذکره شعرای متقدمین دارد.
 - ۲- تذکره شعرای متقدمین، نتایج الافکار و صبح گلشن دارد.
 - ۳- تذکره شعرای متقدمین، گل رعنا، نتایج الافکار، صبح گلشن و صحف ابراهیم دارد.

● صبح ابراهیم : ملا صبحی کشمیری ، از مداحان سلطان شاه شجاع بود . ازوست :
(یک بیت دارد ۲۱۶)

● تذکره نتائج الافکار : صبحی ، سخن سنج بی نظیر ، ملا صبحی ساکن کشمیر ، که از مداحین سلطان شجاع بن شاهجهان بود . بطبع بلند ، بکه تاز میدان سخنوری . و بفکر ارجمند ، گرم ساز بازار نظم گسری . بفضایل و کمالات مقبول قلوب ، و بحسن گفتار عزیز دلها بود . اواخر ماه حادی عشر صبح اجاش بسر رسید . از افکار اوست :

چو مرغ نیم بسمل ، اضطراب دل تماشا کن که گوش همشینان بست آواز طیدنها (۱)
چه رنگین گریه ها ، از خون دل آورده ام (صبحی) کنون از چشم تر دارم تمنای طیدنها
(دو بیت دیگر دارد ۲۲۱)

● نگارستان سخن : صبحی ، ملائی از قاضیان کشمیر بود و بصباحیت بیان بر معاصران می افزود :

ضعف غالب شده ، از ناله ، فرو ماند دلم دگر از حال من ، او را ، که خیر خواهد کرد
زیر لب دشنام ، ای نا مهربان ! دادی مرا کشته بودی از تغافل ، باز جان دادی مرا
(۵۲)

● صبح گلشن : صبحی کشمیری ، از مداحان شاه شجاع ، برادر عالمگیر پادشاه ست . سواد و بیاض دیوانش برنگ سیاهی سویدا ، و سپیده صبح دلنشین و خاطر خواه . اواخر ماه حادی عشر صبح حیاتش بشام ممات مبدل گردید . از کلامش این چند اشعار بگوش رسید .

(شش شعر دارد ۲۳۷)

● ریحانة الاداب : صبحی تخلص ، شعری دو تن از شرای هند میباشد .
که یکی از اهالی کشمیر بوده ، و در خدمت شاه شجاع برادر عالمگیر
میزیسته ، و در اواخر قرن یازدهم در گذشت .

و دیگری در اصل همدانی بوده و در انسانی سیاحت به هندوستان رفته ،
و داخل در خدمت شاه جهان بوده ، و در یکی از جنگها مقتول . و از
اوست :

هر طرف ، مینگرم ، شعله عالم سوز است آنکه دل را نکند داغ ، کدام است اینجا
(۲ : ۲۵۶)

۱۲۷- صرفی ، ساوجی

● بدایونی : چند گاهی در گجرات با خواجه نظام الدین احمد (۱)
همراه بوده . در لاهور آمده بوضع درویشانه میبود . و زمانیکه شیخ فیضی
بدکن نامزد شد ، همراه رفت و ازانجا سفر آخرت اختیار نمود . صاحب
دیوانست و در قصیده و غزل صاحب طرز است . ازوست :

ز راه کعبه ، متنوع و گرنه ، میفرستادم کف پای ، بزحمت چینی خسار مغیلات (۲)
گل فروش من ، که خواهد گل ، بیازار آورد باید اول ، قصاب غوغای خریدار آورد (۲)
گرم خواهی بسوزی ، آتش رخسار روشن کن که از خاکستر من ، تا قیامت نور بر خیزد

● مجمع الخواص : مولانا صرفی ساوجی . گویا با مولانا جعفری قرابت
دارد . نسب هر دو با افصح المتکلمین خواجه سلمان میرسد .

۱- نظام الدین احمد (متوفی ۱۰۰۳ هـ) مؤلف طیقات اکبری . از سال (۱۰۹۱ تا ۱۰۹۶ هـ) در
گجرات بخشی بود .

۲- شع انجمن دارد .

شاعری خوبی است. فقیر باوی ملاقات نکرده ام، ولی این ابیاتش را شنیده ام:

بسر زمانه دائم، چو منت غریب دارد
بگذر ز چاره من، بگذار تا بیم
اگر نصیب از آن لب، فرسد مرنج (صرفی)
غمی، کز مرگ دشمن دارم، این است
کشتند و سوختند مرا، ای همارو
گویا که، میکشند مرا هرگز این چنین
خدا یا این قدر، در حق آن بیساک میگویم
خبرم، ز رفتن خود، بگه سفر، نکردی
چو ز رفتن تو مردم، تو نشا ط کن که، هرگز
تو تمام غم و نازی، منت از کدام گویم

سر آن دیار گروم، که تو اش غریب باشی
من ناتوان که باشم، که تو ام طیب باشی
گهی کسی چه باشد، چو تو بی نصیب باشی
که ترسم در غم او، مرده باشد
کز قسمت تو هیچ در این استخوان نبود
غوغای عام، بر در زندان من نبود
که گر نامهربانش آفریدی، مهربانش کن
چه صلاح دیده بودی، که مرا خبر نکردی
برادر خاطر خود، به ازین سفر نکردی (۱)
چه روزگار (صرفی) تو ستیزه گر نکردی
(ص ۲۲۲)

● مائوریمی: مولانا صرفی ساوجی، آدمی زادگان ساوه عراق است. مقتدای موزونان سخندان، و عارفان حقیقت بیان بوده. و در طرز تصوف و تزکیه نفس بغایت کوشیده. درویش نهاد و فانی مشرب بوده. و — بصرفی ژولیده مو — اشتهار داشته. و از اقران مولانا عهدی و مقصدی و ظریفی ساوجی است.

و گویند که: چون قدم در وادی شاعری نهاد، از ساوه بدارالمومنین کاشان شتافت. و بخدمت حسان العجم مولانا محتشم رسید (۲). و مدت ده سال

۱- آتشکده دارد.

۲- متوفی سنه (۸۹۹۶هـ). در کاشان مدفون و مقبره اش زیارتگاه اهل دل میباشد. نگارنده نیز در ستامبر ۱۹۶۵ع از زیارت مفتخر شده است.

با شعرای کاشان، مثل حاتم (۱) و فهمی (۲) و رضای و شجاع (۳) — که دران زمان لوای شاعری برافراشته بودند — شاعرینها کرد. و مولانا وحشی بافقی (۴) و غیرتی شیرازی (۵) نیز در آن زمان درانجا بودند. ایشان نیز از مومی الیه اعتبار تمام گرفتند. و غزلیات عاشقانه بنظم آورد که ازو پسندیدند. و بر امثال و اقران او ترجیح نهادند.

و مولانا محتشم را کمال توجه نسبت باو بوده، و در اصلاح شعراء میکوشید. و او نیز خود را از جمله شاگردان او دانسته، منظومات خود را مادام که، بشرف اصلاح ایشان نمیرسانید، بر دیگران نمیخواند. و این معنی را باعث افتخار و مباهات میدانسته.

و در ایام توقف کاشان، اکثر اوقات در صحبت سیدالسادات و النقباء امیر حیدر معمای کاشی — که از جمله اکابر و اعیان آن ملک است، و مولانا وحشی و غیرتی باو میبوده اند — بسر میبردند. چون جمله شعرای قرار داده گشت، و اشعارش درمیان مستعدان مشهور شد، و آوازه تقرب و رعایت مولانا شکیبی اصفهانی و مولانا نظیری نیشاپوری و مولانا عرفی شیرازی و سائر مستعدان، در خدمت این سخن شناس سخندان (خان خانان) بایران رسید، اراده سفر هندوستان را، پیش نهاد ضمیر خود ساخته، به هندوستان آمد. و بخدمت بعضی اکابر هندوستان مشرف گشته. بوی آشنای در هیچ وادی بمشامش نرسید.

-
- ۱- هدایت الله حاتم کاشی متوفی ۸۹۹.
 - ۲- مولانا موحد الدین فهمی کاشانی قرق دم.
 - ۳- شجاع کاشانی ملقب به کور متوفی ۸۹۸۱.
 - ۴- مولانا کمال الدین وحشی بافقی متوفی ۸۹۹۱.
 - ۵- ملا غیرتی تیر انداز قرن دم.

آخر الامر در احمد آباد گجرات، در هنگامی که، این مملکت ستان (خان خانان) مظفر و منصور فتح آن ولایت نموده بود (۱)، مطلب و مدعای اصلی خود رسیده، خود را در سلک مداحانش در آورد. و شاهد این معنی اشعار اوست که درین خلاصه ثبت است. و بقدر حالت و استعداد خود، و فراخور حجت این غریب نواز، رعایت یافت. و آنچه شنیده و باوازه آن آمده بوده، برابر آن مشاهده نمود. و مدتها در رکاب عالی ایشان بسر برده.

و در ایامی که نواب میرزا عزیز کوکه — که مشهور بخان اعظم بود — متوجه سفر حجاز بودند، التماس زیارت بیت الحرام و مرقد خیرالانام (علیه التحية والسلام) نمود. بسرانجام ما بحتاج و ضروریات او حکم رفت. بقدر احتیاج او را مستغنی ساختند. و بهمراهی خان مشارالیه، بآن سعادت مشرف گردید.

و از مولانا درویش سبز واری — که از راست گویان و درست سخنان است، و در آن سفر رفیق مولانای مشارالیه بوده — شنیده شد که: دعای این خیر محض را، در آن اماکن شریفه بر خود لازم ساخته بود، و بشکر گذاری خود میپرداخت. و میگفت که: از بقیه انعام و احسان ایشان باین سعادت مشرف گشته ام، و تازنده خواهم بود، بر خوان احسان ایشان نان میخورم.

القصة، بیا دران سفر خیر اثر و یا بعد از مراجعت در هندوستان،

۱- در فتح گجرات این چهار تاریخ به چهار زبان یافته اند:

(۱) یوم اسد ثانی ربیع الاول (۵۹۸۰)

(۲) بر شنبای یکی ربیع الاول (ترکی؟)

(۳) روز یکشنبه دوم ربیع الاول (۵۹۸۰)

(۴) اتوار ربیع اول کی دوجی (۵۹۸۰)

و دبعت حیات بقابض ارواح سپرد .

از شیرین گویان و نادر سخنان عهد و زمان خود بود . بعد از خواجه سلمان از ساوه ، از مشار الیه بهتری بر نخاسته . و بکمال زهد و فقر و مسکنت و درویشی آراسته و پیراسته بوده . و نزاکت و دقت طبیعتش ازین دو سه بیت او — که در قصیده که در شکوه هندستان قبل از وصول بملازمت ایشان گفته — معلوم میشود :

از عدم با خود، نه جان ناتوان آورده ام روح مجنون را، بسیر این جهان آورده ام
پنبه ام، بر شعله میغلطد که، آتیش میابد زیور مهتاب را جنس کستان آورده ام
همم، از چشمه سازند، حلقی تر نکرد از لب جو، شکوه آب روان آورده ام
و بطرز استاد خود، مولانا محتشم حرف میزند ، و کلامش بر یک و تیره است ، و طبعش خالی از متانتی نیست . و در ایام بودن هندوستان ، طرز خود را، بطرز مولانا عرفی و یاران هندستان، آشنا ساخته .

و در زمانی که ، ملک الشعرا شیخ ابوالفیض فیضی ، از جانب پادشاه ظل الله محمد اکبر شاه، بحجابت بطرف احمد نگر و بیجاپور میرفت (۱)، در ملازمت آن ملک الشعرا سیر دکن نیز نمود . و حین تحریر این اوراق، این اشعار بخط آن جناب ، در کتابخانه عالی دیده شد ، که ثبت رفت :

رفتیم، بمژگان ادب، راه حرم را چون دیده در آینه گرفتیم قدم را
زان راه روانیم، که در وادی همت از گرد تسوکل نفسانند قدم را
آهسته ترای پیک وجود، این چه شتاب است از پیوه خبردار مکن گوش عدم را
همت طلب از اهل توکل، که بهر گام صرف ره و رفتار تو، سازند هم را
قانع تو ازین باش، بجزگریه، چه اندوخت آدم که بدریوزه فرستاد شکم را
بس کن که، بتنگ آدمم از شکوه نویسی بر خیز و قلم کن بر انگشت و قلم را
آتش نفسانی که، نظر کرده عشق اند بی سکه تر از زیگ شمارند درم را

(۱۹۵ بیت دارد ص ۳ : ۶۹۷-۷۰۱)

● آتشکده : صرفی ، اسمش صلاح الدین . گویند نسبتی بخواجه سلمان داشته . الحق شعرش خالی از امتیازی نیست ، و از تلامذه مولانا محتشم کاشی علیه الرحمه .

با تو رشکم کشد و بی تو جدائی چکنم میکشم این همه ، از دیدن و نا دیدن تو (۱)
(صرفی) ز عشق دوست ، بنوعی نموده کز دشمنان ، بمرگ تو خرم شود ، کسی
(۲۲۶)

● شمع انجمن : صرفی ، صلاح الدین ساوجی چند گاهی در گجرات بود ، بعده در لاهور آمده ، بوضع درویشان بسر میبرد . در (سنه ۹۹۹هـ) همراه فیضی بدکن شتافت و از انجا سفر آخرت نمود . صاحب دیوان است . ازوست :

● روز روشن : صرفی ، ملا صلاح الدین ساوجی . سیر هندوستان هم نموده بود :

عشق آمد و راه دل دپوانه میندید بر صاحب این خانه ، در خانه میندید
(۲۹۳)

● ریحانة الادب : صرفی ، صلاح الدین ساوجی ، شاعری است ایرانی از اهل ساوه ، و از شاگردان محتشم کاشانی (متوفی سنه ۹۹۶) و از او است :

و سال وفات و مشخص دیگری بدست نیامد :

(یک شعر داده ۲ : ۲۷۵)

۱۲۸ - صرفی ، شیخ یعقوب کشمیری

● منتخب التواریخ : صرفی تخلص. مجمع فضائل و کمالات بود. خلیفه مخدومی اعظم شیخ حسین خوارزمی است. (قدس الله سره) بزیارت حرمین الشرفین مشرف شده و سند حدیث از شیخ ابن حجر داشته. در لباس مشیخت سفر بسیار کرده، و اکثری از عظمای مشائخ عرب و عجم را، ملازمت نموده و فوائد اندوخته و رخصت ارشاد و هدایت یافته. و مرید بسیار چه در هند چه در کشمیر و خانقاه دارد.

و صاحب تصانیف علیه رائقه است. حمسه تمام کرده، و رسائل متعدد در معما نوشته و رباعیات مع شرح در تصوف دارد، غیر آنکه احصا توان کرد و آنچه بایستی اندکی از حالت صوفیه و ذوق ایشان بود، و گرنه قطع نظر از آن، در جمیع علوم عربیت از تفسیر و حدیث و تصوف، مشار الیه و معتمد علیه و سند امام است. و درین ایام که نزدیک بود تفسیر مینوشت، که آینی است از کمالات او. و هم پادشاه مغفرت پناه و هم شاهنشاهی را نسبت بوی اعتقاد غریب بود. بشرف صحبت اختصاص داشته و منظور نظر شفقت اثر گشته، معزز و مکرم و محترم بود. و بذلی و ایثاری داشت که، در اقران فوق آن متصور نبود. اگرچه بمقتضای :

ولولا الشعر بالعلماء یذری

شعر دون مرتبه او بود، اما هیچ گاه ازین وادی خلو ذهن نداشت. این چند بیت ازوست :

در هرچه بینم آن رخ نیکوست، جلوه گر
در صد هزار آئینه، یک اوست جلوه گر
خلقی بهر طرف شده، سرگشته بهر دست
وین طرفه ترکه، دوست بهر سوست جلوه گر

حالت از فکر، بران گوشه ابرو بنشست
 مشکن ای غم دل مارا، و مبین کان دل کیست
 هر کجا گوشه نشینی است، درو فکری هست
 گر بگویش گذری، پای ز سر باید کرد
 و این معما باسم شیدا ازوست :

ماه من از رخ نقاب انداخته وه که عمدا روز را شب ساخته
 در زمانیکه، از لاهور رخصت انصراف بجانب وطن مالوف یافته ، از آن
 طرف آب راوی، رقعہ بفقر نوشت . و تمیننا بجنس نقل مینماید :

مددی قادری ! دعا و نیاز اخلاص طراز بتقدیم رسانیده ، مشهود ضمیر
 خورشید نظیر میگرداند که : باعث ترک سنت سنیه از عجب غلص حقیقی
 غالباً آن خواهد بود که ، چون طریقه مرضیه راه عند السفر از شرائط مشایمه
 است ، و بالفعل درین زمانه قدرت بر آن نبود ، و بالضرور ترک آن سنت
 بایستی نمود ، امید که از حاشیه خاطر فیض . مآثر نسیا منسیا نخواهند ساخت ،
 و بمراعات شیهه کریمه حفظ الغیب خواهند پرداخت . و اگر حاجت بکاغذ
 کشمیری برای مسودات باشد ، اعلام نمایند تا بنده از کشمیر مسوده تفسیر خود
 فرستد ، که نقوش آن از کاغذ ، بشتن چنان می رود که ، هیچ اثری از سیاهی
 نماند . چنانچه تجربه کرده باشند . و السلام علیکم و الاکرام لدیکم .

و چون بکشمیر رفت ، رقعہ دیگر از انجا فرستاده که ختمی بود ، و نقل
 مسوده آن این است :

خدا م کرام ! من هو مستغن من المذایح والمناقب والمفاخر ، اعنی مولانا و
 بالفصل اولانا الشیخ عبدالقادر . فتح نمایند . قطعه :
 از دوانی (۱) بدوانی بیشک در فنون فضیلت است فزون
 پس دلیل زیادت معنیش که بنایش بصورت است فزون
 نیاز نامهای که فرستاده میشود ، هر چند که در جواب آن ، بنا بر عدم

لیقت. جواب خدمت بدائع نگار را تصدیق نمیدهد، اما بهر حال قلم اخلاص
عبرش بندگی. بی اختیار جاری میگردد. امید که هر گاه که در خستخانه
نواب فیاضی، در نیمروز تموز بر فرش حصیر، سرد تر از هوای کشمیر، بتجرع
برف آب گرم میبوده باشند، و استماع نکات شریفه، و مقالات لطیفه
میشوده باشند، یاد اسیر محنت حرمان خواهند کرد. بیت :

ای بیزم وصل حاضر! غائبان را دستگیری

زانکه دست حاضران، از غائبان کوتاه نیست

عن الخلف الاعز الارشد الاجد، الشیخ محی الدین محمد، فیازمندی قبول فرمایند.
وقفه الله سبحانه و تعالی، لتحصیل العلوم الصوریه و المعنویه بحرمة من سمی
بلقبه الشریف، قدس سره اللطیف.

و غالباً بنابر رعایت حق الجوار، سخن سیادت مآبی میران سید قطب الدین
در نانوشتن جواب نیازنامه فقیر، مسموع میدارند. اما میباید که، نظر برحق
نفس الامری کنند، که ظاهراً این حق بران حق راجع باشد، و ایضا اعتبار سر
اظهار محبت جناب میران نکنند، که آن آخر ثباتی ندارد. و الله تعالی اعلم.
ابیت اظهار مضموری که بر طرز جدید آصف خانی، بنده کمینه آنجا گفته،
مسوده آن از فقیر گم شده، غالباً ملازمان ازان مسوده نقل گرفته بودند،
التماس آنکه نقل از نسخه خود فرستند.

جواب این رقعه اخیر :

هو

لمولف :

یا من بخیال وجه اینسانی شوقی لا یحمل فی القرباس
کاشامخ لا یوزن بالقسطاس و اللجة لا یقاس بالمقیاس
از ثنا چه نویسد که، درج آن در حوصله عبارت تنگ، و ظرف حروف
قاصر - عبدالقادر - حکم بحر و کوزه دارد :

و ان قمیصا حیک من نسج تسعة و عشرين حرفاً من معانیه قاصر
و از دعا چه گوید :

بسوی سدره، ز من، مرغ طاعتی نه پرد که فامه نه برد از دعای، در متقار

و از شوق چه باز نباید :

یا من بایادی یده طوقنی من صبحه الزمان قند عوقنی
لا اقدر ان اکتب شوقی لکم ما اشوقنی الیک ما اشوقنی
ازان مدتی ، که توجه عالی بآن صوب صواب فرموده اند ، در ترجمان
اسرار الهی ، که اصل اصول آگاهی عبارت ازان تواند بود ، چه قبل از
نوروز چه بعد ازان بچند روز ، از دست ما صدق این بیت که ، از مقوله
عشره میبهره است :

مردی دراز نیکو در شهر خویش امروز باخواست نشسته از بخت خویش فیروز
متواتر و متوال رسیده ، باعث خوش وقتی گردید .
مرقوم خامه مسکین نواز مشکین طراز بود که :
از دوانی بدوانی پیشک !

تا آخر در جواب آن ، عرضه میدارد ، مثنوی لمولفه :

ای زبانت ، کلید نامه غیب	دل پاکت نتیجه لاریب
داده اعجاز کلک تو بیرون	گنجهای نهان کن فیکون
گفتی از منطق گهر پرور	کز دوانی ، بدوانی خوشتر
گر دوانی و گر بداونیند	همه از گنج فضل تو ، غنیند
دلم ، آئینه جمال تو ، شد	مظهر فیض لایزال تو ، شد
چه عجب ، گر ز روی حق بینی	خویشتن را درو همی بینی

اگر خود نهائیت همین قدر پس است ، و اگر نه ، من که فضول ، جواب
نوشتن چه ! باز بشمر از تقصیر در نوشتن عرایض اخلاص ، که منافی رسم و
عادت عوام نه خواص اهل اختصاص است ، کمالا یخفی زبان اعتذار و
استغفار کشاده ، استعفا مینماید . و این رقمه را ، کفارت آن جریمه دانسته ،
قضای مافات میسرمد . و آنچه از هوای سخفانه و برف آب که یادگار از :
عمر برف است و آفتاب تسموز

و نشان ده از : — یا معشر المسلمین ارحموا علی من رأس ماله یدوب —
است ، نوشته اند ، چند روزیست که ازین آب و هوا باز مانده :

گرگ دهن آلوده و یوسف ندریده

میگردد :

فمن شاء فلینظر الی فمنظری نذیر الی من ظن ان السهوی سهل
چون بندگان حضرت ، قریب شرف آفتاب بتقریبی نام کمیته را ، خود
بدولت ، بنهایت کسی بر زبان مبارک رانده ، حرف تولیت خطه عالی اجمیر .
شعر :

دنت عن ناظری تلک الخیام علی سکانها منی سلام
فرمود اند ، و هنوز تسلیم نشده ، آرزو دارد که ، اثر این سعادت زود تر
از قوه بفعل در آید ، و دل را از آب گردش روزگار و هوای ناسازگار هر
دیوار ، فارغ ساخته برد یقینی حاصل شود ، که سخاوت گیتی ، چون غس
و برف آب ، زمانه چون سراب نباید . و بخت شوریده هر ساعت و هر زمان
با این تراه در فغان است :

ای عجب دلستان نبرگرفت و نشد جانتان ملول

زین هواهای عفن ، زین آبهای فاگوار

همت عالی و توجه داعی ، درین باب گماشته ، در امداد صوری و معنوی
کوشند . تا انشاء الله تعالی ! رفته اجمیر را قافیه کشمیر دانسته ، بملت
اینکه ، هر دو مکان طیب ، مرکز دایره دو قطب جنوبی و شمالی است ،
و جهة جامعه — بلدة طيبة و رب غفور — دارد . آب چشمه چهارله را ،
چنانچه ایشان درانجا آب برفتن نوش جان میفرمایند ، نوشیده زبان را بزال
شکر و ثنای منعم حقیقی و مجازی تر دارد . شعر :

هینا لا رباب النعم نعيمهم و للمساكين المسكين ما يشجع
و تمثيل حال مكشوف اهل كشف است .

بنده زاده به بداون رفته بدعا مشغولست ، ظل عالی لا یزال باد . تحریراً
فی شهر رمضان المبارک عمت سنة ثلث و الف (۱۰۰۳) هـ .

و این غزل نیز از خامهٔ دربار گوهر نثار ایشان است که، در بعضی اسفار، به فقیر نوشته بودند:

در دمی، کین نامه میکردم رقم	کان یجری الدمع من وجها بدم
هر رقم کز خامه ام ظاهر شدی	کاد یسحو معنی ذاک الرقم
محر حرف اشتیاق از لوح دل	ایس فی وسعی وقد جف القلم
در بلای هجر، حکمتها بود	لیتسنی کوشفت عن تلک الحکم
(صرفی) از دریای اشکم نه محیط	لیس الا مثل رشف من دیم

الحاصل، اوصاف تعریف و کمالات جناب شیخ، چه حد من عاجز بی زبان است! و آثار جمیل او که، دامان بر میان قیامت بسته است، شاهد حال او بس است.

در تاریخ دوازدهم ذی قعده سنه ثلث و الف (۱۰۰۳هـ) از حبس عالم قید رسته، طایر روح قدسی آشیان او، بعالم اطلاق پرواز فرمود. و — شیخ امم بود — (۱۰۰۳هـ) تاریخ یافته شد. شعر:

سلام علی الدنيا و طیب نعییمها	کان لم یکن یعقوب فیها بجالس
درین خرابه مجوره بسوی گنج مراد	که جای محنت ورنج است این خراب آباد
قضا نهاده، بهر گامش از بلا، دامی	که، پانهاد درین دامگه، که سر نهاده
سواد رفته گل نیست غیر حرف رجا	ولی چه سود که، بی بهره ایم ما ز سواد
زمان عمر، بی اندکست، غره میاش!	که تا نفس زده، عمر داده بر باد

(۳: ۱۲۲-۱۴۸)

صرفی، همان شیخ یعقوب کشمیری است، که شمه از اوصاف کمالش مرقوم خامه شکسته گردید. چون جامع جمیع مراتب حیثیات است، اگر تعریف او که، تکرار ملیح است، مکرر مذکور شود، چه قصور دارد.

با وجود تصانیف معتبر در تصوف و سائر علوم و فنون ، طبعش بنظم اشعار بلاغت آثار، مناسب و ملایم افتاده . و نبذی، از نتایج افکار سحر آثار او، این ابیات است :

بر رخ فگنده چاشنگه ، آن مه نقاب را پیش از زوال ، شام رسید آفتاب را
از تسوتیا . پیرس ، و زان خاک در پیرس خاصیش ، ز مردم صاحب نظر ، پیرس
تفسیری ، در آخر عمر ، چون — تفسیر کبیر — میخواست که بنویسد ، و
پاره مسوده کرده . ناگاه سرنوشت ازل پیش او آمد ، و امر ناگزیر خلاق
اورا ، در وطن مانوس و مالوف دریافت . چنانچه گذشت و در گذشت .
(۲۶۰ : ۳)

صرفی . درین سال (۱۰۰۳ هـ) شیخ یعقوب کشمیری صرفی تخلص ،
که از درگار بوطن مالوف مرخص شده ، برحمت حق واصل شد .
(انا لله انا الیه راجعون)

یاران همه رفتند و ره کعبه گرفتند ماست قدم ، بر درخمار بماندیم
از نکته مقصود ، نشد فهم حدیثی لا دین و لا دنیا ، بیکار بماندیم
(۲۰۳ : ۲)

در هفدهم ماه ربیع الاول این سال (۱۹۷۷ هـ) بعد از گذشتن هفت ساعت
از روز ، تولد خجسته شاهزاده سلطان سلیم ، بمنزل شیخ سلیم چشتی در فتح پور ،
واقع شد :

گوی بزمین ستاره آمد یوسف بجهان دوباره آمد
و شاهنشاهی دران زمان ، بایلغار آمدن از آگره ، از نهایت سرور حکم به
تخلیص جمیع زندانیان فرموده تا هفت روز جشن عالی ترتیب دادند . و شعرا
قصاید تمهیت گذرانیدند . از انجمله خواجه حسین مروی ، قصیده گفت که از
هر مصرع اول تاریخ جلوس شاهنشاهی ، و از هر مصرع ثانی تاریخ ولادت

با سعادت شاهزاده جهان پناه حاصل میشود. و دو لک تنکۀ نقد صلۀ یافت.
و آن قصیده این است که :

الله الحمد! از پی جاه جلال شهریار گوهر مجد از محیط عدل آمد برکنار
..... الخ (۱)

و شیخ امم شیخ یعقوب صرّفی کشمیری، نیز قصیده بهمین اسلوب گفت.
اما چه سود که صله را دیگری ربود. (۲ : ۱۲۳)

● هفت الیم : شیخ یعقوب، در تصوف مشارالیه میزیسته، و شعر را
خوب میگفته. این چند بیت اوراست :

بر سردار بر آورده، بین نرگس را کز مروان چمن، نقره و زر دزدیده (۲)
خالت از فکر بر آن گوشه ابرو بنشت هرکجا گوشه نشینی است، دراو فکری هست
برای عاشق زاری، که در کوی بتان افته بلانی، گر نباشد بر زمین، از آسان افته (۳)
(۱۱۲ -)

● تاریخ اعظمی : صرّفی حضرت شیخ یعقوب. خلف شیخ حسن
گنائی (۲) — که از اکابر کشمیر بود — در نهصد و بیست و هشت هجری
(۸۹۲۸) بوجود مسعود آمده. از صغر سن آثار فطانت و نیز فهمی و بزرگی
ظاهر داشت. در سن هفت سالگی حفظ قرآن کرده، از خدمت مولانا مجد
آنی — که شاگرد حضرت مولانا جامی بود — استفاده علوم نمود، و

۱- رک : بدایونی ۲ : ۱۲۱ - سی و یک شعر دارد.

۲- تذکره حبشی و گل رعنا و شع انجمن دارد.

۳- گل رعنا دارد.

۴- از شاهان شمعیر — شیخ الامم — خطاب یافته بود. گنائی در زبان کشمیری محرر،
منشی و دبیر را میگویند و ازین سبب نام خانوادگی گنائی مشهور شد.

۵- از کلمه — شیخ جی — تاریخ برمیآید.

از ایشان مخاطب به — جامی ثانی — شد . پس در جناب مولانا النحریر ، حضرت اخوند ملا بصیر ، که از عرفا و علمای زمان بودند و ذکرش گذشت ، کسب علوم فرمود . بجاذبه الهی — که روح مبارک حضرت علی مکرر جلوه گر شد — ذوق خدا پرستی بهم رسانیده ، از آنحضرت در خانقاه معلی بشارت و امر ، دریافت خدمت حضرت مخدوم اعلم شیخ حسین خوارزمی ، یافته ، عازم ولایت شد . و ممانعت والدین و استاد — که بمبالغه بود — سودی نه کرد ، بلکه آنها هم در واقعه ، از جناب علی ثانی مامور شدند .

از راه بانهاال ، با چهار رفیق روانه گشتند . در راه عجائب و غرائب بسیار از آن جناب ، مشهود رفا شد . چون بسمرقند — که وطن حضرت مخدوم بود — رسید ، بیرون دروازه آنجناب نشست ، و سعادت درون رفتن نکرد . آنحضرت ازان طرف ایشان را طلبیده ، و نوازشها فرمود . خلفای هفتگانه ، که بهفت در متعین بودند ، بنابر معتاد — که تفویض طالبان پیکی از آنها میشد — حاضر آمدند . حضرت مخدوم فرمودند که : کار این جوان علجده است ، ما خود تربیتش میکنم . بعد تعلیم باطنی ، میفرمودند که : از جنگل هیزم آورده باشد ! در همان اثنا ، روداد خلوت اربعین ، در ایام شدت سرما شده . بپاک کردن متوضای چله کشان شد . چند گاه در خدمت مانده ، داد مجاهده و خدمت داده .

نظری بر مراعات ظهور فرقت والدین ، بعد اجازت ارشاد ، مرخص بکشمیر شد . مجرد رسیدن بوطن ، ابواب ارشاد و تصرف خداداد ، بر آن جناب وا شد . فوج فوج سالکین ، و جوق جوق طالبین ، باستفاده رجوع نموده . عالمی مستفید

خدمت و صحبت بجذبیه و سلوک شد .

حضرت ایشان را بعد مدتی ، باز سودای ادراک خدمت مرشد آفاق ، غلبه نموده . عازم احرام حریم ملازمت گردید . باستماع خبر توجه حضرت مخدوم بحرین ، حرکت را غنیمت دانسته ، براه خراسان متوجه دریافت زیارت هر دو کعبه شدند .

در راه فتوحات بسیار ، بصحبت ابرار روزگار حاصل نموده . ازانجمله مصافحه شیخ ابوسعید معمر حبشی ، بوساطت شیخ سلطان علی او بهی — که بدو واسطه به شیخ ابوسعید میرسد — و زیارت مشهد مقدس رضویه ، و رفع سب و علت قتل سنیه ، که رفضه ایران میکردند ، بتاثیر نصیحت که ، بشاه طهماسب صفوی در اثنای ملاقات او فرمود .

و ظمهورکرامات دیگر و تحصیل سند احادیث بروایات مختلفه ، از خدمت زبدةالمحدثین شیخ ابن حجر و غیره در حرین ، و یافتن جبه مبارک آنحضرت امام الامت ابوحنیفه کوفی در بغداد ، و صحبت شیخ المشائخ شیخ سلیم چشتی و اجازت طریقه ایشان ، و عطیات دیگر ، که تفصیل آن در — ثمرات الاشجار — است ، بهزاران هزار مرحمت و مکرمات الهی ، به کشمیر رسیده .

دران وقت بسبب شورش والیان اینجا — که بفساد مذهب ، ملک و دولت را بر باد کرده بودند و کشمیر محل حوادث و آفات شده بود — حضرت ایشان متوجه شده ، بظاهر و باطن سعی و مدد نموده ، ملک را بمردم اکبر پادشاه تفویض فرمود . و یعقوب خان چک — که از راه شقاوت ذاتی ، مصدر امور نا مشروع شده بود — بسزا رسید .

حضرت ایشان بعد اطمینان اصلاح شهر، برای حفظ دل خود، باز سفر حرمین اختیار فرمودند. در اندک زمانی معاودت فرموده، کتب تفسیر و حدیث و فقه — که درین شهر نبود — آوردند. مردم را مستفیض ساخته، شب پنجشنبه بعد عشای اخیر دوازدهم ذی‌عقده سنه هزار و سه (۱۰۰۳ هـ) رحلت فرمودند. — شیخ امم بود (۱) — تاریخش میشود — فخر الانام — شیخ الباطن — شیخ بکمال — نیز تاریخ است.

تصانیف آنحضرت در همه علوم بسیار است. از انجمله:

۱- تفسیر قرآن (که در غایت بحر و بسط و دقت است) اما بآخر نرسید.

۲- مسلک الاختیار.

۳- وامق و عذرا.

۴- لیلی و مجنون.

۵- مغاری النبوت.

۶- مقامات مرشد. (هر پنج نسخه مقابل خمس حضرت مولانا عبدالرحمن جامی است)

۷- مناسک حج.

۸- شرح صحیح بخاری.

۹- حاشیه توضیح و تلویح.

۱۰- تفسیر دو پاره آخر قرآن.

۱۱- روائح.

۱۲- شرح رباعیات .

۱۳- رساله اذکار .

خانقائی حضرت ایشان بسیارند بمحل خود مذکور میشود .

(۱۱۱-۱۱۰)

حضرت شیخ یعقوب در تاریخ او (ملا فیروز مفتی) فرموده . تاریخ :

از پی تاریخ، آن در دین وحید گفت : شد از بهر دین، ملا شهید

(۱۰۳)

۸۹۷۳

● تذکره حسینی : صرفی ، یوسف کنعان خوش حرفی ، شیخ یعقوب

صرفی . از اهل کشمیر بود . (یک شعر دار - ۱۸۶)

● گل رعنا : مولانا صرفی ، تخلص شیخ یعقوب کشمیری است . چون

در علم صرف علم یکتای می افراشت ، صرفی تخلص اختیار کرد . مجمع فضل و کمال و خلیفه شیخ حسین خوارزمی بود .

بشرف زیارت حرمین شریفین رسیده . و سفر بسیاری در لباس مشیخت

نموده ، بصحبت علمای عرب و عجم فائز گردیده . فراوان فوائد اندوخت ، و رخصت ارشاد و هدایت یافت .

صاحب تصانیف عالیه است . رسائل متعدد در معما ، و تصوف ، و سائر

علوم تصنیف کرده . همایون پادشاه و اکبر پادشاه را در خدمت او اعتقاد

درستی بود . بذل و ایثار بسیار مینمود . شیخ عبدالقادر ، صاحب تاریخ بدایونی

(منتخب التواریخ) احوالش در جرگه فضلا و هم در شعرا ، بخوبی مینویسد ، و

میگوید : -- بتاریخ دوازدهم ذی القعدة سنه ثلث و الف (۱۰۰۳ هـ) از حبس عالم فنا

رها شد ، و - شیخ امم بود - تاریخ یافتم (انتهای) . شیخ با وصف علم و فضل

فکر سخن میکرد. ازوست :

بر رخ فگند چاشت ، که آن مه نقاب را
از تو تمیا پیرس و زان خاکه در پیرس
خالت ، از فکر بران گوشه ابرو بنشت
مشکن ای غم ! دل مارا و مبین ، کان دل کیست
گر بکوش گذری ، پای ز سر باید کرد
در هر چه بینم ، آن رخ نیکوست ، جلوه گر
خلقی بهر طرف شده ، سرگشته بهر دوست
پیش از زوال ، شام رسیده آفتاب را
خاصیتش ، بمردم صاحب نظر. پیرس
هر کجا گوشه نشینی است ، درونگری هست
دل ما هست ، ولی بین که ، درو منزل کیست
قصه کوتاه ، ز سر خویش گذر باید کرد
در صد هزار آئینه ، یک روست جلوه گر
وین طرفه تر ، که دوست بهر سوست جلوه گر (۱)
(۶۵۲-۶۵۴)

شیخ یعقوب صرفی در حق او (قادری شیخ عبدالقادر بداؤنی) گوید :

از دوانسی بداونسی بسی شک
در فنمون فضیلت است فنزون
بس دلیل زیادت معنی
که بنایش بصورت است فنزون
(۹۳۹)

● صف ابراهیم : شیخ یعقوب صرفی کشمیری ، از مشائخ صوفیه ، و افاضل علوم رسمیه . در علم حدیث شاگرد شیخ ابن حجر ، و در فن شعر استاد شیخ محسن فانی بود . مثنوی خمسه و رسائل متعدده در معما دارد . و در علوم شعر ، از معاصران پای کمی نمیدارد .
و در کشمیر با دستگاه بسیار خانقاه عالی بنا نهاده و اندوخته خود را ، بصرف جود و ایثار داد .

همایون پادشاه در خدمت او اعتقاد بسیاری داشت . سال هزار و سیوم (۱۰۰۳هـ) جهان گذران را گذاشت . ازوست :

ز ضعف تن ، عجب حال است ، بیمار محبت را
که نتواند کشید از نیا توانی بار صحبت را
(۲۲۵ الف)

شیخ یعقوب از خطه کشمیر بود دیگر احوالش بر اقم نرسیده .
(۳۸۰ ب)

● شمع انجمن : صرفی شیخ یعقوب کشمیری ، یوسف کنعان خوش حرفی است . عالم کامل و صوفی مشرب بود . اکثر مشائخ عرب و عجم را در یافته ، و بزیارت حرمین شریفین سعادت اندوخته . سند حدیث از شیخ ابن حجر مکی مفتی مکه حاصل کرده . و بدرگاه اکبری مقبول و محترم زیسته . در (۱۱۰۳هـ) بجانب کشمیر رفت ، همانجا مرحله آخرت پیمود . در آخر عمر ، تالیف تفسیری شروع کرده ، لیکن اتمامش ننموده . شاعری دون رتبه اوست .
(در شعر دارد ۲۵۵)

● تاریخ نظم و نثر زبان فارسی : شیخ یعقوب صرفی کشمیری ، از مشائخ معروف صوفیه هندوستان ، و خلیفه شیخ حسین خوارزمی — پیشوای معروف طریقه نقشبندی — بوده . سفر بسیار کرده ، و بسیاری از مشائخ آن زمان را ، دیده بود . و ازیشان رخصت هدایت گرفته . و مریدان بسیار در همه جا ، و مخصوصاً در کشمیر داشت . و در آگره (؟) خانقاه او ، در زمان جلال الدین محمد اکبر ، رونق بسیار داشت ، و همایون پادشاه و اکبر بوی بسیار احترام میکردند .

و سر انجام در ۱۲ ذی القعدة (۱۱۰۳هـ) در گذشت و تاریخ رحلت وی را — شیخ امم بود — یافته اند .

وی از دانشمندان نامی زمان خود بوده ، و در شعر مهارت کامل داشته ، و خمسه ای ساخته ، و رسائل چند در معما نوشته . و رباعیات و شرح رباعیات در تصوف دارد ، و نیز تفسیری بزبان فارسی نوشته است ، در غزل هم دست داشته است .
(۲۴۰ . ۱)

شیخ یعقوب بن خواجه حسن گنائی عاصمی کشمیری، متخلص بصرفی، از مشاهیر صوفیه حنفی قرن دهم بود. و در نهمصد و هشت (۸۹۰۸) ولادت یافت، و در هرات از شاگردان ملا محمد - شاگرد عبدالرحمن جامی - بود، و او بوی - جامی ثانی - لقب داد.

و پس ازان، بعبادت و ریاضت پرداخت، و نخست بامیر سید علی همدانی ارادت میورزید، و سپس در حلقه اصحاب شیخ کمال الدین حسین خوارزمی در آمد. و برای درک خدمت او، از کشمیر بسمرقند رفت، و بیرون دروازه شهر، در خانقاه او اقامت کرد، و پس از چندی - که در خدمت او بود - اجازه ارشاد و خلعت بوی داد، و او را مامور کشمیر کرد.

و پس از چندی، که مردم را ارشاد میکرد، دوباره بدیدار مرشد خود بسمرقند و از آنجا با او بحج رفت. و در بازگشت از آن سفر، در مشهد بدیدار شاه اسمعیل رسید - که در آن موقع در کشتن اهل سنت مبالغه میکرد - و در برابر خوارق عادت، که شاه ازو دید، بدو معتقد شد و او ویرا از کشتن مردم منع کرد.

و از آنجا ببغداد رفت. و ابن حجر، جبه ابو حنیفه کوفی را، باو داد. و در آن جا با شیخ سلیم فتح پوری چشتی دیدار کرد و وارد طریقه چشتی شد. و پس از سفرهای چند بکشمیر بازگشت. و در واقع فتح کشمیر بدست جلال الدین اکبر، بیاری آن پادشاه برخاست، چون یعقوب خان چک حکمران کشمیر، شیعه متعصب بود. بار دیگر عازم حج شد، و پس از یکسال بازگشت.

و سر انجام در شب پنجشنبه ، ۱۲ ذی القعدة (۱۰۰۳ هـ) پس از نماز عشا در گذشت .

يعقوب صرفی در نظم و نثر فارسی ، از بزرگترین صوفیه هندوستان بوده ، در شعر گذشته از — دیوان غزلیات — و — مجموعه رباعیات — و — وامق عذرا — و — لیلی و مجنون — تنبع خمسة نظامی کرده . و منظومه ای شامل فتوحات رسول ، بنام — مغازی النبی — سروده ، و در نثر — شرحی بر صحیح بخاری — و کتابی در — تفسیر — و — مسلک الاخیار — و — مقامات مرشد — و کتابی در — مناسک حج — و — حاشیه بر توضیح و تلویح — و تفسیر دو جزء آخر قرآن — و — روایح شرع — و — رساله اذکار — از او مانده است .
(۱ : ۲۷۲)

يعقوب صرفی کشمیری ، در (۹۶۲) با شیخ سلیم ، پیشوای چشتیان هندوستان ، بحج رفته . و درین سفر از ابن حجر مکی ، مفتی مکه ، اجازه روایت حدیث گرفته است . خمسة او بنام — پنج گنج — شامل مثنویهای — مقامات پیر — و — وامق و عذرا — و — لیلی و مجنون — و — مغازی النبی — و — مسلک الاخیار — در برابر مخزن الاسرار ست . و دیوان اشعار خود را نیز فراهم کرده است .
(۲ : ۸۲۹)

● تذکره علمای هند : شیخ یعقوب صرفی تخلص کشمیری خلف شیخ حسن گنائی عاصمی ، از اکابر کشمیر بود . در ... سد و هفتاد و هشت (۸۹۷۸) (۱) هجری ولادت یافته .

در حوادث سن آثار فطانت و تیز فہمی و بزرگی از پیشانی او ظاهر بود .
در ہفت سالگی فضیلت حفظ قرآن مجید دریافتہ . علوم متعارفہ بخدمت مولانا
محمد شاہ آنی — تلمیذ مولانا عبدالرحمن جامی — و نیز بخدمت ملا نصیر اکتساب
نمودہ ، و زیارت حرمین شریفین شرف اندوز شدہ . از شیخ حسین خوارزمی
تعلیم باطن و سند حدیث از شیخ ابن حجر مکی گرفتہ . و در لباس مشیخت
سفرہا کردہ ، و اکثر از عظمای مشائخ غرب و عجم را ملازمت نمودہ ، فوائد
کثیر اندوختہ ، رخصت ارشاد و ہدایت یافت . مریدان وی بسیار بودند .

شب پنجشنبہ دوازدم ذی قعدہ سال یکہزار و سہ ہجری (۱۰۰۳ھ)
رحلت فرمود . تصانیفہ :

- ۱- تفسیر قرآن مجید ناتمام .
- ۲- مسلک الاخیار .
- ۳- مثنوی وامق و عذرا .
- ۴- مثنوی لیلی مجنون .
- ۵- مثنوی مغازی النبوی .
- ۶- مقامات مرشد . (این ہر پنج کتب مقابل خمسہ مولانا جامی گفتہ)
- ۷- مناسک حج .
- ۸- شرح صحیح بخاری .
- ۹- حاشیہ توضیح تلویح .
- ۱۰- حاشیہ رواہ .
- ۱۱- حاشیہ رباعیات .
- ۱۲- رسالہ اذکار وغیرہا .

● پارسی گویان کشمیر: صرفی یعقوب، فرزند میر حسن گنائی. بسال (۱۵۲۱ میلادی) در شهر سرینگر چشم بجهان کشود. خانواده گنائی خاندان فضلا و علما بشمار می آمد. از کودکی آثار متانت و تیز بینی و ادراک و بزرگی در یعقوب هویدا بود، و در هفت سالگی قرآن مجید را حفظ داشت. در شعر بشاگردی ملا محمد آبی ختلافی، شاگرد مولانا جامی، در آمد. و تخلص صرفی را از وی گرفت. استادش وی را — جامی ثانی — خطاب میکرد.

در سن نوزده سالگی از کشمیر بسوی خراسان عزیمت نمود، شیخ حسین خوارزمی ویرا به مریدی پذیرفت. پس از مسافرت های طولانی در هند و ایران، به کشمیر باز گشت و بتدریس پرداخت.

بسال (۱۵۹۵ میلادی) در سن هفتاد و پنج سالگی (۷۵) جهان را بدرود گفت. مقبره او تا کنون در — زینه کدل — موجود است.

صرفی، از نظر شعر فارسی، در کشمیر مقام — نظامی — را دارد. وی اولین شاعر پارسی گوی کشمیری است، که خمسة به مقابل — خمسة نظامی — گفته است. مثنویهای او عبارت اند از:

- ۱- مسلک الاخبار.
- ۲- وامق و عذرا.
- ۳- مغازه النبى.
- ۴- مقامات مرشد.
- ۵- لیلی مجنون.

بعلاوه، یک دیوان مشتمل بر غزلیات و رباعیات از وی برای ما باقی

مانده است . شعرای متأخر کشمیر، که اغلب صوفی بودند، از صرفی تقلید کرده اند .

صرفی چندین کتاب نثر برشته تحریر کشیده ، از آن جمله اثری است ، بنام — روائح — که در مقابل کتاب — لوائح — جامی نوشته شده ، و یک نسخه آن نزد متولی خانقاه وی موجود است ، و طبق روایتی که در محل بگوش میرسد ، بخط خود استاد می باشد .
(۸ - ۹)

● رشحات کلام صرفی : اطلاعات ذیل را از — کتاب رشحات کلام صرفی — اقتباس کرده ، داده میشود :

ولادت و خانواده و نسب

در سال (۹۲۹هـ) بدنیا آمد . از کلمه — شیخ جیو — سال بر میآید . پدرش حضرت شیخ میر حسن گنائی بود . و در دوره سلطنت شهمیری ، منصب امرائی داشت و بلقب — شیخ الامم — معروف بود .

نام خانوادگی — گنائی — به این جهت بود که ، در لغت کشمیر گنائی دبیر و محرر و عالم را میگویند . و اکثر افراد این خاندان علما بودند و بدارالانشاء دولتی نیز متعلق میبوده اند . و این خانواده را عاصمی نیز گفته میشود ، زیرا که نسب ایشان بحضرت عاصم بن امیرالمومنین سیدنا عمر ابن الخطاب (رضی الله عنه) میرسد .

حضرت شیخ بابا داؤد خاکی (۱) خلیفه سلطان العارفین شیخ حمزه

۱- بابا داؤد خاکی (۹۲۸-۹۹۴هـ) مرید و خلیفه سلطان العارفین شیخ حمزه کشمیری مصنف — ورد المریدین — و — شرح دستور السالکین — و — شرح قصیده لایه — رک : خاکی (ص ۲۲۰)

مخدوم ، برادر خاله زاد شیخ یعقوب صرفی بوده .

مورث اعلی این خانواده ، امیر مجد در عهد شهمیریان بکشمیر وارد شد و نفوذ بسیار پیدا کرد . فرزند او میر با یزید پسری داشت میر مجد علی گنائی ، و او دو پسر پیدا کرد، میر مجد حسن و میر مجد حسین .

میر مجد حسن هفت پسر داشت بنام ، میر کمال ، میر یعقوب ، میر مجد شریف ، میر نوروز ، میر مجد ، میر ابراهیم ، میر حیدر . مولانا صرفی پسر دویم بود . مولانا صرفی درباره خانوادگی خویش در — مغازی النبی — اشعار سروده است :

پدر و برادران

بگویم دلا ! بعضی از حال خویش
پدر، کز منش باد، خوشنود روح
حسن نام او همچو اخلاق او
بکار جهان بوده است از ملوک
بمعنی و صورت فضیلت شمار
علوم که، کسبی است، آموخته
همه هفت تن بوده او را پسر
را زان میان بود، حد وسط
کمالش بهر فن و نامش کمال
ز من خورد تر آن بفطرت لطیف
ازو خورد تر شاه نوروز نسام
پس از وی مجد ، که آمد بمن
بصورت ، مرا او برادر، و لیک
پس از من، بجای من، او هست پس
ابراهیم ، ازو خورد تر آمده
ازو خورد تر، حیدر نیک خو

ز حالی که، بر من گذشت است پیش
بروحش ز حق ، صد هزاران فتوح
کف واصفان کوتاه از طاق او
براه خدایش قدم در سلوک
دلش گنج اسرار پرورده گار
کلمات وهبی ، هم اندوخته
چو، هفت اختر آسمان، جلوه گر
کلانتر ز من بود یک کس فقط
کلماتش افزون ز حد مقال
که نسام وی آمد مجد شریف
بسکب کلمات عالی مقام
از انجمله هم صحبت و هم سخن
بمعنی مرا اوست ، فرزند نیک
نبرد این سعادت، جز او، هیچکس
ز اسرار دین با خبر آمده
فرشته خصال و ملک خوی او

راجع به شاعری

چسو در سال هشتم نهادم قدم ز طبعم روان گشت شعر عجم
پدر کردی اصلاح اشعار من دران کار بودی، مددگار من

درس و استادش مولانا محمد آنی

سپرد است انگه مرا باینکه که بود است از اولیا بی شکی
محمد و را نسام آنسی لقب ز جامی گرفته فنون ادب
فن تمییه، بردم از وی، بکار بنوعی که گشتم دران نامدار
معما که فکریست نزد خرد بدیهه همین گفتمی بی عدد
بسن صغیرم نکرده نظر مرا در تصوف شده راهبر
شدم در علوم دگر بهر گیر ز ملا روضی و حافظ بصیر (۱)
من و والد من مربای او بجان بنده خاص و مولای او
ازو، علم صوفیه، آموختم دقیقات عقلیه، اندوختم
فن منطق و اصطلاح و کلام بدیع و بیان و معانی تمام
روضی، آن بسی شان و فضلش شگرف مرا فقه آموخت هم نحو و صرف

سفر سمرقند و حضرت شیخ کمال الدین حسین خوارزمی

صرفی از کشمیر رخت سفر بر بست و بعزم سمرقند راه گرفت. از
همراهیان او برادرش میر نوروز، یوسف برادر رضاعی، بوته صوفی، و شیخ
بهرام بودند. در سیالکوت با مولانا محمد و در لاهور با ملا قاضی صدرالدین
در کابل با ملا محمد امین لاری، صحبتها کرد. و از راه بدخشان بلخ و غور
در سمرقند رسید، و آنجا بدست حضرت شیخ کمال الدین حسین خوارزمی بیعت
کرد و تمام مقامات روحانی آنجا طی کرد و بمقامی رسید که خود میگوید:

تعجب مکن، گر مرا نیز، پیر در اندک زمان ساخت، روشن ضمیر
چه روشن ضمیری، که روی زمین شد از پرتوم، روشنای گزین

۱- درسگاهش در محله خنده بون نوا کدل سرپنجر بوده. بابا داؤد خاکی و ملا شمس الدین
و غیره از همان درسگاه بودند.

سلسله طريقت کمال الدين حسين

سيد الانبيا حضرت محمد مصطفوى (صلی الله عليه وسلم) ، امير المؤمنين حضرت
 على المرتضى (كرم الله وجهه) ، حضرت شيخ حسن بصرى ، حضرت خواجه
 حبيب اعجمى ، حضرت شيخ داؤد طائى ، حضرت شيخ معروف کرخى ،
 حضرت شيخ سرى سقطى ، حضرت شيخ جنيد بغدادى ، حضرت ابو على
 رودبارى ، شيخ ابو على کاتب مصرى ، شيخ ابو عثمان مغربى ، شيخ ابوالقاسم
 گرگانى ، شيخ ابوبکر نساج ، شيخ احمد غزالى ، شيخ ضياء الدين ابوالنجيب
 عبدالقادر سهروردى الکبرى ، شيخ عمار ياسر ، شيخ ابوالجناب احمد بن عمر
 الخيوى المشهور به ولى تراش ، شيخ نجم الدين ، شيخ رضى الدين على ابن
 لالا غزنوى ، شيخ جمال الدين احمد ذاکر جورفانى ، شيخ عبدالرحمن اسفرائنى ،
 شيخ ابوالمکارم شيخ رکن الدين علاء الدوله سمنانى ، شيخ شرف الدين محمود
 بن عبدالله المزدقانى ، حضرت امير کبير سيد على ابن شهاب الدين الهمدانى ،
 حضرت خواجه اسحق ختلانى ، امير عبدالله برزش آبادى ، شيخ رشيد الدين
 بيدوازى ، شيخ حاجى محمد خبوشانى ، شيخ کمال الدين حسين خوارزمى .

شيخ يعقوب صرفى ، خواجه حبيب الله نوشهري ، شاه قاسم حقانى ،
 خواجه يعقوب دارولى ، خواجه حبيب الله عطار ، شيخ اکمل الدين ميرزا محمد
 کامل بيگ خان بدخشى ، شيخ نعمت الله ، شيخ حاجى عبدالسلام قلندر ،
 شيخ فخر الدين عبدالوهاب نورى (١) ، شاه فضل الله نورى ، شاه اسدالله
 نورى ، شاه عظيم الدين نورى ، شاه محى الدين نورى ، شاه محمد على نورى ،
 پير محى الدين نورى (سجاده نشين فعلى)

١- از خانواده صرفى نيبره برادرش مير محمد اسماعيل ابن مير محمد اسحاق را مرشدش لقب نورالله
 داده بود ، و ازين جهت به نورى موسوم ميباشند .

علمای مکه ، سند علوم و تبرکات

صرفی وقتیکه بمدینه و مکه رفت ، از علمائی آنجا نیز استفاده کرده است . از استادان وی اند ، علامه ابن حجر مکی ، مولانا شیخ عبدالعزیز ، شیخ حسن مکی ، و شیخ فتح الله مدنی که در زمان خود در فقه و حدیث و تفسیر نظیری نداشت . و در همین سفر تبرکات بقرار ذیل حاصل کرد :

از بغداد : کلاه حضرت با یزید بسطامی

از مشهد : عصای حضرت امام رضا

از گجرات : جبه امام ابو حنیفه

ملاقات با علماء و صوفیاء وقت

در همین سفر، صرفی را با علما و صوفیا ملاقات و صحبت بدین قرار دست داد .

در کابل : میر محمد عرب ، سید میر عبدالله ، قاضی ابوالمعالی ، مولوی خورد ، علامه محمد امین لاری .

در بدخشان : شیخ محمد علی ، درویش محمد امین قندوزی ، شیخ شمس الدین دشتکی .

در رستاق : شاه یوسف مجدوت .

در بلخ : شیخ محمد زاهد بلخی ، حاجی دوست محمد خان .

کولاب ختلان : بر مزار حضرت امیر کبیر سید میر علی همدانی سه ماه معتکف بوده ، و میگوید :

مشفوع شده این فقیر حقیر بطوف مزار امیر کبیر

و آنجا از خواجه مکنكى و مجد پنه دوز بخارائى اجازه سلسله
نقشبنديه حاصل كرد .

نارنول : شيخ نظام الدين نارنولى ، قاضى مجد صالح ، علامه شاه ابوالخير
و شيخ سلطان او بهى .

فتح بود : شيخ سليم چشتى .

مرهند : امام احمد ربانى مجدد الف ثانى (۱) .

وفات

مولانا صرفى بتاريخ ۱۲ ذى قعدة ۱۰۰۳ هـ ازین جهان فانى بسرائى
جاودانى شتافت ، و در خانقاهى كه براى خود ساخته بود و نزد زينه كدل
است ، دفن شد . و این محله بنام — محله ایشان صاحب — معروف است .
خواجه حبيب الله نوشهروى كه مرید و خلیفه خاص ایشان بود تاریخ گفت :
بهر تاریخ نقل رهبر دین اول و آخر چراغ بین

۱۰۰۳ هـ

لیس كمثلہ شیء (۲) — فخرالانام — شیخ امم بود — شیخ الباطن — نیز
كلمات تاریخ است .

تالیفات در شرح حال

دو كتاب در شرح حال مولانا صرفى نوشته شده :

(۱) فتحیات كبرویه : از شیخ عبدالوهاب نوری

(۲) سیاحت صرفى منظوم : از خواجه حبيب الله نوشهروى

روضۃ الابرار ، ثمرات الاشجار ، وجیز التواریخ ، نیز شرح حال مولانا
صرفى دارد .

تصانیف

تصانیف مولانا صری بقرار ذیل دیده میشود . در نثر :

- ۱- مطلب الطالبین : تفسیر در عربی دو پاره آخر کلام مجید .
- ۲- شرح بخاری : تفسیر و تشریح احادیث بخاری .
- ۳- مناسک الحج : مسائل حج از روی قرآن و حدیث .
- ۴- حاشیه توضیح و تلویح : (علامه تفتازانی) مفصل و استادانه .
- ۵- اربعین : احادیث در اوصاف اهل بیت و خلقای راشدین .
- ۶- کثر الجواهر : در فن تعمیه .
- ۷- ید بیضا : معنیات خویش و شرح آنها .
- ۸- ثلاثیات بخاری : شرح .
- ۹- تقریظ بی نقط بر سوا طع الالهام فیضی فیاضی (عربی) .
- ۱۰- روائح : جواب لوائح جامی . (مطبوعه در سال (۱۳۲۳هـ) نولکشور لاهور)

تصنیفات در نظم بدین قرار دارد :

خمسه

- (۱) مغازی النبی : بجواب سکندرنامه نظامی و خردنامه اسکندری جامی و هفت پیکر خسرو . اشعار (۳۳۸۰) ، سال تصنیف سنه (۱۰۰۰هـ) .

چو کردم طلب سال ختم کتاب مرا گفت پیر خرد در جواب
 طلبگر تو خواهان این مطلبی ز حرف دوم از مغازی النبی
 از حرف دوم (غ) عدد یکهزار بر میآید .

(۲) مسلک الخیار: بجواب معزن الاسرار نظامی: تحفة الاحرار جامی و مطلع الانوار خسرو.

در این مثنوی، صرفی بیست مجالس با مرشد، در بیان اسرار و رموز تصوف نوشته است. تعداد اشعار (۲۰۵۳) سال تصنیف از نام مثنوی — مسلک الاخیار — برمیآید.

۸۹۹۳

مسلک الاخیار چو کردم رقم نام رساله شد و تاریخ م

۸۹۹۳

(۳) وامق و عذرا: بجواب شیرین و خسرو نظامی، یوسف زلیخا جامی. تعداد اشعار (۳۶۰۲). سال تصنیف (۸۹۹۳).

بختم نامه صرفی دید لایق که تاریخش بود معشوق و عاشق

۸۹۹۳

در سال (۱۳۱۸هـ) در مطبع نولکشور لاهور چاپ شده است.

(۴) لیلی و مجنون: تعداد شعر (۲۶۰۲) - سال تصنیف (۸۹۹۸)

در خاتمه سخن طرازی تاریخ تو، شرح مشقباتی

۸۹۹۸

(۵) مقامات مرشد: در ضرورت مرشد و در مسائل تصوف و اسرار روحانی.

تعداد اشعار (۳۵۰۰) - سال (۱۰۰۰هـ):

سال تاریخ ختم این نامه خواستم تا نویسدش خامه
گفت باینده، طبع نادره گو: از، مقامات راه پیر، بجو

۱۰۰۰هـ

منظومات

(۱) قصائد: صرفی در مدح حضرت امیر کبیر سید علی همدانی و حضرت

شیخ کمال الدین حسین خوارزمی و در مدح اولیای دیگر
قصائد غرا سروده است ، که تعداد آنها پنج صد گفته
میشود .

(۲) دیوان : دیوان ایشان دارای (۸۵۰) غزل هست . که تا حال بچاپ
نرسیده و نسخ خطی آن در سرینگر یافته میشود ، مثلاً :
کتابخانه اداره تحقیقات علمی سرینگر دارای دو نسخه
است . پیر محی الدین نوری سجاده نشین یک نسخه دارد .
حبیب الله کامل یک نسخه دارد .

محمد طیب صدیقی مؤلف — رشحات کلام صرفی — یک
نسخه دارد .

● انتخاب کلام صرفی : (۱)

این مقامی است که ، فی صبح و نه شام است اینجا
کفر و دین را ، نرسد دست به طاق در دیر
عشق برتر بود ، از پختگی و خامی عقل
یار آگه ز محبان ، که ره دل بدل است
جای که ، نهان خانه ما گم شدگان است
(صرفی) دل ما ، زنده جاوید ، بر عشق است
روزی که ، کرده ایم ستم هاش را ، حساب
چو جان ماست ، در هر جا که سازد جلوه گاه ، آنجا
چرا گشتی جدا ، چون دیده و دل ، هر دو جای تست
من غم دیده را ، در بزم عیش گلرخان ، ره نیست
بکسوی دوست ، خون عاشقان بیگانه ریزند
جان در تنم ز کوی تو ، ای سیمین جدا
(صرفی) ! تو خود جدا نشوی زان صنم ، ولی
غیر از جگر چه میخورم ، اکنون که کرد عشق
چون بر زمین نیافتمست ، ساختم روان
ز ضعف تن ، عجب حالی است بیمار محبت را

روز و شب روشنی از ، پر تو جام است اینجا
چه حد بتکده و کعبه کدام است اینجا
خام چون پخته شود پخته چو خام است اینجا
نه ره قاصد و نی راه پیام است اینجا
آنجا نبود ، نام و نشان نام و نشان را
از زندگی ما ، چه خبر ، مرده دلان را
دانسته ایم محسنت روز حساب را
بدن را اعتباری نیست ، خواه اینجا و خواه آنجا
پیا بشین ز راه لطف ، گه اینجا و گه آنجا
ولی شادم که ، باری ناله من برد راه آنجا
مگر جز بیگناهی نیست ای (صرفی) گناه اینجا
همچون مسافری ، که بود ، از وطن جدا
سازد بصد بهانه ات ، از خویشتن جدا
از خزان غم حواله به من ، این نوا را
در جستجوی تو ، به فلک آه و ناله را
که نتواند کشید از ناتوانی بار صحبت را

مهرس از اهل تقوی لذت جسام مثنی عشقش
ای بگوش تو، حدیث بسی غمان، بجا ساخته
گر نگهدارم دل خود را، ز چشم مست تو
نظاره تو، رهبر من شد بسکوی عشق
از بسکه خون ز دیده غمیده ریختم
آرزو داری که، بوسی (صرفیا) خاک درش
بهر جای که بینم قامتش را جلوه گر آنجا
چو سوس جلوه گاهی او روم، حالی عجب دارم
بکوی رفت دل، جان نیز خواهد رفت دنبالش
محبان را نه دل میماند و نی جان و خان و مان
راجع بگجرات گوید :

به صحرائی عدم، افتاده ام، در منزل اول
اگر گجرات و منزلهاش میبینی، نمیخواهی
غلام هندوی خالت شونده، ای شوخ گجراتی
به شهر احمد آباد است، در هر کوچه بازاری
برو در احمد آباد و بهر جانب تماشا کن
تماشای، بتیان احمد آبادم، تمنا بود

درافشان چشمش ای (صرفی) است حاجت نیست چون (حافظ)

که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریسا را

ازین لبها چه حاصل، گر نگیرم کام ازان لبها
که نام بر زبان میرانی و میسوزدت لبها
ساقیا بر خیز در ده جام را
خاک بر سر کن غم ایام را
کس نداند (صرفیا) انسجام را
آفرید، آن فستنه ایام را
نیست آرامی درو آرام را
وگرنه، آرزوی آمدن نبود مرا
وگرنه (صرفی) ازین زیستن چه سود مرا
قرار و صبر نبود، طریقه ایوب
ولی، منم به تو در عالم وفا منسوب
اگر مدد نه رسیدی، ز جانب محبوب
ازین سیل فنا ویران شود کاخ جهان یارب

نه مقصودم لب جامی و نی مقصد لب جوی
چه تاثیر است سوز سینه ام را، بنگرای همد
از کشاکش های دهر، افسرده ایم
خاک راه عشق گسوده، شاد باش
ردن است، آغاز کار عاشقتی
خواست چون ایزد، بلای عام را
بسکه دل، در اضطراب افتاده است
هوايت، از عدم آورد در وجود مرا
غرض ز زیستن مردن است، در غم او
اگر به محنت عشق تو، مبتلا بودی
اگرچه، کار تو نعمت بمن ستمگاری، است
چگونه، طاقت بار محبتت، بودی
بنای غم، ز اشکم گرته ویران، در جهان گردد

جانم از گرمی شوق تو، خراب است و خراب
 شیوه تو ز سر ناز، عتاب است و عتاب
 از تو یک غمزه خونریز جواب است و جواب
 گر بجانان بدهی جان، عوض جان مطلب
 حسن را بین و ازین طائفه احسان مطلب
 این متاعیست گرانمایه، تو ارزان مطلب
 یسار ب که نیما بند رقیبان خبر امشب
 بر آور (صرفیا) دستی که هنگام مناجات است
 چون این، هم از وی است به سودا چه حاجت است
 چنان پر است کسه گنجایش تنها نیست
 که حاجتش به خریداری زایح نیست
 دولت جاوید را انجام نیست
 کمتر از صبح سعادت شام نیست
 در خور عشقهای ما این دام نیست
 در ره این کعبه جشای گم نیست
 بسی نشانان رخت را نسام نیست
 یک دل بیقسم، درین ایام نیست
 مرشد من غییر پییر جام نیست
 ورنه بی وجهی مرا زین گونه پیچ و تاب نیست
 بدین بهانه سرا آزمودنم هوس است
 حکایتی، ز لب او شنودنم هوس است
 که باسگان تو، خود را نمودنم هوس است
 ولی هزار دگر هم فزودنم هوس است
 در اصل راه قیس و ره کوهکن یکی است
 آواز چند و نفصه مرغ چمن یکی است
 سرمه و خاک ره تو، بنظر هردو یکی است
 در ره عاشقیم نفع و ضرر هر دو یکی است
 خاک آن رهگذر و افسر و سرهرمه یکی است
 آباد کشوری که درو، پادشه یکی است
 اهل گننه بیرون ز شمار و گنه یکی است
 رهرو اگر هزار هزار است ره یکی است

دل از آتش عشق تو، کباب است و کباب
 پیشه ما ز ره عجز، نیاز است و نیاز
 یک نگاه ز دو چشم تو، سوال است و سوال
 نیست سوداگری، آئین شصیت، یعنی
 گم سرا میل تماشای رخ خوبان است
 نقد جان داده، غم عشق بتان، میطلبی
 (صرفی) و سرش در قدم یار شب وصل
 سحرگاه است و می آید نسیم گلشن کویش
 خواهیم جان فروخت بیک غمزه اش. ولیک
 دل که، جز الم عشق را درو جدا نیست
 به حسن گرمی بازار یوسف است چنان
 نیست درد عاشقی در میان پذیر
 تیره روزان جبهان عشق را
 وصل جانان بر تر است از سعی ما
 کس بزور پا بکویش ره نبرد
 قیس را مجنون شد از لیلی لقب
 در غمش تنها دل من، خون نشد
 جام می صرفی ز دل، زنجم زدود
 رشته جان را با تار زلفش صد گره
 نیاز میکشد، اما بزمزه میگوید:
 حدیث شهد و شکر چند گوئی، ای طوطی
 فگنده طوق وفایت بگردن، آمده ایم
 هزار غم بدل من ازوست ای (صرفی)
 فرق است در مشارب اهل جنون، ولی
 (صرفی) خمش نشین که بویرانه جهان
 ای که، خاک ره تو، سرمه اهل نظر است
 ضرر جان من از غمزه تو، قفع من است
 (صرفی) افتاده سر تاجوران در ره دوست
 ملک دل از، دو چشم سیه پیشه ات، خراب
 جز عاشقی گناه محبان نیامده
 ره نیست سوی کعبه جان، جز طریق عشق

روی دل من است ، بسوی خجیب من
 دلم یکی وزبانم یکی و کار یکی است
 بباغ دلبری ، از قنات سببی قدان
 چگونه شرح بلاهای خود ، توانم کرد
 گریه شادی شب دیدار جانان ، داشت شمع
 آرزومندی که وصلت چاره ساز او نشد
 روز من ساخت تیره ، آن خورشید
 دندان تو سین آمده و زلف تو لام است
 گر خون جگر میخورم از هجر ، حلال است
 امروز ، غلام خودم آن شاه بتان ، خوانند
 زین گونه که بخت سیمت تیرگی آورد
 آن گل نورس که (صرفی) بلبل شیدای اوست
 ای خوش آن روزی که خواهی کرد قصد قتل من
 صرفی از چشم ترم برخاست طوفان بلا
 دل جمع شد ، آن مه چو قدم ماند بدیدم
 گویند ، چرا این همه غمگین و حزینی
 به عشق کوش ، گر آزادگی هوس داری
 شوخ چشمی آمد و صد فتنه برپا کرد و رفت
 آمد از بهر شکست رونق خوبان شهر
 غمزه اش هم جانستان و ناز او هم دلستان
 سرو ناز ما ، بلای جان ما گشت و گذشت
 بکویت روز و شب افتاده بودن ، آرزو دارم
 نشانی گر نباشد از رخ خوبت در آئینه
 اگرچه آهوی چشم بتان ، شیر افکن است ، اما
 اگر فرسنگها بیرون کنی زان کوی (صرفی) را
 توشه حسنی ز خوبان بنده ات
 زاهد از (صرفی) نصاب خود مخواه
 شب فراق توام مونس و یاری نیست
 اگر نه عشق تو وزم ، دگر چه کارکنم
 چو مبتلای بلای شب سیاه غمت
 بکنج هجر ، تنم بیقرار چون نبود

(صرفی) مرا بهر دو جهان ، قبله گه یکی است
 زبان من سخن از دل کند که یار یکی است
 نهالهست ولی سرو گلغزار یکی است
 اگر هزار بلا گویم از هزار یکی است
 ورنه ، پیش روی تو بی موجبی ، چون میگریست
 آخر از بیچارگی با درد هجران خو گرفت
 کار بخت سیاه کسرد و گذشت
 در کشور خوبی ز خدا بر تو سلام است
 و ر پاده کشم بی لب لعل تو ، حرام است
 خاقان جهانم بچنین روز غلام است
 (صرفی) عجبی نیست اگر ، صبح تو شام است
 یارب ! از باغ که خواهد بود ، از گلزار کیست
 قاتل من ! روز بسل ، عید قربان من است
 صد چو نوح و کشتیش حیران طوفان من است
 شک نیست که جمعیت دل ، در قدم اوست
 یاران ! غم بسیار من از ، لطف کم اوست
 غلام خسرو عشق از در کون آزادست
 عالمی را چون منی دیوانه شیدا کرد و رفت
 نیکوان شهر ما را خوار و رسوا کرد و رفت
 دلبر من آمد و تساراج جانها کرد و رفت
 باز چون شد جلوه گر ، صد فتنه پیدا کرد و رفت
 ولی اندیشه است از نازی و تندی خویت
 چه یاری برابر بودن او را با مه رویت
 بیک تیر نگاه تیز تو ، شد صید آهویت
 کمند جذبه ، گشته رشته جانش ، کشد سویت
 هر غلام تو ایسازی دیگر است
 عشقبازان را نسمازی دیگر است
 بجانم ، از غم هجران و غمگساری نیست
 که در جهان به ازین کار هیچ کاری نیست
 ز بخت تیره خود هیچ رستگاری نیست
 که جان غمزه را ، در تنم قرار نیست

جدا ز روی تو خلقی است دردناک ، ولی
 اگر چه بار غم اوست در دلت (صرفی)
 میخواستم که روزی ، باشی دوی دردم
 گر رغصت تو باشد ور خاطرت نرنجد
 من ز جان دلگیر و سمی تو به قبض جان من
 باده صافت ، صفای دل دهد ، ای شیخ شهر
 فرقتم مقصود اغیار و مرادم وصل دوست
 نوغزالی ساخت دلگیرم ز شهر و اهل شهر
 سر نهادن در ره تسلیم ، کار عاشقی است
 گر بخواهی نعره مستانه ، از (صرفی) شنو
 گله دارانی که در شهر اند ، میدانم همه
 ز تیغش سینه ام چاک و جگر خون و دل افکار است
 من دیوانه در عالم بنوعی گشته ام رسوا
 به اندوه و بلا عشقت خریدار است جانم را
 در ایام جمالت ، میکند کار اجل ، چشمت
 چو یاد اوست بدل ، خون بریز ز دیده ، نه اشک
 ببین که کاسه چشمم همیشه پر خون است
 بکنج انزوا و گوشه بدنامی افتادیم
 احمد آباد است ، و هر سو نازنینان فوج فوج
 خاکساران در ره خوبان فتاده خیل خیل
 گر درین شهرم نمائد دل بجا ، عیبم نکن
 شوخ چشم من فرستاده ، پی غارتگری
 تا بت من رهنزن دین مسلمانان شده
 خیل دلها را ، تعاقب کرده چشمش ، بسته بود
 شهبازان را به چوگان تکبر همچو گوی
 دل یکی بود و کبابش کردم از بهر غمی
 از ملائک نیست (صرفی) را بکوی دوست راه
 دردمندان ترا ، درد تو آمد ، قوت جان
 غلام هست آن رند میکشم ، ساقی
 تیغ تو به قتل تسا شده تیز
 مجردان ، برمی عاشقی ، چو گام نهند

چو من ، ز درد فراق تو ، دلفگاری نیست
 چه غم چو بردل کس از تو هیچ باری نیست
 شکر خدا که دیدم امروز همچنانست
 جو و جفای هجران یک یک کنم بیانت
 ای اجل ! تعجیل کن بهر خدا تاخیر چیست
 جام می در دست گیر ! این سببه ترویز چیست
 عاقبت (صرفی) نمیدانیم تا تقدیر چیست
 همچو مجنون خوی با آهوی صحرای خوش است
 در طریق عشق بازی ترک خود رای خوش است
 نغمه نسی را شنودن از دم نائی خوش است
 وان گل اندام سبی بسالا ، نمیدانم که کیست
 ولی میگوئیم با تو ، هنوزم کار بسیار است
 که رسوایان عالم را بسی چون از منی عار است
 متاعی بس فقیر است این عجب کان را خریدار است
 اجل را میتوان گفتن که ، در عهد تو بیکار است
 به آب ، پرورش نخل باغ من ، غلط است
 تپسی چو ساغر نرگس ایساغ من ، غلط است
 نه مارا با کسی و نی کس را هست با ما بحث
 بیدلان افتاده در دنبال ایشان فوج فوج
 خوبرویان داده رخس ناز جولان فوج فوج
 دلربایان بین ، بهر جانب خرامان فوج فوج
 خیل ناز و غمزه را در کشور جان فوج فوج
 رو سوی بتخانه آورده مسلمان فوج فوج
 چون شدند از رزم گاه او گریزان فوج فوج
 رانده رانده ، رائد ترک من بمیدان فوج فوج
 چون کنم کامد مرا زین گونه مهان فوج فوج
 بسکه گرد آن شب و روزند گردان فوج فوج
 در دیار عاشقی نبوده ، مداوا را رواج
 که ، نقد هر دو جهان داد ، در بهای قلع
 جائیکه اجل دوران نگنجد
 نخست ، بر سر خود پا ، درین مقام نهند

گر بکویش گذری، پای ز سر بایسد کرد
آخر کار توان دید رخ یسار، ولی
آنانکه، لذت غم درد تو یافتند
گر عیش کشتگان تو دافتند، زندگان
(صرفی) بسا کشان طریق محبتش
تا غمش سازد خلاص از عالم کثرت مرا
من ضعیف و ناتوان، بار محبت پس گران
دل، در کوی او رفته بشادی میخورد، غم را
مکن روی ارادت، سوی شیخ خالقه (صرفی)
مثال ای (صرفی) از بیماری تن
هزل عید، مگو بر فلک، هویدا شد
مرا که بسود تمنای وصلش، این عجب است
ز بهر عاشق زاری که، در کوی بنان افتد
بجانان کارم افتاد است و شد حال بسی مشکل
یاد آن روز که، بر دیده من جای تو بود
یاد آن روز که، منزل به دلم داشته
یاد روزی که، دماغ و دل ارباب وفا
یاد آن روز که، بودم به رهت خاک صفت
یاد آن روز که، درمان خود از وصل تو یافت
یاد آن روز که، چون وعده نگاهی کردی
بعد عمری دیشب، آن احوال پرسیدن چه بود
چون گنهگران، ز کوی خویشتن، راندی مرا
اگر گاهی بسوی بیدلان جانانم میبیند
مژده ای دل که، یسار می آید
شاد زی! بلبل خزان دیده
بسی زلفش مگر صبا آورد
در نظرسو میبایسد گردی
یاد ایامی که، چشم روشن از روی تو بود
یاد ایامی که، بودم در سجود عاشقی
یاد ایامی که، بر سر خاکساران ترا

قسمه کوتاه، ز سر خویش گذر باید کرد
اول از هر دو جهان قطع نظر باید کرد
نمی آرزوی عیش نه فکسر دوا کنند
بر زخم یک خدنگ تو، صد جان فدا کنند
از جان خود نشانه تیر باز کنند
تن بکاهد دل رباید غارت جانم کنند
قوتی بخشد غمش کین مشکل آسانم کنند
ازین سو می رود غمگین ازان سو شاد می آید
که پیر می فروشت، از پی ارشاد می آید
دلست بایسد که، بیماری نه بیند
کلید میکده گم گشته بود پیدا شد (۱)
که روز وصل، دو چندانم این تمنا شد
بلای گر نباشد بر زمین، از آسمان افتد
کسی حال مرا داند که، کار او بجان افتد
سرم چشم من از، خاک کف پای تو بود
سرو بستان دلم قدر دل آرای تو بود
عطر پرور ز سر زلف من سای تو بود
بر سرم، سایه اقبال ز بسالای تو بود
دردمند تو که، عمری به تمنای تو بود
(صرفی) دل شده گستاخ تقاضای تو بود
پس چو عرض حال خود کردیم، نشنیدن چه بود
جرم این بیچاره، غیر از عشق ورزیدن چه بود
نمیدانم که میبیند بسویم یا نمیبیند
دلبر غمگسار می آید
که کنون، نو بهار می آید
که بسی مشکبار می آید
مگر آن شهسوار می آید
توتیای دیده ام، خاک سر کوی تو بود
قبله ام روی تو و محرابم ابروی تو بود
سایه رحمت ز سرو قد دلجوی تو بود

یاد ایامی که، مقصود دل و مطلوب جان
یاد ایامی که، فارغ بودم از مشک و جیر
یاد ایامی که، بود آئینه رویت، به پیش
گر چه روزی چند دور افتاد (صرفی) از درت
بیک خرگاه جمعی از بختان لاله رخسارند
چنان کیز باد، باهم شاخهای گل، در آویزند
همه از باده ناز و شراب حسن مدهوش اند
اگرچه مست جام باده ناز اند پیوسته
غم، درین شهر از برای جستجوی من، رسید
هر کجا گرد آید از جانها و دلها لشکری
گر خرابست از جنون حال دل سودا زده
بزم میخواران بدور لعل او، گرم است لیک
بر گلوی خشک من، بنهاد تیغ آبدار
به دلم گرفته منزل، غم او که، جان ستاند
جفايش، لشکر درد و بلا بر من کشید، اما
بیاد، او چنان خود را فراموش کرده ام (صرفی)
ای خوش آنانکه ز کوفین، کناری گیرند
جمعی که بی نصیب ز دیندار مانده اند
بخدا، از تو رسیدم نه ز جای دیگر
احمد آباد بهر گوشه نگاری دیگر
سینه چاک است بهر گونه بصدد داغ و بلا
کار این خلق، همه عاشقی و معشوقی است
هیچکس نیست خزانگی که مدام است این جا
اهل این شهر، همه مست می لعل بختان
زنده لعل بختان اند، همه احیایش
کشته خنجر عشق اند، همه امواتش
گرچه این شهر پر از ماهوشان است، ولی
گرچه فارغ بود از یاریم، آن بی پروا
بی رخس گر به گل و لاله کشایم دیده
همه را سینه ز تیر غمش افکار ولی
صبح وصل، آمد بجای شام هجران، غم مخور

حاصلم از حسن روی و خوبی و خوی تو بود
در دماغم نکبت زلف سمن بسوی تو بود
سوی من روی تو بود و روی من سوی تو بود
هر کجا باشد بختان و دل دعا گوی تو بود
بختان برگهای گل، که در یک غنچه جا دارند
ز مستی، یک دگر را در کنار خود، همی آرند
همه بند قبا و کرده و آشفته دستار اند
ولیکن در طریق فتنه و آشوب هشیار اند
جسته جسته، آخر از هر سو بسوی من رسید
با سپاه غمزه، ترک رزم جوی من رسید
مژده ای دیوانه، کان زنجیر موی من رسید
زان میان سنگ ملاحت بر سبوی من رسید
باز آب رفته، ای (صرفی) بجوی من رسید
اگر این هوس ندارد، بدلم چه کار دارد
وفای من سپاه صبرم اورا روبرو دارد
که یاد خود اگر خواهم، نمی آید بیاد خود
کسسه توانند نگاری بشگاری گیرند
در جستجو کمر به میان بر نه بسته اند
بخدای که جز او نیست خدای دیگر
نستوان یافست بدین حسن دیساری دیگر
هر طرف جلوه کثان لاله عذاری دیگر
کس درین شهر، ندیدیم بکاری دیگر
هر دم از لاله رخان تازه بهساری دیگر
جز بدین می، نبود باده گساری دیگر
زندگان را بجز این نیست قراری دیگر
پر ازان است بهره گوشه مزای دیگر
جز ابوالفتح نخواهیم نسگاری دیگر
حاش لله که، شوم مائل یاری دیگر
باد بر دیده من هر مژه خاری دیگر
مثل (صرفی) نبود سینه نگاری دیگر
خواهست روزی سپردن جان بجانان غم مخور

جان حزین، دل هم حزین، در سینه تنگ است لیک
 نیست از راه ادب سویت، به این پا آمدن
 روزگارم تیره از سودای روی تست و بس
 گرچه از غیر دل ما نیست مقصودی ترا
 عقل رفت و عشق تو، در کشور دل، جا گرفت
 جدا ز روی تو، چون دوزخ است (صرفی) را
 نه گنبد فلک، ز فغانم پسر از صداست
 به گذشت عمر ما به تمنای مقدمت
 روز حسنیات غمزدگانش، بشب رسید
 چو عید آمدنی امسال و باز، به گذشتی
 کیست جز آهم که روز غم بوده، همدم را
 در بزم طرب، باده ز خون جگرم بس
 من ندانم چون کنم (صرفی) به شیهای فراق
 گسردم غبار و همدم بباد صیبا شوم
 چون برگهای لاله و گل، در هوای تو
 بفردای قیامت وعده دیدار خویشم داد
 ای اسیر غم عشقت، چه عوام و چه خواص
 بهر مرغ غمت از رشته جانم دامی است
 بعد (خسرو) بود (جامی) بلبل باغ سخن
 ای که میگوئی که حال خویش کن با یار عرض
 نمی چنان یاری که فکر حال زار من کند
 بر دل، از کوه غمش صد بار دارم، بلکه بیش
 ای که میپرسی ازان نسبت که من دارم به او
 جگر را پاره و دل را فگار و سینه را پر خون
 با دوست شبی نشسته بودم
 جام خودی و شراب هستی
 آئینار رقوم خسامیه صنایع
 پرواز کیشان بهال همت
 فارغ ز دو کون همجو (صرفی)
 یاد باد آنکه، چو بر رهگذرت بود سرم
 یاد باد آنکه، چو در راه تو میماندم سر

کلبه احزان، شود روزی گلستان، غم مخور
 از سر خود ساختم در راه تو، پای دیگر
 غیر ازینم نیست در سر هیچ سودای دیگر
 لیک باشد دلبر خود رای را رای دیگر
 آمد اکسون پادشاهی کشور آرای دیگر
 اگرچه رشک بهشت است گلشن کشمیر
 افغان که، نیست ماه و شان را خبر هنوز
 خاک رخت شایسم و نکردی گذر هنوز
 پیدا نه گشت شام غمت را سحر هنوز
 ولی عجب که، چو امسال دیگر آئی باز
 لیک آن هم، کی تواند بود بیش از یک نفس
 سرمایه عشرت، ز قضا این قدم بس
 کامده، بدتر ز صد روز قیامت، یک شبش
 باشد بدین بهانه در آیم، بخانه اش
 بر باد داده ام جگر لخت لخت خویش
 چو امروزش ندیدم کی توانم دید فردایش
 غم قوغام، ولی دولت خوبی به تو خاص
 که ازین دام نخواهد شدن آن مرغ خلاص
 کیست جز (صرفی) کنون آن مرغ خوش خوان راعوش
 سینه پر خون کنم یا دیده خونبار عرض
 نمی مرا یار، که حال خود کنم با یار عرض
 نیست یارا تا به او این غم کنم یکبار عرض
 هست چون پروانه جانم روی جانانم چو شمع
 بهر نوعی که، مطلوب غمت بود، آن چنان کردم
 وز زحمات غیر رسته بودم
 این ریخته آن شکسته بودم
 از لوح وجود شسته بودم
 زین دام فریب چسته بودم
 در کسینج عدم نشسته بودم
 سر عزت بفلک بود ازان رهگذر
 مینمادی قدمی بر سرم از راه کرم

هرگز به شب عیش، شب غم نفروشم
 این یک دل غمگین که پر از درد تو، دارم
 صد ملک نیاز من و یک ناز تو گفتم
 جامی که، بدریوزه دهد پیر مغام
 گر ترا گویند: بی او زنده ام، باور مکن
 تن بجان دارد حیات اما حیات جان تن است
 کشتگان تو، حیات جاودانی یافته
 در ره فقر، از سر همت قدم مردانه نه
 دولت دنیا و اقبالش چو سویت رو کند
 سوز و درد (خسرو) از شعرتو خواهم (صرفی)
 سخن از وصل، دلا! چند که، بی بنیاد است
 منسی، سحرگاه گفت: این ترانه
 صباح است ساقی، صبحی کرم کن
 نسیم! رو به سوی گلستان آهسته آهسته
 اگر یابی بکویش، رفته رفته قاصدا! راهی
 در شرح شوقم، عمر درازت
 از کفر و ایمان و رستم ای دل
 نهاده (صرفی) در نیستی پا
 آمدی در کلبه تاریک، روشن ساختی
 ز جور یار میندیش، وصل اگر خواهی
 اگر ز جان و دل خویش، نگذری (صرفی)
 گاه حور و ملکی گاه پری و بشری
 همه جا جلوه گه تست، چه پست و چه بلند
 دامن پاک ز آرایش امکان و حدوث
 (صرفی) از کعبه توحید نشان کی یابی
 بنده وار، استاد بر پا سرو، پیش قد تو
 حسن مه رویمان دیگر چند روزی پیش نیست
 (صرفی) فرخندگی جز بندگی در عشق نیست
 یار ما، با درمندان یار بودی، کاشکی
 تا بچند از نامرادی درد محرومی کشم
 حیف از آن گردی که، از خاک رهش بر باد رفت

جور تو، به لطف همه عالم نفروشم
 باشد که بصد خاطر خسترم نفروشم
 گفتا چو نفیس است متاعم نفروشم
 (صرفی) بهمه سلطنت جم نفروشم
 بر اسیر محنت هجراست، بهتان زیستن
 پس تو خود فرما! که دارد بی تو، امکان زیستن
 آب نیت بر شهیدان کرد آسان زیستن
 تخت و تاج پادشاهی را همه پامال کن
 پشت همت، جانب آن دولت و اقبال کن
 من نمیگویم چو (جامی) وصف خدا و خال کن
 سخنی را که بگوئی تو، به بنیاد بگو
 که بی یاده خوش نیست چنگ و چغانه
 که دارم خسار شراب شبانه
 به گل کن شرح حال بلبلان آهسته آهسته
 بشرح حال ما بکشا زبان آهسته آهسته
 ای خضر! باشد بسیار کوفه
 احکام دینی دانستم آنگاه
 از سر همتی، کی گردد آگه
 محنت آباد مرا، خوشتر ز گلشن ساختی
 اگر ز خار بترسی، بگلستان نرسی
 از و بنکام دل و مدعای جان نرسی
 گاه بر اوج فلک گاه بزمین جلوه گری
 هر کجا مینگرم، ای تو! مرا در نظری
 هر چه گویم: که از آن پایی، از آن پاک تری
 تانه از بادیه هستی خود در گذری
 دولت آزادگی دریافته زین بندی
 قسامت حسن تو دارد، خلعت پابندی
 نیک بختا بنده کو، دارد این فرخندگی
 مرهم ریش دل افکار بودی کاشکی
 بر مرادم دولت دیدار بودی کاشکی
 سرمه این دیده خونبار بودی کاشکی

ای صبا! مشک فشان غالیه سا می آئی
 بوی جان از نفست، خسته دلان میشوند
 ره چسان شکر قدم تو کنند اهل صفا
 بارک الله! ز تو، دل غرم و جان خوشنود است
 راحت سینۀ پر محنت عشاق، ز تبت
 غالباً میرسی از روضۀ فردوس برین
 سرمۀ دیدۀ (صرفی) بکن از گرد رمش
 جامه گلگون! ز پی کشتن ما می آئی
 خلعت ناز ببر دامن نازک بعبان
 این زمان کار دل و جان و خرد، دشوار است
 گر نداری سر آزار محبان ز چه رو
 از پی کشتن ما، آمدن تست، ولی
 غارت صد دل و جان میکنی، ای تنگ قبا
 بر سر خود ز خدا، تیغ تو (صرفی) میخواست
 وصال او، که از نقد دو عالم قیمتش، بیش است
 نشان ما چه میجویی ز نام ما چه میپرسی
 نشان تیر مرگ، آخر شوی (صرفی) ورین عالم
 سر زلف سیاه از سر شکستی
 نمودی قناعت و سرو سہی را
 شکستی سر، شهبان کج کله را
 چرا بسمل نه کردی، مرغ دل را
 کشیده تیغ مژگان و ز دلہا
 سپاہ حسن را، چون جملہ دادی
 چون صنوبر، کاشکی صد دل، بدست آوردی
 نیستم، عمر عزیز من! دمی بی یاد تو
 گر از تیغ محبت نیست زخمی، در دل و جان
 چو خاری در دلت، از خار خار عشق نخلیده
 چو آگہ نیستی، از فتنہ های آن پری پیکر
 ملاف ای مدعی، چون ره بخلوت گاہ عشقت نیست
 ز خیل بیدلانت کس چو من نیست

جان من باد فدایت! ز کجا می آئی
 چون مسیحا، بدم روح فززا می آئی
 که ز آئینہ دل، زنگ زدا می آئی
 خیر مقدم ز ره مهر و وفا می آئی
 شادمان ساز دل غیمزده ها می آئی
 پا ز سر منزل آن حور لقا می آئی
 اگر از کوی وی ای بباد صبا می آئی
 ورنه خود گو، تو بدین رنگ چرا می آئی
 به کجا میگذری و ز کجا می آئی
 که بصد فتنه و آشوب و بلامی آئی
 گره افکنده در ابروی دو تاملی آئی
 خاطر من خوش که، سوی اهل وفا می آئی
 همه را بسته بیک بند قبایمی آئی
 تیغ در کف تو من از بهر خدا می آئی
 بجان دادن، اگر گردد میسر، رائگان یابی
 که از گم گشتگان او نه نام و نی نشان یابی
 اگر منزل کنی در ملک عشق، از مرگ امان یابی
 سراسر قدر مشک تر شکستی
 ز پا انداختی و سر شکستی
 ز سر، طرف کله چون، پر شکستی
 چرا بر بسته بال و پر شکستی
 بدین یک تیغ صد لشکر شکستی
 سپاہ خسرو خسار شکستی
 تا بصد دل آرزوی آن سہی قد کردمی
 آری از عمر عزیز آمد غنیمت هردمی
 غم این جان افکار و دل پر خون چه میدانی
 لطافتہای آن رخسارہ گلگون چه میدانی
 صلاح کار در حال من مفتون چه میدانی
 که اسرار درونی را، تو از بیرون چه میدانی
 تو هم غصود انتہایی کرده باشی

نسیم صبح ! عجب مشکبار میگذری
ز زلف اوست بهر تار، صد هزار گره
چو زلف خویش، میداد که ببقراط شوی
کسی نه کشته تیغ تو، خون چه میبارد
چونوبهار، اگر میرسی پس ز ساز
ز پرتو دل من، خانه ام شود روشن
ز ضعف جان، نتواند نفس زدن بفش
ز خاک رمگذرت، خار غم دمد (صرفی)

مگر ز طره مشکین یار میگذری
صبا ! چگونه از آن تار تار میگذری
گر دمی بدل ببقراط میگذری
نخورده بده. چرا مست وار میگذری
شباب، همچو نسیم بهار میگذری
بخاطرم چو تو، شب های تار میگذری
چگونه ناله ازین حال زار میگذری
بهر زمین که، چنین اشکبار میگذری
(انتخاب از رشعات صرفی)

۱۲۹ - صفیا، صفی الدین صفاهانی

● هفت الیم : صفیا، بلطف طبع و حدت ذهن موصوف بوده . بسیار
مهربان و بدل نزدیک و گرم خون است . و در یاری پا بر جای چون بیستون .
بیت :

ز خوی نیک و بخلق کریم و خوش منشو
این ابیات از وی می آید :

اشکی که درو گم است ، جیغون دارم
اینها همه ، از طالع واژون دارم (۱)
با خود ز جفای ما بکین نیست دلت
پر بیمهری اگر چنین نیست دلت
تیره روجم که روجم واژگون بی
ز دست دل، که یارب! غرق خون بی
پیش از آن کت در میخانه به بندند بمرگ
افتد آنکس ، که بامداد کسی برخیزد (۲)
(۲ : ۲۲۲)

در هجر بتی ، دیده پر خون دارم
آهی که ، بسوزد دل گردون . دارم
از دوری ما ، هیچ غمین نیست دلت
ز آزدن ما ، یقین پشیمان شده
شوره بختم ، که بختم سرنگون بی
شدم خواری کش ، کوئی محبت
در میخانه کشادند ، سبو پر می کن
دست بگرفته مخلوق ، بجای نرسد

۱- نفی کاشی دارد .

۲- صبح گلشن دارد .

● میخانه: طوطی* شکرستان معانی آقا صفی صفاهانی (۱) یکی از آدم زادهای صفاهان است. آن قدر فضل، که او دارد، در سلسله ایشان کسی نداشته است. در اول جوانی و نوبهار زندگانی، در مقام انتظام نظم شده، و بسیاحت مشغول گردیده است. و در عین سیاری به دارالامان هندستان آمده (۲)، بخدمت میرزا جعفر آصف خان رسیده. و مدتی نوکری آن خان عالیشان کرده، و همراه ایشان بدارالعیش کشمیر رفته، و سیر آن ملک نموده است.

بعد از چندی، در لباس قلندران درآمده، تمام بلاد هند و سند را در آن لباس دیده است. چون دران کسوت بدارالخلافت آگره رسید، خان عالیشان مهابت خان، او را ازان کسوت برآورده، معزز و مقرب خود ساخت. و فوجداری* اکثر پرگنات خود را بدو مفوض گردانید. (۳) آن صاحب فطرت، در سپاهی گری آن قدر دست و پا زد، و تردد نمود، که خداوندش بر سر انصاف آمده، سالیانه اش را، به سی و پنج هزار مقرر فرمود، و حل و عقد معاملات خود بدو وا گذاشت.

۱- نام او صفی الدین و تخلص صفی بود. رک: به همیشه بهار (سپهرنگر ۱۳۵).

۲- بقول صاحب مخزن العرائب: صفی در عهد اکبر پادشاه بهند آمده بود و در عهد جهانگیر پادشاه ترقی نمایان کرده. صاحب هفت اقلیم او را بدین الفاظ ستوده است: صفیا بلفظ طبع و جدت ذهن موصوف بود، طبیعت او بسیار گرم خون است و در یاری پا برجا تر چون بیستون. سندیلوی در حق او میگوید: در سخاوت و فتوت یگانه زمانه خود بوده، و باوجود دولت و مکنات، نشست و برخاست با درویشان کردی، و خود هم نهایت گداز بوده. گاهی بصفای ذهن بگفتن شعر مبادرت نمودی. غالباً همین صفیا اصفهانی ست که بقول طاهر نصر آبادی (سپهرنگر ص ۹۵) با حکیم شفائی مراسم دوستی داشت.

۳- صفی از جانب مهابت خان در جلیسر (از مضافات آگره) حاکم آنجا بود و شاعری بنام انور لاهوری آنجا بخدمتش آمد و باو چندی ماند. (رک: میخانه ص ۸۷۹)

الحال که سته ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸هـ) است در خدمت آن خان عاليشان در صوبه کابل است.

مسود این اوراق، در سته سته عشرين و الف (۱۰۲۶هـ) در ماندو بخدمت آن عزیز رسید. دران ایام سنش نزدیک بشصت (۱) رسیده بود. اشعار خوب و ابیات مرغوب دارد، و مثنوی قریب به هزار بیت در بحر — خسرو شیرین — منظوم گردانید. این بیت اول از مثنوی اوست:

خداوندا! به عشقم رهبری کن خدای کسره، پیغمبری کن
و عدد ابیاتش همگی، از قصیده و غیره به دو هزار (۲۰۰۰) بیت رسیده بود. — ساقی نامه — نا تمامی، قریب به چهل بیت داشت، باین ضعیف داد. آن اشعار در بلده پته با خانه مولف سوخت. این دو بیت ازان ابیات است:

شهی، کو بخشندش بگیتی خراج	بساقی کشاید کف احتیاج
مرا ناله نی، به از صد چله	درائی بمنزل برد قافله

این قطعه نیز از ایشان است:

خارد از پشت مرا، انگشت من	خم شود از بارمنت، پشت من
همتی کو تا نهارم پشت خویش	وا رهم از منت انگشت خویش (۲)

(چاپ لاهور ۵۲۸ - ۵۵۰)

● مآثر رحیمی: آقا صفی مشهور به صفیا. آقا صفی از آدمی زادگان دارالسلطنه اصفهان است. و پدر بزرگوارش خواجه محمد قاسم مدتها استیفای

۱- در چاپ آقاي معانی - بشصت و یک - ثبت است (۲۲۹). ازین برمیآید که در حدود (۸۹۶۶-۸۹۶۷) بوجود آمده باشد.

۲- چاپ آقاي معانی در عبارت تغیر دارد و ساقی نامه نیز دارد که آن در این تذکره بر صفحه ۶۵۹ ثبت کرده ایم.

دارالسلطنه اصفهان کرده ، و دران کار استقلال تمام داشته . وی بکمال حیثیت و استعداد آراسته و پیراسته است . و علم سیاق و حساب و دفتر ، گویا وضع کرده اوست . چرا که از واضع بهتر میداند ، و شکسته را نیکو مینویسد .

و گاهی متوجه نظم غزل و رباعی عارفانه عاشقانه میشود . و تتبع اشعار قدما نمود . شعر فهم و سخن شناسی است .

و در هر کاری سلیقه درست دارد . و بسببی — که بر راقم ظاهر نیست — بوسعت آباد هندوستان آمده ، مدتی مدید از حواشی نشینان بزم فیاض این سپه سالار (خان خانان) بوده . و در برهان پور خاندیس در ملک ملازمان و چاکران ایشان ، منتظم بوده . آخر الامر چون طبعش بسیر و سیاحت مایل بود ، فقر و درویشی و مسکنت را بر مهم منصب دنیوی ترجیح نموده ، و در معموره هندوستان سیار شد . و مدتی درین وادی با درویشان و فقرا بسر برد . و صحبت داشت . و اکثری از درویشان ، مرید و معتقد او شدند . تا آنکه نواب عضدالدوله و رکن السلطنه مهابت خان از حقیقت حال او آگاهی یافته ، از پلاس فقر ، بلباس مستعار منصب و مهم دنیوی ، در آورد . و رتق و فتق مهمات و معاملات رعیت و سپاهی سرکار خود را ، بعهده آن کاردان مهم گذار و عمل پیشه منصب شعار ، گذاشت .

والحق ، او نیز چنانچه باید و شاید ، آن امر خطیر را سرکرده ، کاردانی خود را بر عالمیان ظاهر ساخت ، و زعیت و سپاهی و صاحب خود را از خود راضی و شاکر داشت . و امروز از عمال مشهور معتبر کاردان هندوستان است . و در وادی دنیوی و جمعیت و اسباب ، از مشاهیر است . و عنقریب ترقی کلی کلی خواهد کرد .

و این ابیات که درین خلاصه ثبت میشود ، مسوده آن را حضرت آقائی آقا محمد شیرازی — میر بخشی این سپه سالار — باین خاکسار سپردند ، که زاده طبع خدام صفی الانام است ، و در مدح این ممدوح عالمیان (خان خانان) در برهانپور خاندیس — در ایامیکه در ملازمت ایشان بود — گفته ، و بر این سپه سالار گذرانیده و بتحسین و توصیف و تعریف و جائزه سرافراز گشته . این کمترین نیز جرات نمود ثبت نموده . العهده علی الراوی :

مرغی آمد بگلشن ، از کوی	تا برد ، از گل چمن بسوی
باغ و بستان ندید ، خللی دید	نقد دید ، آنچه را به نسیه شنید
وطن خود گرفت گلشن را	آشتی داد پسا و دامن را
خواست در ظل لا یزالی گل	خواند اوراد ، بی زوالی گل
نغمه پرداز آن حریم شود	خاک روبی کند نسیم شود
شوکت بارگاه گل ، چون دید	حرز را — ان یکاد — خواند و دید
گفت با خود : کزین شکوه و جلال	پر عجب دارم ار نگردم لال
خوش بختید ، بر رخ او ، گل	خسته گل ، بلا ست پر بلبل
کرد خوگر ، بخلق خوش ، او را	لیک ، ادب داشتی غمش او را
از ادب ماند در حجاب آن مرغ	شد صبا آتش و کباب آن مرغ
گل نپرسید دیگر ، از حالش	بر نیامد سر از ته بالش
شد غجل ، آن غریب در گلشن	از غجالت بسکس ، نگفت سخن
منم آن مرغ متغزل مانده	از تمنای خود ، غجل مانده
راه دور و دراز ، طی کرده	رو باین آستانه آورده
در گلستان ز بخت افسرده	سر بجیب قفس فرو برده
گشته باده زبان ، چو زاغ وزغن	غجل از روی بلبلان چمن
لیک امیدم ، بصدق و اخلاص است	مخلص خاص ، هر که شد خاص است

(۱۶۵۵-۱۶۵۳:۲)

● نصرآبادی : صفیا اصفهانی ، در عمل رمل آگاهی داشت ، طبعش

خالی از لطفی نیست . با حکیم شفائی معارضه داشت . شعرش اینست :

مکن ناکشته از خاطر فراموشان فراموشم که چون از خاطرت رفتم ز خاطرها فراموشم
ببازار محبت ، از پشی سودای دل ، رفتم دچارم شد، خریداری و شد سودا فراموشم
سیمرغم و بال مگس میطلبم آزادم و کنج قفسی میطلبم
فریاد که ! فریاد رسم، خاموش است خاموشم و فریاد رسی میطلبم

● صبح گشن : صفیا اصفهانی، در مجامع اصفیاء سخن، گردن می افراشت،
و در علم رمل مهارتی داشت . (یک شعر دارد ص ۲۵۴)

● روز روشن : صفیا اصفهانی . فقیر طبیعت و درویش رویت بود . در
عهد اکبر پادشاه بهند رسید و بسطنت جهانگیر پادشاه ، کارش بالا
گرفت . رباعی :

پرسید از من ، ز روی پرکاری ، دوست کنز بهره چه ، مار افگند دائم پوست
گفتم : چو بزلف تو کنندش نسبت در پوست نمیکنند و حق هم با اوست (۱)
(یک بیت دیگر دارد ۳۹۰)

● وفات و ساقی نامه : متن میخانه که بعد از تصحیح و تحشیه آقای
گلچین معانی چاپ کرده اند ، در متن اضافه ذیل دارد ، و این عبارت در
نسخه مولانا محمد شفیع نیست :

..... و در بحر مثنوی مولوی معنوی جلال الدین محمد رومی (قدس سره)
نیز پاره اشعار گفته . این دو بیت از ان مثنوی اوست که در مدح حضرت
مولوی گفته :

مثنوی مولوی معنوی مرده صد ساله را بخشد نوی
این قدر دانم که ، آن عالیجناب نیست پیغمبر ، ولی دارد کتاب

ساقی نامه خود را ، هنگام ملاقات باین ضعیف داد، و از ان سر زمین

در خدمت صاحب خویش به کابل رفت . و بتحقیق پوست که در سنه ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸هـ) در شهر مذکور از ساغر مزگ، بنی شعور گردید .

شرح حال به این عبارت ختم شده است، و بعد ازان — ساقی نامه — بقرار ذیل است، که متن مولوی شفیع دارای آن نیست .

ساقی نامه

الا ای خرد پرور کاجوی
ازان، غم برون کن زانبارها
مکن تکیه برهستی بی ثبات
زهستی مزن دم که، مستی بود
مر این بند و زنجیر را جز بمی
علاج غم آن، به که از می کنی
بمی، رونق عقل و دانش بده
مکش عقل را، کارفرما بود
حکیمانه، گر باده ریزی بجام
وگر ساغر از می لبالب کنی
وگر کم خوری زین کلید هنر
بمیخساند درد نوسان در آ
که بینی گروهی منزله زلات
بی شسته از دل همه بفس و کین
ز خود پنج روز جهان بی خبر
جهان زیر فرمان و گردن ببند
ازیشان مدد جوی و همت بخواه
اگر من ز ساقی شدم کاجوی
بیا ساقی، از احتیاجم برآر
شهی کو ستانه ز گردون خراج
بهندم رسان خوش دران مرزوبوم
بلک عراقم چو گنجی بخاک

همی باده مگذار و روی نکوی
وزین، شادی آور بخوارها
غنیمت شمر چند روزه حیات
ترا بند و زنجیر هستی بسود
ندانند شکستن فلاطون و کی
کنون گر نکردی، دگر کی کنی
که بهروز بینی نهانش بده
پرش چهل را رونق افزا بود
فلاطون و لقمان در آری بدام
دل روشن از تیرگی شب کنی
کشائی در گنج لعل و گهر
زمانی تو در غرقه پوشان درا
برونهای شوخ و درونهای صاف
سلیان در آورده زیر نگی
مرا ز خوف و ببری از خطر
کمند افکنانند و خود در کمند
کز ابرست، سر سبزی هر گیاه
مکن عییم، ای یارا! فرخنده خوی
وزین کشور بی رواجم برآر
بساقی کشاید کف احتیاج
بویرانه، تاکی نشیم چو بوم
و یا موم در آتش تابناک

بده تا برآیم ازین تیره حال
 که از بخت بند بر سر آتشم
 خلیلم در آتش کلیم در آب
 بد انسان که گردون چاند بن
 ز رشکی که دارد کبود آمدست
 همی جان دهد از غم بی غمان
 بکوری این چرخ اهریمنی
 در خرمی و فرح باز کن
 درایی، بمنزل برد قافله
 که گلشن شوم بر خلیل وجود
 پسرانه سر خرد سالی کم
 برآی از خود و جمله تن ساز شو
 همه حور و غلمان ز جنت بهار
 ازان پیش، کز ما برآید دمار
 کلید نهانخانه بیبشی
 کزو شیشه شد لعل و ساغر عقیق
 که در ده بزرگست، سالار ده
 جگر گوشت تاک انگور را
 نهد خوان رنج و بلا پیش من
 کریمست منم نه کم میدهد
 درین آسیا، سنگ زیرین من
 نخورده غمی، پیشم آید غمی
 بن بخش، آن شاهد بکسر را
 کسلا نه را، کیانی کم
 فدای قدت جمله کالای من
 بخاک رخت سازم ایجان نثار
 منت جان فشانم ز راه نیاز
 بصورت حریر و بسیرت قصب
 صراحی و ساغر بفرمان تست
 که هر مستی، دارد از پی خمار
 که آنست در گردن ناکست

بیا ساقی، آن آب آتش خصال
 مدد کن بیک جرعه، بی غشم
 ز روی و کشف ساق کامیاب
 بده ساقی، آن رشک کان یمن
 که گردون دون پس حسود آمدست
 نیارد که بپسند دل شادمان
 بده ساقی، آن ساغر یکمنی
 مفسنی تو هم نفقه ساز کن
 مرا ناله نی، به از صد چله
 بده ساقی، آن سلسیل وجود
 دل از هر بد و نیک خامی کم
 مفسنی یکی نفقه پرداز شو
 یکی نفقه بی مزد و منت بیار
 رهی زن، که برخود بگیریم زار
 بده ساقی، آن سایه دلخوشی
 بده ساقی آن کیمیای رحیق
 بهزرت بیاشام و عزت بده
 بده ساقی، آن عود مستور را
 مرا، میزبانیت هم کیش من
 بن، هر زمان درد و غم، میدهد
 جفای فلک را چو روئین تم
 نیاسایم از جور گردون دمی
 بیا ساقی، آن دشمن فکر را
 که با او، دمی شادمانی کم
 ایسا شاهد سرو بالای من
 برقص اندر آیم، کم جان نثار
 تو دامن فشانی چو از روی ناز
 بده ساقی آن تلخ شیرین نسب
 بده ساقی اکنون که دوران تست
 نکوئی کن و روز، فرصت شمار
 صراحی! من از رشک مردم بستم

پیاله! تو هم فنا قبولی مکن
 سفالین لیبی را کجا شاییدی
 مغنی تو هم جرعه نوش کن
 رسان این دعا را بآواز نی
 بگو ای خداوند اقبال و بخت
 اگر دورم از درگاه شهریار
 که شد را بمن لطف نزدیک باد
 بفتراک شد دست اقبال باد
 بهر نیک و به ایزدش یار باد
 تو حاجت روا گشتی، ای شهریار
 که از عمر ایشان فزاید بشاه
 نه این در، بکلک و زبان سفته ام
 خدیو عدو بند کشور کشای
 سپهر مروت جهان کرم
 بشمشیر بگرفت روی زمین
 ز عدلش، جهان جمله یک شهر شد
 شهنشاه شاهان روی زمین
 جهاندار شاه، جهان زان تست
 فلک را بپیشت سرافگند گiest
 چو رخس عزیزت در آری بزمین
 چو تیغ تو دشمن نوازی کند
 ز تیغ تو فتح و ظفر روشنست
 چو روآوری، پشت بینی ز خصم
 مگر تیغ قهر تو، هریان شده
 بسکام دلت باد، چرخ بلند
 بشادی بزن، ای مجسم ز جان
 ز نور آفریدت خداوند پاک
 جهان داور! کام دلها برآر
 دلش را بهر کام، منصور دار
 چراغ دلش را، فروزنده دار
 شما! تا فلک ساقی کام باد
 (صفی) از غلامان درگاه تست

موس آن لب و بلفصولی مکن
 که هر لحظه آن لعل، آلایدی
 ابا ساز، دستی در آغوش کن
 بعرض مهین وارث، مسلک کی
 شهنشاه شاهان با تاج و تخت
 امیسم چنانست از کردگار
 دل خصم او تنگ و تاریک باد
 ظفر پیش و نصرت ز دنبال باد
 بفرق عدو خاک ادبار باد
 ز فیروزی بخت، در هر دیار
 که جاده چو شد، ره شود شاهراه
 به اقبال شاه جهان، گفته ام
 جهان داور و نقد شیر خدای
 که نگذاشت نقدی بکان کرم
 ببخشد آنگه بنفش نگین
 خرابی، چو عنقا ازین دهر شد
 کزو روشنی یافته شمع دین
 زمین و زمان هم بفرمان تست
 بگوش اندرش حلقه بند گiest
 بهم در نوردی زمان و زمین
 سر خصم، چون گوی بازی کند
 چه شد خصم گر آهین جوشنت
 پزنهار، انگشت بینی ز خصم
 که دستار، از فرق کیوان شده
 سر دشمنانست بسخم کمند
 که از تست، روشن چراغ جهان
 چنین پاک گوهر فزاید ز خاک
 جهان را باین شاه عاقل سپار
 که تو کامبخشی و او کامگار
 چو بخت خود شاه فرخنده دار
 نوا، باده عیش در جام باد
 دعاگوی عمر تو و جبهه تست

این قطعه و این یک بیت نیز از واردات اوست :

قطعه

خاردار پشت مرا ، انگشت من خم شود از بار منت پشت من
همی کو تا بخارم پشت خویش و ارم از منت انگشت خویش

بیت

الهی ! قفل غفلت را کلیدی یزید نفس مارا بسایزیدی

(۲۳۱ - ۲۳۵)

● انتخاب اشعار از عرفات : آقای گلچین اشعار زیر را از عرفات تقی در چاپ خود آورده ، و قول تقی است که : اشعار صفی قریب به چهار هزار بیت است :

ز دل مپرس که ، با دیده هم سخن دارم
درون کعبه ، یکی کهنه برهن دارم
بدست تینی و دست دگر کفن دارم
گرد سرعتاب تو گردم ، چنین مباح
پر در پی رضای دل آن و این مباح
آئینه ندارد خبر ، از روشنی خویش
که چون از خاطرت رفتم ، ز خاطرها فراموشم
دچارم شد خریداری ، که شد سودا فراموشم
چون یکی ، از نهاد مردم دنیا فراموشم
ز بس که ، بیهوده گفتم ، ز من سخن بگریخت
چو دید روی تو ، از شرم در چمن بگریخت
هزار رنج ، بیک بوی پیرهن بگریخت
بشگیم چو رسید ، بسایزیدم
من باده ام ز جام و سبوی تو میروم
پیش از آن کت ، در ویرانه بیندند بمرگ
اشکی که درو گمست ، جیحون دارم
اینها همه ، از طالع واژون دارم
آزادم و کسنج قفسی میطلبم

نصیب کس نشود این دلی ، که من دارم
هزاریت بشکستم برغم نفس ، و هنوز
گناهگار تو ام اگر کشی و گر بخشی
با غیر همزبان ، دگر ای نازنین ! مباح
بی مهر و بی محبت و بی التفات شو
مردان خدا را خبر ، از حالت خود نیست
مکن نا گفته از خاطر فراموشا فراموشم
ببازار محبت ، از پی سودای دل ، رفتم
(صفی) چندان بدم ، کز لوح محفوظ ضمیر او
منم که ، جان و دل از ننگ من ، ز تن بگریخت
بجلوه بود ، ببازار خود فروشی ، گل
هلاک فیض محبت شوم که ، از یعقوب
در وقت خمار ، چون یزیدم
رفتم چو آب و سهل مپندار رفتم
در میخانه کشادند ، سبو پر می کن
در هجر بیتی ، دیده پر خون دارم
آهی که ، بسوزد دل گردون ، دارم
سیرغم و بال مگس میطلبم

فریاد که، فریاد رسم خاموشیت خاموشم و فریساد رسی میطلبم
پرسیده ز من، ز روی پرکاری، دوست کز بهر چه مار، بفگند دائم پوست
گفتم: چو بزلف تو، کنندش نسبت در پوست نمیگنجد و حق هم با اوست

۱۳۰- صہبا، لطف الله بیگ کشمیری

● ادبی دنیا: لطف الله بیگ صہبا، از شاگردان مجد رضا مشتاق بوده.

۱۳۱- صیدی، مولانا صیدی کشمیری

● مآثر رحیمی: مولانا صیدی، چون وطن و حسب و نسبش معلوم نبود و شعرش نیز لیاقت آن نداشت، که درین نسخه ثبت افتد، قلم از تحریر آن سر باز میزد. حکایت: بریسمان خریداری نمودن یوسف، بخاطر رسید که، باوجود کاسد قماشها از خریداران یوسفش شمردند، و کسی منعی از آن مقدمه ننمود. و سالهاست که اسمش باین سبب در عالم، مذکور میشود، این بیچاره چرا محروم باشد. و در خزانه لعل و رخام هر دو میباید و در کارست، و نوشتن اشعار او را، بی مروتی دانسته بتحریر این قصیده— که از جمله اشعار اوست که بمدح ایشان گفته — پرداخت. و چون این سپه سالار، بجهت رعایت این طبقه و طائفه، بهانه طلب بودند، این گرامی طبقه، نیز بهر زبان که داشتند، در مداحی و دعاگوئی ایشان، میکوشیدند و وسیله رزق خود، میساختند.

و سه چهار صیدی تخلص در هندوستان بوده اند و هستند. ظاهراً که صیدی کشمیری بوده باشد. و حالات و بزرگی این سپه سالار بحدیست که، اگر حسان بن ثابت درین زمان بوده باشد، از مدح و ثنای ایشان عاجز

خواهد بود :

آنکه بحر سخا و احسان است
آنکه گجرات از عدالت او
آنکه از هیبت و صلابت او
ای که، در جود و در شجاعت و فضل
آنکه بر خاک آستان درش
ای سپهر سخا و بحر کرم
نیست او را وظیفه، از جای
تا که از مکه آمدست، بنهند
عاجز ست و غریب و درمانده.
از غم قرض خواه، گشته ملول
نظر لطف ازو، دریغ مبدار

میرزا خان، خانخانان است
خوشر از کابل و بدخشان است
تن اعداء، چو بید لرزان است
هرچه گویم، هزار چندان است
خاتم طی، کمینه دربان است
حال (صیدی) بسی پریشان است
در مهمات خویش، حیران است
از غریبان و مستحقان است
خاصه اکنون که وقت یاران است
قرض دار نوش، فراوان است
که دهاگویت از دل و جان است

(۱۳۷۵ - ۱۳۷۶)

۱۳۲- صیرفی، مولانا میر علی

● هفت اقلیم : بمکارم اخلاق و محاسن آداب، نام برآورده فضیلت تمام
داشته و احیاناً شعری میگفته. از وی می آید :

سبو سبو ده و خم خم دل نژد مرا قدح چه آب زند آتش بلند مرا (۱)

(۱۱۲-۱۱۳)

کشمیری است.

● گل رعنا : صیرفی، نامش ملا میر علی معاصر صرفی (متوفی ۱۰۰۳ هـ)
سرآمد افاضل آن دیار بود. و صیرفی نقود بازار افکار او، سکه سخن میزند.
ترجمه پسر او (مستغنی) (۲) در حرف المیم خواهد آمد.

(یک شعر دارد ۶۵۲)

۱- گل رعنا و صحف ابراهیم و صبح گلشن دارد.

۲- رک : تذکره اصلاح چاپ بنده ص ۳۸۶

● صف ابراهیم : ملا علی صیرفی کشمیری ربطی به اوم متداوله داشت .
(یک شعر دارد ۲۲۵) دیگر احوالش معلوم نیست .

● صبح کشن : صیرفی ، میر علی از صیرفیان دارالعیار قلوب علم تنویر و سخن تخمیر است ، و معاصر شیخ یعقوب صرّفی کشمیر .
(یک شعر دارد ۲۵۸)

۱۳۳- ضمیر، پندت نرائن داس دهلوی

● نگارستان سخن : ضمیر تخلص ، پندت نرائن داس دهلوی است (۱).
و در ابیات و عباراتش مضامین لطیفه :

صد شیفته شراب ، بهزم طرب شکست	دلها ز دست محتسب بی ادب ، شکست
مستی چشم یکی ، سرخوشی باده یکی	نشسته آن دست میخوار دوبالا افتاد
تو و شوخی و تبسم ، بهزار فاز کردن	من و عجز و جان فشانی ، ز سر نیاز کردن
چوخمار زود آرد ، چه خوش است سوی ساقی	بی جام باده ، دستی بهوس دراز کردن

(۵۳ -)

● روز روشن : ضمیر ، پندت نرائن داس پسر راجا رام دهلوی ست . در عدالت دیوانی دهلی بکار و بار وکالت اشتغال داشت و هنگام تالیف — آفتاب عالمتاب — عمرش بهچهل سال رسیده بود :

بهاض دیده خونبار ، بس رساله ما	بود معافی برجسته ، آه و ناله ما
نموده ایم ، تصرف سواد وحشت را	بمهر چشم غزالان ، بود قبالة ما
اگر (ضمیر) بهمر دوباره مشتاقی	بنوش آب حیات می دوسالنه ما
چه دوا (ضمیر) جویم ! بکه ، درد خویش گویم	که نمیتوان علاج - غم جان گداز کردن

(۲۰۲)

۱- نام این شاعر در فهرست شعرای کشمیر — در ادب و ثقافت کشمیر — داده شده است .
ممکن است که نسلاً کشمیری باشد و در دهلی زندگانی میکرد .

۱۳۴- ضیاء ، خواجہ ضیاء اللہ دیوانی

● تاریخ اعظمی : خلف الصدق خواجہ هاشم (دیوانی) است . در اخلاق و اطوار بر پدر خود تفوق ، و بغایت حسن طبع و خوبی اوضاع داشت . و اکثر اوقات همت بر فقرا اهل سنت و جماعت میگماشت . گاهی میل بشعر پردازی هم مینمود . این رباعی از اوست :

مردم بجنون ، ز یکدگر در پیش اند خود را ، بهتر ز غیر خود ، اندیش اند
این بر غر خود نازد ، و آن بر زر خویش این مرده دلان ، زنده به غبط خویش اند

و قتیکه محضر شد ، وصیت کرد که بدستور اهل سنت و جماعت او را تکفین و تجمیز و غسل نمایند . به همان طریق عمل شد . (۲۰۸)

۱۳۵- طالب ، ملا طالب اصفهانی

● طبقات اکبری : قریب بیست سال (۱) است که در کشمیر سکونت دارد ، و در سلک بندهای درگاه منتظم است :

خوش آن بزمی که ، سر نهاده برزانوی نومیدی تو گوی بار در بکشد و یار از در درون آمد

رباعی

زهرم بفراق خود چشانی ، که چه شد خون ریزی و آستین فشانی که چه شد
ای غافل ازان که ، تیغ هجر تو چه کرد خاکم بفشار تا بدانی که چه شد (۲)
(۸۱۵)

● منتخب التواریخ : طالب اصفهانی ، قریب هشت سال است که در کشمیر ساکن است . اول بصورت قلندری بود آخر نوکری اختیار کرد ، و در

۱- هفت اقلیم سی سال و بدایونی هشت سال دارد .

۲- بدایونی ، هفت اقلیم ، ریاض الشرا ، مجمع النفائس ، صحف ابراهیم ، نگارستان سخن دارد .

ملازمت پادشاه رسید. و از کشمیر او را نزد حاکم تبت خرد (۱) (بلتستان) — که علی رای باشد — بایلچی گری فرستاده بودند، باز آمد و — رساله — در غرائب و نوادر آن ولایت، نوشته بشیخ ابوالفضل گذرانید، تا داخل — اکبرنامه — ساخت. دردمندی خیلی دارد و سلیقه او در شعر و انشا درست است. ازوست این رباعی:

عمنامه من نخوانی و کهنه شود	مجبوری من ندانی و کهنه شود
دیر آمدنت، مباد کین زخم فراق	ترسم که تو دیرمانی و کهنه شود (۲)
یک روز من خسته ره منزل دل	از آبسه پای طلب ساخته گل
جان صرف رهی کنم، که از بهر نیاز	جان برسر جان باشد و دل برسر دل
بعیش کوش که این بکر عمر حجله نشین	چو گل برقتن از غنچه مادر افکنده (۲)
شادم از اهل جهان کز اثر صحبت شان	بجهانی ندم گوشت تنهائی را (۲)

(۳ : ۲۶۵)

● هفت اقلیم : بابا طالب، قریب سی سال در کشمیر توطن داشته شمیم عافیتی از جانب حکام آن مقام، بمشامش میرسد. چون آن دیار بتحت تصرف اولیای قاهره در آمد، ملحوظ نظر عنایت بیغایت شاهنشاهی گشته، از منتسبان این آستان گردید. و گاهی بنا بر تقریبی شعری میگوید. این اوراست :

● مآثر رحیمی : بابا طالب اصفهانی از دارالسلطنه اصفهان است و مدتهاست که در هندوستان میباشد، و در سلک بندگان بادشاه ظل الله اکبر شاه منتظم بود.

۱- رک : اکبر نامه ۳ : ۵۵۲ آنجا هست که : میرزا بیگ را (سال ۸۹۹) پیش علی رای حاکم تبت خرد و ملا طالب و مهتر یاری را پیش مرزبان تبت کلان فرستادند. و بتاریخ ۲۵ آبان سال (۸۹۹۸) ملا طالب، مهتر یاری، و میرزا بیگ برگشتند (۳ : ۵۶۸) و دیگر بار طالب در سال (۹۰۰۵) همراه امید علی جولک و محمد حسین کشمیری نزد علی زاد مرزبان خرد تبت رفت و ایوب بیگ، سلیم کاشغری، عبدالکریم کشمیری را پیش کوکلتاش کلیو حاکم بزرگ تبت فرستادند (اکبر نامه ۳ : ۷۱)

۲- هفت اقلیم دارد.

و درویش طبیعت و صافی مشرب است . و در هندوستان به بابا طالب اشتهار دارد . و اکثر اوقات بمصاحبت اکابر و اعیان این ولایت ، مثل حکیم ابوالفتح و زین خان کوکه و شیخ ابوالفضل و شیخ فیضی و سائر بزرگان بسر میبرد ، و بصحبت او میل تمام داشتند . و در کمال خوش صحبتی و بی تعلقی و قاعده دانی است . و بیشتر ایام توقف در هندوستان در کشمیر دلبذیر میباشد . و بغایت از آب و هوا و دیگر خصوصیات آن دیار محظوظ است .

و در وقتی از اوقات فرمان فرمائی کشور هندستان نورالدین محمد جهانگیر پادشاه ، او را بطلب میرزا غازی ترخانی والی تته فرستاد (۱) . برسم حجاب و دوران رفت و آمد کارهای نمایان ازو بظهور آمد . و الحال صدر ولایت گجرات است (۲) .

و در شاعری و نکته ، دانی نیز مهارتی تمام دارد . و فی الجمله طالب علمی نیز کرده ، و همیشه با مولانا قاسم و مولانا نظیری — که از دانشمندان روزگار بودند و در هندوستان بدانسان ممتاز بودند — بسر میبرد و صحبت میداشت . و خود را بمداحی و دعاگوئی این عالیجاه (خان خانان) مشهور ساخته . و عمر خود را صرف مداحی ایشان کرده ، و رعایت کلی یافته و مییابد .

اگرچه الحال توقعی ندارد ، نظر بر حقیقت میگمارد و نقش مدح ایشان مینگارد . و از دولت مدامی ایشان از زخارف دنیوی بی نیاز است . و از

-
- ۱- رک : میرزا غازی ترخان و شعرائ دربار او - تالیف نگارنده . اکبر پادشاه (۱۰۱۰ هـ) فرستاده بود ، و دو سال در سند توقف کرد که میرزا را همراه بیرد . رک : مائثر رحیمی ۲ : ۳۵۰
 - ۲- گویا وقتی که نهاندی مائثر رحیمی را تالیف میکرد بابا طالب در گجرات بود . و سال تالیف کتاب (۱۰۲۵ هـ) است .

روش اشعاری که در مدح ایشان گفته ، روش التفات و مرحمت عالیجاه ، و اخلاص این اخلاص مند را ، میتوان یافت . این اشعار در کتابخانه عالی از زاده طبع وقاد بابا موجود بود که بمقام ثبت در آمد :

قصیده

خسانخان مربی و ولی نعمت من
آسمان، کسب بلندی کند، از همت من
تلخی زهر، یکام شکر از لذت من
عرش را، سدره نشیمن بود، از فکرت من
گرد دولت ز در جاه تو برجیبت من
عزت چرخ کشد سرزنش دولت من
وقت افسوس همیداشته بر فرحت من
نسخه تیزی الماس دهد حدت من
آستان تو کشد، درد سر خدمت من
ور بدامان تو، دستی نزنه همت من
خاک در دیده راحت فکند محنت من
بود، دست همه کوتاه تر، از همت من
دست دردامن اقبال تو، زد رغبت من
سرمه دیده نشد رهگذر حرمت من
فاقوانی ز توان در شکند قوت من
خنده صبح تعجب دهد از کربت من
رحم آور به پریشانی و بر غربت من
چرخ بردوش کشد غاشیه، حشمت من
در دل خاک بود، حق تودردمت من
ذیل عصیان طلبت مینکشد همت من
ریگ در چشم تمنا فکند تربت من
آن هجوم است که بازو شکند دعوت من
دور کوتاهی دهر از ابدی مدت من
دشمنت بخت نگون عمر تو بر عدت من

گویدش، کیست که باشد سبب دولت من
توئی امروز، که از لطف تو، در عرصه خاک
لطف آن کرد که، صدبار بروزی شکند
چیزی از قدر تو، اندیشه نیارد، هر چند
سرکنم خاک برین در، که نشیند روزی
خاک این درگهم و میرسدم، کز ره فضل
بر رخت بینم ودانم پشی نظاره تو
گرم مدح توام آنگونه، که در شتم عدوت
من کیم کز ره امید پیاکویی بخت
گر بدرگاه تو، پای نکشد رای امید
آب در دیده امید، بگرداند بخت
جز درد، پر در هر کس که، زدم دست امید
پای جهد، آبلها کرد، که در کوی مراد
بنده بخت سیه بختم اگر در دورت
گرفته، بر بازوی اقبال توام، دست بود
آفتابی است، عطای تو که، از فیض طلوع
من کیم، کز ره فضل، کرمتم بنوازد
سخنی از تو بجایم برساند، که ز قدر
فرصت شکر تو، گر در همه عمر باشد
کم نگرده ز تو، و من شوم افزون وزنی
گر نه از لطف توام کار بر آید بمراد
بدعا دستم و برخاسته ام از بهرت
مدت عمر ترا خواسته (طالب) که بود
هست از ماه برون سال تو از سال فزون

مثنوی

جدائی ست چون مرگ بگرفت سخت
به بیچارگی دل فروخته ام
اگر بد و گر نیک هان بگذرد
نه شدم ، که شیرین کند کام را
نه دردم ، که آرد غم آبادی
نه سلیم ، که هر جا رسم بگذرم
نه برقم ، بتاریک شب خنده
نه شام ، بمهتاب روی نکو
نه اشکم ، بشوینده ننگ خویش
نه خاموشیم ، بربل گفت تر
نه پای ، که ، شادی رهی بسپرم
بخودکار نسایم بکار کیم
جوان و بعقل از جهان پیرزاد
بخلق از خدا سرفراز آمده
بدانش بزرگ و برای ارجمند
بپستی نمودار پیشینیان
نگهبانی خاطر بیدلان
چراغ فروزنده بزم بخت
بدشمن ز خوش طبعی نیک خواه
بجانت که چون دوستی در دل
چو در مانده ام دستم از کار رفت
بمهرت که ، دل گرمی عالم است
بره بردنت ، مرد آواره را
ولی چون صنوبر ، ترا بسته است
بخود سایه روز برگشته ام
کشد بر درت ناتوانیم رخت
که از سایه خویش هم بگذرم
نیارد ز کشمیر بازم برون
غم تنگی آرد ، بهندوستان

باین خسته اندوه ناساز بخت
چو اشک فراق تو سرگشته ام
بمجز این غم جانستان بگذرد
نه زهرم ، که تلخیت آرام را
نه شوقم ، که دل را دم شادی
نه خاکم ، که هر آستان را درم
نه ابرم ، زمین را تم آگنده
نه صبحم ، بروشن دل تازو رو
نه آم ، کلید دل ننگ خویش
نه زاریم ، در یکدل آرد اثر
نه دستی که ، از غم سوی سیرم
ندانم چیم و ز شمسار کیم
زهی خانخانان دانش نژاد
پسر بر پدر کارساز آمده
بکار از جهان دیدگان هوشمند
بس آمد پشی کار پیشینیان
بروشن دل عقل روشن روان
علم گفته چون تیغ در رزم بخت
سپه را ، بسالار بودن پناه
را از جهان دو جهان حاصل
چو بیچاره ام ، چاره ناچار رفت
بلطف که ، شادی گداز غم است
بدل ، داشتنبات بیچاره را
که طالب ز غیر تو ، وارسته است
ازان ره ، کزان آستان گشته ام
اگر از توانائی پای بخت
چنان سویت از شوق ، ره میبرم
دگر مرکب لنگ بخت زبون
نترسم ، ز کشمیر ترسم که هان

سفارش خطی بودم از کلک تو گرفت آنکه ، چون آستینم فشانند بدل گفتم : این خط ، خط بندگی است همین بس کسه دانستند زان توام اگر چه مراد دلم را نگشت چو نریاک در کار زهر آزماست بآخر ، رود زهر و راحت آمد وگر غم بود چون منی را چه غم تو خوش باش ! کو بر جهانی ، چو شام

بدل بد که شد عالمی ملک تو
همی خواند و دید و بخندید و ماند
شرف نسامه مدت زندگی است
کمیمن بنده آستان توام
ولی چون اثر در دل او نشست
اثر زان بود گرچه زهرش بجاست
مرا مرهمی بر جراحست رسد
کسه غم زاده ام از دینار عدم
بروزی شود روزگاری نسام

(۱۲۶۵-۱۲۵۹)

● تزک جهانگیری : طالب ، صفاهانی الاصل است ، در عنوان شباب بلباس تجرید و قلندری گذارش بکشمیر افتاد ، و از خوبی جا و لطافت آب و هوا ، دل نهاد آتلک شده توطن و تاهل اختیار کرد . بعد از فتح کشمیر بخدمت عرش آشیانی در سلک بندهای درگاه انتظام یافته . الحال عمرش قریب بصد (۱) رسیده و در کشمیر ، بفراغ خاطر با فرزندان و متعلقان بدعای دولت ابد قرین ، مشغول است .

(جشن چهاردهمین نوروز ، ص ۲۸۶)

چون بعرض رسید که : فقراء کشمیر در زمستان از شدت سرما ، محنت میکشند و بسختی و دشواری میگذرانند ، حکم فرمودی که : قریه از اعمال کشمیر — که سه چهار هزار روپیه حاصل آن بوده باشد — حواله ملا طالب اصفهانی نمایند ، که در وجهه لباس فقرا و گرم کردن آب بجهت وضو ساختن در مساجد ، باید که صرف نماید .

(جشن مقدم ص ۲۲۵)

● مجمع النفائس : بابا طالب اصفهانی. مدت‌ها مجرد بوده بدرویشی و فقر ساوک نموده. در عهد جهانگیر پادشاه مرد متعین گشته: صدارت گجرات یافته. ازوست:

کدام سایه، دیوار را، پناه بریم که سایه را، ته دیوار هیچکس، جانیت
(یک رباعی دارد ۲۱۹ الف)

● تاریخ اعظمی: بابا طالب اصفهانی، در زمان حکومت چکان به کشمیر رسیده، با حکام اینجا آشنائی ورزیده. چون بفنون علم آراسته و انواع کمالات پیراسته بود، قبولیتی بهم رسانید، و در قرب سلاطین از اقران در گذرانید. در نزاع امرا و فن ارباب داعیه، سعی مصالح بسیار داشت، چنانچه قدری ازین حکایات را در اوراق گذشته قلم عبرت رقم برنگاشت. تا ایام تسلط اولیای دولت اکبر، به چمن پیرای نکته سنجی بود. چون رحلت کرد، در محله بابا پوره در مزار بابا خیل (۱) آسود.

در فنون شاعری ماهر بود و لطف طبعش از حسن معنی ظاهر. صورت گذرانش معلوم نیست. این چند بیت ازو به قلم می آید:

از سر کوی تو دل، با دیده تر میرود	شعله در دل، فاله بر لب، خاک بر سر میرود
حرف شرح درد دل، گر آشنای لب کنم	خون ز جیب دیده، تا دامان محشر میرود
شعله در پروانه افتد، بلبل آید در غروش	گر بگویم آنچه ما را، پی تو بر سر میرود
در حلقه ما زمزمه سور نباشد	ما غمزدگان را دل مسرور نباشد
بی روی تو، بیرون کنم از دیده، نظر را	گر ذوق تماشای تو، منظور نباشد
ویرانه دل، چون سر تعمیر ندارد	بگذار که، این غمکده معمور نباشد

(۱۱۴-۱۱۵)

● ریاض الشعرا : طالب صفاهانی ، درویش کامل و محقق فاضل بوده .
 به هندوستان برآمده . مدتی بسر کرده است . معاصر شاه عباس ماضی مغفور
 است . اوراست این رباعی : (۱)
 (غلطی)

● صف ابوالبراهیم : بابا طالب اصفهانی . در آوان جوانی ، از دوستان
 ایران رنجیده . بکشمیر آمد ، و بلباس قلندران میگذرانید .

چون آن خطه دلپذیر ، مسخر بندگان اکبری گردید ، بابا طالب بشرف
 ملازمت آن پادشاه مشرف گشته ، رساله از جانب پادشاه . پیش حاکم تبت
 رفته . چون باز آمد — رساله — در بیان نوادر آن مملکت نوشته ، بعلامی
 شیخ ابوالفضل داد ، که داخل — اکبرنامه — سازد . چنانچه دران کتاب ،
 حالات آنجا مندرج است .

بالجمله تا زمان اکبر پادشاه وظیفه در کشمیر داشت . چون شاه جهانگیر
 پا بر سریر سلطنت گذاشت . هرگاه بکشمیر میرفت ، ملاقات از بابا طالب
 میفرمود . و از رباعیاتش اکثر این رباعی بر زبان فیض بیان میبود :

زهرم بفراق میچشانی که چه شد خونریزی و آستین فشانی که چه شد
 ای غافل ازین که ، تیغ هجرتو چه کرد خاکم بفشار تا بدانی که چه شد

در زمان جهانگیر بکشمیر در گذشت . و در — تذکره آرزو — مذکور
 است که : دران عهد از لباس درویشی برآمده ، صدارت گجرات یافته !
 و صاحب — خلاصه — (۲) گوید که : مولانا ابوطالب که در آوان جوانی از
 اصفهان به هندوستان رفته ، مدتها درانجا بفرغت گذرانیده ، در نواحی گجرات

۱- رک : تحت طبقات اکبری

۲- خلاصه الاشعار تقی کاشی

سنه اربع و ثمانین و تسعمانه (۹۸۴) (۱) بعالم بقا شتافت . (۲۳۹ ب)

● نگارستان سخن : طالب بابا ، مشهور به بابا طالب . الفاظ و کلماتش مکمن لطائف معانی و شرائف مطالب است . (یک رباعی دارد ۵۲)

● روز روشن : طالب بابا . طالب اصفهانی معروف به بابا طالب ، فاضلی آزاد مشرب بود . در زمان شاه عباس ماضی ، به هندوستان رسیده ، در خطه دلبذیر کشمیر سکونت گزید . زمانی که جلال الدین محمد اکبر پادشاه بر کشمیر استیلا یافت ، طالب بزمه منشیان شاهی منسلک گردید ، و منظور نظیر عاطفت سلطانی گشته ، برسم رسالت اکبری بخدمت والی تبت رسید ، و — رساله — متضمن غرائب ملاک تبت ، بنظر شیخ ابوالفضل گذرانید ، که در — اکبر نامه — مندرج است . و در سنه ثلاثین و الف (۱۰۳۰ هـ) از کشاکش این سپنجی سرا رست :

شادم از اهل جهان کز اثر صحبت شان	بجهانی ندیم گوشه تنهای را
کدام سایه دیوار را ، پناه برم	که سایه را ، ته دیوار هیچ کس ، جانیت
بیرون میا که ، شهره ایام میثوی	ما کشته میثویم تو بدنام میثوی

(۲۰۶)

● تاریخ نظم و نثر در زبان فارسی : ملا بابا طالب اصفهانی ، از اصفهان به هند رفته و هشت سال در کشمیر اقامت داشته . نخست قلندر منش بوده و سپس وارد خدمت دربار جلال الدین اکبر شده و اکبر او را از

۱- رک : تاریخ اعظمی که مدفن ایشان در محله بابا پوره در جوار مزار بابا خلیل نوشته است . و اینجا سال وفات (۹۸۴ هـ) غلط است . در روز روشن (۱۰۳۰ هـ) ثبت است . جهانگیر در سال چهاردهمین که سال (۱۰۲۸ هـ) میشود ، گفته است که : عمرش الحال قریب بصد رسیده ، پس قرینه اینست که سال فوتش (۱۰۳۰ هـ) باشد نه سال (۹۸۴ هـ) . و چون در سال (۱۰۲۸ هـ) عمرش قریب بصد سال بود . پس تولدش را باید که در حدود (۹۲۸ هـ) بدانیم .

کشمیر بسفارت نزد حاکم ثبت خرد علی رای فرستاد، و در بازگشت از این سفر - رساله - در غرائب و نوادر آن سر زمین نوشت، که نسخه آن را بابوالفضل علامی داد و وی هم در - اکبر نامه - گنجانید. و گذشته از این، در غزل سرای هم استاد بوده است.

(۱ : ۲۳۱)

۱۳۶- طالب، آملی

● عرفات العاشقین : . . . با آنکه هنوز در عنفوان شباب بوده، و بر صفحه عذار خطی نداشت، رقم خط و نظم دلپذیرش، چون زلف دلبران، صید قلوب عارفان میکرد. الحق خوش مینویسد و شعر را، از چاشنی و تازگی و مزه. رتبه عالی داده. و طالع شهرتی غریب و عجیب دارد. وقتی که از ایران به هند عزم کرده بود، در سند بخدمت میرزاغازی وقاری - که حالتش مذکور خواهد شد - قیام نموده، و وی در مقام تربیت او در آمده و چندی با او هم مشق شد، چه او نیز جوانی خوش طبیعت بود. و بعد از آن بهند آمد، و در ملازمت اعتمادالدوله کمال ترقی کرده و میکند. روز بروز در همه حالات بر آمد مینماید. دیوانش قریب بدوازده هزار بیت بنظر مخلص رسیده، مبنی بر اقسام سخن، بخصوص قصیده و غزل و بجز آن هم نزدیک بدوازده هزار بیت مسودات داشت، که داخل هنوز نساخته. و در اجمیر الحال که هزار و بیست و پنج (۵۱۰۲۵) است، خود همه روز در شرف صحبت واقفم، چه در جوار همیم، و بخدمت و صحبت او مانوس و مشغوف. الحق وجودش بغایت مغتنم و عزیز است، و همه روز بر سر مشق سخن و مباحثه و مذاکره آنست.

(آقای گلچین معانی در - میخانه - ۵۵۲)

● میخانه : ذکر ملک الشعرای دارالامان هندوستان ، طالب آملی .
این نادره عصر فرید زمان و وحید دوران خود ست . آن قدر اهلیت و استعداد — که با اوست — با دیگر شعرای این ایام نیست .

مولد آن سر غزل دیوان نکته دانی از آمل مازندران است . در وطن خود بسن رشد و تمیز رسیده و در مقام انتظام نظم شده ، تا سر رشته آن بدست آورده است . در ازل جوانی و نو بهار زلف گانی ، از مسکن خروج نموده ، بدارالمومنین کاشان (۱) آمد ، در آنجا متوطن شد و تاهل اختیار کرد . ابتدای نشو و نمای او ، در شهر مذکور واقع شد .

و ازان بلده — بتقریبی که تحریر آن مناسبتی بسایق این اوراق پریشان ندارد — بدر آمده .

بعد از اندک ترددی بشهر مرو رفت و چندی در خدمت بکتش خان (۲) — که از جانب جمجاه انجم سپاه شاه عباس حسینی صفوی — حاکم آن دیار بود — بسر برد ، وقصائد غرا در مدح آن ممدوح برشته نظم در آورد .
بعد از انقضاء آبخورد ، هوای سیر دارالامان هندوستان — که نشو و نما دهنده هنرمندان است — در سر او جلوه گر شد . و سودای این سر زمین که — خانه عافیت خردمندان است — او را بسیر و سفر آورد ، بنا بر آن ، آن طالب حقیقی هندوستان ، مثنوی در بحر — خسرو و شیرین — بنام بکتش خان تمام گردانید ، و در آن نظم این مضمون به ادا رسانید که : اراده دیدن وطن

۱- ظاهراً ورودش بکاشان بنا بر قرابتی بود که ، به حکیم نظام الدین علی کاشی والد حکیم رکن الدین مسعود (حکیم رکن) کاشی داشت . حکیم علی مذکور شوهر خاله طالب بود .
(شفیع بحواله ریو ۱ : ۶۷۹)

۲- بفتح اول و ثالث . برای احوالش رک : میخانه حاشیه ۵۴۵ گلچین وعالم آرای عباسی ۲ : ۸۰۴ .

کرده ام . امیدوارم که خان عالیشان مداح خود را دوستکام فرمایند ! تادیده را از دیدار دوستان* وطن و اقبای* مسکن ، آب داده ، باز بملازمت معاودت نماید .

آن خان عالیشان این بلبل هزار داستان را ، آدمیانه بجانب مازندران بهشت نشان روانه گردانید . آن آزموند گشت دار الامان هندوستان ، سپر این ملک را ، بر حب وطن ترجیح داده راه هند در پیش گرفت .

این چند بیت ازان مثنوی است که بجهت بکتش خان گفته و ازو رخصت طلبیده است :

که با غم ، خفته بودم ، در یک آغوش
که سببش ، حیرت اندر حیرت افزود
سراپا پیکرم زنگار-گون بود
تو گوئی ، زد قضا بر دیده ام آب
سفر ، تعبیر این آشفته خواب است
که چندی سازدم محروم ازین بزم
که بادش ، بخت دائم در جوانی
کند در سرمه دان ، خاک سیاهش
سر اندر مغفر خورشید اندای
چنان کز فرق مجمر کاکل دود
همه خورشید پیکر ، مساه ترکیب
در آن آئینه بیند صورت خویش
همیشه ، شاهد بخت ، جوان باد !
بگو هر گوش را : آغوش بکشا !
چو خور کوه ذره را نور بخشد
کند خویشان خود را ریشخندی
دگر ، رخ را بسوی این در ، آرد

بگلشن خانه خلوت ، شب دوش
یکی خواب عجیبم ، روی بنمود
چنان دیدم که : چشم غرق خون بود
بدین تقریب ناگه ، جستم از خواب
یقینم شد که ، پایم در رکاب است
فلک در خاطرش میگردد این عزم
کدامین بزم ! بزم عیش خانی !
فلک روید بمژگان ، خاک راهش
تنش در جوشن سیاه سیاهی
آناه (۱) عنبر افشان بر سر خود
چهار آئینه ، بر تن داده ، ترتیب
که فتح از هر طرف چون آیدش پیش
فلک قدرا ! بقایت جاودان باد !
یکی بر حرف (طالب) گوش بکشا !
اگر لطف تو باش ، دستور بخشد
عنان سوی وطن تابیده چندی
دو روزی ، با غم آشامان ، سر آرد

۱- آناه : بضم اول ، پر کلاه و جیفه ، و این ترکیبست . گلچین بحواله بهار عجم .

رباعی

(طالب) گل این چمن، بیستان بگذار بگذار، که میشوی پشیمان، بگذار
هندو نبرد بتحفه کسی جانب هند بخت سیه خویش بایران بگذار

اما چون طالب از بکتش خان جدا گردید، اول بار به قندهار آمد (۱). در آن آوان، میرزا غازی ترخان، از جانب خدیو جهانگیر کشور کشا شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه، حاکم قندهار بود (۲). او را در خدمت خود نگاهداشت و در رعایت خاطر او کوشید. چون زبده دودمان ترخانیان در قندهار از دست ساقی* اجل ساغر مرگ گرفت. آن بلبل دستان سرای در همان سال، که سنه عشرين و الف (۱۰۲۰ هـ) بود (۳) بدارالخلافة آگره آمد.

این ضعیف را، مرتبه اول در هند، در آن ایام با او ملاقات واقع شد. جوانی دیدم، بانواع هنر آراسته. عزیزی ملاحظه نمودم، باصناف سخنوری پیراسته. در فن شعر از امثال و اقران ممتاز. و در علم سلوک و مردمی بی انباز. چنان خلیق و زود آشنا، که درین فن نیز عدیل نداشت. و در سخن فهمی و انصاف، بمرتبه مقید که، دقیقه فرو گذاشت، در ادراک نمودن ابیات ضعیف و کبیر، نمینمود. در مثنوی خویش، دو سه بیت در

۱- شبلی گفته است که: این اشتباه مؤلف میخانه است، طالب از ایران اول بهند آمد و مدتی اینجا بسر کرد و بعد از آن بقندهار رفت.
رک: تحت عنوان شعرالعجم.

۲- میرزا غازی از سال (۱۰۱۷ هـ) تا سال مرگ که (۱۰۲۱ هـ) هست در قندهار کوس ادب نوازی و هنر پروری مینواخت. رک: کتاب - میرزا غازی و بزم ادب وی - نوشته نگارنده که زیر چاپ است. طالب قصائد گرم و غرا برایش سروده است.

۳- قول صحیح اینست که بتاريخ یازدهم صفر (۱۰۲۱ هـ) بروز جمعه جهان را پدرو گرفت.

درست آشنایی خود ، بیان فرموده . حقاً که حالی اوست ، و در آن تکلفی نکرده است . آن ابیات این است :

کتب طی کنده ام در دوستداری یکی علامه ام ، در علم یاری
سزد آنان که ، علم مهر دانند درین فنم وحید العصر خوانند
نباشد بیوفتائی در بساطم وفا یک گل بود از اختلاطم
این مطلع را نیز درین باب گفته :

منم که یک سر موشید در بساطم نیست رسوم ساخته ، در طرز اختلاطم نیست
القصه ، چون میان این کمترین و آن زبده المتأخرین ، صحبت منعقد شده ،
این دو رباعی را در آن ایام تازه گفته بود ، برین ضعیف خواند :

بر من گل خون ، شگفت از شبنم صبح داغ دگرم ، تازه شد از مرهم صبح
قا صبح دمید ، غوطه در خون خوردم گویا دم تیغ بود ، بر من دم صبح
وله :

شوریت نهاده رو ، چه در شهر و چه ده بر قوس قزح زمانه میبندد زه
دارد بر ایام یکی فتنه ، که باز ابروی کمان میچید و چشم زره
تکلف بر طرف که ، این دو رباعی را بنهایت خوب گفته است ، و
ازین بابت ابیات خوب ، بسیار دارد .

اما چون چند روزی ، در آن ایام در آگره ماند ، خواجه قاسم دیانت
خان (۱) دو کلمه سفارش آمیز در باب او ، بخان عالیشان تهمتن معرکه روز

۱- رک : مائالامرا ۲ : ۸ و خزانه عاره ص ۳۰۰ از ارای جهانگیری و شاهجهانی بوده ،
اصلاً از دشت بیاض بود ، در عهد جهانگیری بهند وارد شد . در سال (۸۱۰۴۰) در
احمد نگر وفات یافت .

جنگ، عبدالله خان بهادر فیروز جنگ (۱) نوشت، و آن عزیز را بخدمت آن خان بلند همت فرستاد. چون طالب بمطلوب رسید، خان فیروز جنگ آن قدر مروت و مردمی بدو نمود، و آن مایه احسان و انسانیت باو فرمود، که درین جزو زمان از کم کسی آید.

بعد از مدتی بتقریبی - که سبب آن، خوب برین ضعیف ظاهر نیست - مفارقت از خدمت آن خان عالیشان اختیار نموده، بدار الخلافه آگره آمد. و در مقر سلطنت جهانگیری بشرف خدمت، مسند آرای سریر وکالت و دهنده کرسی وزارت، وزیر اعظم دار الامان، مدار المهایم فرمانروای هندوستان، اعتمادالدوله العلیه العالیه، که در این ایام خجسته فرجام، رای عالم آرایش، شمع شبستان مملکت شاهنشاهی است، و فکر صواب اندیشش، کلید عقده کشای جهانگیر بادشاهی، مشرف شد (۲). آن مبارک وزیر همایون مشیر، طالب آملی را، در خدمت خود نگاه داشت، و در صدد تربیت او شد، تا نشو و نما یافت.

بعد از اندک ایامی، خود باعث ازدیاد رشد طالب گردید، و او را داخل بساط بوسان محفل عظمت و شوکت پادشاه جهان پناه، آسمان جاه، سلیمان دستگاه، شاه نورالدین مجد جهانگیر پادشاه گردانید (۳).

آن منتخب نکته سنجان در اندک زمانی جوهر خویش بر فرمانروای

۱- عبدالله خان زخمی فیروز جنگ از اولاد خواجه احرار بوده و در آخر عهد اکبری بهند رسید. در زمانی که طالب باو برخورد، آن ناظم گجرات بود. در هفتم شوال (۱۰۵۳ هـ) در گذشت. (رک: مائرالامرا ۲: ۷۷۷)

۲- پدر نور جهان غیاث الدین اعتمادالدوله آصف خان متوفی سنه (۱۰۳۱ هـ)

۳- آزاد بلگرای در خزانه عامره ورود طالب بدربار جهانگیر بسمی دیانت خانه میداند. رک: تحت خزانه عامره.

دارالامان هندوستان و شهریار جهان بخش جهانستان ، ظاهر ساخت . تا در سنه ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸ هـ) این شهنشاه گردون اساس و این پیادشاه جوهر شناس ، طالب را ، از امثال و اقران برگزیده ، بخطاب — ملک الشعرای* — (۱) مفتخر و سرافراز گردانید .

الحال ، بدولت این خسرو غریب دوست مسکین نواز ، و این خورشید ذره پرور ، از همه چیز بی نیاز ، سر آمد سخنوران و برگزیده نکته‌وران است .

الهی ! بشگفتگی* طبع مشاطگان سخن ، و پیرایه بندی دیباچه آرایان صحائف نو و کهن ، که تا زبان سخن در کام جنبانست ، و بنان قلم در کف نقشبندان ، همواره تگلشن اقبال این شهریار نامدار را ، از صرصر حوادث در حفظ و امان خویشتن داری ، و همیشه ذات ملکی صفات این جهانگیر جهاندار را ، از جمیع آفات مصون داشته بر سریر سلطنت متمکن داری .

لمولفه

خداوندا ! بطبع اهل دانش	بنسور دیده اصحاب بینش
بآن عشقی که ، دادی عاشقان را	بعرفانی که ، دادی عارفان را
که شه را ، چون سخن پاینده داری	چو نام نیک ، دائم زنده داری

بر معنی طرازان کشور معانی ، و لفظ آرایان اقلیم سخندانی ، پوشیده نماید که : ملک الشعرای این جزو زمان ، طالبای آمی — ساقی نامه — بسامانی نگفته بود . این ضعیف از — جهانگیر نامه — (۲) او ابیاتی چند ، که در

۱- رک : تحت ترک جهانگیری اواخر ماه محرم ۱۰۲۸ هـ بملک الشعرای* رسید .

۲- نسخه جهانگیر نامه در کتابخانه رامپور است و این مثنوی دارای ۳۲۶۵ شعر است .

رک : تحت اسلامک کلچر . شماره آورل ۱۹۶۷ ع .

صفت بزم جهانگیری بود، و مناسبتی باین کتاب داشت، انتخاب نموده
درین تالیف مرقوم قلم پریشان رقم گردانید:

دلا تا توانی، کم آزار باش بهر کار چون عقل، هشیار باش
فلک را دران بزم عشرت قرین گهی دست رقص و گه آستین (۱)

این دوسه بیت برجسته، که مناسبتی باین کتاب دارد ازوست، که درین
کتاب درج کرده شد:

مردم ز رشک، چند ببینم که، جام می لب برایش گذارد و قالب نمی کند
گنه توبه، بکس فاش نگویم، که اگر بشنود مادر رز، شیر حلالم نکند
چشم این غفلتم، از باده خون گرم نبود که درین تنگدل، یاد سفالم نکند

(۵۴۵ - ۵۴۰)

● تزک جهانگیری : جهانگیر پادشاه وقتی که به کشمیر میرفت و در کلانور
منزلش بود، طالب را خطاب — ملک الشعرای — داد و در تزک مینوسد که:
درین تاریخ روز شنبه دهم دیماه از چهاردهمین سال جلوس (برابر با
اواخر محرم سنه ۱۰۲۸ هجری قمری) طالب آملی بخطاب — ملک الشعرای —
خلعت امتیاز پوشید.

اصل او از آمل است. یکچندی با اعتمادالدوله میبود. چون رقبه
سخنش از همگان در گذشت، در سلک شعرای پایتخت منتظم گشت.
این چند بیت ازوست:

ز غارت چمت، بر بهار، منتهاست که گل بدست تو، از شاخ، تازه ترماند
لب از گفتن چنان بستم، که گوئی دهان، بر چهره زخمی بود، به شد
عشق دراول و آخر، همه ذوقست و سماع این شرایبست که، هم پخته و هم خام خوشست

گر من ، بجای جوهر آئینه بودی بی رونما ، ترا بشو کی میشویدی
 دو لبه دارم ، یکی در سی پرستی یکی در عذر خواهیهای مستی
 (ص ۲۸۹)

● لطائف الخیال : طالب آملی در سال (۱۰۱۰ هـ) از مازندران به عراق رفت . و قصیده در مدح شاه گفت . بعد به قندهار رفت نزد میرزا غازی ترخان . وقتی که بساط سلطنت او بهم خورد ، به هند رفت و از نوکری امرای آن حدود ، آزار بسیاری کشید .

عاقبت الامر جهانگیر پادشاه بسروقت او افتاده ، در سلک منصب دارانش درآورده بخطاب — ملک الشعرای — مقررش ساخته . الحق بسیار خوش وقت بوده .

اتفاقاً از چشم زخم روزگار ، آسیبی از سودا باو رسیده مجنون شد . دو سه سال در کسوت جنون ، خون در کاسه مجنون میکرد . در سینه ست و ثلاثین بعد الالف (۱۰۳۶ هـ) بدار بقا شتافت . (۱) (از میخانه ۵۵۱)

● نصرآبادی : طالب آملی ، از آمل مازندران است . گلشن طبعش از نسیم فیض الهی تازه ، و عندلیب خاطرش بر شاخساره تازه گوی بلند آوازه . چنانکه خود گفته :

(طالبها) عندلیب زمزمه ایم سخن تازه آفریده ماست

قربانی بحکیم رکنا دارد ، چنانکه حکیم در مرثیه او گفته :

فرزند عزیز و طالب خویشم رفت زین واقعه ها ، چه بادل ریشم رفت
 من بودم و آن عزیز ، در عالم خاک خاکم بر سرکه ، آن هم از پیشم رفت

۱- لطائف الخیال مجد عارف شیرازی . نسخه کتاتب خانة ملی ملک شماره ۲۳۲۵ - بهروایت آقای گلچین معانی در میخانه .

در هندوستان رفته در خدمت خدیو قدردان شاه سلیم کمال اعتبار داشت .
بعد ازان بخدمت شاهجهان (۱) هم بمنصب — ملک الشعرای — سرافراز
گردیده . طالب تخلص میکرد . سودای بهمرسانیده مدتی خاموش بود ، چنانکه
خود گوید :

ما را زبان شکوه ، زبیداد چرخ ، نیست
از ما خطی بمهر خموشی گرفته اند
بصد زبان ، خموشی چوشانه ساخته ام
دماغ وقت ندارم بهانه ساخته ام
قبل از بیدماغی ، بادشاه اراده نمود که
اورا مهر دار کند ، دزان باب قطعه
گفته ، این دو بیت ازان جمله است :
اگر دهر یکدانه یاقوت گردد
برو بینم از چشم بی اعتباری
چو مهر تو دارم ، چه حاجت بمهرم
مرا مهر داری ، به از مهر داری
دیوانش بنظر رسیده ، چهارده هزار بیت بود . در او ان شباب ازین منزل پرخطر
بار ستر بست . شعرش این است (۲) .

غزل

نخست دل ، بر مرز سیلاب شد از گریه ما
هر کجا ، در ره عشق تو ، بی بانی هست
بنگاهی ، چو بسوزند پتان ، پیکر ما
از باده ، بر فروز رخ شاهدانه را
با محرمان زلف توام ، سینه صاف نیست
دل نسا اهل ، اهل آزار است
مزه در جبهان نمینیم
آن زلف که ، جمع آمده ، یک چنگل باز است
بقتل اهل وفا ، نرگست ، سبک دست است
کمان ناله ام ، چون دوش زه شد

سرمه در چشم سفید ، آب شد از گریه ما
گرد بادش ، همه گرداب شد از گریه ما
سرمه ناز ، فروشنده ز خاکستر ما
یوسف نگار کن ، در و دیوار خانه را
تا قتل مهرم چه نسیم و چه شانه را
خاک نسا مردم ، آدمی خوار است
دهر گوی دهسان بهمار است
چون باز کنی ، مایه یک عمر دراز است
نگه ، به چشم تو ، شمیر در کف مست است
بتن پیراهن گردون زره شد

۱- این اشتباه است از جهانگیر یافت .

۲- پنج شعر از قصیده :

که قطره ، برابر جرمیکند ، نیابت خال

چنان بخار هوا ، تیره ساخت آب حیات
دارد و بعد ازان اشعار غزل داده است .

لب بر لبیت گذارد و قالب تهی کند
 که گر، صراحی می بشکند، صدا نکند
 آن هم صنمی بهر پرستیدن من شد
 موی که بر اندام تو دیدیم کمر بود
 ز آنکه شهیدان عشق، عمر باو داده اند
 کوزه بیدسته چو بینی، بدو دستش بردار
 موم دل بگذاختیم و شمع آهی ریختیم
 یک نیمه زخم کهنه شد، یک نیمه را تا دوختم
 که بآن رشته، دل خویش، بدنیا بندم

مردم ز رشک، چند به بینم که جام می
 چنان ز حسن تو، اجزای بزم، رفته ز هوش
 هر سنگ که بر سینه زدم، نقش تو بگرفت
 هر عضو تن، ساده تر از عضو دگر بود
 نیست درازی عجب، از شب هجران یار
 مرد بی برگ و نوا را، سبک از جای مگیر
 بزم گردون، چون چراغ بخت ما، بی نور بود
 از بسکه چاکم بر جگر، آن غمزه، بی رحمانه کرد
 رشته، نیست ز اسباب جهان، در دستم

رباعیات

آسوده دلی که ساغر جم نکشید
 پژورده شد و منت شبنم نکشید
 یا چون فلک پیر که پیسی سازم
 چون آب روان، بخساک لیسی سازم
 چاکست سراپای دل از خنجر آه
 با اینکه بهم نمیرسد این دو سپاه
 بس قیوس قنجر زمانه میندد زه
 ابروی کمان میبهد و چشم زره

(۲۲۳-۲۲۵)

خوشدل زخمی که ناز (بار) مرهم نکشید
 من بلبل آن گلم، که در گلشن راز
 آن نیستم، آن که با خسیسی سازم
 آنم که، چه کار بر سر افتد، یک عمر
 در از رخ تو که دور بادا ز نگاه
 در لشکر مژگان، همه شب خونریزی است
 شوریست نهاده سر، چه در شهر و چه ده
 دارد بسر ایام، یکی فتنه که باز

● کلمات الشعرا : طالب آملی، صاحب طبع و صاحب کمال و خوش
 خیال بود. اشعار عالمگیر بسیار دارد. مرزا صائب و غیر سخن سنجان،
 اورا باستانی قبول داشتند، و این مطلع از او مشهور است :

بن بویا کند گلهای تصویر نهالی را
 بپا بیدار سازد خفتگان نقش قالی را
 هیچ کس بجنگ این بیت بر نتوانست آمد. برای این مصرع مدتها فکر
 کرده، پیش مصرع رسانده :

یک برگ گلم دو جامه وار است
 شاید بغلط، یار ز من دست نشوید

جسم از غم فریهم نزار است
 آیم بکن ای شرم، بنزدیکی آن کوه

گرمی عجب ز غوی تو نبود که، در جهان هر آتشی که مرد، بخوی تو جان سپرد
خواستم تا سینه بخراشم بناخن، جسم زار در میان پنجه ام، مانده مو، در شانه مانده
بهمین اکتفا نموده شد، و الا سخنان و ابیات پر مضامین بسیار دارد.

(چهار بیت دیگر دارد ۱۲۰)

● ریاض الشعرا : طالب آملی ، بابا طالب آملی از مستعدان روزگار بوده.

خطوط را خوب مینوشته ، در مصاحبت و مجلس آرای نظیر نداشته . اشعارش در کمال عذوبت و بلاغت و شستگی و تازگی و روانی و نازکی واقع شده . وی خاله زاده حکیم رکن الدین مسعود مسیح است . چنانچه این شعر را حکیم مرحوم در مرثیه او گفته است : فرزند الخ

مدتها در خدمت مرزا غازی بسر کرده ترقیات نموده . پس ازان بخدمت جهانگیر شاه رسیده کامیاب گردیده . در آخر خطبی بدماغش و فتوری در افکارش، راه یافته . تقی اوحدی نوشته که : ویرا دیده ام و با یکدیگر صحبت های بسیار داشته ایم !

از نتایج طبع وقاد آن فاضل بیهمال است :

بسکه زهر چشم او، پیمود بر من جام تلخ
گریزم در پناه زلف، آنکه کام دل جویم
دشنام خلق را، ندم جز دعا جواب
آنجا که ابروی تو نماید هلال را
بی نیازانه، ز ارباب کسرم، میگذرم
چنان ز روی تو، در نور، غوطه خوردم
سبک چنین که، بگلگون فی سوار شوم
تشنه میرانم که، صد کوثر بفریادم رسد
هر عضو، بت ساده تر، از عضو دگر بود
تلخ شد در استخوانم مغز، چون بادام تلخ
بتاریکی کنم در یوزه، درویش سبک رویم
ابرم ز تلخ گیرم و شیرین عوض دم
چون ناخن بریده بزیر زمین کنند
چون سیه چشم، که بر سرمه فروشان گذرد
اگر پدید شود، گویم: این سواهی چیست
امید هست که، رنگ پزیده را گیرم
شاید آن آب دم خنجر، بفریدم رسد
موی که، بر اندام تو دیدیم، کمر بود

سخن چین بزم نو، گلچین بود
خوش آنکه مست حیا با تو همشراب شوم
ز بخت تیره ام، امید روشنائی نیست
دام گستردم، ولی از نارسائیهای بخت
ز بس گریسته ام، گل فشاده در چشم
ز انگشتم، نسیم غنچه فردوس، می آید
زخم تیغ او، هلال بود بر پیکر مرا
من و دل، ازان روزی، غم دیده ایم
دران انجمن، غیر لبهای یسار
دو پلک دیده بهم تا بصبحدم بنهم
غفران تو بیاد نیارد گنجه ما
مومیای بهر اصلاح شکست آید بکار
گر من، بجای جوهر آئینه، بودم
شکست خلق نجویم بفایستی، که اگر
با چنین چهره، که امروز تو آراسته
در این گلزار، مسکین لاله، هر پادارگی دارد
صبح است، و به که رو بچمن چون صبا کنم
گل گل زباده، چون پر طاقس، گشته
دست قبول عشق چه غم، گر دلم شکست
عید قربان است، امروز آهوان دشت را
جگر از کاوش آن غمزه پناهی میجست
سوی چمن، چو آب روان شو، که غنچه
دل شرح بسی وفائی گل، پیش یار کرد
نیست درازی عجب، از شب هجران یار
با چنین بختی که من دارم، عجب نبود اگر
یارا زبان شکوه ز بیداد چرخ یافت
یک قطره خون، درد دلم از بخت زبون نیست
دلم ز غنچه تصویر ذوق درد آموخت
حریص کرد مرا، تیغ او، بخوردن زخم

حدیث چو گل، بسکه رنگین بود
نورفته رفته شوی آتش و من آب شوم
همان ستاره خویشم، گر آفتاب شوم
تا تو در دامم درای سبز گردد دانه ام
کشتون بحسرت زان گل گلاب میگیرم
نمیدانم سحر، بند گریبان که، وا کردم
من بدست خویشتن، ماه تماش ساختم
که صبح ازل، روی هر دیده ایم
دمی را بیک نشاء کنم کرده ایم
بلی سرست گشاه ازان بهم بنهم
در دفتر عصیان ورق توبه مسا
منکه گشتم قوتیا از مومیای فارغم
بسی رونما، ترا بتوکی مینمودم
می ضیوح شوم نشکنم خمار کسی
هر که آئینه بدست تو دهد، دشمن تست
چرا داغی نسوزد بر جگر آن هم گلی دارد
کسب هنر گذارم و کسب هوا کنم
آماده هزار دهن بسوس گشته
باشد شکستنی ورق استخواب را
آن شکار افکن، مگر طرح شکار افکنده است
هیچ (پر) امن تر از خانه زنیور نیافت
چون ماهیان تشنه، دهنها کشاده اند
این حرف آشنا، بدلت سخت کار کرد
زانکه شهیدان عشق، عمر بار داده اند
مادر از نامهربانی، آب در شیرم کند
از ما خطی بمهر خموشی گرفته اند
اشکم زحیا، چهره بر افروخته چون نیست
که خنده بر رخ مشاطه بهار نکرد
برنده بود بلی آب اشتها آورد

دودم بیای حسرتش برون نمیرد
در چشم او، صحرای سخن میکند ننگه
ز گریهها که، گره گشته در گلو من است
غافل که، آب نیز پذیرد مثال دوست
پر عاجزم بهاد که پامال خود شوم
عذرهای لنگ مارا، لطف او، رهوار بود
خرامان شوکه، آب زندگی بی دست و پا گردد
گر این یاقوت، بر خورشید تابد، کبریا گردد
ز هم دوزند دانه، گر چه لشکرهای مژگانش
ابری شود بگریه اگر چشم سوزن است
این شرم بنزدیکی، آن کوهکن آیم
که میترسم نهانی باغبانش در سخن باشد
خود میکند خرام و خود از دست میرود
آزاد کسروم بغریبی فگنددن است
صبا بر گرد گل میگردد و بوی تو میگیرد
و گر، یکدم نشیند با تو گل، خوی تو میگیرد
ترا نشان بسر انگشت زینهار دهند
که هست خوردن خورش ز آب روشن تر
فرع دل و دماغ بود، کو دل و دماغ
نشر کده سازم رگ اندیشه خود را
بعد مرگ از خاک معشوقانه خیزد گرد ما
غمی که سایه دیوار ما، پناهش نیست
گمان برند که، دارم زه گریبان سرخ
بیماری که، نیست به پرهیزش احتیاج
قسمت این شد که، در آئینه آتش بینم
هر آن ورق، که ز عصیان تهی است، پاره کنم
گمان مبر که، تنزل ز سنگ خساره کنم
دل و دماغ، رسن بازی صراطم نیست
که تا وزیده هوایی برو پریشان نیست
او هم بدیده تو به من میکند ننگه
آئین ما ست، سینه چو آئینه داشتن

گشتم چنان نحیف، که گر آتشم زند
اینا چه و اشاره کدام و کنایه چیست
ز سینه ت بلبلیم، سینه میشارد آه
آئینه را بسیرق ننس، آب ساختم
می آیم این که، از سفر بیخودی بخویش
ما خموشان را زبان معذرت کوتاه نیست
بر افکن پرده، تا گل قطره ز آب حیا گردد
نشان عشق دارم در شکست رشک معذوم
ز خونریزی نیاساید زمانی دیده عاشق
چشمی که آیدش بنظر، سخت کاریم
ترسم، بغلط یار ز من، دست بشوید
نخواهم غیر از مهر خموشی بر دهن باشد
با صد کرشمه، آن بت سرمست میرود
اکنون که، گشت گوشه زندان وطن مرا
هوا در عطر سائ مایه موی تو میگردد
تو با گل گر نشینی، سالها عادت نگردانی
چو عاشقان، بقیامت نشان یار دهند
ز سرمه خاک بلب، کو جلال نرگس یار
سیر گل و هوای گلستان و گشت باغ
تا چند بکام دل غم پیشه خود را
بسکه بر بستر گران شد جسم غم پرورد ما
وجود سایه نداریم، نیست در همه دهر
بخون دل، زده ام غوطه، تا بگردن خلق
ضبط ننگه مکن، که بچشم تو داده اند
که بدل جلوه کند پر تو او، گاه بسچشم
چو در جریده اعمال خود، نظاره کنم
اگرچه شیشه ما، از نسیم در خطر است
بحشر تن بجحیم افکنم نخستین کام
دل شکسته من، خوی زلف او دارد
دور فسلک، بسچشم نمی آورد مرا
کفر است، در طریقت ما، کینه داشتن

رباعی

آنانکه کُره بر آتش از دوزده اند راه خوابم بچشم جدو زده اند
لختی نه نه دیده بهم پنداری مژگانش مرا کُره بر ابرو زده اند
(خفلی)

● تذکره حسنی : شاعر والا مناقب محمد طالب المشهور به طالب آملی .
برادر خاله زاد حکیم رکناهی مسیح است که استاد مرزا صائب بوده . چنانکه
حکیم این رباعی در مرثیه گفته :
فرزند عزیز . . . الخ .

القصد . طالب بهند دلبنده رسیده در خدمت شاهجهان (۱) کامیاب گردیده .
ویراست :

خافه توت دل ر دیده ، ز طوفان سرشک
اوراق کهنه کی بمشی کهنه میرسد
عشق را بر سر بالین من آرد ، بجز
مانع ریش آن گریه ، نمیدانم چیست
آمر مکن ای شرم بنزدیکی آن ، که
فرو ریزم دل بسامان مژگان
چو بینه سرخ عنبرین دام زلفت
باعث راندم از بزم ، بجز عار نبود
بسوی خویشتن ، از لطف گستاخانه کش دستم
ای کاش ! گوش رغبتم آهول شدی ، چو چشم
ای خوش آن دل ، که هم آغوش جراحت باشد
درد را وقت فرود ، آمدن تیغ بر
گر چکد آب درانجا . نو درین خانه بیا
ذوقی که در پناه بود در رساله نیست
کین طبیعت که مشهور بزم قدم است
که جگر بر مزه می آید و پس میگرد
شاید بفاط یار ز من دست بشوید
بسناگه چو آواز پسای در آید
مسور بر مرغ تصویر بشند
ورنه کس را بمن و بودن من ، کار نبود
که من بسیار مجربم هم آغوشی نمیدانم
تا هر چه گفتی : از تو مکرر شنید می
دوستدار الم و دشمن راحت باشد
چین فگندن به جبین نیک شهادت باشد
(۱۹۸-۱۹۹)

● مجمع النفائس : محمد طالب آملی . و آمل قصیده از مازندران است .
قرابتی بحکیم رکنا داشت چنانکه حکیم در مرثیه او گفته : فرزند . . . الخ

در عهد شاه سلیم جهانگیر به هندوستان آمده بخطاب — ملک الشعرا — امتیاز یافته . اول در سند بخدمت میرزا غازی — که احوالش مذکور میشود (انشاء الله تعالی) — قیام مینمود . و وی در مقام تربیت او در آمده ، چندگاه با او بود . بعد از وی بهند آمده . در ملازمت اعتماد الدوله کمال ترقی کرده .

دیوانش پانزده هزار بیت بلکه زیاده است . مبنی بر اقسام سخن . تقی اوحدی گوید که : بدولت صحبت آصف سلیمان شان اعتماد الدوله خواجه غیاث الدین مجد رازی ولد میرزا مجد شریف هجری (۱) باین پایه رسید . زیرا که ، جناب آصفی سیزده هزار کتاب را ، بدست خود تنقیح نموده ، . . . گشته . هیچ مجلسی نبود که ، در اقل دو سه هزار بیت از قدما وجددای زمان خود نخواندی . و از رسائل تصوف و تاریخ و غیره بیان فرمودی . آنچنان طبعی را که ، چنین مربی باشد . سخن را بهر پایه که رساند ، گنجایش دارد . و این که ، نصر آبادی نوشته که : در عهد شاهجهانی — ملک الشعرا — شده خطا است . حاصل سخن طالب آملی ، حاکم نمکسار استعاره است ، رنگینی که در کلام او یافته میشود ، کم در دیوانی بنظر می آید . شعر او را طرز خاصی است . قصائد و غزل او را ، توصیف نمیتوان کرد . در قدما خواجه را — نخلبند شعرا — لقب است و متاخران طالب آملی را — بلبل آمل — گویند . ازوست :

نظاره ترا ، در جهان جز دو چشم نیست	یک چشم باز مانده ، و یک چشم برهم است
خانه شرع خرابست ، که ارباب صلاح	در عمارت گری گنبد دستار خودند
اثر سیل سرپنجه بیزاری ماست	اینکه در چشم کسان سکه روی درم است
دلم ، ز غنچه تصویر ذوق درد آموخت	که خنده ، بر رخ مشاطه بهار نکرد

که رنگ رفته ما را ، بنروی ما آورد
 هیکل خونم ، گسرانی میکند بر گردش
 تا تو در دام در آی ، سبز گردد دانه ام
 من بدست خویشتن ، ماه تمامش کرده ام
 در دفتر عصیان ، ورق توبه شکستیم
 برین دامن افشان بر آن آستین
 ورق سیاه چنان کرده ام ، که نتوان خواند
 خواهم گره دل ز من آن بند قبا را
 غافل که ، آب نیز پذیرد مثال دوست
 رنگ نیارم بچهره دیدد حنا را
 می اگر خون فرشته است ، حلال است مرا
 تو در دلی ، کدام نهان ، برتو فاش نیست
 تخم سنبل کشت ، تا یک هفته ، از هر سو گذشت
 گوشت چشم سیاه از گوشت ابرو گذشت
 چنگل باز است مرغی را که ، بال و پر بسوخت
 کان چشم بروی تو ، بحسرت نگران است
 بر سینه بختی همای گریست
 چشم سوزن بهای های گریست
 گرمی عشق را ، فزون سازد
 چون بختی که ، بازنجیر از زندان برون آید
 ز هر گلی بسم ، لخت آتشی ریزند
 فغان محشریان ، پیش خیز جوش من است
 نسیم میکده وحی و صبا سرش من است
 رسوم ساخته در شان اختلاطم نیست
 خندها بر جلد شیخ و برهنم دارم
 بیا که ، وجد کنان درگه صنم پویم

خوش آمد! از ره دور این می و صفا آورد
 من کیم کز شرم قتل من سر اندازد به پیش
 دام گستردم ، ولی از نارسائیهای بخت
 زخم تیغ او هلالی بود ، بر پیکر مرا
 غفران تو ، تا زود بیاید ، گنه ما
 دو عالم دو هنگامه خود بیش نیست
 ز خسرده گیری روز حساب ، آزادم
 با خرتو حریفیش کشادن نتواند
 آئینه را ز برق نفس ، آب ساختیم
 تا بکف پای او نهاده رخ از رشک
 غیری ، هر چه کنم نوش ، و بال است مرا
 گفتی که : از نهان دلت بیخیزیم
 هر نسیمی را که ، در دل یاد زلف او گذشت
 سرمه بی دنباله کش بر نرگس دنباله دار
 چون شدی ایمن ، مباحش ایمن که از خار آشیان
 هر حلقه زنجیر ، سر زلف تو چشی است
 هر کسه دیدد استخوان سوخته ام
 دید چون زخیم کاری جگر
 تخم ریحان زلف ، یعنی خال
 برون آید نفس ، افتاد و خیزان ، از دل تنگم
 پسای گلبنی ، از ساعتی بیاسایم
 منم که گوش فغان و بلبل خروش من است
 منم پیمبر دیر و موافقان اصحاب
 منم که یکسر مو شبه در بساطم نیست
 نه ملامت گر کفرم ، نه تعصب کش دین
 ز جوش اهل ریا ، باب کعبه مسدود است

رباعیات

در خاک مفسانت فلک الافلاک است
 چون نیمه آسمان بزیر خاک است

(طالب) اگر نتصیبی از ادراک است
 شاید که ، تشذلت رسافت بسپهر

بلبل شود از مرثیه خوانان چمن
رنگ از تو، و نکبت از تو، و داغ از من
هر نشاء، در آستین خماری دارد
وان نیز، بمژگان، سروکاری دارد
وز لاله فردوس گلت ممتاز است
بر گرد لب تو بوسه در پرواز است
دلها، در خون نشسته دارد زلفت
حکم سپهر شکسته دارد زلفت
مگذار که، آن شود عنان گیر هوس
چون سایه نشین شبی، چه عناق چه مگس

روزی که، بمرگ گل، نشیند گلشن
میراث گل و لاله، چو تقسیم کنند
هر صبحدم از پی، شب قاری دارد
جز اشک، بعالم گل بیخاری نیست
آنی که، در حسن برویت، باز است
مانند مگس بگرد سرچشمه نوش
جانها، مجروح خسته دارد زلفت
هر تازی ازو کنند بسوی آهنگ
تا در قفس سینه بود، مرغ نفس
دیدنی که، همیشه اوج گیری چو هما

ابیات

زبان گوشت ابروی او، نمیدانم
امید هست که دیوانه آورند بخویشم
عمرها شد که سر از ناخن پا میخارم
هر آن ورق، که ز عصیان تهی است، پاره کنم
ز روی خود، که سیه باد، سخت منفعلم
درین بهار، ندانم که تسویه بشکسته
به بلبل میرسانم نسبت، از یکسو پروانه
گمان برند که هر مو، کشاده گیسوی
کامروز گل بطور تو، دستار بسته است
صبح صادق نفسی دارد و ماهم نفسی
که هست خوردن خویش، ز آب روشن تر
نقل را رنگ نمایند چو شکر سیه است
آزاد کردندم بفریبی فگنندن است
سرب بود که، از سرحد دامن بگذشت
شکایت شکر سازد بر زبان ها داد خواهان را
واگذارید، ای نوا سنجان! بخاموشی مرا
گرد پرواز بشوئید ز بال و پر ما
ای عنان تاخته بخت، این همه امساک چرا
گرد بادش، همه گرداب شد از گریه ما

اشاره فهم نیم، عذر غفلتم، بپذیر
ببوی زلف بتان برده اند، عاقلم از خود
قامت از بار دلم خم شده چون حلقه زلف
چو بر جریده اعمال خود، نظاره کنم
همین نه، از رخ یاران و دوستان، خجلم
بہا، رسیده بمعراج، مومیائی را
میان عشقبازان مغرور دارم که، از یکسو
ز موشگافی تیغ تو، بر سرم دم نزع
از بلبلان بغیرتم، از باغبان پر شک
میتوانیم، شبی را بدمی کردن روز
ز سمره خاک بلبل، کو بهال نرگس یار
نکته الوان چکد از لعل خط آورده دوست
اکثون که هست گوشت زندان وطن مرا
(طالب) از چاک گریبان، چه خبر میپرسی
من و شوخی که استیلای حسنت در صف محشر
ناله مرغ چمن، کم کرده سیر آهنگ نیست
ما مصیبت زده، مرغان قفس، مشتاقیم
ما که، خورسند بپاپوس رکابی باشیم
هر کجا، در ره عشق تو، بیابانی بود

بخون طپیده شمیر رشک میداند
 زدی چو تیغ، زمانی بکش عنان سمن
 بتان را طرفه اعجازیست (طالب)
 زخم را بسته لبی، ذوق دگر میبخشد
 داغی بدل گرفته، گذشتم ز کوی یار
 داغم، که همچو مردمک دیده، سینه ام
 مژده ای خار ره عشق! که این مجنون را
 اجل، اینک بسم نساخته، جان میطلبد
 نیمکش کرد، چنان تیغ نگاهی، کز بیم
 فتنه حسن، چو پیراهن یوسف بدرید
 کرشمه، تا نرسد نیشتر فشان، از پی
 چون شکر آن کنیم، که بر بیدلان شوق
 شد استخوان سوخته ام، خاک و همچنان
 عالم از زنده تهی گشت، کنون امید است
 من کشته چشمی، که دو عالم دل و دین را
 درگریه نقش روی، که منظور دیده بود
 بامطربان چو زخمه بتار فغان زدیم
 دلی دارم که در آغوش مرهم زخم ناسورش
 مانع ریزش این گریه، نمیدانم چیست
 نسیم دوستیش بر مشام جان نرسید
 دشنه غمزه بیالای! که، آشوب دلم
 چو غمزه تو، بقبضد جفا، برون آمد
 که میزند رقم گریه، کز در و دیوار
 نسیمی نگذرد بر بیستون از گلشن شیرین
 حاشا که، در بساط دل درد خو، بود
 شعله حل کرده پی دفع صداعم (طالب)
 نکشوند مرا بخینه نظاره بچشم
 خیال فتنه زلفش در آمد، در دل تنگم
 چون کند ترک سر زلف تو کز خون دلم
 تمیز حور و غلمان، زین ادا مفهوم میگردد
 تو آن شکار فریبی، که هر کجا مرغیست

که روز ماتم فرهاد عید پرویز است
 که نیم کشته ناز ترا، وصیت هاست
 که در آزار شان بیزاری نیست
 ورنه الساس، بمرم کده ما، کم نیست
 دستم، دماغ چیدن گل، بیش ازین نداشت
 میدان ترکتازی یکداغ، بیش نیست
 طرف دامانی اگر نیست، کف پای هست
 نا امیدش نکنم، گر ز تو ایهای هست
 شوق دست نگه، از دامن پاکش برداشت
 عشق طرح دل یعقوب ز چاکش برداشت
 گمان مبر که نگاهی، دلی فگار کند
 جور تو، همچو لطف خدا، کم نمیشود
 از مشهدم هجوم هما کم نمیشود
 که دگر نوبت تیغ به شهیدان برسد
 هر دم بادای خرد و باز فروشد
 کز هر ترشح مژه، صد گلستان فتاد
 صد عدلیب دل، بکف از آشیان فتاد
 نمک میگوید و خمیازه بر خمیازه میریزد
 که جگر بر مژه می آید و پس میگردد
 کسی که، دشمنی خویش اختیار نکرد
 ننشیند بسجگر کاوی مژگانی چند
 اجل بهاتم اهل و فسا، برون آمد
 صریر خامه مژگان بگوش می آید
 که گلگون بازی بر مشهد فرهاد ننماید
 ذوق که، نیم غنچه تبسم درو، برد
 بخوش دوائیست همانا که محرب باشد
 مگر آندم که شگاف قفسم بر بستند
 باشویی، که گوئی! روزگار از در درون آمد
 شانه را چاشنی در بمن دندان افتاد
 که آشوب کمند زلف در گیسو نمیباشد
 بسوی دام تو، راهی ز آشیان دارد

طراز دامن هر قطره ، گوشه جگریست
چکیدن سر میزگان مسا ، نشان دارد
جراحی که، دعاگوئی دست و تیغ تو نیست
لبش بسوزن الساس دوختن دارد
خزان رسید و بیوی بهار رفته، هنوز
ذخیره‌های جنون، در دماغ و دل دارم
ای جنس هنر، چون تو متاعی بجهان نیست
عیب تو همین است که، در کشور مائی
(۲۱۹ الف - ۲۶۱ الف)

● سرو آزاد : طالب آملی ، برادر خاله زاد حکیم رکنا کاشی بود .
جوایای معانی بلند است و غواص لالی دلپسند . میرزا صائب گوید :

بطرز تازه، قسم یاد میکنم (صائب) که جای (طالب آملی) در اصفهان پیدا است (۱)
در ریعان شباب از ولایت خود برآمده به نزهتکده هند خرامید . چون
میرزا غازی وقاری از پیشگاه جهانگیر پادشاه ، بصوبه داری قندهار مامور
گردید ، و نقد کمیاب قدردانی اهل کمال را رواج داد ، طالب خود را
بآستان میرزا غازی کشید ، و به التفات فراوان اختصاص یافت .

طالباً قصیده طولانی در مدح میرزا غازی میطرارد (۲) . و دران قصیده ،
رفتن خود از هند پیش میرزا ، مفصل بیان مینماید . از انجاست این بیت :
عنايات شوق تسو شد ، ورنه کی دل زدی فال رجعت ز هندوستانم

و بعد رحلت میرزا غازی (۳) ، کسرت ثانی به گلگشت هند شتافت ،
و ایامی با عبدالله خان بهادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر برد . آخر باعتماد

۱- صائب دیگر شرم دارد :

بر نیامد شور (صائب) از شکر زار سخن
تا زبان طوطی خوش حرف (آملی) بسته اند
(طالب آملی) گذشت و طبعها افسرده شد
گرچه رو، آن آتشین گفتار ، در عالم نماند

۲- در مدح میرزا ده قصیده و دو ترکیب بند دارد .

۳- ۸۱۰۲۱ .

ذیل جهانگیری قوی پایه شد . و در سنه ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸ هـ)
بخطاب — ملک الشعرا — بلند نامی اندوخت . و در همین سال ابو طالب
کلیم همدانی از هندوستان بعراق عجم معاودت نمود .

طالب آملی در مدح جهانگیر پادشاه و اعتماد الدوله وزیر و نورجهان
بیگم قصائد غرا دارد .

وستی النسا خانم همشیره طالبا ست . ستی النسا خانم در عهد صاحبقران
ثانی شاهجهان ، مدار المہام محل پادشاهی بود . و شوهرش نصیر برادر
حکیم رکنا کاشی ، در هندوستان رخت هستی بر بست . چون فرزندی نداشت
ستی النسا خانم دو دختر که از طالبا مانده بود ، به فرزندی بر گرفت .
کلان را بعقد ازدواج عاقل خان و خرد را بحباله نکاح حکیم ضیاء الدین
مخاطب به رحمت خان — که پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکنا ست —
در آورد .

ستی النسا خانم در ذی الحجہ سنہ ست و خمسين و الف (۱۰۵۶ هـ) بساط
زندگانی در نوردید .

طالبا در اوائل ، مهرداد اعتماد الدوله بود ، آخر مستعفی شد و قطعہ اعتذاری
بنظم آورده ، از انست :

ندارند ، بسام سر سازگاری	دو صنف اند ، اهل طبیعت ، که هرگز
یکی را ، بزرگی و عالی تیاری	یکی را ، فرومایگی کرد شاعر
ز بخت بلند تو امیدواری	من آن شاعر شکر لله ، که دارم
درو بینم از چشم نا اعتباری	که گر دهر یاقوت یکدانه گردد
بمنصب چه شد نیستم گر هزاری	به گلزار معنی هزار فصیح
را مهر داری ، به از مهر داری	چو ، مهر تو دارم ، چه حاجت بمهر

طالباً در مدح قلیچ خان ناظم لاهور (۱)، قصیده هشتاد و چهار (۸۴) بیت در یک شب فکر کرد و بآن مینازد و میگوید :

منم که، نیست چومن، شاعری ز اهل سخن منم که، نیست چومن، قائل ز اهل کلام
گواه این دویمه معنی، همین قصیده بس است که یافت آن، سرشب تا سپیده دم اتمام

اما، میرزا صائب اشهب فکر از طالباً تیز تر راند، و هنگام ورود برهان پور، قصیده شصت و یک (۶۱) بیت در یک چاشت، در مدح ظفر خان بنظم آورد، درانجا میفرماید :

هزار حیف که، عرفی و نوعی و منجر نیند جمع بدار العیار برهان پور
که، قوت سخن و لطف طبع، میدیدند نمیشدند بطبع بلند خود، مغرور
همین قصیده که یک چاشت روی داد مرا ز اهل نظم که گفت است درسین و شهر

اگرچه طالباً را بیست و سه بیت (۲۳) افزون است، اما افزونی ابیات طالباً، با وسعت وقت، کم است. و کمی ابیات مرزا، با تنگی فرصت، افزون. و این معنی، از تقسیم ابیات بر ساعات، واضح میشود.

آدم برین که، نسبت بجناب مرزا صائب بی ادبی نمیتوان کرد. اما این همه تفاخر از طالب آملی نا منظور است. چه شوکت قصیده قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین در عرض چهار ساعت نجومی انشا نمود، و مطلق لب باظهار کمال نکشود. مطلع قصیده این است :

بسکه جوشد شعله حل کرده از مینای من شیشه را فواره آتش کند صبای من

۱- قلیچ خان اند جانی. از (۱۰۱۶ تا ۱۰۱۹) در لاهور کورت ثانی حکومت کرد و سه فوثن از تعداد حروف: - الموت جسر یومل الحبيب الی الحبيب - (۱۰۲۳) ظاهر میشود. در شعر - الفتی - تخلص میکرد این رباعی ازوست :

عاشق هوس وصال در سر دارد صوفی زرقی ز خرقة در بر دارد
من بنده آنکس که، فارغ ز همه دائم دل گرم، دیده تر دارد

(مائرا لاما ۳ : ۶۹)

و در آخر قصیده گوید :

شب که گردیدم هم آغوش پریرزاد خیال چار ساعت در گذار شام دیو آسای من
این همه اطفال معنی را که ، افکار من اند زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالباً در عین جوانی از زیبا خلعت زندگانی برآمد و این واقعه در سنه
ست و ثلاثین و الف (۱۰۳۶هـ) پیش از فوت جهانگیر پادشاه بیک سال
رو داد .

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالباً در وقت تحریر بدست آمد ،
فرصت وفا نکرد که بانتخاب پرداخته شود . گل چند از گلستانش حواله دست
قلم میشود : (هشت بیت دارد ۲۶-۲۷)

● مقالات الشعرا : طالب آملی ، از شعرای بلاغت آئین و فصیحای نزاکت
آفرین است . مرزا صائب و مثل وی بشاگردیش قایل . بهند آمده خدمت
میرزا غازی و قاری ، که مذکور شود ، لازم گرفت . و بعد چندی بگجرات رفته ،
ایامی با عبدالله خان فیروز جنگ بسر برد . ازان جا بدرگاه جهانگیری شتافته
ملک الشعرا لقب یافت . در اواخر ، جنون بر مزاجش طاری شده ، در عین
جوانی در سنه ست و ثلاثین و الف (۱۰۳۶هـ) درگذشت . منه :

بستیم عهد با گلستان تازه	گشتیم عندلیب گلستان تازه
از جان دیر سانه ، عجب گر کنیم یاد	اکنون که ، یافتیم بتن ، جان تازه
دل پی تکلف از سرو سامان فتاده بود	بازش نصیب شد سرو سامان تازه
دل طی نموده ملت و آئین کهنه را	دین نوی گرفته و ایمان تازه
از میرزای (غازی) و (طالب) ، زمانه یافت	مدوح تازه و ثنا خوان تازه
بقتل اهل وفا ، نرگست سیه مست است	نگه بچشم تو ، شمیر در کف مست است
تا کمان وقف هم آغوشی زه ساخته	پرنساک مژده چشم زره ساخته
ز غارت چمن ، بر بهار ، منتها است	که گل ، بدست تو ، از شاخ تازه تر مافت

گویند از برای پیش مصراع این بیت مذکور، شش ماه تلاش کرده .

منه :

خانه شرع خرابست که ارباب صلاح	در عمارتگری گنبد دستار خودند
برگ عدم سازکن دلا، که در این عهد	عمر طبیعی نصیب برق و شرار است
برم ز ناله بنوعی، که همنشینان را	صدا بگوش رسد از شکستن رنگم

(هفت بیت دیگر دارد ص ۳۷۳)

در تذکره وقاری نوشت است :

طالب آملی و ملا مرشد بروجردی اول بخدمت او (غازی) بسر میبردند،
طالب در حق وی گوید :

چراغ انجمن دهر، میرزا غازی که زوست روشن این هفت کاخ ظلمانی
(۸۲۹)

● خزانه عامره : طالب آملی . طالب بلبل آمل و شاعر خوش تخیل
است . سخن را بمرحمت والا مینوازد ، و پایه او را تا سدرۃ المنتهی بلند
میسازد .

در آغاز شباب، سری بگلگشت هند کشید و چندی در اینجا بسر برده . نزد
میرزا غازی — که از طرف جهانگیر پادشاه بنظم قندهار میپرداخت — شتافت،
و بفراوان نوازش اختصاص یافت . بعد فوت میرزا غازی دوبار رخت بدیار
هند کشید . دیانت خان تعریف او بتسامع خلافت رسانیده ، پادشاه را مشتاق
ساخت ، و او را بحضور برد . اتفاقاً، طالبا برای رسای دماغ، مفرحی استعمال
کرده میروند و استیلاء نشاء حواس او را معطل میسازد و گنگ شده اصلا
زبان بنطق آشنا نمیشود . دیانت خان را، این صورت در نظر پادشاه و حضار
مجلس، خجالت عجیبی رو نمود . چون طالب بخانه برگشت و افاقت از نشاء
دست داد، سر بگریبان تشویر فرو برد، قطعه اعتذاری، همان وقت برسبیل

ندامت، بنام دیانت خان انشا کرده ارسال داشت. این دو بیت ازان است :

مفرحی زده بودم ، بقصد گفتن شعر عروج نشاء او ، کرد هر چه کرد بن
بیزم بادشهم ، زان زبان نمیگردید که گشته بود مرا خشک زان زبان و دهن

دیانت خان بعد مطالعه قطعه عذر پذیرفت ، و خمار او را بساغر لطف

شکست .

اما دیانت خان مجد حسین از اعیان دشت بیاض است . بمتانت و رسائی فهم موصوف بود ، و در تاریخ دانی یکتای روزگار میزیست . در عهد جهانگیری بهند آمده در سلک ملازمان خسروی انخراط یافت . آخر از عتبه جهانگیری جدا شده ، بصاحبقران ثانی شاهجهان — که دران وقت در جنبر منزوی بود — پیوست . و بمزید تقرب درجه پیمائی افتخار گشت . و روز جلوس صاحبقران ، بمنصب دو هزاری و انعام هشت هزار روپیه نقد سرفراز گردید ، و در سال اول جلوس بواقعه نویسی دکن مامور ، سپس بقلعه داری احمد نگر مورد عنایت گشت . و در سال سیوم جلوس ، بمنصب ده هزار و پانصدی مرتبه اعتبارش افزود . و در همین سال مطابق اربعین و الف (۱۰۴۰هـ) در احمد نگر رخت بیاض عدم کشید .

طالباً چندی مهردار اعتماد الدوله جهانگیری بود آخر استعفا کرد و قطعه معذرتی نظم آورد . ازان است : دو صف اند . . . الخ (۱) .

اعتماد الدوله التماس او را پذیرفته ، از خدمت مهرداری معاف داشت و در سلک ملازمان جهانگیری منتظم ساخته . چندان در ترقی او کوشید که پایه — ملک الشعرا — رسانید .

ناریخ بداونی و دیگر کتب معتبر، ناطق اند که: اکبر پادشاه از پایه اسلام افتاده بود تا بجای که، دینی تراشید و — دین الهی — که آن را دین لاهی توان گفت، نام گذاشت: و بعضی رسوم از دین هندوان پسندیده جزو دین خود ساخت. مثل آفتاب پرستی و ریش تراشی. جهانگیر هم بر طریقه پدر ریش میتراشید.

وقتی طالب را حکم ریش تراشیدن شد، طالب قطعه گفته بعرض رسانید. و ریش خود را محفوظ داشت. قطعه این است:

سفر میکنم صاحب! ورنه من	چه سر، بلکه گردن تراشیدمی
بناخن، نه با تیغ از روی خود	من این مشت سوزن تراشیدمی
سروریش و ابرو بروت و مژه	برسم برهم تراشیدمی
ازو، این گیاه خدا کشته را	نه از بهر خرمن تراشیدمی
که سنبل، چو آرائش دامن است	پی' زیب دامن تراشیدمی
چو من راهم خارج از رسم تو	که مو وقت رفتن تراشیدمی
وگرنه بایسمای ابروی تو	سر از صفحه تن تراشیدمی

عمر طالبا کم وفا کرد، در عین شباب ست و ثلثین و الف (۵۱۰۳۶) آستین قضا چراغ حیاتش را خاموش کرد. طالبا در وصف قلم قصیده گفته، و عجب حق این خدمتگذار کامل عیار، بجا آورده:

هان ای نمکین آهوی مشکین خطائی	از نرگس مستانه کتی غالیه سائی
آهو، اگر از ناف بود نافه کشا، چیست	بر گوشه چشمت، اثر نافه کشائی
مستانه روی، پر ورق لاله و نسرین	با آنکه، درین باغ نه شبنم نه صبائی
از صلب که گیرد، رحمت نطفه شب و روز	کارام نگیری دمی از نادره زائی
آن رنگی مستی، که کنسی غالیه آلود	از بوسه تر عارض خوبان خطائی
سر بعد بریدن فتد از حالت گفتار	تو با سر مقطوع چسان نغمه سرائی
دائ بر انگشت خزامی بنزاکت	مانند عروسان نفس جلوه نمائی
داغ اند ز رفتار تو، کبکان و ندروان	با آنکه چو طاووس همه زشتی پائی
هر گه بسپه چشمه، زنی غوطه سر از هر	صد گوهر ناسفته، بر آری چو برائی

هنگام نوا لب نشینی بر لب نائسی
 هر چند که تا ساق نهان در گل و لای
 از جنس سمرقندی و از جنس خطایی
 گاهی، ششم انگشت کرام انوزرانی
 صد نغمه سرائی همه رمزی و ادائی
 آلوده نگردد بگه عضو ریائی
 برپای تو افتند، تسدروان هوائی
 شکست نیست که موسی فبان را تو عصائی
 بر زانوی تو کرده صریر تو درائی
 ای شغل تو چون زلف بتان غالیه سائی
 در گوش دلم گوی که، مست چه هوائی
 در توطیه مدح جهان داور مائی

در گونه شبیهی بنی نغمه زن، اما
 خاک قدمت، صاف قر از آب حیات است
 زیر قدمت، فرش ورقهای زرافشان
 گاهی، دومین سیف لسان الشعرائی
 با آنکه، بریده است سر هر دو زبانت
 خون در بدنت برده بنوعی که، دم تیغ
 آن لحظه که، طائوس خرامی کنی آهنگ
 خود از درو احشای درونت همه ماراست
 زان روکه، در لازمه زانوی نازه است
 ای خامه مشکین رقم! ای حور سیه مست
 داری بسر شیفته سودای نهانی
 در زیر لبست زمزمه هست همانا

ایضاً از تخلصات اوست تمهید بهار میکند و میگوید :

از ملاقات نسیم گلیفشان
 شعله نشناسی ز شاخ اوغوان
 همچو برگ از صدمه باد خزان
 آب و باد آن رهزنان بوستان
 قج دهد را برد باد از میان
 آشنا گسردد بگوش بساغبان
 پیچد از غیرت بخود، چون خیزان
 از قدم تا فسرک بر بند گران
 سوی دارالعدل دارای زمان

بر دم طناوس گل برپا شسود
 بسکه آتش فیض نم گیرد ز ابر
 مرغکان افتند مست، از شاخسار
 اقدار فرصت، چو یابند آگهی
 طوق قمری را، پرد آب از کنار
 این خبر، چون از زبان عندلیب
 غنچه سامان، یک جهان چین بر جبین
 وان دود زو حام، کی را در کشد
 پس پی حکم سیاست آورد

بعد تمهید موسم گرما :

زبان سوسن، از تشنگی، فتاده برون
 چو فوک خنجر فرزانه عذیم مثل
 این قدر اشعار طالب آملی کفایه میکند : و خامه را از تحریر اشعار غزل
 معاف داشتم، که تذکراهای حاضر، اشعار انتخابی غزل او را، از میان برده اند
 و کمتر مایه گذاشتند تا بغیر حاضر چه رسد :

گنگ زیاده چون پر طائوس گشته آماده هزار دهن بوس گشته

خان آرزو این بیت را بنام طالب آملی آورده و بنام میر عبدالغنی تفرشی، که باب العین — مجمع النفاث — ختم بنام اوست، نیز گرفته. لکن معذور توان داشت که عالم عالم اشعار جمع کرده تا کجا قوت حافظه وفا کند. شیخ مجد علی حزین و واله داغستانی بیت مذکور را بنام میر عبدالغنی تفرشی نوشته اند. این معنی تائید میکند که بیت از میر عبدالغنی است. و همچنین در — مجمع النفاث — این رباعی بنام عبدالغنی تفرشی و زاهد علی خان سخا تخلص هر دو گرفته :

عمری، پره وفا نشنیم، عبث دل، جز تو بدیگری، نیستیم عبث
در پیش تو، قدر هر مگسی بیش، از ماست ما این همه استخوان شکستیم عبث

و شیخ مجد علی حزین و واله داغستانی رباعی مذکور بنام میر عبدالغنی آورده اند. میر عبدالغنی طالع عجیبی دارد که متاع او مفت بغارت میرود. طرفه اینکه خان آرزو در — مجمع النفاث — همین یک بیت و یک رباعی از میر آورده، بیت در قسمت آملی و رباعی در حصه سخا رفت، و غنی بیچاره فقیر گردید.

(۳۰۰-۳۰۳)

● آتشکده : طالب، از شعرای آملست و مدتی در هندوستان در خدمت شاه سلیم از معتبرین بوده. صاحب دیوان است و در شاعری طرز خاص — که مطلوب شعرای فصیح نیست — دارد (۱). بعد از مطالع دیوان او، این چند بیت انتخاب و ثبت گردید.

(دوازده شعر دارد ص ۱۶۶)

۱- صاحب عرفات میگوید: سید طالب آمل... در شهر کلام خجسته نظامش بسیار، و تازه نصیهای عبارت نمکین، استعاراتش بامزه و بی اندازه، پیک قطراتش از خیالات متداوله سبیل کوتاه اندیشان، لختی قدم کمال برتر مینهد، و رخس فکرتش از جواده افکار راست تر است (؟) بلند گویان، نیز گاهی چند برتر میدود.



● **صعف ابراهیم :** طالب آملی ، مجد طالب آملی : از تربیت یافتگان عمدة الفصحا اعتمادالدوله خواجه غیاث الدین مجد رازی ولد میرزا مجد شریف ، و خاله زاده حکیم رکنای مسیح کاشی است .

بلند فطرتان ، بخوش بیانی و رنگین ادائی و بلاغت و عذوبت کلامش ، قائل اند . در زمرة قدما خواجه کرمانی را — نخل بند معانی — گویند و در متاخران او را — بلبل آمل — نامند . الحق که ، شاعر لفظ تراش و معنی آفرین و موجد طرز تازه است . جمیع اقسام نظم ، خاصه قصائد بقدرت تمام گفته ، و — جهانگیر نامه — مشتمل بر پنج هزار (۵۰۰۰) بیت نظم کرده .

بالجملة ، در زمان شاه سلیم جهانگیر از آمل — که از توابع مازندران است — رخت سفر بر بسته اوائل ، میرزا غازی وقاری تخلص ، حاکم سند پیوسته و زمانی در خدمت آن حاکم والا رقت گذرانیده . و آخر بدارالخلافة هند رسیده از درگاه جهانگیر شاه ، در سال یک هزار و بیست و هشت

ابو طالب تبریزی در خلاصة الافکار نوشته است : شاعر متین و یکی از فصیحهای نزاکت آئین در کلامش ، متانت سخن قدما و رنگینی متاخرین ، هر دو یافته میشود . در نشتر عشق است : کیف اشعار آبدارش ، کیف ربای " باده وصل " کلام شگفته اش ، رشک افزای " ریاحین " و خاطر همیشه بهارش ، نمونه فردوس برین . شاعری ادا بند ، نازک تلاش ، باریک بین ، معنی تراش است .

میرتی در ریاض الافکار میگوید : کلام شیرینش خیل شورش افزا و اشعار رنگینش بهر کام و دهان زبان را شیرین فرماست .

از جمله تذکره نویسانی که از طالب یاد کرده اند ، تنها مرحوم آذر است ، که نسبت بوی حسن اعتقادی ابراز نمیدارد و شعر او را مطلوب شعرای فصیح نمیداند .

(پاورقی از سادات ناصری در آتشکده ۲ : ۸۸۶)

براون از ریو نقل کرده گوید : طالب صاحب سبک شعری خاص است که پس از وی ، فصحا از پیروی آن احتراز جسته اند . (دهخدا طالب ۲۳ : ۲۴) غالباً ریو بر گفته آذر پاور کرده است .

هجری (۱۰۲۸هـ) خطاب — ملک الشعرای — یافت ، و لوای شهرت و عزت بر افراخت . شاه سلیم از قدر شناسی ، منصب مهر داری تسلیم میفرمود ، اما طالب قبول نکرده ، بعرض این قطعه استعذار نمود :

ز شاعر، ثنا خوانی آید ز خدمت که بلبل، غزلخوان بود، نه شکاری
چو مهر تو دارم، چه حاجت بهم مرا مهر داری به از مهر داری

گویند غزل خود را که مطلعش این است :

به فن بویا کند ، گلهای تصویر نهائی را بیا بیدار سازد ، خفتگان نقش قالی را
بنورجهان بیگم فرستاد . بیگم این را کنایه دانسته بهم بر آشفست و بضبط
خانه اش فرمان داد . در خلال این حال ، طالب معروض داشت :

ز شرم آب شدم ، آب را شکستی نیست بحیرتم که ، مرا روزگار چون بشکست

بیگم گفت : یخ بست و شکست ! الحاصل بتوسط مهابت خان از جریمه اش در گذشت .

کلیاتش پانزده هزار بیت ، ستوده اکثر فصحا و پسندیده مرزا صائبای مرحوم است . در — طبقات شاهجهانی — مذکور است که : اواخر خطبی بر دماغش زده بود ، بخاموشی در ساخته و ترک بهم نموده با کسی مختلط نمیشد ، تا آنکه یک سال قبل ارتحال جهانگیر پادشاه ، در سنه یک هزار و سی و شش (۱۰۳۶هـ) بعهد جوانی ، ازین جهان فانی انتقال نمود :

حشرش بعلی ابن ابیطالب باد

؟ ۸۱۰۳۵

تاریخ رحلت اوست .

و همشیره طالبها ، موسومه سنی خانم درعهد شاهجهان مدار المہام محل شاهی بود . و دو دختر طالبها را بفرزندى خود گرفته . یکی را بعامل خان و

یکی را با برادرزاده حکیم رکنا منعقد ساخت . اما طالبا در مدایح مرزا غازی و جهانگیر پادشاه و اعتماد الدوله وزیر و نورجهان بیگم قصائد دارد .
(خطی ۲۴۰ ب - ۲۴۱ الف)

● نتایج الافکار : طالب آملی . عندلیب گلشن خوش تاملی ملا طالب آملی . که برادر خالانی حکیم رکنا کاشی بوده . بطبع نقاد ، گرم ساز هنگامه معانی است ، و فکر وقاد رنگ بخش گلستان سخندانی . بخیالات بلند صدر آرای ایوان سخن ، و بکلام دلپسند برگزیده ارباب این فن .

در عصفوان شباب بسوخت آباد هند رسید و چندی در اینجا بوده . بخدمت میرزا غازی وقاری - که از حضور جهانگیر پادشاه بنظامت صوبه قندهار سرفرازی داشت و بیشتر مراعات و قدر افزائی اهل کمال نظر میگماشت - شتافت ، و بالطف فراوان و نوازشات نمایان اختصاص یافت . و قصیده طولانی در مدح میرزا نگاشت .

و بعد وفات میرزا غازی ، بار ثانی بتهتکده هند رسیده ، سرمایه جمعیت و کامرانی اندوخت . چندی با عبدالله خان بهادر فیروز جنگ ناظم گجرات بفرط عزت و اعتبار گذرانید . پس ازان ، بوسیله جمیله اعتماد الدوله - که بپایه وزارت کامران بوده - مقتبس انوار حضوری جهانگیر پادشاه گشت ، و بمقتضای لباقت بایسته کارش بحدی رونق پذیرفت ، که از پیشگاه شاهی بخطاب - ملک الشعراء - علم شهرت افراشت .

آخر الامر ، در عالم شباب ست و ثلثین و الف (۱۰۳۶ هـ) این دار ناپائدار را گذاشت . این چند بیت از طبع بلند اوست :

من و اندیشه بوس و کنار او ، محال است این مگر بیم بخواه ، این آرزو های خیال را
ای آب رخ از نخل قدت جلوه گری را پرواز ز بال و پر تو ، حسن پری را

با همه سوز جگر، لب نکشاید دم نزع
 دست قبول عشق، چه غم، گر دلم شکست
 بسا چنین چهره، که امروز تو آراسته
 افسروختن و سوختن و جامه دریدن
 هر عضو تن، ساده تر از، عضو دگر بود
 آغشته صد هزار کدورت، بزیر چرخ
 از من آموخته آتش، روش مردان را
 باشد شکستگی ورق انشخواب را
 هر که آئینه، بدست تو دهد، دشمن تست
 پروانه زمن، شمع زمن، گل زمن، آموخت
 موئی که، بر اندام تو دیدیم، کمر بود
 مانند درد، در ته میثنا نشسته ایم
 (هفت بیت دیگر دارد ۴۳۸-۴۴۰)

● شمع انجمن : طالب، برادر خاله زاده حکیم رکناکاشی بود. بلبل
 آمل، شاعر خوش تخیل، جوایز معانی بلند، و غواص بحر لآلی دلپسند است.
 سخن را بمرحمت والا مینوازد و پایه او را تا سدره المتهی میرساند. شعله
 ادراکش شمع محفل سخن و لمعه خیالش آرائش هر انجمن.
 در ریعان شباب و آغاز نامیه جوانی، از ولایت خود بر آمده،
 بنز هتکده هند خرامیده سری بگلگشت این گل زمین کشید. و چندی نزد میرزا
 غازی — ناظم قندهار از طرف جهانگیر پادشاه — بسر برد، و بفراوان نوازش
 اختصاص یافته. و بعد رحلت او، کثرت ثانی رخت بدیار هند کشید، و
 ایامی با عبدالله خان بهادر ناظم گجرات بسر برد. آخر با اعتصام ذیل
 جهانگیری قوی پایه شد. و در سنه (۱۰۲۸هـ) بخطاب — ملک الشعرائی —
 بلند نامی اندوخت.

تاریخ بدایونی و دیگر کتب معتبره ناطق اند که: اکبر پادشاه از پایه
 رفیع دین اسلام افتاده بود، تا بجائیکه ریش تراشید و دین الهی — که آن
 را دین لاهی توان گفت — نام گذاشت. و بعض رسوم هندوان پسندیده
 جزو دین خود ساخت. مثل آفتاب پرستی و ریش تراشی. جهانگیر هم
 بر طریق پدر ریش می تراشید. وقتی طالب را حکم ریش تراشیدن شد،

طالب قطعه گفته بعرض رسانید و ریش خود را محفوظ داشت . قطعه این است : سفر میکنم ... الخ

طالب در عین جوانی از زیبا خلعت زندگانی بر آمد و در عین شباب در (۱۰۳۶ هـ) آستین قضا ، چراغ حیاتش را خاموش کرد . طالب در وصف قلم ، قصیده گفته و عجیب حق این خدام کامل عیار ، بجا آورده . تمام قصیده در — خزانۀ عامره — ایراد کرده ، مطلعش این است :

هان ای نمکین آموی مشکین خطائی از نرگس مستانه کنی غالیه سانی
دیوانش وقت تحریر این جریده بدست آمد ، فرصت وفا نکرد که بانتخاب پرداخته شود ، گلی چند از گلستانش حواله دست قلم میشود (۱):

گر من ، بجای جوهر آئینه ، بودمی	بی رونما ، ترا بترکی می نمودمی
ای خاک قناعت که چو گل بر سرمائی	از سر نفشانیم ترا ، کافر مائی
ای جنس وفا ! چون تومتاعی ، بجهان نیست	عیب تو همین است که در کشور مائی
در طاعت ، ای شمع ! هنر نیست فروغی	گویا تو هم از ، سلسله اختر مائی
جانی مگر ای می ، که بجانیست قناعت	که بر لب ما ، که بلب ساغر مائی
باعث راندم از بزم ، بجز عار نبود	ورنه کس را ، بمن و بودن من ، کار نبود
ای کاش ! گوش رغبت احوال شدی ، چو چشم	تا هر چه گفتمی ، از تو مکرر شنیدمی
بسوی خویشتن ، از لطف گستاخانه کش دستم	که من بسیار محجوبم هم آغوشی نمیدادم (۲)
سبک چنین که ، بگلگون می ، سوار شدم	امید هست که ، رنگ پریده را گیرم
	(هشت بیت دیگر دارد ۲۷۲-۲۷۳)

● شعرالعجم : مولانا شبلی مرحوم و مخفوق آنچه در شعرالعجم نوشته اند ، اختصار آن بقرار ذیل است :

۱- این عبارت از سرو آزاد است . رک : ص ۶۹۷ .

۲- شبلی نعمانی گفته :

من فدائی بت شوخم ، که بهنگام وصال بمن آموخت خود ، آئین هم آغوشی را

تعلیم

طالب بعمر پانزده شانزده سال تمام علوم را حاصل کرد. و هندسه، منطق، هیئت، فلسفه، تصوف و خوشنویسی را بتکمیل رسانید. در قصیده گوید:

پا بر دومین پایۀ اوج عشراتم و اینک، عدد فتم از آلف، زیاد است
بر هندسه و منطق و هیئت و حکمت دستی است مرا کشید بیضا ز عیاد است
وین جمله، چو طئی شد نمکین علم حقیقت کاستاد علوم است، برین جمله مزاد است
در سلسله وصف خط این پس، که ز کلکم هر نقطه، سویدای دل اهل مراد است
پوشم سله شعر، چو دانه، که نودانی کاین پایه، مرا ثامن این سبع شاد است (۱)

نخستین قصیده

همانوقت حاکم ماژندران میر ابوالقاسم بوده (۱۴-۱۵۱۵هـ)، طالب قصائد در مدح وی ~~نویسه~~ شده است. و مطلعی زیر، از همان قصیده است که، گمان میرود که اولین قصیده او میباشد:

سحر که، غنچه کشاید گره ز پیشانی زند دم، از دم میسی، نسیم بستانی
سحر که، طره پیکان مشک سای نسیم بطرف عارض گلبن کند پریشانی (۲)

مسافرت

ماژندران (کاشان و مرو)

از ماژندران طالب به کاشان وارد شد، و در آنجا ازدواج کرد، و

۱- در پاورقی آتشکده (سادات ناصری) هفت شعر ثبت شده و اختلاف قرات نیز دارد. نسخه شعر العجم مطبوعه لاهور غلط چاپ شده است، باین جهت اشعار را از آتشکده اقتباس کرده ایم.

۲- نگارنده پاورقی آتشکده چاپ سادات ناصری (ص ۸۷) نوشته است که: این قصیده در سال (۱۰۱۴-۱۵۱۵هـ) سروده است، زیرا که همین دو سال ابوالقاسم در ماژندران بود. و در آن موقع طالب بعمر نوزده سالگی رسیده بود. و از همین روی سال ولادتش (۸۹۹هـ) شمار کنیم.

تربیت شعر در کاشان حاصل کرد. ازینجا به مرو رسید و به ملکش خان حاکم آنجا، توسل پیدا کرد، و قصائد در مدح ایشان سرود. از مرو بهند شتافت و این رباعی گفت:

(طالب) گل این چمن بیستان. بگذار
هندو نبرد تحفه کس، جانب هند
بگذار که میشوی پریشان، بگذار
بخت سیئه خویش، بایران، بگذار (۱)

هند: (لاهور)

صاحب میخانه گفته است که: طالب مستقیماً به قندهار رسید! ولی این اشتباه است، زیرا که طالب احوال سفر خود در یک قصیده نوشته است و ازان پیدا است که از مرو بهند رسیده است، و مدتی اینجا بود و از هند بقندهار رفت. در هند، دهلی، لاهور، ملتان، سرهند را دیده است. یک قصیده در توصیف لاهور نوشته است، و میگوید که:

گمانم نیست کاندلر، هفت کشور بود شهری به آب و تاب لاهور
میان بکشا و خوش واکش که در هند فراغت نیست جز در خواب لاهور
در لاهور بر دست شاه ابوالمعالی (۲) بیعت کرده است و راجع به مرشد میگوید:

کنم زان رو مرید آسا شب و روز کرامتها بیان در بناب لاهور
که پیر و دستگیر و مرشد من یکی قطب است از اقطاب لاهور

۱- بیزاری از وطن در اشعار زیر نیز ظاهر است:

به غربت بسته ام دل، تا قیامت باز نکشایم
وطن بیزارم، اما با کسی این راز نکشایم
راجع بهند گفته است:

مرو بدیدن بلبل، سوئی چمن طالب
درآ بهسند، بین رقبه سخا و سخن
بیا که، بلبل مست غزل سرا اینجا است
که منبع سخن و معدن سخا اینجا است
رواج گوهر دانش، بمدعا اینجا است
پناه فضل جهانگیر پادشا اینجا است

۲- متوفی ۸۱۰۲۳ مدفن در لاهور.

خدایا ز نده جساوید داری به آب خضر، یعنی آب لاهور (۱)
 راجع به نگاران لاهور و خوبان دهلی در قصیده، احساسات قلبی خود
 را بدین طور ظاهر کرده است :

نگاران لاهور و خوبان دهلی	بدل کرده بسودند، پیوند جانم
یکی چهره سودی، بچشم رکابم	یکی پوسه دادی، بزللف عنانم
فشاندی یکی در بغل، یاسمینم	نهادی یکی، در دهان برگ پانم
غمزلان ملتان بنیرنگ سازی	که بپندند از غمزه، دست و دهانم
من از جمله، چون نکبت گل گریزان	که خود را، بیزم همایون رسانم (۲)

قندهار : (میرزا غازی)

در همان زمان میرزا غازی در قندهار بود و طالب از قدر دانیها و
 سخن دوستیهای او آشنا شد، و یک قصیده که دران بقندهار رفتن آرزو کرده
 است، در خدمت ایشان فرستاد و این طور مطلب را بیان کرد :

یکی بلبل بی پر و بال شوقم	که محرومی از طرف گلزار دارم
درین خست آباد، نی روی مانده	نسامان، یک گام رفتار دارم
ندانم چرا، یارب اینسان خرابم	چو لطف خداوند مسمار دارم
صف آرای تیغ و قلم، خان غازی	که لب در ثنائش گهربار دارم
بلند آفتابی، که دور از رکابش	برخ، کوکب اشک سیار دارم
جدا ز آستانش، ز اشک دسامد	سر آستین، رشک گلزار دارم (۳)

از هند بقندهار رسید، و در قصیده که، در خدمت میرزا تقدیم کرد، از
 دشواریهای راه و آسیبهای که در راه دیده بود بیان کرده است :

خدای داند و من بنده، کاندین مدت	چپا کشیده ام، از حادثات دورانی
درین سفر که نصیب مباد، دیگر بار	بگونه گونه، غم بود صحبت جانی
تر اختلاطی، باران برشگالی را	ز من مهرس، که این قصه نیست پایانی

۱- این قصیده (۲۳) بیت دارد.

۲- این قصیده (۱۴۷) بیت دارد.

۳- این قصیده (۱۴۷) بیت دارد.

ز آگره تما بخیابان گلشن لاهور رفیق بسودم با ابره‌های بارانی
بعزم ملتان، چون زورقی شدم چو هلال زد از سرشکم، نیلاب کوس عمانی
ز مکث ملتان نزدیک شد بدان، که مرا بدل شود لقب آملی بملتان
دران مضیق ملالت، چهار مه بودم بسان مسهره، بشدر تمام حیرانی (۱)

با میرزا غازی رابطه دلی پیدا کرد، و قصیده‌های بسیار گرم و غرا
برایش نوشته است، و از مداحی گذشته دعوی عاشقی کرده است:

تکلف نیست معشوق من است، او نیست مدموحم ازان، این شعر عشق آمیز، درمدحش سرائیم

هند بار دوم: (دیانت خان)

بعد از فوت غازی (۲) بار دگر بهند مراجعت کرد، و در آگره رسید
با خواجه قاسم دیانت خان (متوفی ۱۰۴۰ هـ) و بتوسط او با عبدالله خسان
فیروز جنگ حاکم گجرات ربط پیدا کرد و از آگره بگجرات رسید.

گجرات: (عبدالله خان فیروز جنگ)

وقتیکه دیانت خان به عبدالله خان برایش سفارش کرد، عبدالله خان
طالب را نامه نوشت و بگجرات طلبید. طالب ذکر این نامه، با افتخار
بسیار در قصیده کرده است:

صبا رفتار پیک، در طلوع صبح نورانی بگوشم زد صدای زنگ، چون بانگ سلیمانی
ز سیر آهنگی آن نغمه، مست از جای برجستم بهر جانب نگاهی تاختم از روی حیرانی
یکی باد غبار آلوده، بر در جلوه گردیدم عرق ریزان چو مرواریدش، از اطراف پیشانی
دویدم پیش و گفتم: خیرمقدم! وانگه افشاندم بپایش مشتی از ناسفته گوهرهای مژگانی
گلاب آوردم و پیشانی از گرد ره شستم دریغ! کاش بودی قدرتم، بر آب حیوانی
بپایش آشنا کردم بسی وز گرد نعلینش نمودم سرمه دان دیده، بر کحل صفاهانی
پس از وی، با هزاران شوق بیتابانه، پرسیدم که: ای جاووب راحت شهر مرغ سلیمانی

۱- قصیده (۱۱۷) بیت دارد.

۲- سال وفات میرزا غازی (۱۰۴۰ هـ) نوشته شده است ولی وفات او در سال (۱۰۲۱ هـ) است.

که، می باروز رویت، همچو گل آثار خندانی
زبان را چاشنی داد، ازادای شکر افشانی
مدح نوشتند، خوش طبعان ایرانی و تورانی
خط آزادی مرغ دلت، از دام حیرانی
بیوسید و بدستم داد، از روی روش دانی
شدم سرقا قدم، بهر سجود شکر پیشانی
به آدابی که بر من کرد گردون آفرین خوانی
چو دیدم آفتابی چند در جلباب ظلمانی
بنام نسامی* سرچشمه تسو فیق یزدانی
که فی بحری زدست همتش جان برده فی کانی

غالباً طالب با عبدالله خان رابطه دلی پیدا نکرد زیرا که عبدالله خان
امیر شعر دوست و سخن فهم نبود و مردی تندخو بود، به این جهت وقتیکه
عبدالله خان عزم دربار جهانگیری کرد، طالب نیز استدعا کرد که: در خدمت
ایشان بدربار همراه شود :

عسزم درگاه شهبان شاه زمان
برگزیده ستمی، چهل شیر ژیان
لیک، از اخلاص دارم چشم آن
نام (طالب) نیز، باشد در میان

آسمان قدرا! چو داری در خیال
وز، جوان مردان ایرانی سپاه
گرچه من، در جرگه شیران نیم
کز نظر چون بگذرد تفصیل اسم

لاهور: (شاپور)

غالباً عبدالله خان او را همراه بدربار نبرد و طالب ذریعۀ شاپور طهرانی
را پیدا کرد. و در لاهور به ایشان ملاقات کرد، و در یک غزل ذکر ملاقات
با شاپور کرده میگوید :

همان رشک عطارد شاعر مشهور را دیدم

بمحمدالله که! در ملک سخن دستور را دیدم

چندان یمنی ریخت که، گجرات یمن شد

۱- راجع بگجرات شعر زیر هم دارد :
در حسرت لعل تو، ز هند مژه (طالب)

به (خسرو) داشتم روی نیازی درسخن (طالب) ازودرسوختم چون، صنعت (شاپور) را دیدم
چه خوش حالم که بعد از مدت یک ساله مهجوری خوش و خوش وقت اورا دیدم و لاهور را دیدم (۱)

آگره : (دیانت خان - مفرح - اعتماد الدوله - سهرداری)

ممکن است که بوسیله شاپور یا بوساطت دیگری آخر طالب بدر بار اعتماد الدوله راه پیدا کرد و اعتماد الدوله او را بدر بار شاهی رسانیدیم

ولی از تذکرها و نیز از قرائن ، پیدا است که ، اول دیانت خان او را با همراه خویش بدر بار برد . طالب - مفرح - که مردمان بجای شراب میخوردند - و از بنگ و افیون ساخته میشد - خورد . مقداری زیاده خورده بود ، وقتی که جهانگیر پادشاه فرمایش شعر کرد طالب نتوانست که چیزی بسراید . دیانت خان خجالت بسیار کشید و این واقعه سبب ناراحتی پادشاه هم شد . وقتی که طالب بخانه رفت و از نشئه سر بر آورد ، در معذرت یک قطعه - که

۱- آقای گلچین معانی در میخانه نوشته اند که : ملاقات این دو شاعر در لاهور ظاهراً بایستی در سال ۱۰۲۵ هجری داده باشد . چه آنکه سلا عبدالنبی شاپور را درین سال در لاهور دیده و مینویسد که : همدین سال روانه ایران گشت . بطوریکه میدانیم ، شاپور دیگر به هند باز نگردید . و اما بنظر نگارنده نبایستی شاپور واسطه ملاقات طالب با اعتماد الدوله شده باشد ، زیرا که باوجود خویشاوندی نزدیک با اعتماد الدوله ، در هیچ جا ندیده ام که شخصاً بملاقات وی رفته باشد . و تا در هند بوده ، در سایه حمایت میرزا جعفر آصف خان بسر میبرد و این خود شایان توجه است که چرا شاپور ، باوجود قرابت با اعتماد الدوله و نورجهان ، اصلاً بدر بار جهانگیر بار نیافت و بجای طالب ، او - ملک الشعراء - نشد . (میخانه ص ۵۵۰)

غلام علی آزاد ، برای نخستین بار بدر بار جهانگیر بسمی دیانت خان میداند و ازین پیدا است که او بسمی دیانت خان بدر بار رسید . از خوردن مفرحی زباننش گنگ شد و اصلاً بنطق آشنا نشد . پس از آن طالب بار دیگر بسمی اعتماد الدوله بدر بار یافته است . از نوشته جهانگیر در ترک نیز پیدا است ، جهانگیر قام اعتماد الدوله برده است .

(ترک ص ۲۸۹)

دارای پنجاه و هفت شعر است — سروده در خدمت دیانت خان فرستاد :

بهر غریب و مسافر، حلّ مخصوص بمن
به مهر، بردی از خاطرم، هوای وطن
چو دل، به پهلوی خود ساختی، مرا سکن
بمهر، دیدمی خفاش را، حریف سخن
بدستبازی گردون، نفاق زد بامن
کشود بر من، هم دوست طعنه هم دشمن
بصدد زبان فصاحت بیان، شود الکن
چو قار زلف هروسان، شکن بروی شکن
بیک دو لحظه، چنین قطعه ادا کردن
را ببزم شهنشاه خوش چهار سخن
بهر دیار، قریب به گونه گونه سخن
نمیستوانم از شرم، بر لب آوردن
چراکه، شسته ام از وی، بهفت آب دهن
عروج نشه آن، کرد هر چه کرد بمن
که گشته بود مرا، خشک از زبان و دهن
کز انفصال، سرم غوطه خورد در گردن
که خوش نما است، خطای نکرده بخشیدن
گناه بخت مرا، لطف کن، ببخش بمن

چه لطفها که، نمودی و مینمایی نیز
نخست آن که، چو در غریم نظر کردی
چهارم آن که، ببزم شهنشاه بردی
بیادشام، سرگرم گفتگو کردی
تو آنچه باید، کردی، ولیک طالع شوم
به بست نطق مرا بخت بد، وزان بستن
کرا گمان که، چو من، استعاره پردازی
کرا گمان که، فسد رشته کلام مرا
ازین قیاس نما غورکن! که قدرت کیست!
دو چیز، مهر زبان سخنوری گردید
یکی زیبونی طالع، که دائم از اثرش
دگر زیادتیش نشه، که نمانش را
ادا صریح کن، تا گمان منی نبری
مفرحی زده بودم به قصد، گفتن شعر
به بزم بادشهم، زان زبان نمیگردید
سخن شناسا! پیش تو، چون برآرم سر
نه کرده جرم، مرا عفو کن، به لطف عمیم
من ارچه بیگنهم، بخت من گنهگار است

اعتمادالدوله (۱) طالب را بمنصب مہرداری فائز کرد، ولی طالب این

منصب را — طوریکه باید — انجام نمیداد، آخر استعفا داد و در معذرت
قصیده سرود. این چند شعر از آنست :

دو زخم است بر سینہ ام، هر دو کاری
برویم شگفت این گل شرمساری
زوی سو بسمویش دم از دوستداری

دو زهرست در ساغرم، هر دو قاتل
یکی آنکه، بسی خواهش نفس و کوشش
وگر آن که، شد رنجه یاری، که بامن

۱- راجع به اعتمادالدوله گفته است :

برگ سبز آسمان، از باغ دولت غیز، اوست

خاک پای، اعتمادالدوله، کز روی قدر

نیم ز اهل دیوان ، بدقتتر چه کارم
 بمن ، خدمت مدح فرمودن ، اولی
 نه چسپد ، بر اهل سخن ، شغل دنیا
 ز شاعر ، ثنا سنجی آید ، نه خدمت
 خصوصاً ، من شاعری ، کز تجرد
 منست بنده داغدار قدیمم
 چو مهر تو دارم ، چه حاجت بمهرم
 حق این است ، اما ! ز جرمی که رفته
 همین خجسته ، دور دارد ز خدمت
 و گرنه ، همان (طالب) حق شناسم

را شاعری زیبید و می گساری
 که بس عشقم ، بر جواهر نثاری
 چو بر پیر میخانه پرهیزگاری
 که بلبل ، فواخوان بود ، نه شکاری
 بروحانیان زیبدم ، هم قطاری
 بخادم کنون مهر خود میسپاری
 را مهر داری ، به از مهر داری
 همه انفعالم ، همه شرماری
 چو ابلیس ، مجرم ز درگاه باری
 ز سر تا قدم ، شوق خدمتگزاری

دربار و ملک الشعرای

اعتمادالدوله طالب را بدربار رسانید ، و بحکم شاهی در زمرة شرای
 دربار منسلک گردید . و در سال (۱۰۲۸هـ) مرتبة — ملک الشعرای — هم
 مفتخر شد .

طالب در دربار — تا زنده بود — با آبرومندی بسر میکرد ، یک بار
 جهانگیر پادشاه ازو رنجیده شد و بعد از چند روز ، طالب باز افتخار حضوری
 را یافت . طالب در یک قصیده اشاره به این واقعه کرده است :

به نسبت گهرم داده بودی از کف خویش
 چو رد شدم ز کف ، چرخم از هوا بریود
 یکی مقابل خورشید داشت آئینه ام
 چو پیش مشعل مه ، برد شب چراغ مرا
 ازین نشاط ، مگر دست آسمان لرزید
 کنون برشته مهرش بدار ، کز تقدیر
 ترا ز جود ، زیانی چنین هزار افتاد
 بگرمی که ، زبانم بزینه‌ار افتاد
 برید کز عرقش موج بر عذار افتاد
 بچهره گونه کاهیش شمع وار افتاد
 که باز در کف خاقان کامگار افتاد
 دوباره ، در کف این در شاهوار افتاد

وفات

طالب در سال (۱۰۳۶هـ) در عین ایام شباب این جهان را بدرود گفت .

اعزه و اولاد

طالب یک همشیره بنام ستی النسا خانم داشت، که او را بسیار دوست میداشت، و بجای مادر میپنداشت. ستی النسا برای دیدن وی، از ایران به هند وارد شد. طالب در خدمت شاهی در سفر بود و ستی النسا خانم در آگره انتظار میکشید. طالب این قطعه سرود:

صاحب! ذره پرور! عرضی	بزبان سخنسور است مرا
پسر همشیره ایست غمخوارم	که باو، مهر و مادر است مرا
چارده سال، بلکه پیش گرفت	کز نظر دور منظر است مرا
دور گشتم ز خدمتش، بهراق	وین گنه، جرم منکر است مرا
او نیاورد کتاب دوری من	که به مادر برابر است مرا
آمد اینک، به اکره، و ز شوقش	دل طهان، چون کبوتر است مرا
میکند دل بسوی او آهنگ	چه کنم شوق رهبر است مرا
بگر شود رخصت زیارت او	به جهانی برابر است مرا

ستی النسا خانم در ازواج نصیرای کاشی بود و بعد از وفات وی، ستی النسا خانم در خدمت ممتاز محل بیگم میبود. زن قابل، خوش تقریر، و سلیقه مند بود، و در طب نیز مهارت کامل میداشت. ممتاز محل او را بمنصب مهربرداری فائز کرد. و شاهدخت جهان آرا (متوفی ۱۰۹۲هـ) را نیز درس میداد، و تربیت میکرد. بعد از وفات ممتاز محل (متوفی ۱۰۴۱هـ) شاهجهان ستی النسا خانم را مدارالمهام و صدر کل امور حرم شاهی کرد.

طالب دو دختر داشت که آنها را ستی النسا خانم پرورش کرد و یکی را در عقد عاقل خان داد و دیگری را با ضیاء الدین ازدواج کرد.

● مائثرالامرا : دربارهٔ عاقل خان و سنی النسا خانم ، صاحب مائثرالامرا شرح احوال اینطور دارد :

عاقل خان

عاقل خان عنایت الله : برادرزاده و متبنای افضل خان ملا شکرالله است . نام پدرش عبدالحق ، که در عهد فردوس آشیانی بمنصب هزاری دویت سوار رسیده ، و به امانت خانی ممتاز گردیده . خط نسخ بسیار خوب مینوشت . سال پانزدهم در جائزهٔ کتابه — که در گنبد ممتازالزمانی نگاشته — بعطای فیل سرافرازی یافت . سال شانزدهم رخت از دنیا بربست .

خان مذکور سال دوازدهم (۱۲) بتفویض خدمت عرض مکرر مباهات اندوخت پستر بخطاب عاقل خان و تقرر دیوانی بیوتات از تغیر ملتفت خان نامور گشت . سال پانزدهم (۱۵) از اصل و اضافه ، بمنصب دو هزار و پانصد سوار و خدمت میر سامانی سر بلند شده پایه عزت برتر نهاد . سال هفدهم (۱۷) چون موسوی خان بملک فنا شتافت ، خدمت عرض و قانع صوبجات و رساله انعام — که باو متعلق بود — نیز بنامبرده مفوض شد . سال هیژدهم (۱۸) باضافه دویت سوار رایت افتخار بر افراخت و عرض وقایع صوبجات از تغیر او ، بملا علماءالملک مقرر گردید . سال نوزدهم (۱۹) از اصل و اضافه بمنصب دو هزار و پانصدی ، هشتصد سوار قامت قابلیت آراست . و پستر چون خانسامانی از عزل او ، بملا علاءالملک قونی (۱) مقرر شد ، او باضافه

۱- رک : مائثرالامرا ۳ : ۵۲۴ در سال هفتم شاهجهانی از ایران بهند آمد . متوفی ۲۷ ذیقعدہ

(۱۰۷۳هـ) در لاهور در باغی — که جهت مدفن خود ساخته بود — دفن شد .

دویست سوار و خدمت بخشبگیری دوم و عرض وقایع صوبجات ، فرق عزت بر افراخت. سال بیستم (۲۰) با جمعی برای رسانیدن مبلغ بیست و پنج لک روپیه بغور ، نزد شاه بیگ تهانه دار آنجا ، دستوری پذیرفت . در همان سال از اصل و اضافه بمنصب سه هزار سوار و مرحمت علم لوای کامرانی بر افراخت. و آخر سال بیست و دوم (۲۲) مطابق هزار و پنجاه و نه (۱۰۵۹ هـ) در ایامی — که بلده کابل مطرح الویه ظفر نواز بود — بمرگ مفاجات بساط زندگی در نور دید .

از نظم و سیاق بهره ور بود . صبیۀ پرورش کرده سنی خانم — که راق و وفات مهمات مشکوی اعلی حضرت بود — در حباله نکاح داشت .

سنی النسا خانم

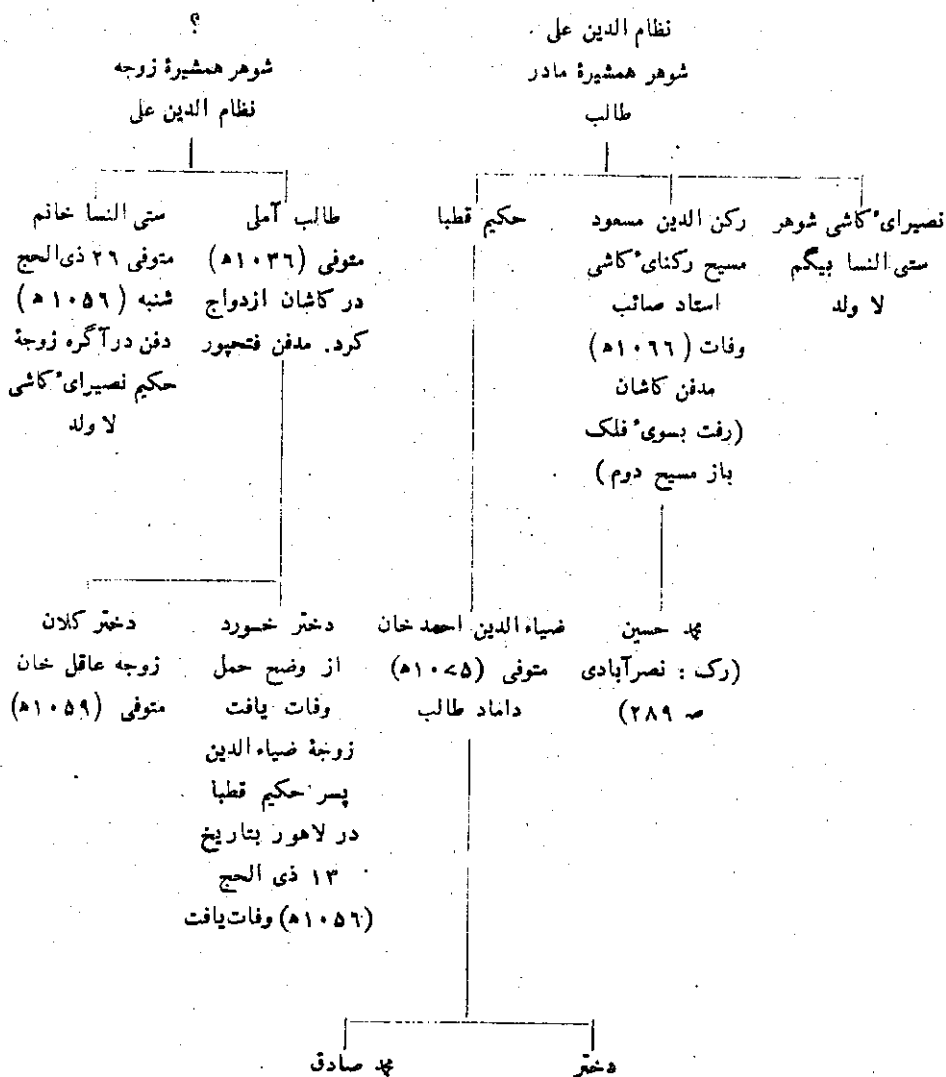
خانم مذکور ، از اولاد اهالی مازندران است . و خواهر طالب آملی ، — که در عهد جنت مکانی بخطاب ملک الشعرای سرفرازی یافته — . پس از فوت شوهر خود نصیرا — برادر حکیم رکنای کاشی — بامداد طالع ، بخدمتگاری ممتاز الزمانی امتیاز اندوخت .

از آنجا — که بشیوا زبانی و ادب شناسی متحلی بود و از مراسم خانه داری و علم طب باخبر — از سائر خدمتگاران قدیم گذرانیده بپایه مهرداری رسید . و چون از علم قرائت و سواد فارسی نامها آگهی داشت بتعلیم بیگم صاحب (جهان آرا بیگم) مقرر شده سر باوج کیوان رسانید . پس از فوت ممتاز الزمانی ، پادشاه از راه قدردانی صدارت محل باو تفویض فرمود . ازان رو که فرزندی نداشت ، پس از فوت طالبا دو دختر او را ، بفرزندی برگرفته بود . کلان را بعقد ازدواج عاقل خان و خرد را بقید

ازدواج ضیاءالدین مخاطب برحمت خان پسر حکیم قطبا — برادر حکیم
رکنا — در آورده بود .

سال — بیستم در ایامی که بلده لاهور مقر سلطنت بود — کوچک ،
که باوی خانم را آنس بسیار بود ، بعارضه وضع حمل فوت کرد . خانم
چند روز بسوگواری او بخانه خود رفته نشست . پس ازان پادشاه او را در
مکانی — که میان محل پادشاهی داشت — از خانه طلب داشته ، خود بتسلی
او متوجه شده دران مکان تشریف فرمود و بدولت خانه همراه آورد . او
بعد فراغ کارهای حضور ، بمنزل معهود رفته ، واصل بحق گردید . پادشاه
ده هزار روپیه برای تجهیز و تکفین او ، از سرکار داده حکم نمود که :
جای* بامانت بسپارند ! پس از یک سال و کسری باکبرآباد برده در مقبره
— که غربی روضه علیا (تاج محل) متصل بچوک جلوخانه ، بمبلغ سی هزار
روپیه ، از سرکار پادشاهی ترتیب یافته — مدفون گردید . و دیهی ، که
حاصلش سی هزار روپیه است ، جهت اخراجات آنجا مرحمت شد .
(۲ : ۹۰-۹۲)

● طالب و خانوادہ نصیرای کاشی : سلسلہ خویشاوندی طالب ، با خاندان رکنای و نصیرای کاشی بقرار زیر است :



● وفات و مقام وفات : در سال وفات طالب اختلاف است :

- ۱- باغ معانی و مرآة العالم و ایتهی (۱) (۱۰۳۵هـ)
- ۲- تذکره شعرا (۲) (بانکیپور مؤلف نامعلوم) و طبقات شاهجهانی (۳) (۱۰۴۰هـ)
- ۳- دیگر منابع (۱۰۳۶هـ)

اصح قول آخرین است . یعنی طالب یک سال پیش از وفات جهانگیر پادشاه در سال (۱۰۳۶هـ) جهان را پدرود گفت .

یک قطعه تاریخ منسوب بملا صوری مشهدی (۲) در آخر دیوان طالب آملی مکتوبه (۱۰۴۲هـ) نسخه شخصی شیخ دین مجد (لاهور) بدین قرار ثبت است :

از چرخ بگو: ز رفتن طالب، داد
تاریخ وفاتش از خرد جسم، گفت :
کامروز، ادای نظم از پا افتاد
حشرش بعلی ابن ابی طالب باد (۵)
۱۰۳۵هـ

و همین تاریخ در مفتاح التواریخ اینطور ثبت است :

داد ای فلک! از مردن طالبا! هان داد
تاریخ وفاتش از خرد جسم، گفت :
امروز بنای نظم از پا افتاد
حشرش بعلی ابن ابی طالب باد (۶)
۱۰۳۵هـ

۱- تاریخ ادبیات از ایتهی (ترجمه رضا زاده شفق ص ۱۹۵)

۲- نسخه رامپور شماره ۲۳۹۱ (مقاله دکتر عابدی در اسلامک کلچر)

۳- ریور: ۲: ۶۷۹

۴- در مفتاح التواریخ بنام شیدا ست .

۵- رک : طالب آملی تالیف سرهنگ عبدالرشید

۶- رک : مفتاح التواریخ ۲۳۱ و آتشکده چاپ آقای سادات ناصری ۸۸۲، نیز رک : ریور،

۲: ۶۷۹ فقط شعر تاریخ بحواله مرآة العالم (ورق ۳۲۱) ثبت کرده است .

در پا ورتنی کلمات الشعرا (ص چاپ لاهور) - سرش بعلی ابن ابی طالب باد - نوشته شده است ، که غلط است و عدد (<<) برمیآید .

از همین تاریخ سال (۱۰۳۵هـ) برمیآید که غلط است. ولی کمی یک عدد در تاریخ گوئی جایز داشته اند. اگر بجای — بعلی — باعلی — بخوانیم سال (۱۰۳۶هـ) بر میآید.

حکیم رکنای کاشی که برادر خاله زاد طالب بوده، در رثای او گفته است:

فرزند عزیز طالب و خویشم رفت زین واقعا، چه با دل ریشم رفت
من بودم و آن عزیز، در عالم خاک خاکم بر سرکه، آن هم از پیشم رفت (۱)

ولادت

در پاورقی آتشکده، سال ولادت طالب آملی (۹۹۶هـ) قرار داده شده است و نگارنده پاورقی، مینویسد که ورودش بکاشان در حدود سال (۱۰۱۳هـ) صورت گرفته باشد و بیشتر محتمل است که، در هفته هیجده سالگی بدین سفر پرداخته باشد. با احتمال قوی سال ولادتش هم در حدود سنه (۹۹۶هـ) میباشد (۲)

۱- فهرست بانیکپور، ۳: ۴۸

۲- رک: آتشکده ۲: ۸۷ بحث مفصل دارد.

نگارنده پاورقی آتشکده، این دو رباعی طالب، راجع بمرش ثبت کرده، نوشته است که: بوقت مرگ عمرش بحدود چهل سال بود.

در چهل گذشت، سال عمرم، از بیست باید همه دید گشت و بر من بگریست

آن تخم نکشتم که پس از مرگ، توان بر تربت من نوشت، کین مشهد کیست

این رباعی سروده است وقتی که طالب ایران را ترک گفته و بگردش در شهرهای مختلف هند پرداخته است. و رباعی زیر را موقعی سروده که بخدمت جهانگیر در آمد ولی هنوز بملک الشعرای نرسیده بود:

از بیست چو ده گذشت، سی ساله شدم روشن قمر حیات را هاله شدم

بینور، چو داغ جگر لاله شدم بیدوق، چو آواز رسن ناله شدم

(۸۷۷)

گویا این رباعی در سالهای ۱۰۲۶-۱۰۲۷هـ سروده است.

مقام وفات

راجع بمقام وفات طالب ، یعنی بکدام جا طالب وفات یافت ، هیچ جا صراحت ندیده شد . در تاریخ ادبیات ایتیمی است که : طالب بحکم آنچه از بهترین مآخذ برمیآید به سال (۱۰۳۵ هـ) در (فاذپور ؟) وفات یافت (۲) . شاد روان تربیت ، که ماخذش معلوم نیست ، مینویسد : طالب در هزار و سی و پنج (۱۰۳۵ هـ) در کشمیر در گذشت (۱)

فاذپور یا فتح پور

نگارنده عقیده دارد که ، طالب که چند سال پیشتر عارضه جنون پیدا کرده بود ، و از همه علائق کناره کش شده ، در فتح پور زندگانی میکرد ، وفاتش در فتح پور شده باشد . فاذپور در اصل از ایتیمی یا از مترجم یا در چاپ بجای ' فتح پور غلط درج شده است :

● آثار طالب : تذکره نویسان تعداد ابیات اشعار طالب را باختلاف ذکر کرده اند ، مثلاً :

تعداد شعر

- | | | |
|-------|-----------|---|
| ۹۰۰۰ | بیت | ۱- ابو طالب در خلاصه الافکار |
| ۱۲۰۰۰ | و | ۲- طاهر نصر آبادی |
| ۱۵۰۰۰ | متجاوز از | ۳- خان آرزو و قدرت الله |
| ۱۴۰۰۰ | | ۴- تقی اوحدی که او را در سال ۱۰۲۵ هـ دیده بود |

۱- ترجمه رضا زاده شفق . ص ۱۹۵

۲- ریحانة الادب ۳ : ۶

(۱) ديوان :

نسخ خطى كه در ايران يافته ميشود، آنها نيز با يكدیگر تفاوت دارند :

- ۱- نسخه كتابخانه مجلس شوراى مى : (شماره ۱۰۱۹) چندین جا افتادگی دارد ولى داین، غزلهایش از ساير نسخه بیشتر است (۱) .
- ۲- نسخه كتابخانه مى ملك : (شماره ۵۲۹۱) از لحاظ تعداد قصائد از ساير نسخ كاملتر ميباشد .
- ۳- نسخه كتابخانه مى ملك : (شماره ۵۵۵۳) قطعانى آمده، كه در ساير نسخ ديده نيامد .

تعداد ابیات ديوان طالب بنا بر نسخ موجود در تهران بقرار ذیل است:

غزل	تعداد ۱۱۵۲	شماره ابیات ۱۳۱۲۵
قصيده	۴۸ "	۲۵۹۵ "
قطعه	۴۶ "	۶۵۷ "
تركيب بند	۷ "	۶۰۰ "
دو بيتی	۱۵۲ "	۱۵۰۹ "
مثنوی	۳ "	۲۷۶ "
		۱۸۹۶۲

- ۲- نسخه سپه سالار : (شماره ۱۳۷) شامل غزلیات و مقطعات و يك مثنوی و رباعیات ميباشد . و در حدود (۳۵۰۰) بيت ميباشد به خط نستعلیق خوب نوشته شده (۱) .

۱- فهرست نگار يوسف شیرازی نوشته است كه اين نسخه بزرگترین نسخه از ديوان طالب است و شامل ۱۷۰۰۰ بيت از قصيده و قطعه و غزل و رباعی و مثنوی است .

۱- رك : فهرست سپه سالار ۲ : ۶۲۸ نسخ دیگر در تهران :

(۱) شوراى مى - شماره ۱۰۱۸

(۲) مى ملك - شماره ۵۲۹۳-۵۲۹۱-۵۵۲۲ . (آتشكده سادات ناصری - ۹۰۲)

نسخ قدیم در جاهای غیر از ایران

نسخ خطی از دیوان طالب کتابخانهای سراسر جهان موجود دارند، ولی نسخ از حیث قدامت استنساخ، که ما اطلاع داریم، به قرار ذیل دیده میشود.

۵- نسخه شخصی شیخ دین محمد (لاهور) (مورخه ۱۰۲۲ هـ) (۱)

۶- نسخه موزه برطانیه شماره Add, 5630 (مورخه ۱۰۲۲ هـ) (۲)

۷- نسخه شخصی صوفی تبسم لاهوری (مورخه ۱۰۵۸ هـ) (۳)

۱- رک : طالب آمل سرفنگ خواجه عبدالرشید.

۲- رک : ریو ۲ :

۳- رک : طالب آمل سرفنگ خواجه عبدالرشید.

سرفنگ عبدالرشید تعداد نسخ در کتابخانهای مختلف به اینقرار شمار کرده اند :

۳	عدد	۱۰۹۲ تا ۱۰۹۰	بمردلیون : شماره
۶	“	۱۰۲۹ تا ۱۰۲۴	ایتهی : شماره
۵	“	۲۹۶ تا ۲۹۲	بانکیپور : شماره
۲	“	۷۲ تا ۷۲	ایوانوف : شماره
۳	“	۳۸۶ تا ۳۸۴	بوهار : شماره
۱	“	۳۹۵	آصفیه : شماره
۱	“		حیدرآباد دفتر دیوانی :
۱	“		سالار جنگ :
۱	“		عمر یافعی مرحوم حیدرآباد :
۱	“		علیگره :
۵	“		رامپور :
۳	“		حبیب گنج :
۲	“		محمود آباد لکهنو :
۱	“		پشاور موزه مل :
۱	“		نسخه شخصی آقائی محمد حنیف صدیقی حیدرآباد :

تعداد اشعار بنا بر نسخ هندی

قصائد (۱)	تعداد	بیت
غزل	۲۰۵	۵۶۷۴
جهانگیر نامه (مثنوی)	۱۵۶۳	۱۴۱۲۱
دیگر مثنویها	۱۵	۳۴۶۵
رباعیات	۹۵۲	۱۶۴۸
قطعات	۴۱	۶۵۲
ترکیب بند (۲)		۷۷۳
		۵۸۹
		۲۶۹۲۲

(۲) مثنوی جهانگیرنامه :

میخانه از همین مثنوی اشعار دارد. و یک نسخه ازین مثنوی در رامپور بشماره ۲۲۲۹ دارای ۳۴۷۷ بیت است. صحیف ابراهیم گفته که : این مثنوی پنج هزار بیت دارد. ابتدا :

بنام فروزنده مهر و ماه فرازنده رایت صبحگاه

اوده کیتلوگ :	۵۷۵
میونخ :	۳۸
کنگس کالج آکسفورد :	۱۷۲
د ، جونگ - کیتلوگ :	۲۲۲

۱- یک دیوان مشتمل بر قصائد در بانسکیپور هست. طالب قصائد در مدح نبی کریم ص، حضرت علی رض، جهانگیر (متوفی ۱۰۳۷هـ)، شاه عباس کبیر (متوفی ۱۰۳۸هـ)، میرزا غازی (متوفی ۱۰۲۱هـ)، اعتمادالدوله (متوفی ۱۰۳۱هـ)، عبدالله خان فیروز جنگ (متوفی ۱۰۵۲هـ)، میرزا چین قلیچ خان (متوفی ۱۰۲۲هـ)، نورجهان (متوفی ۱۰۵۵هـ) و دیانت خان (متوفی ۱۰۴۰هـ) سروده است.

۲- ترکیب بند در وصف حضرت امام رضا، میرزا ابوالقاسم (حاکم ماژدران)، ملکش خان و میرزا غازی سروده است. (مقاله دکتر عابدی اسلامک کلچر اپریل ۱۹۶۷ع)

(۳) مثنوی لضا و لدر :

طالب باین عنوان یک مثنوی سروده است که شعر اول آنست :

شنیدم روزی از طرز آشنای عروسی نکته را برق کشای (۱)

شاد روان دهخدا فرموده اند که: این شاعر مثنویست، بیحر - خسر و شیرین -
نامش - قضا و قدر - و بسبک مثنوی - پیر و جوان - میرزا نصیر : : : (۲)

● طالب و کشمیر : ما نمیدانیم که طالب بکشمیر چند بار مسافرت کرده است ، تنها نیز رفته است یا با جهانگیر پادشاه در سال (۱۰۲۹ هـ) رفت . دیوان طالب درد ست نداریم تا پیدا کنیم که راجع به کشمیر چه و چقدر گفته است ، ما دو غزل داریم که دران راجع به کشمیر احساسات خویش را بیان کرده است :

بیا که مجمع خربان دلربا اینجاست	کرشمها همه اینجا ، و نازها اینجاست
قدم ز نقطه کشمیر ، بر نمی گیریم	مقیم مرکز عیشیم ، و جای ما اینجاست
مده بفارت بیگانه ، کشور دل خویش	که ترک تاز ، نگه های آشنا اینجاست
کجما بهشت ، کجما بزم باده زاهد!	تو ، دل بجای دگر بست ، و جا اینجاست
جوان شو ، از نفس! همنشین ، مرو بچمن	اگر بکسب هوا میروی ، هوا اینجاست

۱- مثنویهای طولانی دیگر نیز دارد یکی در توصیف ملکش خان که ازین بیت شروع میشود .

سرم را بمواز شوری در کمین است کی بسی سوز دل آم آتشین است

دیگری نیز در توصیف خان مذکور دارد :

شجاع الملک ملکش خان ، که دوران بر او نازش کند ، چون جسم بر جان

سوم در حمد بساری تعالی :

الهی ذره آگاهیم بخشش رهی بنمای در گمراهیم بخش

علاوه ازین مثنویها دیگر نیز دارد .

(مقاله دکتر عابدی اسلامک کلچر اپریل ۱۹۹۷ ع)

۲- لغت نامه دهخدا زیر طالب (۲۳ : ۲۴)

باولین قدم، از اهل راز ماندی باز
بسکنج گلخن خویشم، هوای گلشن نیست
کجا خیال که همراهی تو، تا اینجاست
کجا روم که، مرا باغ دلکشا اینجاست (۲)

ابیات زیر سروده است وقتی که با جهانگیر پادشاه در کشمیر بود :

فیض پیاله بخشد، آب و هوای کشمیر
چون خاک عشق بازان، هر لحظه در مشام
کشمیر می ستانم، از حق، بجائی جنت
شاهنش جهانگیر، چید از بهار او، گل
گردی ز نور بنمود، همرنگ نور، گفتم :
جنت کجا تواند، با او، برابری کرد
و صف بهشت جاوید، از عاشقان او پرس
هر کس، پی تماشا کردند خوش فضائی

این دو بیت نیز دارد :

عرصه کشمیر را دیدیم و میبینیم باز
(طالب) چرا به حجله نه پیچد هنان چرخ
گر امان یابیم (طالب) عرصه اجیرم
کاندر رکاب شاه جهانگیر میسود

۳- غزل زیر در همین زمین از بقای شاعر است که در مدح خان خانان سروده است :

غزل مولانا بقای

کجا رویم بجای دگر، که جا اینجاست
بگو بفتحی که بر خود میند تهمت بوی
چه حالت است که هر کس که در دل جوید
گذشت مست و ندانست کز تجلی می
بجز شکایت بلبل غم که گوش کنم
بجلاگاه بتان چون رسی، گران کن پای
چنین که از پی درمان بهره میگردی
تو گر ز اهل سلامت شدی درین سرکوی
به نیم گردش چشمنی، قرار من بر بود
بشیخ خافقه از ما که زائران دلیم
ترا که منزلت قرب خانانان نیست

خلاف نیست، تو اینجائی و خدا اینجاست
مباد، گوش کسی بشنود، صبا اینجاست
پی آورد بدل من که نقش پا اینجاست
چو بر فروزد و آتش شود گیا اینجاست
که حرف عشق بگوش من آشنا اینجاست
که روی در عقب دیده در قفا اینجاست
بدره خویش اگر وا رسی دوا اینجاست
برو برو که، من اینجایم و بلا اینجاست
کشش بیا و ببین کاه و کهربا اینجاست
دعا رسان و بگو قبله دعا اینجاست
هوس کشد که (بقای) شوی خطا اینجاست

۱۳۷- طالع، پندت و دیده لعل در، میربنگر

● بهار گلشن کشمیر: احوالش در دست نیست. در — بهار گلشن

کشمیر — غزل زیر ثبت است:

خاک بر گشتم و از کوی بست منزل ما
همچو پروانه، به شمع رخ جانان، سوزم
بسکه سرگرم فغانیم پس از مردن هم
خیزد آواز از الحق چه خوش از سینه من
ساغر عشق بتان، گیر تو (طالع) شب و روز

ماند افسوس بسی، درد و هوس در دل ما
جلسه حسن رخ یار، بود قاتل ما
عوض سیزه دمد شعله آه، از گل ما
جلسه گاه شجر طور بود محفل ما
که جز از عشق، نباشد بجهان، حاصل ما

(۲: ۹۷۱)

۱۳۸- طاهرای، کشمیری

● تذکره نصرآبادی: خالی از لطف و شوخی نبوده، در هندوستان
بخدمت دانشمند خان میبود. مثنوی در مدح پادشاه (۱) گفته. این بیت
از انجاست:

بهتر بحری که سیل هیبتش تاغت
کسی که، ساخت بقسمت، نمیکشد آزار

در از دهشت حجاب آسا برون تاغت
که در گلسوی هما استخوان نمیباند

(۲۲۸)

۱۳۹- طاهر، میر طاهر علوی

● همیشه بهار: طاهر، استاد طور خود بوده، و نیز در همه سخنوران،
شاعری او مسلم الثبوت است. در عهد عالمگیری از ولایت بکشمیر رسید و
سمانجا پیمانه عمرش لبریز گردید. من اشعاره:

قصیده که در اول دیوان دارد دوسه بیت ازان می نگارد:

از حد دو دیده مطلع دیوان حیرتم
طراح باغ جلسه تمنای کیستم
بمل تر از نگه پریشان حیرتم
مد نگه طنباب خیابان حیرتم

گاهی باین طرز هم میفرمودند :

در کمان ابروش، شد نیم کش، تیر نگاه
از شکست رنگها سیر بهار زعفران

کند دیگر در نظر دارد نگه دزدیدنش
میکنه پیداست هردم زیر لب خندیدنش

(خطی)

۱۲۰- طبخی کشمیری

● **صحن ابراهیم :** طبخی کشمیری ، هزال بیسپال بود . اوائل در فردین بحرفت طبخی اشتغال داشت ، در آخر ترک نموده داخل فرقه سخنوران شد . هر چند عامیست اما کلامش مربوط است . معاصر فروعی قزوینی و تقی اوحدی بود .
(۱۲۷ الف)

۱۲۱- طغرای ، ملا طغرای تبریزی ، هشمدهی

● **نصرا بادی :** شخصی میگفت که : مشهدی است ! در هند میباشد . در نظم و نثر کمال قدرت دارد . چنانچه — منشآت — (۱) او بنظر فقیر رسید ، طورش غرابی دارد در کمال پاکی . و کلامش مرغوب و خیالاتش محبوب . با وجود آرام — وحشت — تخلص دارد . مدتی در هند باعتبار ، قرابت میر محمد سعید میر جمله ، بود : بنا بر حب وطن مراجعت نموده بیلای کدخدای مبتلا شده . بعد از مدتی طالعش مدد نموده زوجه اش فوت شده . باز بی علاج یک سال قبل از حالت تحریر ، بهند رفت . امید که سلامت مراجعت نماید . این اشعار از منشآت اوست :

فضای لامکانی ، بارگاهش هجوم بی نیازها ، سباهش

۱- بنام — رسائل طغرا — که دارای هفده رسائل است مع رقعات و منشآت دوبار در مطبع فولکشور کانپور (۱۸۷۱-۱۹۰۳ ع) و یک بار در لکهنو (۱۸۸۵ ع) چاپ شده است . و مدتی شامل درس بوده است .

ندارد ایزد، از یک رنگی عار بود الله را، تشدید درکار
نگردد بی حیانش، آب راهی دمی بی خار خارش نیست ماهی

تعریف باغ

سواری کنز ره گلزارش آید سندهش در نظر گلگون نماید
پی ضبط اصول صوت بلبل زند باد صبا کف بردف گل

تعریف کوه

بجای قلعه کوهش رسیده که رنگ چهره رفت پریده
ز موج لاله، از بس خورده هلو (۴) بود راهش بصد باریکی مو

تعریف فیل

چنان عکس بدریا زد سیاهی که راه آب را، گم کرد ماهی

تعریف سرما

چنان در وی برودت پا فشرده که آتش در درون سنگ مرده

رباعی

اثنی عشری گوی ز پاکان برده صد حصن بکمبتین عرفان برده
پیوسته بدین دوش زده نقش مراد در نرد عقیده هر که ایمان برده
آنی که ترا، خیلی کواکب سپه است خورشیدی و نیلی سپرت، قرص مه است
گر تیره نماید سپرت، نیست عجب مه پهلوی آفتاب دائم سپه است (۱)

(۲۲۹-۲۴۰)

● کلمات الشعرا : ملا طغرا، شاعر خوش فکر و منشی طبیعت بود .
بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر برده . در تعریف راه کشمیر و شهر آن،
رسالها نوشته :

خوش آن ساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوی خط پشت لب چشم قدح را گروود ابروی (۲)

۱- ریاض الشعرا دارد .

۲- تاریخ اعظمی و ریاض الشعرا و تذکره حسینی و شمع انجمن و محبوب الزمن دارد .

آبرو می‌رود از دست بآمد شد غیر چون حباب ، از همه جانب ره کاشانه به بند (۱)

● همیشه بهار : ملا طغرای مشهدی ، اصل از مشهد مقدس است .
چندی در کشمیر توطن اختیار کرده بود . وقتی ابو طالب کلیم و حاجی
محمد جان قدسی — پادشاه نامه — برای شاهجهان گفتند ، طغرا این چند
بیت انشا کرد :

دو رهزن ، بهم کرده اند ، اتفاق
کتابی که ، از بهر دارای هند
برود لفظ و معنیش از وی بداد
یکی از خراسان یکی از عراق (۲)
مرتب شد از گفته ، ایمن دورند
.....

در نظم و نثر قدرت کمال داشت ، و معانیهای غریبه بر زبان می آورد :

گویند نقش مارا کس پیش و پس نباشد
ساخانه زاد دایم ، باید که بعد مردن
بسکه از سنگینی جان کنده پای خودایم
وقتی که من نباشم گو هیچ کس نباشد (۲)
تابوت ما امیران غیر از قفس نباشد (۳)
عمرها چون آسیا گشتیم ، و بر جای خودایم
(خطی)

● تاریخ اعظمی : طغرا ، شاعر خوش فکر و معنی باب و منشی طبیعت
بود ، بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر میبرد . در تعریف کشمیر و راه عبورش
— رساله — نوشته داد سخنوری داده . اشعارش نیز خالی از چاشنی مضامین
نیست

رقعاتش بطرز خیال بندی و تعریفات باغ و اقسام میوه و گل و جام و مل
از هر جزوکل ، بکمال دلپسندی مشهور . ارباب خیال است ، از فقرات

۱- همیشه بهار و تاریخ اعظمی دارد .

۲- مجمع النفائس دارد .

۳- تذکره حسینی و مجمع النفائس دارد .

اوست : درخت آبی از بی آبی ، روی بهی ندیده . نیز ازوست که ،
تحریر وصف ناسپاتی نماید ، صفحه کاغذ نباتی . ازوست . رباعی :

کشمیر

کشمیر بود فصل خزان عالم نور بر طالب فیض دیدنش هست ضرور
گوئی که درین باغ چمن ساز قضا آورده نهال شعله از خرمن طور (۱)

از نوکران شاهزاده سلطان مراد بخش بود . قصیده در مدح شاهزاده گفته
است . اول آن قصیده این است :

دارای مرش کورکه ، سلطان مراد بخش زینت فزای سلطنت اورنگ آسمان

آخرهای عمر بکشمیر بتحریک و رفاقت ، میرزا ابوالقاسم دیوان مشهور
قاضی زاده ، بکشمیر آمده در گوشه معنی سنجی مشغول بوده .

استغنائی عجیبی داشت . در محله رانیواری — نزدیک شرب ناید یار؟ —
در یک دکانی دیوانه وار سکونت میکرد . چنانکه . . . ؟ صالح جراح گفته
میشود . چون رحلت نمود بر صفة — مقبرة الشعرا — بر سر بلندی پل ، در
کجن آسود . (۱۵۱-۱۵۲)

● ریاض الشعرا : ملا طغرای مشهدی ، در نظم و نثر دستگاه عالی
داشته . در زمان شاهجهان پادشاه بههندوستان آمده اکثر بلاد دکن را سیر
کرده ، آخر الامر در خطه کشمیر جنت نظیر ، پای همت در دامن عزلت و
انزوا کشیده ، همانجا در گذشت . این چند بیت ازوست که ثبت گردیده .

عشق از محیط شبنمه ، چون سر بر آورد از بیضه حباب ، سندر بر آورد
سر چشمه این بادیه را ، خضر بند نیست برداشتمی کاش چو گوهر ز وطن آب

دگرگون گر شود چرخ، از لکدکوبش، مشو ایمن
 ملا طغرا بکلم نوشتہ :

کز نو بہار ناطقہ ات گلستان شدم
 قانون نواز زمزمہ بلبیلان شدم
 بودم اگر زمین سخن ، آسان شدم
 مشکین نگاہ تا قلم استخوان شدم
 رودادہ مشکل ، بتوزان ہمزبان شدم
 در جانب دکن بر خان زمان شدم
 کہ اینک، قلم گرفتہ بتحریر آن شدم
 گفتم کہ : سیر باغ کنم، باغبان شدم
 آہنگ رمز داشتہ بلبیلان شدم
 بکشود لب کہ قافیہ سنج زمان شدم
 آمد بگوش و اینک ازان تر زبان شدم
 گلچین باین چمن چو رسد باغبان شدم
 ہر چند در مقابلہ روشن بیان شدم
 سرگشتہ در مغایرت این و آن شدم
 ہر چند گام فرق زدم ناتوان شدم

ای طالب کلیم زمان و مسیح دم
 مضراب ، از تراشہ کلک تو، ساختم
 راہ حدیث پایتہ نظم تسودست داد
 کردم نظر، بنافہ آہوی خامہ ات
 حلال مشکلات توئی اہل نظم را
 دہ سال پیش ازین ، بتقاضای روزگار
 از گفتہای* خویش، بمن خواندہ مطلبی
 رفتم بکوی او، گذرم پاسبان شدم
 گل کرد، چون غلط زین شاخ ، مطلبی
 دریافت مدعا و بر انصاف راہ نیست
 اکنون برنگ او، ز تو نو مطلبی دگر
 غارتگر نگہ ، برخت پاسبان شدم
 ظاہر نشد کہ چیست تفاوت، درین دوبیت
 معنی همان و لفظ همان و غلط همان
 پہنای راہ فرق ، کہ در جستجوی آن

(خطی)

● تذکرہ حسینی : طغرا فرمانروای ممالک معانیء دلکشا ، ببلبل گلستان
 مشہد ، ملا طغرا . در زمان شاہجہان پادشاہ بہند آمدہ و در خطہ کشمیر
 جنت نظیر پا بدامن کشیدہ ، همانجا رحلت نمودہ . ازوست :

یوسف ، از عجلت بہتان زلیخا، داغیست
 ز جعد پر شکنت ، دل بصد فغان افتد
 توان گلی کہ ، شب از دیدن چراغ رخت
 ورنہ ، خودداری* او، نیز کم از زندان نیست
 چو کودکی کہ ، ز بالای نردبان افتد
 تذرو باغچہ طور ز آشیان افتد (۲)

۱- این سہ بیت مجمع النفاثس دارد .

۲- در بیت آخر مجمع النفاثس و شمع انجمن و محبوب الزمن دارد .

میاناش بینم و چیزی بدستم درنمیآید چو آن عکسی که افتد در دل آئینه ، از موی (۱)
(۱۹۷)

● مجمع النفاث : ملا طفرای ، مشهدی . نصرآبادی اورا قزوینی (۲) گفته . گویا در عهد جهانگیر پادشاه بهند آمده . آوازه نظم و نثر او هر طرف افتاده . کلیاتش در هندوستان کمال شهرت دارد ، علی الخصوص منشآت او . دیوان غزل قریب بده هزار (۱۰۰۰۰) بیت بنظر آمده . قصائد غرا دارد ، ازان جمله قصیده در تعریف راجا جسونت سنگه گفته مشتملبر الفاظ هندیه . اگرچه در اشعار دیگرش نیز عمداً این الفاظ آورده . نثر اونهایت رنگین ست ، عبارتش بسبب کثرت الفاظ هندی ، بعضی از جاها بی رتبیگی دارد . غرض ، او معنی یاب مقرری است ، ازین جهت در بند الفاظ بایسته و معانی تازه است . و مذهب او این است که ، لفظ تازه چون معنی صاحب دارد . با این همه زبان گزنده داشت که شرای عصر خود را بد یاد کرده و نسبت دزدی بانها نموده . ازین جهت شرای عصر هجو او نیز کرده اند . و بمقتضای — من عاب عیب — عمل نموده اند . حتی که در جناب مثل میرزا صائب علیه الرحمه سوء ادبی نموده و گفته :

(صائب) از پرده حیا لوچی دختر هیچ و خواهر پوچی

و میرزا ، نظر بر بزرگی خود ، چند شعر او بر سبیل انتخاب در بیاض خود نوشته . سبحان الله میرزای مذکور مغفور این حسن ادا در حق طغرا و سلیم

۱- در شمع انجمن هست .

۲- میان میبینم و چیزی پچشم در نمی آید بدان ماند که در آئینه باشد سایه موی
نصرآبادی تبریزی نوشته است نه قزوینی . نسخه خطی تذکره نصرآبادی که در بانکپور است نیز تبریزی دارد . از مؤلف — نشر عشق — همین طور اشتباه شده است . آنهم قزوینی بجای تبریزی نوشته است . (رک فهرست ۱۲۵:۲)

و غیره — که این ها با میرزا خوب نبودند — صرف کرده . خدایش بیامرزاد،
و نیز طغرا در حق سلیم گفته :

کهنه دزد شاعران ، یعنی (سلیم)

و بطریق کنایه در حق قدسی و کلیم گفته :

دو دزدند کرده بهم افساق یکی از خراسان دگر از عراق
و چون شعرای عصر را بدزدی نسبت میکرد ، ملا غنی کشمیری در مذمت
او گفته :

با اهل سخن شده است دشمن ز حسد (طغرا) که بود روح کشیش چو جسد
نامش نبرند تا بشعرش چه رسد (۱) گوید که: برند شعرش ارباب سخن

مخفی نماند ، طغرا در بحرهای که تخلص او موزون نمیشد — شیفته — تخلص
آورده . ازواست :

گر خدا میخواست ، ماهم از خدا میخواستیم
میروم از هر طرف چون بخیه بر بالای زخم
دشمن شدم بخود، بسپاه تو آمدم
ماتن تنها پساو امید نانی داشتیم
چه زین بهتر نه او بیند مرا هرگز، نه من او را
داد صیاد بمن آب جدا دانه جدا
صراحی از چه ره، وسواس دارد، در نماز امشب
ترا به مصحف رخسار خویش، سوگند است
گل از پی او ، تا در باغ آید و گرید
از بهر تحقیق جنون، در پیش من زانو زند
که جهد برق و سیه خانه لیلی سوزد

خواستیم آسودگی، لیکن خدا هرگز نخواست
در سرکوی تو، از بس کشتکان افتاده اند
صف بسته غمزه ات ز پی قتل دوستان
چرخ دون همت بهفتاد و دو تن (۲) آبی نداد
نه من، از میکده بیرون روم، فی زاهد از مسجد
در قفس تا نکنم زمزمه ، با خاطر جمع
دلش از خواندن صد چار قل راضی نمیگردد
بما ز روی چه زلفت کجست؟ راست بگو!
آن غنچه که ، از باغ رود بالب خندان
مجنون که، شورشامه را زو به نمیداند کسی
موسم بارش ابر مژه، مجنون است

۱- مرأة آفتاب نها دارد .

۲- کنایه از شهیدان کریلاست .

بان پری بخورانید، یک دو جام شراب
 ز طاق خانه (طفا) کتاب و کاغذ را
 در سخاوت کم ز حاتم نیست ناک باد دست
 تا نریم در غمش، آن بت گلیهرن
 توبه چگونه نشکنم، در شب وصل، کان پری
 کس بفریاد جرس، گر نرسد، جا دارد
 ز جنس لاله و گل، نیست مادر و پدرش
 در محبت سست بنیادیم، مانند حباب
 فدائی غیر یک عالم جفا صاحب کلاهی را
 بی سبب قارون نهانده این قدرها در زمین
 از هوسهای تلون میکند گلبندیش
 بر بام فلک، ماه جهان رنگ نیازد
 آشوب قیامت که، نهان بود ز مردم
 زان پیش که از بیضه بر آریم سر شوق
 زان حشای کز گل خونریزی پروانه یافت
 زاهد نگفت می ده، دادم باو ایامی
 نگین جم ز پشت نقره خنگ خود فرو آید
 چهره اش، لبریز پرتو، کاکلش ظلمت فشان
 بر شمار عیب ما بیگانگان هم تاختند
 تا نسازد خورمی، بر آشک بلبل جای گرم
 میچکد، بر خرقه سالوسی زاهد، شراب
 هر پاره دل ما سودائی بتی شد
 شکوه دانه و دام، از نفس انداخت مرا
 دل و جان در قدم ناخته او صرف نشد
 یار چو همسایه شد، خانه ز طاقت فتاد
 دست میباید ز ایران شست، بعد از سیر هند
 شد چو منصور از پی کسب هوا بر بام دار
 یار سرگرم حیا، من ادب آموز نگاه
 بسی ریش کی رسد، بمخلف در اعتبار
 اشک در اظهار دردم برد از طوطی کرو

چوبی خبر شود، او را بمن حواله کنید
 برون فگنده، پر از شیشه و پیاله کنید
 دخترش را عزتی چون دختر حاتم کنید
 روز جدائی بمن بند قبا میدهد
 چون بکرشمه تن دهد دختر رز پسر شود
 دل که، بیدرد بود، ناله چه تاثیر کند
 فداتم این همه رعنائی از کجا آورد
 از پر کاهی بهرسو میبرد دیوار ما
 معلق آفتی، پندار چتر پادشاهی را
 میکند هر سو تفحص گنج دقیانوس را
 صوفی ما گربه بیند رنگ شال طوس را
 کز پنجره زلف تو شد، روی تو پیدا
 در یوزه کنان شده بسر کوی تو پیدا
 بی طاقتی افتاد درین نه چمن از ما
 رونق دست عروسان است پای شمع را
 خدمت ثواب باشد حیوان بی زبان را
 چو یاقوت سوار او شود بر روی این پیدا
 اختلافی هست بام پشت و روی ماه را
 لیک مانع شد هجوم آشنا بیگانه را
 در گلستان و امکان بند قبا می خویش را
 چون بفشارد گلو کاه عصای خویش را
 صد جا خرورش دارد، یکجا خریده ما
 شور بیهوده ز چشم قفس انداخت مرا
 بیوفای بسزبان جرس انداخت مرا
 زد بلبل بام ما بوسه لب بام ما
 گر بهند آبی ز ایران از لب دریا بیا
 گفت: ای (طفا) چه پائین مانده! بالا بیا
 چشم تا کار کند، شرم حجاب است این جا
 در پشت نسخه جا بود اوراق ساده را
 بی زبان توتان شمردن طفل خاموش مرا

فقیر آرزو گوید که بجای کرو و اگر سبق میفرمود مناسب طفل بود :

تا نرسد نکبت رخس، بسایران در قفس زلف کرده بساد صبا را
فقیر آرزو گوید که اگر بجای رخس، گلشن میگفت مناسب تر بود :

بوسه ببه پیغام داده، گشت پشیان
چورو دهد بر آن شوخ مست، رفتن ما
دل، تاب غمش نداشت، امروز
میکند دوران، مه عیدین را دمسازم
تا چمن پر از خط فوغیز، او را دیده است
وا فشد بند قبايش، از گریبان گل بچین
سیر روحانی است، مکتس سرووگل، دیدن در آب
بوی عشقم، زنده میدارد! و گرنه، همچو گل
برنگ دختر رز، گر ز پیراهن برون آئی
همه رنگ همه بوی همه آبی همه آتش
جایی که از کف تو، در آید بدست غیر
خونخواره ایست غمزه او، کز کمال حسن
لب جان بخش او عیسی است، ریحان غش مصحف
بدین نازک مزاجی قباکی هر جا نبی پارا
بسکه از خون صفاء، شاداب میبینم ترا
گر شب تاریک برداری، نقاب از روی خود
وه چه تردستی که پیش از تیغ ناز انداختن
ندید مسادر ایام، روی شوکت ما
محرومی ایام وصال، ز پنجه کرد
به تسکین دلم، یکسان بود لطف و عتاب او
(ظفر) ز ابر قطره فشان، پای کم مدار
گر بود آن سرو قامت در لباس اهل جنگ
تا نشیند اهل دانش زیر دست آشمال
صهار دهر، خانه شطرنج را، نساخت

همت او را بین و طالع ما را
بود چو شیشه می، خون ما بگردن ما
کردیم ذخیره بهر فردا
گر به بیند، یک نظر آن ابروی پیوسته را
میتراشد از لب جو، سبزه نورسته را
میتوان از رخته دهن گلشن در بسته را
نیست در جای چمن، غیر از کنار جو مرا
مینایند زخم این پهلوان پهلو مرا
ز صافی میتوان در پیش رودیدن نقابت را
چو رخ برتابی از محفل نگیرد کس عنایت را
ما می بود که گشته ز برج شرف جدا
گیرد ز دشته قیست غصون چکیده را
مکرر گشت دین، کان رو بمیسی داد قرآن را
همان بهتر که چون هینک بچشم مانعی پارا (۱)
همچو عکس شاخ گل، در آب میبینم ترا
از قسروغ چهره، در مستجاب میبینم ترا
همچو گل سر پنجه در خوقناب میبینم ترا
چو طفل اشک، بزرگی نبود قسمت ما
اشب سفید، دیده گریان شیشه را
اگر سرد است اگر گرم آب، ساکن سازد آتش را
پیش از مصاب گر نکنی گریه کم چرا
چلا باغی میکند از جلوه چار آئینه را
بر عطار داد تقدیم آسمان ناهید را
اندازه قسا نبرد، ز دیوار پست ما

چون گل، حریفه بستان دستار نیستم
 چو گلبرگی که، از جنبش نگیرد جا برو شبنم
 بشل سازی خود گر دکان نچیده خدا
 چو گشت چهره کشای تو، ز آب و رنگ وجود
 چون قابل آویزه شد، طاق کمان ابروت
 در شهر بسند شوق چون خانه های شطرنج
 ناصح! از پند تو بیزارم، چه میگوئی مرا
 میکن عییم که: پشت سبزه و سجاده نیست!
 غمزه گفت از بهر (طغرا) تیغ ساز کینه شو
 رو بسویرانی نمیسآرد بنای آسمان
 بساد صبا چرا نشود خرقه پوش گل
 در چشمه که بگذرد آب از گلسو مرا
 بهندستان زلفش، شانه ترکش بسته، میآید
 ز بسکه، هیئت افلاکیست در دل ما
 درین محیط که، سرگشتنت حاصل ما
 سبب خوش باد ساقی مگذر از فکر سرخیزی
 بمسکند دارم نسبت از راه پرمتش با شراب
 بدر منیر است، پیمانه در شب
 پر شده پیمانه ام، ظرف ندارد اجل
 گر سیل سر شکم، بنهد رو به تنزل
 فتوی ده می هوای ابراست
 شدم خفیف ز بالا نشینی گردون
 بر سرم داغ جنون تا ز خیالش گل کرد
 شقائق بنده روی چو مهابت
 بنقره بساج فرستد طلای دست افشار
 ساقیا! دختر رز طبع زلیخا دارد
 قابو طلب وصل چرا بوسه نگیرد
 ز بسکه ریشه منعم ببخل پیونده است
 مباحث غمزه بگفتار خرویشان (طغرا)
 (طغرا) حریف درد جدائی نمیشوی

دستار بسته، مگر افتد بدست ما
 ز بس دل میطبد دروی سر مونست غم را جا
 چرا بصورت بسی مثلث آفریده خدا
 هزار رنگ، ز هر جانت کشیده خدا
 آویخت چشم هر طرف، قندیل تیر ناز را
 بی بهره کرد کثرت از کوچه خانه ها را
 میکند حرف تو آزارم، چه میگوئی مرا
 در پی ناقوس و زقارم، چه میگوئی مرا
 زد باو چشمک که، در کارم، چه میگوی مرا
 تا بکی بیند کسی این خانه سرکوب را
 کشکول فقر بسافته از آشیان ما
 آید بساد جدول شمشیر او مرا
 نهداند که اینجا کس نمیرسد سپاهی را
 چو گرد باد، مشخص نگشت منزل ما
 یکی فتنه چو گرداب راه و منزل ما
 که فیض شام معراجست بزم صبحگاهی را
 میزنه لیک عهدی مگر بگویم با شراب
 مهتاب دانست، میخانه در شب
 ورنه ز من میگرفت، در عوض جان، شراب
 خاک تبه دریا گل سرشوی حبابست
 تعلیم کننده هوا کیمت
 یاین سپاه چه سازم که جای خود نشناخت
 لاله خمیازه کش گوشه دستار منست
 بنفشه از کنسیران سیاهست
 دمی که، ساعد شیرین بدست پرویز است
 بکسی ده که، بشکل پسر یعقوب است
 امروز که دست تو گرفتار ایاضت
 زرش بکیه صد پاره همچو گل بنداست
 بین که قیمت گفتار ایسزدی چند است
 بر ناتوان کشیدن آزار مشکست

صد ناز کند خسار چمن بسر گل رهنا
 ما تشنگان، ز شیشه می، آب میخوریم
 دنیا و آخرت، چو ترازو فتاده است
 اشک بلبل بهر تعمیرش گرفته، گل در آب
 نیست از دست زبان و دل، یکی
 گلخن عشقم، چو خورشید اخگرآموده نیست
 گر فوج خط هزار نهد رو بملک حسن
 از وعده وصل تو، وفا را خبری نیست
 بهر درازی عمر، زلفش دعا طلب شد
 ما دل خوشیم زآنکه، بها گرم بر خورد
 در گریه فشارد مژه، دامان زنم اشک
 بعد مرگ از سخن چنان گذریم
 فتوای سرخ روی مستان، چرا نداد
 ما است عشقم، ز ما، صبر مجوئید
 کسی که عاشق او شد، خدا ملاحظت داشت
 نیامدی که، مبادا بمریم از شادی
 صیه فامی که، پایش سرخی از رنگ حنا دارد
 ز ماه چارده هرگز فترسد آن هلال ابرو
 از کشاد و رصد باغ ارم، دارد صار
 مویم چوپنبه، بسکه سراپا سفید شد
 صیاد، بر آشیانه ام، تاخست
 روزی زاهد بیچاره تو کل نثقه ست
 دلم بیتاب شد (طفرأ) خبر کن آن جفا جورا
 ما مصیبت زدگان را، چه تواضع به ازین
 صیاد بر آزادی صید است، مبادا
 جور کنی، وفا کن! زغم زنی، دعا کن!
 شب، نهال قامتش را، دلکشا میخواستم
 ابرد پرستی آرد، روز جزا خجالت
 کسرا وسیله بگلچینی نگاه کنم

تا در بر او جامه بزرنگ گل خار است
 چون این فرات بسته شود، کربلای ما ست
 یکسو اگر کمست دگسر سو زیاده است
 موسم گل هر کجا دیوار باغ افتاده است
 لب بفکر دیگری، دل در سراغ دیگری
 همچو گردون، توده خاکسترم، آسوده نیست
 پروا مدار، تا سر زلفت سر آمد است
 مردیم ز هجران و قضا را خبری نیست
 آمین بر آمد از دل، تا شانه دست برداشت
 دوزخ اگر فسرده نگرده، بهشت ما ست
 یک قطره ازین آب بمیزاب حرامست
 زیب سنگ مزار ما سخن است
 مفتی اگر سیاه درون، چون کتاب نیست
 کین طرز عمل، گفته پیغمبر ما، نیست
 چگونه عشق نوزم به دلربای ملیح
 بیا که! مرگ به از انتظار میا شد
 چنان ماند برم، چون دود آتش زیر پا دارد
 که چندین نیمکاسه زیر یک کاسه چرا دارد
 دست هر کس که بیک بند قبای تو رسد
 خالم چو پنبه دانه، بر اعضا سفید شد
 دانست که، سال و پسر ندارد
 ورنه امروز، چرا توشه فردا برداشت
 که پیچ زلف را بکشاید و طرز دگر بندد
 که بهر جا بنشینیم فغان بر خیزد
 ما را بفریب قفس، از دام برآرد
 چون بدل تو جا کنم، باش بین چها کنم
 بر گریزانی ازان بند قبا میخواستم
 نتوان حساب دادن از روی فرد ساده
 کسی که محرم او نیست آشنای من است
 (۲۲۲ الف - ۲۲۴ الف)

● سرو آزاد : ملا طغرای مشهدی، طغرای منشور استبعاد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد. طرح نثر بطور نو انداخته، و لآلی عبارات را، بجای تازه، نظر فریب جوهریان ساخته.

از ولایت خود بسواد اعظم هند خرامید، و یکچند در ظل عنایت شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان پادشاه بمراد دل کامیاب گردید.

و در رکاب شاهزاده بسیر ممالک دکن پرداخت، آخر در کشمیر جنت نظیر، گوشه انزوا گرفت و همانجا بمقر اصلی شتافت. و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید.

طغرای کلامش به این خوش نقشی صورت میبندد :

ز بهر دادن سر، پای خویش قائم کن (۱)
تا بقربانت شود با تیر میسازد کمال (۱)
بغیر ترک هوا صرف این کلاه مکن
بسوی دوست نگر، سوی خود نگاه مکن (۲)
نشسته باش و تواضع به پادشاه مکن
باآواز دف و نی، دختر رز را بمینا کن
نتوان چو ابر، بر سر دنیا گریستن
از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان
پیر چون شد میخورد از سایه (طغرا) بر زمین
چیزی دگر نخواهد، غیر از دهای پاران
تا توانی همچو گل، یک فصل خندان زیستن
از دود آه، سرمه بچشم ستاره کن (۳)

(۱۲۴-۱۲۵)

دلا! چو شمع، زگ گردنی، ملانم کن
کج نیاید کام دل، بی اتفاق راستان
کلاه فقر ز ترک گل و گیاه مکن
اگر چو آینه، سر تا قدم شوی همه چشم
گدای عشق، گرت جانشین خویش کند
عروسان را بسوی حجله، نتوان برد بی سازی
باید چو برق، خنده زنان از جهان گذشت
موی سیاه کافتد ز سر، هرگز نمیگردد سفید
سایه می افتاد از (طغرا) در ایام شباب
مینا پیای ساغر، چون سرنهد بسجده
در سه فصل عمر باید، سر بجیب غم کشید
شاید ببیند، آنچه بما کرد آسمان

۱- شمع انجمن دارد.

۲- نتائج الافکار دارد.

۳- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

● مرأت آفتاب نما : طغرا ، بعضی اورا مشهدی نامند . و صاحب تذکره نصرآبادی قزوینی نوشته . در انشا قدرت تمام داشت — منشآت و رقعاتش — شهره آفاق . آخر عهد جهانگیر در هندوستان رسیده بسیر دکن پرداخت و در کشمیر توطان گرفت . — ساقی نامه — قریب پنجاه هزار بیت در جواب ظهوری نوشته ، هجو معاصر خود ، که قدسی و سلیم بودند ، کرده . غنی کشمیری در هجو او گفته :

(طغرا) که بود روح کثیفش چو جسد با-اهل سخن شده است دشمن ز حسد
گویند که برند مغز ارباب سخن نامش نبرند تا بشمرش چه رسد
(خطی ۱۸۶- الف)

● نتائج الافکار : ملا طغرا ، صاحب فکر بهار پیرا ملا طغرا . که اصلش از مشهد مقدس است . بطبع رنگین در چمنستان انشا پردازی داد گلشفانی داده . و بگلهای آبدار معانی ابواب بهارستان بر روی نظارگیان کشاده . بکلام رنگینش دامن گلچینان سخن لبریز ، و عبارت متینش بکمال لطافت حلاوت بخش و شور انگیز . فقرات دل نشینش از فرط نزاقت ، رنگ پیرای سحر سامری . و طرز خاصه فصاحت آگینش ، چهره آرای عرائس جادوگری . طغرای منشور بلاغتش اگر نامند بجا است ، و گل رعنا ی باغ فصاحتش اگر دانند زیبا .

ملا از ولایت بگلگشت هند رسیده ، چندی در ظل عاطفت ، شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان ، بنهایت خوش وقتی ساز و برگ جمعیت بهمرسانیده ، و همراه رکاب شاهزاده بسیاحت ممالک جنوبیه وقت خوش گذرانید . آخر الامر در کشمیر دلپذیر بکنج انزوا نشست ، و همانجا اواخر ماهه حادی عشر ، رخت سفر آخرت بر بست و متصل قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید . این چند بیت از طبع رنگین او بنظر رسید .

(سه شعر دارد ۲۲۱)

● **شمع انجمن :** طغرا مشهدی طغرای منشور استعداد است ، و فروغ پیشانی قابلیت خداداد . طرح نثر بطور نو انداخته ، و لآلی عبارات را بجای تازه نظر فریب جوهریان ساخته .

از ولایت خود بسواد اعظم هند خرامید ، و یکچند در ظل عنایت شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان پادشاه ، بمراد دل کامیاب گردید ، و در رکاب او بسیر ممالک دکن پرداخت . آخر در کشمیر گوشه انزوا گرفت ، و همانجا بمقر اصلی شتافت . و در نزدیکی قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید .

و منشآتش ، که کارنامه رنگین و نگارخانه چین است ، غایت شهرت دارد . طغرای* کلامش باین خوش نقشی صورت میندازد :
(سیزده بیت دارد ۲۷۸-۲۷۹) (۱)

● **دهخدا :** طغرا ، تخلص شاعر یست از مشهد مقدس . صاحب دیوان و مثنوی و منشآت ، اکثر اشعارش در این کتاب به طریق اسناد مذکور است . (آنند راج)
(۲۲ : ۲۵۷)

● **وفات ملا طغرا :** ربو در فهرست (۲ : ۴۲) نوشته است که : طغرا همرام شهزاده مراد در معرکه بلخ بوده ، و بکشمیر رفت و آنجا با میرزا ابوالقاسم میبود ، و در آخر عمر در کشمیر از علائق دنیوی کناره گرفته در انزوا میبود ، تا آنکه حیات را پدروود گفت . و بقول مؤلفین تذکره : در مزار الشعراء ، کنار کلیم در خاک آسوده شد . از سال (۸۱۰ هـ) پیشتر وفات یافته است ، زیرا که در — مراة العالم — که در همان سال تالیف شد ، ذکر طغرا دارد و ازان پیدااست که پیشتر ازو وفات یافته بود .

(۲ : ۴۲ — بانکپور ۳ : ۱۲۶ — ایتھی : ۸۶۸)

۱- محبوس الزمن تذکره شعرای* دکن — که در اردو نوشته شده — شرح حال طغرا دارد ، زیرا که طغرا چندی در دکن هم بوده .
(۲ : ۶۹۵-۶۹۶)

● آثار ملا طغرا : ملا طغرا — طوریکه در اوراق گذشته از نظر گذشت — دیوان، رسائل، مثنویات، و منشآت دارد. منشآت و رسائل در این شبه قاره بسیار معروف و قرن‌ها در درس شامل بود. نگارنده در باره آثار وی هرچه معلومات فراهم آورده است، آن بقرار ذیل هست.

کلیات طغرا : نسخه بانکیپور (شماره ۳۳۳) اوراق ۵۲۰ (۱). این مجموعه، دیوان نظم و رسائل در نثر بقرار ذیل دارد :

دیوان

(۱) ساقی نامه : (ورق ۱ تا ۱۲۷ الف) بیت اول :

زهی لطف سازنده آب و خاک برقص آور سبز طاقس تاک.

(۲) غزل : (ورق ۱۲۷ ب تا ۲۹۲ ب) غزل نخستین. ابتدا به این بیت.

نمیشه نوخط دیوان ما، رشک گلستانی زبسم الله بر سر گرنمیزد شاخ ریحانی
غزلیات بترقیب تهجی. ابتدا :

تا نام تو، سر دفتر معنیست رقم را بر فرد بیان سجده خرد راست قلم را

(۳) قصائد : (ورق ۲۹۲ ب تا ۳۵۳ ب)

تبارک الله ازین بزم عشرت افروزی که عیش میرسد از وی بچار حد جهان

(۴) فرد : (ورق ۳۵۷ الف تا ۳۵۸ ب)

صد دل، بیکنگه تو، سوزد جدا جدا یک آتش است، و شمع فروزد جدا جدا

(۵) مثنویات مختصر، ترجیع بند، ترکیب بند، مخمس : (ورق ۳۵۸ ب تا ۳۹۷ الف) مثنوی اول به این بیت شروع میشود.

بنام آنکه، شد سازنده چرخ برقصی چرخ، چون معروف در کرخ

رسائل

بعد از دیوان رسائل در نثر اینطور دارد :

- (۱) فردوسیہ : (ورق ۳۹۷ ب) در تعریف کشمیر و در بیان گل و سبزه ،
آبشار و باغ و کوهسارها (۱) .
- (۲) تاج المدايح : (ورق ۲۰۲ الف) در تعریف شاهزاده مراد بخش . ابتدا :
چون این نسخه زیب لویح شده ... سرخ روشی
قلم بنگارش ثنائی شهنشامیت الخ
- (۳) الہامیہ : (ورق ۲۰۶ ب) در تصوف . ابتدا :
در نزد محبت همه جا غفل حکمت الخ
لہ الصد کہ نقش مرادم در پوست تختہ تجرد نشہ الخ
- (۴) مرآة الفتوح : (ورق ۲۱۱ الف) در حالات فتح بلخ و بدخشان
از دست شاهزاده مراد بخش در سال (۱۰۵۵-۱۰۵۷ هـ) . ملا طغرا
درینموقعه همراه مراد بخش بود . ابتدا :
یکہ نازان میدانش تقریر از دولت ستایش الخ
- (۵) مرتفعات : (ورق ۲۱۵ الف) احوال دربار جهانگیر . ابتدا :
نوبهار آمد کہ مقراض از پر بلبل کند الخ
- (۶) تجلیات : (ورق ۲۱۷ الف) در تعریف کشمیر و مدح میر حسین
سبز واری . (۲)

۱- رک : ریو ۲ : ۴۲ شماره Add. 16,852 و ایتھی دیوان هند شماره ۱۸۸۶-۱ : ۸۶۹

نیز رک : همین رساله فردوسیہ بر ص ۵۲ کتاب حاضر

۲- رک : همین رساله بر ص ۶۰ کتاب حاضر

- (۷) مشابہات ربیعی : (ورق ۲۴۰ ب) یا مشابہات بدیعی . ابتدا :
موسم آن باشد کہ مینا راگ ہندی میکند الخ
- (۸) کنزالمعانی : (ورق ۲۲۲ الف) در وصف شاہ شجاع . ابتدا :
نفایس مخزن دہان جواہر حمد مکریمست الخ
- (۹) تعدادالنوادر : (ورق ۲۲۳ الف) در احوال راہ کشمیر و در وصف
ہفت منازل راہ . (۱)
- (۱۰) مجمع الغرائب : (ورق ۲۲۵ ب) در تعریف چشمہ کمام (کشمیر)
ابتدا :
- چہ نویم از وسعت دریا چہ کم الخ
- (۱۱) تحقیقات : (ورق ۲۲۷ الف) وصف بہ انداز شاعرانہ راجع بہ
آسمان و ستارہا . ابتدا :
- از بس غلط است حرف قاموس فلک الخ
- (۱۲) آہنگ بلبل : (ورق ۲۲۸ ب) جوش بلبل با دیباچہ معیارالادراک
نیز گفتہ میشود . در تعریف و در بیان حقایق شعری و روحانی
اشعار حافظ شیرازی . ابتدا :
- پیشرو ساز سخن قرآنہ حمد صانیمست الخ
- (۱۳) نمونۂ انشا : (ورق ۲۲۹ ب) در توصیف اورنگزیب عالمگیر .
ابتدا :
- سمین ورقی ز یاسمین دادند الخ

(۱۴) دردناک : (ورق ۴۳ ب) یا گریهٔ قلم . در تعریف موسم باران
ابتدا :

گریهٔ قلم خطاب این رقم ... دردناک
طغراست که از ماتم افروزی ... الخ

(۱۵) معراج الفصاحت : (ورق ۴۳۳ الف) در تعریف سید بهادر خان
ابتدا :

از حق سخن معجزه آئین خوام ... الخ

(۱۶) انوارالمشارق : (ورق ۴۳۷ الف) . ابتدا :

ای جوش دل صراحی و جام از تو ... الخ
شب نشینان بزم سخن بشارب حمد خالقش سرخوش اند ... الخ

(۱۷) پریخانه : (۴۴۱ الف) در تعریف شاه عباس ثانی .
ابتدا :

ای راقم فرد رزق چه صبح و چه شام الخ
لفظ قلمی که قطعه نویسان مقال سر مشق تازگی الخ

(۱۸) وجدیه : (ورق ۴۴۷ الف) در تشبیهات موسیقی . ابتدا :

نغمهٔ دلنشین بترنم حمد سازنده مقام پذیرد ... الخ

(۱۹) کلمة الحق : (ورق ۴۵۴ الف) برای 'آزادی' شاه و شاهزاده . ابتدا :

دوران چو در سایش مردی بما نداده ... الخ

(۲۰) آشوب نامه : (ورق ۴۵۵ الف) در وصف هفت مثنوی زلالی . ابتدا :

شکر ناظمی که ابیات بروج سپهر از معنی
ابداعش صورت وجود بسته ... الخ

(۲۱) ثمرهٔ طبی : (ورق ۴۶۱ الف) تشبیهات و استعارات و تراکیب

طب . ابتدا :

ای درد تو بهتر از دوائی دیگری ... الخ
لشکر حکیمی که درد بیدرمان ایوب از داروئی صبوریش ... الخ

(۲۲) جلوسیه : (ورق ۲۶۶ الف) در جلوس عالمگیر پادشاه . ابتدا :

ای کسوکبه ات فروغ پیمای سریر ... الخ
سر زبان از حمد شهنشاهی تواند بتاج رسید ... الخ

(۲۳) چشمه فیض : (ورق ۲۷۲ الف) خطاب به پادشاه در باره معراج
نبی کریم ص . ابتدا :

ای ملک وجود بر درت ماوائی ... الخ
حمد اکبر پادشاهی که لشکر نور ذاتش ... الخ

(۲۴) عبر نامه : (ورق ۲۸۹) یا — عبرت نامه — تنقیهای کاشی نوشته
شد ، راجع بسرقات نصیرای همدانی . ابتدا :

قلمی بهر مقیما شده عبرت نامه ...
در حالتی که تیغ جانغراش را قلمتراش شمردی ... الخ

(۲۵) تذکرة الاحبا : (ورق ۵۱۹ الف) یا تذکرة الاخبار یا تذکرة الاتقیا .

در شرح حال چند مشاهیر کشمیر که معاصرین ملا طغرا بودند (۱)
از رسائل مذکور هیژده رسائل (۲) معه رقعات و مقدمه از طغرا ،

۱- رک : همین رساله در صفحات آینده ص ۷۶۵

۲- چاپ شده : فردوسی - تاج المذائح - الهامیه - مرآة الفتوح - تجلیات - کنز المعانی - مرتفعات
- مجمع القرائب - مشابها ربیعی - معیار الادراک - تحقیقات - تعداد النوادر - چشمه فیض -
جلوسیه - انوار المشارق - آشوب نامه - رقعات - عبرت نامه - تذکرة الاخبار .
چاپ نشده : وجدیه - ثمره طبی - نمونه انشا - پریشانیه - کلمة الحق - معراج الفصاحة .

بنام - رسائل طغرا - سه بار در مطبع نولکشور (کانپور ۱۸۷۱ و ۱۹۰۳ ع و لکهنو ۱۸۸۵ ع) چاپ شده است (۳)

(۲۶) رقعات : این جزو عبرت نامه است ، و این رقعات بنام شاه شجاع قاضی نظاما ، میرزا سنجر ، شمسای زرین قلم ، مسیح الزمان ، قاضی زاده ، خواجه لالا ، طالب کلیم ، بزمی ، میرزا ابوالفتح ، وغیره نوشته شده است .

(۲۷) خمسه ناقصه : راجع به دربار گولکنده (دکن) است که مجموعه ریو (۱۳ ، ۴۳) دارد . ابتدا :

آزدهام از دیدن بیدری چند ... الخ

(۲۸) مرآة العیوب : در تضحیک پلچی خان امیر دربار گولکنده . ابتدا :
پولچی همه وقت باده عنابی نیست ... الخ
مجموعه ریو (۱۲ : ۴۳)

(۲۹) ضیافت معنوی : راجع به فقط در دکن . ابتدا :

بدکن سال غم آسایش دلها فقط است ... الخ
مجموعه ریو (۲۶ : ۴۴) .

● رساله تعداد النوادر : که عبارتست از این مقالات رنگین ، نزد معنی طلب انشا سرمایه ایست بهر خیالات دلنشین . رباعی :

در تیره زمین هند ، دلگیر شدم وز غصه این خاک سیه ، پیر شدم
شاید بکفسم گل جوانی آید در فصل بهار سوی کشمیر شدم

۳- دیوان هند ، از مجموعه رسائل طغرا ، نسخ دیگر هم دارد ، بر شماره ۱۵۸۷ - ۱۵۸۹ -
۱۵۸۹ - ۱۵۹۰ - ۱۵۹۱ (رک : ۱ : ۸۶۸ - ۸۷۵) نسخه موزه بریتانیه شماره 16,852 Add
در سال (۱۱۴۱ هـ) استخراج شده است .

ایضاً :

در منزل کوهسار این تازه سرشت گشته گل و باد، جانشین گل و خشت
با آنکه، رهش هزار طویلی دارد هشت است منازل چو باغات بهشت

چو کھتی

اول . چو کھتی : بجان افزای هوایش، غنچه دل از پژمردگی وارسته، و به نشاط پیمای فضایش، غم بی برگی از میان بکنار نهشته. نسیم کوهسارش، پلنگ طبعان را بفکر نرم خوی انداخته، و شمیم اشجارش منقلب مزاجان را دارو شناس اعتدال ساخته. تا پیر خرد پهنپیر (۱) را مردم این مکان نسنجیده، بمعنی — لایستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة — نرسید. چشمه پدهان حباب از بهر تسنیم میخواید، وجوی بزبان موج از حوض کوثر خراج میطلبد. رباعی :

سنگ از نم او سبزه سیراب دهد گلپهای ترش سبق بگرداب دهد
بکشوده ز چشمه کوه صد چشم هوس تا چشم خود از سبزه آداب دهد

نوشهره

دوم. نوشهره : اگرچه درون قلعه اش در رنگ برج کوکنار بی آرائش افتاده، بیرونش از برگ زینت چون حصار لاله داد نهانش داده. در طینت خود را بهتر از ارم ذات العباد میخواند، و — لم یخلق مثلها فی البلاد — در شان خود میداند. دلربائی است که از دروازه بر نیک و بد چشمک میزند، و خوش ادائی است که از کنگره بر سفید و سیاه میخندد. از نهایت زیبایی برج بر دامش خسپیده، و از غایت رعنائی خندق بر گردش گردیده. بازار از بیتابی در پیش او دراز افتاده، و جوئبار از بی طاقتی در عقبش تن بفریاد داده. رباعی :

واله شده بر فصل تموزش نیشان بهتر ز بهار گشته ایام خزان
از بس پاکیزست، خاک دامن کوهش سر در قدمش نهاده، صد آب روان

چنگیز همتی

سوم . چنگیز همتی (۲) : اینجا زیر سازی بنگ بر مرتبه رواج ندارد، که یا قوت کاری شراب تواند نام بر آرد. بلبل این مقام بی کلاغ روح لال شبهاز دم نمیزند، و آهوی این دشت بی خر نفس بابا کپور چرا نمیکند. کیفیت هوا ابرها را اوج پیمای تردماغی گردانیده، و نشه زمین کوهها را بمیوق سرخوشی رسانیده. اگر نسیم این مفرخ زار دست تحقیق و قفص کشاید، — ان الفجار لفی نعیم — از مصحف گل بر آید. رباعی :

۱- موضعی ست خوش و خورم.

۲- بازار چنگیز خان.

روشن بسمارت است چشم تر آب و ز موج کشوده حوض او دفتر آب
فواره نداد یک قلم تن به نشست استاده همیشه چون الف بر سر آب

راجور

چهارم . راجور : اگر پسر زمیندارش گندم نمیافزاد ، آدم صفی الله یک جودل بگندم
نمیداد . و اگر دختر مرزبانش سبز رنگ نمیبود ، خضر نبی بسبز پوشی کف نمیکشود . از
هکس گل رخاں خاک سرچشمه تازگی یافته ، و از سابه سروقدان آب بخوشخرامی شتافته . اگر
نقاش صنع صورت سبز ان را باین حسن نمینگاشت : صدف — لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم —
نمیداشت . رباعی :

کوهش، بت سبزی است، پراز عشوه و ناز دارد ز دو آبشار زلفین دراز
از خوش کمبری ستاده در هر طرفش عالم عالم صنوبر از بهر نیاز

تمپانه

پنجم . تمپانه : سطح هوایش از گلپای ابر ملن بر صفحه ابروی دارد ، روی زمینش از
رنگینی عبارات گلستان را بنظر در نمیآورد . بلندی رواقش حروف پستی عرش را برکرسی نشانیده ،
و شمسیه طاقش روی تسخیر آفتاب را از آفاق گردانیده . حوضش عروسی است آئینه صفا بر زانو
نهاده ، و بجهت شنه کردن از موج گیسوی خود کشاده . بقصد خرامش سنگ مرمر بر خاک
راهش فرس گردیده ، و زمین جلوه گاهش از آب روان — یالینتی کنت ترابا — شنیده . رباعی :

هر قطره او، گشته به از ، لؤلؤ تر و ز حسرت آن، خشک شده آب گهر
فسواره اوست سبزی بالای ست کز آب فگنده بر سر خود چادر

بیرکله

ششم . بیرکله : بزور سبزه سیراب هر کوهی صند معدن زمرد را خاک مسالی میدهد ، و
بفرط لاله شاداب هر پشته هزار کان یاقوت را بر زمین میزند . اشعارش چون نقش تذرو رنگ
بست تر و تازگی افتاده ، و جویبارش چون چشمه طاسزس بقوئه کاری گلپای داده . اگر باتش
لاله کان نقره در جوش نمیبود ، آبشار قلعه کوهش سیم گداخته نمینمود . هر که این آبشار آسمان
پیونده را ندیده ، معنی — و انزلنا من السماء — را نفهمیده . رباعی :

از قطره ، شده بوسه ربانی در کوه و ز موج ، فگنده پیچها در بر کوه
پسای از سر کوه بر ندارد هرگز چون سرکش کوه کرده جا بر سر کوه

پوشانه

هفتم پوشانه : بمشابهت اشجارش نخل طور شجره نجاست میدارد ، و بمناسبت جوتبارش چشمه کوثر نسب نامه لطافت میآرد . هر کوهی ژفده پیل احمدی است خرقه پوش سبزه ، و هر پشته ابراهیم ادهمی است جبه دار سه برگه . هوایش گلنهای شاداب ابر را دسته مینندد ، و فضایش لاله های سیراب شفق را بدامن میکشاند . از کشت زارش مضمون -- فسی کل سنبله مائة حیه -- پیدا ، و از چشمه سارش معنی -- لتخرج به حیا و نباتا -- هویدا . رباعی :

بی تخم زمین گشته به از مینا سبز وز تازگی خاک شده خسارا سبز
در جوی نصیب اگر بود قحطی آب بی آب شود چو گلشن دیبا سبز

پیر پنجال

هشتم : پیر پنجال (۱) : اگر سنبل شب در کوهش ریشه میداشت ، پشته سبز فلک معدوم میانگشت . و اگر نسرین ماه از جویش بهره میدید ، منت آب از چشمه آفتاب نمیکشید . تذرو اشجار بزمزمه -- تجری من تحتها الانهار -- تر صدا ، و کبک کوهسار پترنم -- فیها عین جاریه -- رنگین نوا . سقای رغان را از هوایش دستگاه آب میسر ، و آدم آبی را از خاکش برگ زندگی بیشتر . غباریکه ندارد اگر از زمین برخیزد ، بفریال شگفتگی خاک فیروزه می بیزد . رباعی :

از ابر گذشته تیغ این کوه شگسرف سر چشمه کوثر شده در آتش صرف
بر چشم کبسود چرخ گل میافند از بسکه سفید است ز گچکاری برف

اگرچه از پای این کوه پرشکوه تا اصل کشمیر بهشت نظیر ، اندک مسافتی هست ، چون بصیب تماشای گلنهای گوناگون طی مسافت بخاطر غیرسد ، گویا که مسافتی نیست ، از نهایت جوش لاله جهان جهان خرمی بر شهر و ده ریخته ، و از غایت طغیان بنفشه عالم شگفتگی بکوچه و بازار آمیخته . مفسر مصحف گل -- و نهی النفس عن الهوی -- را معکوس فهمیده ، و قاری سپاره سنبل -- فان الجنة هی الهوی -- را مخصوص کسی نه دهنده . سرو موزونش از بلندی طبع سحابی تخلص دارد ، و صنوبر ممنا گویش از رسائی ادراک خود را اوجی میشارد . از هر گل زمین صد بال تذرو طرح نقاشی میپذیرد ، و از هر قطعه خاک هزار آدم ملاؤس سر مشق گلکاری میگیرد . رباعی :

کشمیر ، بهشت بی در و دیوار است تا چشم کند کار ، گل و گلزار است
کو صفحه نهال او ، که در ترفیش جوی قلم از آب سخن سرشار است

ایضاً :

(طغرا) شده نیسانی قفریر سخن سرسبزی ازو یافته تحریر سخن
تا پای خزان بباغ لطفش برسد گر دست بهار را زمین گیر سخن

● رساله فردوسیہ : عبارتست ازین بوستان معنی پروری ، که چون در موسم اردی بهشت بهارحیش پرداخته ، از جوی قلم انشا ، در زمین رضوان پسند کاغذش از برتیری ، بجای سنبل و نسرین خط و خال حور و غلبان تمال ساخته .

... ..

ثنای بهار پیرای که ، انگشت سبزه را بدانهای شبنم سلطان سبزه گردان قلیل خویش نمود ، و حمد نیسان آرای که پنجه بنفشه را از نسیم وضوی باران به بستن پیمان سجده خود کشود ،

... ..

گلستان ، سینه رنگین ز داغش چمن ، افتاده راه سراغش

... ..

کھنیز وصف صنمش ، اوج تقریر گل از صنمش ، گلزار کشمیر (۱)

کشمیر

حیذا شهری که ، اگر شمیم گلستانش بطرف بدخشان وزد ، آب نعل بوی گلاب گیرد . و اگر نسیم چمنش بجانب یمن غلظه ، خون عقیق رنگ زمرد پذیرد . در دامن کوهسارش یاسمین از بس بیکدیگر بافته ، نخل سبزه در هیچ طرف جای خواب نیافته . مردم دیده بهکس پذیری گلنارش کارخانه دار شفق سازی ، و طفل نگاه بمشاهده لاله زارش گرم شغل آتشبازی . در طی مسافت کشت زار زعفران تذرو آفتاب رنگ پرواز باخته ، و در سیر بهار ربیعان زاغ شب باشیان اقامت پرداخته . بنفشه خط گلرخان اگر برو در نیمبانه ، خود را به بنفشه زارش میرساند . سنبل زلف خوبان اگر پای خود بسته نمیدد ، سری بسنبستانش میکشید . سوداگران شهر سبز و سبا تا از کارگاه بهار سازی چمنش متاع خمری در نگاه نمه بندند ، نهال نشوند . و ذریافتگان قابلیت نشو و نما اگر بنزعت کده گلشنش ریشت امید ندوانند ، برخویش بنانند . گل خورشید اگر بنظر بهارش در آمدی ، از خیزان بر آمدی . و بلبل صبح اگر بشاخ گلشنش نشستی ، لب از فغان نمه بشنی . ناعطقه را از شماره گلنهای الواش رنگی نیست ، و باصره را از اندازه اطراف گلستانش طرفی نه . سبزه با شش جهت عهد یک جهتی بسته ، و سه برگه در چهار حد مربع نشسته . حلق غنچه تا بخاکبازی سر بر آورده ، کچه اش بعد هزار رنگ گل کرده . فرگس می پرست انگشت نمای دست از قدح نکشیدن ، بنفشه سیاه مست ثابت قدم بسر غلظیدن . و از موج خیز رنگ گل زورق آشیان بلبل طوفانی ، و از رطوبت سبزه سرد شعله آواز تذرو در ریخته دوانی . بفتوی اعتدال هوا تنور افروخته لاله بانگشت داغ صلح نموده ، باقضای پاکیزگی قضا طفل بیدست و پای شبنم بهشتن مشقی سوسن

کشف کشوده. آفتاب هرگاه فرش زرین پرتو در سبزه زارش گسترانیده، زمردین برچیده. و
 سحاب هر وقت نهال آتشین برق در گلزارش کاشته، نخل گل افشانی بر افراشته. ابرها در راه
 هواداری این گلشن شب و روز بهم چشمی در قطره زدن، نیلوفر بنشاط سر از زمین بر آوردن در
 انداز کلاه بر آسمان انداختن. از طرب انگیزی خاک موج رود بتار قانون در نوا خوانی، و از
 سیکروسی آب رقاص حباب باصول خفیف در مقام روانی. ماء معینش دستگاه روشنی بدرجه
 دارد، که عکس زنگی را از پایه تیرگی بر میآرد. پنجه آتشین آفتاب تابمحاذات آتش رسیده،
 از سردی گرم لرزیدن گردیده. بدستاری فیوض هوا شگوفه پنبه مینا در بار بستن، و بنشاط آوری
 جلوه باد مرغ بیضه فولاد در سرود خواندن. بتحصین ملایمت نسیم سر درختان پیوسته در
 جنبش، و بانداز صید شیمش کمند موج آب در دست پیچش. صبا بکاسه گوش حباب در پیمانش
 نفقه تر آبشار، شمال بزعنه تار موج در نوازش ساز جویبار. سرچشمها هوادار طوفان
 تودماغی، پای درختان دستیار طغیان شگفتگی. بید مجنون را اعتدال مزاج میسر، و تاک فسرده
 را خون گرمی شیشه و ساغر. ساق چنار آسمان خلخال، تخته مشق بلند پروازی طائر خیال.
 شاخسار صنوبر رقص پرداز، ساز و برگ رسانی ادا و انداز. پیچیدگی طره شمشاد، مجموعه دار
 پریشانی باد. قامت سرو افراخته، اندازه بال افشانی فاخته. شفقکده گوش گل، دستگاه رنگ
 نفقه بلبل. شبنم افشانی اوراق نرین، تارنخ گستن عقد پروین. هجوم نکبت نسترن،
 نشان تسخیر ختاوختن. پشت گل جعفری، روکش بوته کیمیاگری. موج رنگ شقائق، به
 نیابت برق لائق.

بهار اینجا، به هستی آشنا شد
 فلک، یک پشته سبز از بهارش
 زمرد، بر طلای شعله پوشید
 سمندش، در نظر گلگون نماید
 بر افروزد چو شمع، انگشت گلچین
 نگردد دود آه لاله روشن
 زبان غنچهها، روی دراز است
 بیاض، روزها هم شب نشینی
 گرفته لاله، بر کف قلم داغ
 ندارد غش طلای آفتاب است
 همه دمساز همچون پرده ساز
 سرود، از سایه اش پیچیده در خاک
 زند بباد صبا کف بردف گل
 زند قمری ز بال خویش دستک
 بهارواز پیاپی میزند حال

گل و سبیل، درین گلشن بنا شد
 شفق، سرچشوش رنگش لاله زارش
 به تشریفش، بهار از بسکه کوشید
 سواری، کز ره گلزارش آید
 ز آتشبازی گلهای رنگین
 عجب کز آتش رخسار گلشن
 گل رعنا، ز بس سرگرم ناز است
 کند سوسن ز روی پیش بینی
 برغم جوهری، هر سو درین باغ
 زرگل، سکه دار آب و تاب است
 بشاخ ذوق مرغان نفقه پرداز
 ز بس از گل بود، بلبل طربناک
 پی ضبط اصول صوت بلبل
 برقص انگیزی سرو گران تک
 تذرو آسودگی افشاند از بسال

نداند مرغ اين گلشن ، زمين	نگردد سبزه اش سير ، از دميدن
کشيده کوهها ، از قبضه خاک	بجوش سبزه و گل ، سر بر افلاک
بجای ، قلعه کوهش رسيده	که رنگ ، از چهره رفت پريده
ز موج لاله از بس خورده پهلوی	بود راهش بصد باریکی مسو
ز طينيان گل و پنبيل ، بگلگشت	نه کوهش ميشود معلوم ني دشت
زمين گل ، آسمان گل ، بحر و بر گل	نمانده در عدم گوئي دگر گل

..... فواکه کشمير

چشمی را سر رشته لذت بینائی است که ، بانداز میوهائی الوانش کمند نگاه کشوده ، و دستی را پایه ذوق رسائی است که ، در شاخسار درختانش پر نور جلوه نموده . زرد آلبوی آفتاب از تار شعاعی بشغل باغش همه روز در تلاش پیوند ، و کیله ماه نواز رشته غیائی بشاخ شجر آسمان سراغش همه شب پای بند . زال چرخ خوشه پروین را از شاخ ادنای تাকش بغورگی چیده ، و پیر گردون گردگان کواکب را از پای یک درختش بدامن کشیده . باشتغال تعریف این مجمع شیرینی لب دوات در انداز زبان مکیدن خامه ، و با اشتغال توصیف این منبع چاشنی دهان مقراض لذت پذیر اصلاح نمودن نامه . نی* بوریا بهم نشینی خاکش از بس بلذت پیوسته ، نیشکر مصری به تبارش نقد هستی در گره . مرغ نگاه از آشیان دیده بر شاخ هیچ ثمری نه نشیند ، که در برخاستن از سرجوش حلاوت رشته بر پای خود نه بیند . درختش چون از دستگاه ریشه برگ میوه پروری یافته ، شاخسار فسراخ حوصله اش از پسته دلنگ رخ گرفته . اگر پسته قزوین بیادام ترو تازه اش دل نمیداد ، نسیم باغ گزین چون مغز در پوستش نمیافتاد . ریواس (۱) چون بنهال خود نمائی سری نداشته است ، برگ تن پروری خویش را از دست گذاشته است . هر جا تعریف نازشپاتی در لباس بزبان آید ، توصیف شکر پاره پنبه قماش گفتار مینماید . نهال زرد آلو اگر بمیدان نمیتاخت ، چوگان زمرد برگوی طلا که میانداخت . بجای که سپیش دکان خود فروشی میچند ، سیب ذقن خوبان روی خریداری نمیبیند . شکرک — که سبزی او زیشت شاخسار است — قا خام است ، در شیرینی پخته کار است . آلوچه — که بیشتر از میوهای شیرین رسیده — باوجود ترش روئی روی خود درم نکشیده . چون نسیم بشاخ میوه کاری اشجار در آویخته ، جهست بهی خمیره صندل و آب نیات بهم آمیخته . اگر درخت مسوم درین وعده گاه ثمر پا مینهاد ، نهال بوستان ارم در راه میوه او سر میداد . توت پیشرس بهجسم چاشنی شان عسل را پس نشانده ، و شفتالوی نورس محضر دلنشینی بمهر بوسه خوبان رسانده . بشهد چشائی سایه قیسی لب جوی مجنون فروتنی ، بشور افشائی " جلوه انگور کوچه شاخ سرشار روشنی . بفلاسی صاحبی فخری هرات بر مسند افتخار ، از غیرت آبی خلیل مرو باقش نمرودی گرفتار .

(۱) بروزن گیلان ، گیاهست خودروئی ، مردم آنرا خورند .

شاه آلودی درخشان . رشک فرمای لعل بدخشان . شیرین کار عتاب ، بالب دلبران در شکراب
مثنوی :

بیک فانوس نازش ، صد چراغ است
که دارد خرواه اش را بساد بردوش
نماید صفحه کاغذ نباتاتی
بدل سختی درو نرمی سمیر شد
ز ملک شهید جویان خراج است
که باید خسته او هم شفای
رسد ، پروانه اش را خرمن شهید
که گردد سبز شیرینت میسر
که دارد ، ریزه های قند ، در شیر
نیاید لب بسوی راه نسبت
کشاید کف بروغن نالی کام
بجای پسته فندق میشیند
نگشته هم نیک ، با جرعه شان
حلاوت آنچه بودش در گره بست
ز بهر مرغ لذت آب و دانه
هوا تا روز عشر چاشنی بسوز
درین کسپار صمیمتها نمودی

ره پروانه ، تا در صحن باغ است
چنان به با تجرد ، شد م آغوش
گه تحریر وصف ناشیانی
چو زرد آلود بخوبی نامور شد
کدو امروء تا فیروزه تاج است
چنان شد بسوی شفتالو دوی
بود ، با خروشه تا انگور را ، عهد
به آلوده برای کام خود زر
چو طفل ، از کف مده ، پستان انجیر
بود از بسکه با سبب نزاکت
زبان آرد چو برب ، حرف بادام
چو ساقی ، پیش مستان ، نقل چیند
کسی جز بادرنگ ، از سبز پوشان
چو زرد ، در ظرف قسمت خربزه ، دست
نموده جمع یکجا ، هندوانه
فضای کوه و صحرا میوه آمیز
اگر فرهاد شیرین کار ، بودی

..... سرود و حسن همیشه بهار کشمیر

بهم نشینی سایه پناگوش مطربان ، جلاجل دائره در آتش ، و بکمند افگنی شعله آواز ، غنیان ،
پروانه از بغل بیضه در کشاکش ، طنبوری به بند انگشت طنبور در کاسه شماری شراب سرود ، قانونی بجوی تار
قانون در آبیاری باغ نغمه داؤد . موسیقاری بر پنجه موسیقار در پالایش رنگ گل ترانه نازه ، کمانچی
بتاب گیسوی کمانچه در آرائش پیچ مرغوله بلند آوازه . چنگی بسوزن مضرب در رشته تار ساز طرب
کوک کرده ، ذی بدسازی قلم نای و نقش پر کار دست بطراحی هوا بر آورده . از موج خیزی
رطوبت سرود کاسه خشک رباب ، بشادابی حباب . از آتش افروزی صوت گلو سوز استخوان
سینه عود ، بسوختگی دود . ساعتی نگذرد ، که زبان مضرب صد رمز شور انگیز بر گوش ارباب
خرد نکشد . و زبانی نیاید ، که لب جام هزار نکته رنگ آمیز در کار اهل هوش نکند .
بمیرآبی گلزار حسن خوبان مینای می سحر خیز ، و بصف شکنی لشکر ملال دوران فوج پیاله
جلوه ریز . ساقیان لاله رخسار بساغری عهد یکرنگی بسته ، و محبوبان گلزار بانداز برقش برخاستن

نشسته . گاهی که بسماخ دست بر آورند ، خرد در بینی پا شدن معذور است . و جای که برقص قدم
بر دارند ، هوش در سر گذاشتن مجبور . بحر اصول بقوفیان افتاده شیرینی حرکات . مقام آهنگ
از جا در آمده دلشینی نغمات . دلربایی حسن صورت زهید را ثبات قدم مقام عشاق کرده ،
و رسائی آوازه حسن خورشید را بدائرة شکستگی رنگ در آورده . شیره شانه از شمع آفتاب جمال
در شهبان زلف بیتب ، چشم شوخ آئینه از هیوم فروغ مثال میوه ریخته اضطراب . غمزه در
فضای آتش رخسار بتب کشی تیر مزگان در کار ، عشوه بهوای گرمی عذار بجای افگنی کبان ابرو
گرفتار . گیسوی شبرنگ فتنه انگیز ، پشیمان روز رستخیز . زلف مرغونه پرداز ، فریاد رس اهل
نیاز . چشمان سرمه پرست . ترکان میاد مست . لب شیرین تبسم ، سر چشمه شور ترنم . مثنوی :

سرود و حسن اینجسا همه نموده	گل و می هر دو جنس یک دکانده
ترنم ریز هرسو ، خوش خرامی	بببای نغمه ، در سیر مقامی
سراپسا نغمه پرداز نوازش	شرار افروز گرمی های سازش
ز مزگان بستان نغمه پرداز	چشیده نیش مضرابی رگ ساز
فتند چون مطربان را ، سایه از کف	چو برگ گل ، نماید پوست بردف
ز آب نغمه ، چون دف نم کشیده	هوای ز آتش رخسار دیده
بمطرب نسی چنان دل بسته دارد	که یک دم ، بی لب او ، بر نیارد
مغنی ، چون زنده در زلف خود ، چنگ	شود مرغونه زلفش بآهنگ
کنه چون چشم مطرب ، ساز دیدن	توان صد نغمه رنگین شنیدن
ز شور انگیزی نقش و ترانه	رمد کیک فلک ، از آشیانه
صراحی بهر مردان است افسر	زنان را پرده ساز است چادر
گدایان پوست تخت افکنده از دف	گرفته کاسه طنبور بر کف
ز دیوار و در این گلشن ذوق	دمیده ساز و برگ نغمه شوق
نسیم نغمه را ، یک هرض و طول است	هوا را ابر از بحر اصول است
ز هر جانب زده مرغی بر آهنگ	فشانده از ترنم بر هوا رنگ
نباشد دور اگر من همچو بلبل	غزل خوانی کنم در عشق آن گل
...	...
...	...
...	...
...	...

(۱)

..... مناظر آب دل

دل چیست ! باب خود ، گلستان دگر
میداشت ، گر از موج گلش ، نوح خبر
گل نیز بخارش ابر باران دگر
کشتی میساخت بهر طوفان دگر

۱- غزل هفت شعر دارد . شعر اول :

بیا ساقی ! که عید نو بهار است
گلستان جلوه گاه آن تنگوار است

زهی دریا چه که، از جوش گل آتشین، هنگامه گلستان خلیل را گرم ساخته، و از طغیان سبزه دلشین بسرسبزی کشتی و ملاح پرداخته. از قرار گرفتن آتش نقش ایستادن چنانچه باید نشسته، و از بسیار بودن زلالش روان گشتن از تصرف دست شسته. غواصان آتش در نگاهداشت سوختگی نفس، شناوران هر سو دست و پا زده آشنای فریاد رس. رفتن تا میانش زرفته، کسی تا کجا رود، و رسیدن بکنارش نرسیده، کسی بکجا رسد. از بن غبن که برسالت ابر باد سلامی فرسائده، لب دریا از موج در زیر دندان ناسف مانده. از رطوبت هوایش ابر نیسان تر دماغی، و از خرمی فضایش نو بهار خضر سر چشمه شگفتگی و شادابی. گلپای رنگین سرخ و زردش برچیدن دکان لعل و کهربا تر دست بساط گسترده، برگهای سبزه سبز و نیم سبز بشکست کار زمرد و فیروزه کف بهم داده عهد بستن. موجی که بسایه گلها در آید، برنگ قوس قزح بر آید. حیایی که بسبزهها دیده کشاید، ساغر زمردین نماید. سطح آتش تا پیروردن کول کف کشاده، بدخشان را از لعل آتش در نهاد افتاده. نشو و نما در غوطه کاری آب و تاب، نسیم و صبا در شناوری رنگ و بوی گلاب. خرمی و شادابی بیخبر بهار بهم آمیخته، و دمیدن و شگفتن بی اطلاع نایمه بیکدگر در آویخته. آب برنگ گل، و گل برنگ آب ایستاده، داد نکبت و رطوبت داده. از زمین تا آسمان طوفان تر و تازگی، و از مشرق تا مغرب چهار موج رنگینی و شگفتگی آری! گلشن عالم آب کم ازین نشاید، گل کردن که چه محیط ازین کمتر بظهور آید. مثنوی:

نمیآرند هرگز در حسابش
تلاطم خیز موج بال بلبل
در آب حسن شان کشتی شناور
فتساده ماهیان در دام آتش
گلستانی بدست باد داده
که هر موجش، ز آب نفه رود است
نماید رقص، در وحدت گه آب
گل نفه بگلپای کول رنگ
زده موج طرب، بر گوش اختر
بدستش کاسه همچشم حساب است
شفق در بادبان از پر تو نمی
شده نیلوفر افلاک لاله
که فانسوس خیالی شد حسابش
چراغ، از شعله دائم تر دماغ است
ازین آب و هوا روشن بیانم

بگلپایا، بسکه روداد است آتش
بهرسو کشتی طوفانی گل
رخ کشتی نشینان شعله تر
ز عکس لاله رخساران سرکش
بهمست ناخندایان کف کشاده
درین دریا، چنان جوش سرود است
ز صوت مطربان، پیوسته گرداب
فشانده هر طرف، از شاخ آهنگ
ز هر زورق صدای نفه تر
رگ طنبور، رشک موج آب است
لب کشتی هم آواز دف و نی
ز رنگ آمیزی عکس پیاله
چراغان رو چنان نقشی بر آتش
رطوبت را، ز بس می در ایاخت
بحمدالله، که من هم تر زبانم

..... باغ فیض بخش

از رطوبت سایه درختانش ماهی زمین در انداز شناوری ، و از رغبت زر گل‌های
الوانش قارون بوته ساز کیمیاگری . شمشاد هماننداز پرواز مرغان نگاه طره بدست انداز داده ،
و سرو بشماره صید دل‌های آگاه چنین از دام گیسو کشاده . بخوان سالاری اشک ابر
طبق‌های خسته بر غصوان شگفتی گل افزوده ، و بسریزه کاری نقره کار شبنم افشان غبار
بر اوراق مجموعه منبل نموده . نسیمی جانب ریحانش نگذرد ، که سر مشق تازگی بسوی
خط خوبان نبرد . بسایه پروری گل جعفری خاک را آب و تاب طلای احمر ، و بمکس
پذیری ارغوان زمین را بساط رنگینی لعل تر . از شر افشانی آتش گل پنبه نسترن در معرض
سوزن ، و از موشکدوانی چراغ لاله سوخته سوسن گرم افروختن . صبح اگر از بیاض
نسرینش دم زند ، مجموعه سواد شب را برهم زند . در پای چنار رسانی خجلت زده
کوتاهی دست ، و در سیر آبخارش روانی تر شده لغزیدن پای . از نهایت صفائی آیش وقت
توجع عکس از گم شدن محفوظ ، و از غایت شیرینی ز لالش طفل نگاه در غوطه خوردن
مخلوط . مرغوله ریزی آبخار باتحاد مقام در اصول روانی ، نواخت از زمزمه نخیزی جویبار
در پست و بلند بچپانی . کسوک نفه زیر و بم موسیقار فوارها سرشار تر صدائی ،
رقاصان حباب انگشت نمای موج بخوش ادائی . مثنوی :

نگاه از سیر این باغ طرب خیز	چو تار ساز گردد نفه انگیز
بهر سو عندلیبی کرده سرشار	ز آب نفه تر جوی منقار
دل قمری ز افغان شعله ساز است	ز سوز صوت ، طوقش در گداز است
تذرو از بسکه شد با نفه پیکرنگ	بنقش بال خود آمیخت آهنگ
ز دهد ، نفه سازی دلنشین است	که در هر نفه ، صد ره شانه بین است
صنوبر بسکه دل بر رقص بسته	ندیده یک زمان خود را نشسته
چنار از وجد بسالامت شاد است	کند گر سرکشی آتش نهاد است
ز بس قمری بهر سوی کشیده	لباس سرو سر تا سر دریده
گل ذوق است ، در آغوش خارش	طرب ریز است ، دائم آبخارش
زمین از منی آیش خراب است	ز تاب تندیش ماهی گیاب است
کف از فواره ، تا حوضش کشاده	فلک را غوطه ها در آب داده
هواش بسکه شفاف است ، بلبل	تواند دید ، دود آتش گیل

..... قصر باغ فیض بخش

درین گلزار ، قصر زر نگار است که صحنش را ، ز عکس آن بهار است
صعفه زمین را از طرح بنای آن نقشی نه نشسته ، که کارنامه مانی به تعظیمش

برنجیزد. و سطح فرش از پر تو فضی آن روشنی نه پیوسته، که آفتاب بدریوزه اش آبرو نریزد. هر خشتی صد کس را بوسیده، تا بیای کارش رسیده. و گنج کشمشکشا دیده، تا خود را به پند دیوارش کشیده. بنایان افلاک چون دست بکماله داری هلال بلچکاری آن بکار برده اند، گنج صبح از آتشدان مشرق در چند پخته بر آمده، خورشید را درین کار خام شمرده اند. قوس قرخ تا کمان بروی طاقش کشیده، بهزار سنگ بر آمده، و آفتاب هر گاه به پیش رواقش رسیده، بهمانی دیگر در آمده. هفت اقلیم در تسام شدن یکپایه اش دست بهم داده اتفاسق، و شش جهت در یک جهت بسودن فضایش، از مشهوران آفاق. بنوق بوسه کاری لب بهامش ساق عرش پسیایه عربانی پسندیده، و بشوق مردم نشینی چشم غره اش پیسر گردون لباس ظلمت پوشیده. نسیم فردوس نفس سوخته فلاش دریافت دم صبح بام، و بیاض سحر رنگ باخته شبگیر زیارت سواد شام. از رطوبت هوای دلپذیرش دماغ آتش گرفته شمع از رهگذری بیوست بی پروا، و از بهار گلشن تصویرش شاخ سبک روح موج نسیم گرانبار تازگی نشو و نما. مثنوی :

ز موی آب و آتش را بهم بست
صدف دادش بکف منقار بلبل
پر طوطی قلم دادی بدستش
دل پسرانه سودی رنگ آتش
سرشتی نیلی خود را، در پپاله
که شسته لاجوردش را بعد آب
که مالش داده زنگارش بانگشت
حلا کوب زر خود شد گل ورد
نهایش را بیالیدن سپرده
نموده رنگ حیرت بر رخ باد
که آتش بر فروزد بعد صد سال
نگاه چشم نرگس را نموده
شدش تار نگه موی پپاله
که هر نقشی درستی هست، اینجاست
که باشد جلوه گاه خسرو دین
سرافرازی ده تاج کیانی
مسخر شد زمین و آسمانش
(۱)

● رساله تجلیات : طفا تا از تجلیات خویش بیهوش ساز کلیم ناطقه نگردید ، بمعنی خالقیت آن حق کیش ، در باب نظم و اثر بظهور نرسید . رباعی :

کشمیر بود فصل خزان عالم نور بر طالب فیض ، دیدنش هست ضرور
گوی که ، درین باغ چمن ساز قضا آورد نهال شعله ، از گلشن طور

جای موسی خالی ست که پرکاری تجل درین کوهسار مشاهده نماید . و از بسیاری شمشه کم تواند که بجانب اشجار دیده کشاید . هر طرف پشته پشته ، روشنی الوان بر سر هم ریخته ، و هر جانب کوه کوه رنگینی درخشان ، بیکدیگر آمیخته . درختان مسیح زبان تکرار ورق آفتاب نموده ، و جوئیبار مشرق دهان بخواندن طومار صبح لب کشوده . بدستاری هوای پائیز سفیدار فواره نور میباید ، و بسرکاری برگریز سرخ بید آبشار یاقوت بنظر میآید . آنچه سیما بگریزان در بوته انداخته ، اکسیر ساز مهرگان ذهب ساخته . و هر جا که نقاش بهار ، طمع پردازی کرده ، طراح خزان بزر نشان سازی ، دست بر آورده . بمشاهده تذهیب مصحف گل نیلومردمک دانه کهربا ، و بنظاره حلکاری مجموعه سنبل آبنوس مژه شوشه طلا . زاغی که بر درخت نشسته ، مرغ زرین برخاسته . مینای که بشاخ دویده ، نوری گردیده . خیار دستی دارد که خلخال طلا بسازد ، و قمری میتواند که بطوق مرصع پردازد . عکس درختان روی آب را ، بآئشی گل افشان نکرده که چشم حباب نیفرورد ، و آبروی موج نسوزد . گل درین ایام حسن خود را برشته میداند ، و بلبل دران مقام خود را سوخته عشق میخواند . بمقتضای فصل ، طفل شبنم قبای نباتی پوشیده ، و بغتای موسم ، نقره و طلا در یک بوته جوشیده . در کارخانه چمن دارای رها شب اندروز میبافند ، و در کارگاه گلشن بجای اطلس زریفت میسازند . روز نسترن بشب رسیده ، و شام سوسن بصبح انجامیده . سبزه با مژه آفتاب سر همچشمی دارد ، و سه برگه از ماه چارده خود را زیاده میشارد . برگ درختان شعله ایست تنک ، و گل بوستان اخگر یست خنک . آسمان از برگ اشجار متلون پر قلمون ، و زمین از شاخسار رنگا رنگ گوناگون . شهرود رنگ بست بست طراوت افروختگی ، و کوه و صحرا سیه مست نشسته سوختگی . مثنوی :

ز شادابی نسیم بلبیلان	در آب است آغشته رنگ خزان
شور سازی ناله فداخته	درین خشک وتر ، آتش انداخته
اگر لاله ، گردید بی آب و تاب	چه غم ، ساغری شد تهی از شراب
خزان صالح ز سنبل کشید ؟	حکیمی باین بی وقوفی که دهد
گل ، افشاند همیان خود ، بر زمین	ندارد دگر رمزنی در کمین
ز دست خود افکند ، زرگس عصا	درین فصل دارد سر بسادپا
شفائق ز بند زمین رسته است	چو فواره از جای خود رسته است
ز غربال اشجار زر پیخته	بصحن چمن ، اشرفی ریخته

از آنجا که دل نشینی این چمن است که بهار ریشه توطنی ندانیده که خزان یکبارگی توانمش بفریت افگند، بلکه در عین زمستان، در بعضی از اطراف این گلستان، خصوصاً کوهسار بکلی بهار، رنگ خزان ندیده، و بوی برگریز نشتیده. از جوش سبزه کوهساری زمرد سر بر آسمانها کشیده، و از طغیان لاله پشتبهای یاقوت به کپکشان رسیده. از بنفشه ویاسمین رنگ و بو میچکد، و از ریحان و نسترن تر و تازگی میریزد. رباعی:

بهار، دید نگاه دیار کشمیر است دو چشم چار بیک چشمه سار کشمیر است
بهر دیار که، گل کرد سال سبز چمن نسیم و شبنم گویند کار کشمیر است

آری! چون تمام اجزای سال مشروط است بآنکه، هر فصل چنانچه باید، در بساب تربیت موالید سعی نماید. لاجرم خزان لباس دست زده نسیم را، از تن غریبان گلشن بیرون میکند، و زمستان بآب و صابون برف بدن شان را شست و شو میدهد. تا بدستبازی نو بهار، بهتر از اول بلباس کرشمه در آیند، و مرغان چمن را بیشتر از پیشتر گرفتار نمایند. و زعفران زارش تخم خنده کاشته، و خرمن خرمن شگفتگی برداشته. باغبانان پنهای کردن گل ترانه مشغول، و دهقان بکاشتن تخم نغمه صاحب محصول. در کوچه و بازار حسن ریخته، و بر در و دیوار عشق ریخته. زمینش تریبهای باران را نمیپذیرد، و گل برهم خوردگی در آب نمیگیرد. سیلاب هر چند قندی نماید، خاکش از جا در نیاید. رباعی:

گل نیست درین شهر، بجز لای شراب هر چشمه، وهی بود، بدریای شراب
گشته غم باده آبشار چمنش فساره بود، گردن مینای شراب

کوتاهی سخن، دست تصرف خزان باین گلشن درازست، عندلیب قمری در مقام سوز و گداز. قوت نامیه اگر کف زور آزمائی نمیکشاد، زرده بیضه خاک این چنین بیرون نیافتاد. رگ ارغوان اگر بفشار در آید، یک آسمان خون بر آید. آب دل تیغ موج بر آورده، و قطع آشنای کول کرده. کشتی آتشین رویان تند گذشته، و آب در حلقه چشم گرداب گشته. مثنوی:

چه دریا، چه صحرا، چه شهر، و چه ده بریده امید از گل روزبه
شود چون رقم، زردی برگ تاک نساید زبان قلم، شعله ناک
زند بید مجنون، دم از عاقلی ندارد چو پیران، سر جاهل
چمن زادگان را، بلاغت رسید دل دختر رز، بشوهر کشید
چنار، از فراق جوانی، بسوخت چو پیران، ز برگ طرب چشم دوخت
ز یکجا نشستن گل آزرده بود نسیمش بسیر چمن رو نمود
زبان یافت از کثرت انبساط که روی سن شد بیباغ نشاط

بزرگان باغ، راغب گرفتن جام کوچک دل. و سرکشان راغ، مائل در آمدن بزم فروتنی. سیزان چمن، از شراب زرد خزان سیاه مست افتاده، و نازنینان گلشن، بجام باده ارغوانی دست نهاده. نرسکس برنیه بی شعور نگشته، که جام از دست نداده، و بنفشه بدرجه بیخود نشده، که سر بجای پا نه نهد. از شربزدگی گل غنچه دل آزرده

است ، و سیاه مستی ریحان ، بر طبع لاله خورده . آب و رنگ یاسمین ، از ریشه خیار
ریخته ، و رشته حیات نرین ، از خمیازه کشی گمیخته . سنبل یک سو از خود خبر
ندارد ، و زینب خویش را ، از رفتن میشارد . نظم :

برغم یکدیگر خوبان گلزار	ز بس ، خوردند می ، رفتند از کار
ز جمعیت فستاده ، نظم گلشن	پریشانی ، تسخلف کرد سوسن
صدای پیارگی ، دارد دف گل	بود کسوک شکستن ساز بلبل
به برگه ، از مثلث دید تاثیر	ندارد ، بعد ازین حاجت بتحریر
قذرو از دست برد چرخ داند	که بر بال و پرش ، هم گل نمائند
به تشنه‌ای فستاده سرو آزاد	ندانم در چمن چون خواهد استاد
سخن در وصف باغ فیض بخش است	ز خوان فیض ، تابخش است ، بخش است

بفته انگیزی باد ، سروسان گل بر روی هم میچینند و بشعبه بازی صبا ، طفلان غنچه
بر یکدیگر میدوند . سوسن هندو مذهب ، آتش پرست خزان گردیده ، و نسترن فرنگی مشرب ،
بدرد آشامی لباس کوشیده . لاله پری صفت در مقام غائب گشتن ، و بنفشه دیو صورت در انداز
تنوره زدن . ارغوان پسرخروئی ، با اقرار خود میزید ، زعفران در پله جوانی ، بر امثال خویش
میچوید . حسن گل چون زبان بقفا ، بنافرمانی سر بر آورده ، و گیسوی سنبل چون گل رعنا ،
بدورنگی میل کرده . وقت سماع بر سر شمشاد زر میباشند ، و گاه رقص در پای سرو زمرد
مورزند . نظم :

صنوبر ، برده دلها را برندی	برسنگ سپرزه گلگون هندی
حشا بسته ، چنار سالخورده	بسکردار جوانان دست برده
ز عکس رخت زرتار سفیدار	رود آب طلا در جوی گلزار
نزیب ارغوان را رنگ دیگر	ازان رو سرخ میپوشد مکرر
کبود و زرد ، شد پیراهن قاک	برنگ کستره زردوز افلاک
صنوبر نیست بارش ، جسته جسته	مکرر دل بقصد خویش بسته
مده (طفا) ز کسف ساز سخن را	چو بلبل مدح خوان شو هرچمن را
سرودی از مقام لار سر کن	فغان را زین ترنم تازه تر کن

از بیم لشکر خزان ، زمیندوان سبزه ، در پی گریختن ، و از تعدی سپاه مهرگان ، مرزبانان
به برگه ، در فکر جلای وطن . غنچه را افسر پادشاهی گلشن از سر افتاده ، و قزلباشان تاج خروش
رو بهزیمت نهاده . ریحان عنان شیرنگ را بستی نگذاشت ، که نگهش تواند داشت . گلنار از پشت
گلگون بسخنی بر زمین نفوذ ، که تواند جان برد . زعفران هرچند براه گریز شافته ، بجز در پی
طلبه عطار پناهی نیافته . نیلوفر چون حباب ، پشمی در کلاه ندارد ، سری بسآب فرو برده ،

تاکجا بر آرد . یکمان سپاه بهمن ، دستار گل پنبه ندافی ، و بتیسر لشکر دی ، طره سنبل
هدف موشگافی . جهازه نسیم ، بطریقی رم نکرده ، که حمل شقائق بر زمین نخورد ، و دست و
پای لیلای داغ نشکند . از گل غیری شرارت میبارد ، و جعفری زر برشوت میآرد . صنوبر که
بپردلی علم بود ، درین جنگ زرگری پیدلی نمود . مثنوی :

چمنار از دستگاه زور بجازو	ندارد سنگ جبرات در نرازو
ز دست نمرگس افتاده سنانش	گرفته غنچه از دهشت زبانش
نمیآید پرش از دشنه بسید	ندارد جوهری چون تیغ خورشید
گل صد برگ ، از پس زرد گوش است	بخون ریز خزانی سبز پوش است
فتاده هر طرف ، نسرین و سوسن	تن بی سر یزر مستان گلشن
کمند جلوه شبنم ، گره شد	کیان خنده اش ، از گریه ، زه شد
صنوبر میخورد پیوسته ، این غم	که بر زغمش ، که خواهد بست مرهم
کشیده صف ، بجای گل فواکه	که صفرا بشکنند از وی که و مه

بدستاری قوت نامیه در صحن باغ آتشبازی رو نداده ، که چشم بادام بتماشای نکشاید ،
و لب پسته به تحسین باز نشود . مثل ناشپاتی از چپ و راست فروزان ، و فانوس
انار از پیش و پس آویزان . سیب هر طرف صد چراغ روشن کرده ، و انگور هر جانب
هزار شمع برشته در آورده . شاخ عناب موشک هوای انداخته ، و درخت به بگرفتن گل
ماهتابی پرداخته . گردگان اگر بیدست و پا نمیبود ، درین کار آتش پاره مینمود .
عرعر بموشک دوانی سر فرو نمیآرد ، و چنار از دور دست بآتش میدارد . نظم :

به آتش ، بلکه رشک آب قند است	بدام لذتش ، نظاره بند است
حلاوت ، بسکه بر هرسو دوییده	ز بار سرو ، شیرینی چشیده
انار خنده رو ، طفل ست گستاخ	فکنده دست خود ، در گردن شاخ
زده شفتالویش از شاخ چوگان	رمیده گدوئی لذت را زمیدان
گره ، درکار انگور است ، پا بست	بدندان باز کن گهر میدهد دست
نبات ، از شوق امروزش ، بصد شاخ	دل قند ، از غش سوراخ سوراخ
اگرچه میوه شیرین زده صف	ولی گلهای رنگین رفته از کف
چه غم ، گر برگ ریز این چمن شد	خزان برهم زن سرو و سن شد
بتائیر دعای اهل حرفان	بهار قازه ، میآید به بستان
خصوصاً ، رهنمای رستگاری	حسن طینت حسین سبزواری
چو بکشاید ، در فیض نفس را	بهارستان نماید خار و غس را

سالک منصور کیش ، نمونه از روی حاشا برداشته ، عارف حق اندیش خلوت دل

بخیالش گذاشته . تیر دعایش در راست روی، چون حرف اول ایزد الف است، و قیغ باطنش در
تندی حرف آخر کردگار طاق . دست قدرتش اگر صبح ازل به تحلیل نمیکشود، سبعة افلاک تا
شام ابد در گردش نمیبود . کلاه فقرش حبابی است، برچشمه حقیقت دید کشاده، و چین
آستینش، موجی است، برودخانه وحدت دست داده . شاخ سدره، بمناسبت عصایش دلنشین
قدسیان، و شجره طوبی، بمجانست نعلینش منظور بهشتیان . بخیه خرقه اش، چشمی است
از ماسوای حق پوشیده، و بند جبه اش، زبانی است بحر - لی مع الله - گردیده . ابرق
قناعتش، از سرچشمه بی نیازی لبالب، و بوریسای خلوتش، از بیشه شیر مردی مرتب . کمنه
وحدتش، دائرة افق تجرید است، و تکه کلاهش، قطب فلک تفرید . مثنوی :

کمان غیرتش، در چله خانه	تپسی گر دست ترکش بر نشانه
گرفته پیش او، بهلول دانا	ز علم معرفت، درس الف بنا
ازو جسته، دوائی شیخ عطار	چو گشته، در ریاضت خانه بیمار
بزور باطنش، منصور حلاج	نهاده بر سر دار فنا، تاج
ندارد ایزد، از یکرنگیش عار	بود الله را، تشدید درکار
ز قرب آستانش، کسوه بسانان	زده صد طعنه بر تخت سلیمان
بخدمت روز و شب، از یاری بخت	ستاده آب دل، در پانی این تخت
ز هر جانب، هزاران باغ دلکش	ز عکس میوه، دیوارش منقش
بنا کرده خلافت بر لب دل	زرافشان قصرها، مانند جدول

الحاصل، در هر طرف صد باغ میوه دار است، و در هر جانب هزار عمارت زرنegar .
مسافران اختیار توطن کرده اند، و متوطنان نیت سفر از دل بر آورده . در موسم برف،
کافور صبح میبارد، و زمین خود را رو سفید میشارد . دل بستگی یخ، باین باغ مشهور
است، و قطع تعلقش، از تیغ آفتاب دور . نزاکت میوهها بمرتبه نیست که، بی اعتدالی
لشکر بهمن را تاب آرند، و گریزان نشده علت بطبیعت دارند . آری ! هندوانه، حوصله
برداشت خنکی هوا دارد، و سرما، هر چند تندی کند، بروی بزرگی خود نمیآرد . از
بسکه دل شکسته است، بسر بریدن خود کمر بسته . ابیات :

هوا تا سرد میشد میوهها رفت	خزان هم زین گلستان جدا بجا رفت
باین باغ طرب، هر کس در آید	زمستان هم نمیخواهد بر آید
برای بیش و کم، در سایه میغ	کشیده کوهها بر یکدگر تسبیغ
ز شوق آنکه گردد چون پیاله	دمیده از کف میخواره لاله
درین گلشن چسراغی گر کند گل	زند پروانه اش گلپانگ بلبل
چو (طغرا) وصف خوان این چمن شد	برغم بلبلان، رنگین سخن شد

خیال تمیذ و فسر تیز بسایند سمند طبع را مهمیز بسایند
سختور، بسا سخن دارد سروکار زمین فکر، چه گلخن، چه گلزار
رباعی :

خط، عشق بنمور این سخن میبازد اوراق، بلفظ روشنی مینبازد
چون خامه جلا پذیر شد از رقص آن به که، تجلیات، نامش سازد

● رساله تذکرة الاتقيا :

(طغرا) تساکي تیغ زبان نیز کنی در وصف شهبان، سخن جلوریز کنی
آن به که، بجای خفتگان دم صبح توصیف دوازده سحر خیز کنی

شیخ محمد علی تبتی

اول : پیر بقعه پاک طبتی، شیخ محمد علی تبتی. به نسیم قناعتش سرخ و زرد خانواده گل،
خار بست گزین. و به شمیم ریاضتش تر و خشک سلسله سبیل، کوهسار نشین. زال چرخ هرچند
رشته شمعی آفتاب را تافته، قابل بنخیه دوزی خرقه اش نیافته. چوب نعلینش صندل درد سر
گمراهی ست، و خاک قدمش اکسیر کیمای آگاهی. رباعی :

از روز ازل گشت طلبگار خدا نشناخت دری بغیر دربار خدا
از گوهر ذات او نغیزد هرگز چون دانه تعبیه بجز کار خدا

میرزا تمر خان

دوم : نکته سنج مراتب عرفان، مرزا تمر خان. در دائره خدا طلبی بنقطه ذات، میتواند
پی برد. و در صفحه اسرار جوئی بحرفهای مکتوبی، تواند بر خورد. در آسمان اهلیتش
حضیض را پهلوانیشی اوج میسر، و در سپهر آدمیتش تخت را پایه تمکین با فوق برابر. در
جری قلمش آب زندگی میرود، و بر سبزه رقص رنگ حیات میدود. رباعی :

شاداب همیشه خاطرش، از ره دین یک مو نشود ز کار دنیا، غمگین
با او، همه کائنات اگر عکس افتد چون آینه، هرگز نزنند چین بچین

حکیم محمد رضا خراسانی

سوم : خوش نشین محفل نکته دانی، حکیم محمد رضا خراسانی. طفل خارايش در مربع نشینی
نقطه و امتحان زبیده، و تذرو نامه اش در دانه چینی حرفهای آیان خوش آینده. از همچشی
دواش، چشم فلاطونی دلشین باده تحقیق. و از یکرنگی مدادش، سیاه مستی خاطر خواه میخواره

تدقیق. حکایات کهنه بملاقات زبانش تازه است، و ابیات پست بآشنای بیانش بلند آواز. رباعی :

میسزای نکلمش چو گبیرد قنقل در نغمه دهد سامعه را نشئه مل
بسر صفحه آواز، نویسد بلبل از خسامه منقار، بسآب زر گل

حضرت ملا محمد مقیم

چهارم : شناسای رموز حادث و قدیم، حضرت ملا محمد مقیم. در بیتی که، هروس مضمون با پردگیان ایهام نشسته، در دو تخت مصرعه، بر روی شاهد ادراکش نه بسته. خامه فطرتش، سر بنوشتن طومار صبح فرو نیآرد، و قافیه همتش، چشم بر خط شعاعی آفتاب ندارد. ساز نکلمش، کوک قانون شریعت است. و صدای لهجه اش، نواخت مقامات طریقت. رباعی :

حل میشود، از کلام او مشکل فقر آید، بلبش سخن بکام دل فقر
نعلین تجسردش، در خلعت راز نقش قدمش، دریچه منزل فقر

درویش عبدالله

پنجم : قاطع ماسواه، درویش عبدالله. بمقراض لاریشه نبال تعلق را بریده، و چون تشدیدالله، از شاخسار تجرد گل چیده. مقراضش اگر به بریدن خط دلبران کمر میبست، قطعه حسن چنانچه بایست بر کرسی مینشست. هر که باغچه کاغذینش را دیده، منت گل از باغبان نکشیده. رباعی :

گاهی که، دلش بخط بری پردازد الفاظ بریده اش، بخود مینازد
افتد، چو هوای خرده کاری بسرش از برگ گلی بساغچه میسازد

حضرت محمد قاسم

ششم : بجزئیات رسیده مراسم، حضرت محمد قاسم. از خوشه چینی کشت رفتنش زال چرخ را سنبله در دامن، و از اهتمام دهقان حشمتش پیر گردون را نور در خرمن. بآشنائی حروف ملاپشتش، زبان از دوش گوئی بیگانه. و بمهرفرزانی وصف الفتش، سخن با کلام وحشی همخانه. در چمنی که نسیم غورش وزیده، سبزه از طرف ریشه قد کشیده. رباعی :

داغ است عطارد، از سخندانی او خورشید کیاب، از دل نورانی او
ابروی هلال، تا قیامت نرسد در باب کشادگی، به پیشانی او

حضرت میر الهی (همدانی)

هفتم : مصداق سخن پناهی، حضرت میر الهی. قصائدش آئینه زار شاهدان معانی،

و غزلیاتش جوئیبار طغیان روانی. خامه اش بر نسب نامه قلم نرگس خط کشیده، و لیقه
دو آتش از همرنگی دخان بر خود پیچیده. مداد رقص از سیاهی، زلف سنبل است. و
سرخ سبختش از سرخی، رخسار گل. رباعی:

هنگامه طراز بلبلان سخن است دیپاچه نویسن بوستان سخن است
باریکی حرفش، رگ جان سخن است آیانی گفته اش روان سخن است

حافظ ترک علی

هشتم: نغمه پرداز یکدل، حافظ ترک علی. ترانه معرفت را از مصنف بهتر میخواند،
و زمره حقیقت را از مولف بیشتر میشنوند. از نهایت موافقت در نغمه سازی بسرود
مخالف سری دارد، از غایت متابعت در خواندن حجاز پای آهنگ بمراق نمیگذارد. دائرة
اتحاد همه طرز میگردد، و در مقام استعداد همه روش میرقصد. رباعی:

گه، قوت دل از کاسه طنبور دهد گه، ظلمت دیده را ز خط، نور دهد
الفاظ اناالحق، که بسود نامربوط مربوط کننده، بدست منصور دهد

ملا ابو طالب همدانی

نهم: کلم طور سخن دانسی، ملا ابو طالب همدانی. در میدان اعجاز تقریر اژدهای
قلمش با ادوات سحر بیانان در افتاده. و در مصرید بیضای تحریر، نیل رقص بغریق کردن منکران
کوچه داده. اگر بتمریف پیتش زبان کشایم بفسکر قصیده باید بست، و اگر بتوصیف غزلش
برخیزم بترتیب دیوانی باید نشست. چراغی که، از شعله طبعش افروزد، آستین گردباد را،
بسوزد. رباعی:

گل، دفتر خود ندید باب سخنش بلبل، نبرد نام جواب سخنش
هرگز نبود بصاف کردن محتاج در میکده فکری، شراب سخنش

هد صالح جراح

دم: زبده اهل صلاح، هد صالح جراح. اگر زخم گل رفو پذیر میبود، نسیم، به بخیه
کاری او رجوع مینمود. و اگر داغ لاله قابلیت مرهم میداشت، صبا، دست مزد علاج پیش او
میگذاشت. میل غفلت زدائی، اگر در چشم حجاب پاده گرداند، از سبکی دست، پبرده عنیه اش
آسیب نرساند. حقه جراحی، لبریز مرهم سازش است. و نشتر فصادیش، سرشار آب نوازش.
رباعی:

گراو به چمن، در دکان بکشاید صد عقد ز شاخ اوغران بکشاید
چون غنچه کند ندا دم لکنت خویش آید بر او رگ زبان بکشاید

ملا اسماعیل

یازدهم : عارف بی قبال و قیل ، خدام ملا اسماعیل . گلزار سخنش از آب چار جوی
رباهی تر و تازه ، و محاب قلمش در بارش معنی چون سحابی بلند آوازه . اگر بطرح قصیده و
غزل میرداخت ، در یک قطعه زمین سخن صد بیت میساخت . سه برگه بدو مصرعه یک بیتش
اگر برمیخورد ، در چار باغ هستی نام ترونازی نمیبرد . رباعی :

چون ساز دو بیت گفتن آورد بدست صد نغمه بچار تار مصرع پیوست
استاده نشد صوت رباعی بدو پا تا نقش ترنمش مربع بدو نشست

پهلوان شیر علی

دوازدهم : ذاتی برنای ولی ، پهلوان شیرعلی . در ورزش خانه فقر ، دیو نفس را خاک مالیها
داده . و در میدان کشتی صبر ، از هیچ پهلوانی بر زمین نیفتاده . پیشینان این فن ، تلاش
پس چیزی او میکنند . و قطع پوشان این علم ، لنگ کمر ازو میخورند . کشتیش با کشتی گیر قضا
و قدر ، و در دستش آسمان سر زیر و پا زبر . رباعی :

گر سایه دستش مدد خاک شود از زور زمین ، شاخ بقم تاک شود
درم شکند بقوت بازویش زنجیر کپاده گداز افلاک شود

۱۳۲- طلوعی ، محمد ابراهیم کشمیری

● همیشه بهار : طلوعی ، محمد ابراهیم کشمیری ، در عهد جهانگیر پادشاه
از ناکردن اعزّه روزگار آشفته میزیست ، و بجوهر شجاعت نیز متحلی بود :

ز چاک پیرن یوسف ، این قدر دانم که عشق، پرده دری کرده از زلیخا نیست
دل شکسته و عهد درست میخوام و گر نه مهر سلیمان و جام جم کم نیست
نه خوب دانم نی زشت ، این قدر دانم که حرف نیک و بد از خامه یک استاد است (۱)

رباعی :

ما پای نیاز و آرز را پی کردیم قطع نظر از تموز و از دی کردیم
در راه طلب چو پانهادیم و شوق کسوفین بگام اولین طلی کردیم (۲)

۱- این سه بیت گل رعنا دارد .

۲- شمع انجمن دارد .

● مجمع‌الفنایس : طلوعی ، طلوعی کشمیری از شعرای عصر تقی اوحدی ست . ازو است :

فلک بپای دامان ما قسم میخورد کتون ز ننگ شک ، از کوی ما گریزان است
خوشم که همچو (طلوعی) مرا بکعبه دل زیان ز خواهر و دست از دعا گریزان است

رباعی :

فصل گل و مل گذشت و ما بیخبریم آب از سر پل گذشت و ما بیخبریم
ایام جوانی ، که بهار خوش داشت چون موسم گل گذشت و ما بیخبریم (۱)
(۲۲۶ الف)

● گل رعنا : طلوعی ، مجد ابراهیم کشمیری ، در عهد جهانگیر پادشاه بود و بجوهر شجاعت انصاف داشت . طلوع نشأ سخن از دماغ او دیدنی است :
(پنج شعر و یک رباعی دارد ۷۴۲)

● صحن ابراهیم : طلوعی ، مجد ابراهیم طلوعی کشمیری . در عهد جهانگیر ظهور یافت . معاصر تقی اوحدی بود .
(۲۳۷ الف)

● شمع انجمن : طلوعی ، مجد ابراهیم ، شاعر خورشید ضمیر خطه کشمیر است . در عصر جهانگیر پادشاه بوده .
(یک رباعی دارد ۲۷۵)

۱۳۳ - طیب ، ملا کشمیری

● فارسی گوین کشمیر : ملا طیب همعصر غنی بوده . اطلاعی تاکنون غیر از آن که — در دهکده اسلام پوره مدفون است و مرید بابا نصیرالدین کشمیری بوده — در دست نیست . کتاب خانه تحقیقی سرینگر هفتاد ورق دیوان ناقص وی را ، در تابستان سال (۱۳۴۲ش) ، از متولی مقبره اش ،

خریداری کرد .

طیب صوفی منش بود و اشعارش، مترجم احساسات صوفیانه وی . آنچه در این جا آمده، از نسخه کتاب خانه تحقیقی کشمیر استنساخ شده است (۱):

جز ز ملک قدم نیامده نیم
از برای شکم ، نیامده نیم
نی ز طبل و علم نیامده نیم
ما بخود ، از عدم نیامده نیم
ذره بیش و کم نیامده نیم
فارغ از درد و غم نیامده نیم
از سواد ستم نیامده نیم
ستم و خرابی ، ندانیم کجایم
این دام ، چه دامت ، کزان دانه ربانیم
وین نار ، چه نارست که ، زان نورو صفایم
وین نای ، چه نایست که ، زو عین فنایم
وین دانه ، چه دانه است که ، زان دام جدایم
آن روز مبادا که از این بحر بر آیم
ما نور خدائیم رخ یار نمایم
اندر ملکوت شہواریم
پروای وجود خود نداریم
چون باز به جیفه سر نداریم
ناگاه بود که در بر آیم
در دیده دشمنان چو خواریم
در گنج خرابه در چه کاریم
ما تخم بشوره زر نگاریم
دور از درگه خسدا گردد
عاقبت در خدا فنا گردد
آخرالامر زو جدا گردد

از عرب وز عجم نیامده نیم
کار ما ، کسب و روح قوت اوست
کی توانیم زو نهان بسودن
از خداوند یائسیم وجود
آن چشنا نسیم ، کافرید الله
در قضایش رضائیم ، ار چند
(طیب) ساز ملک انواریم
امروز ، چه روزیست که ، ما خویش نیائیم
این جام ، چه جامست ، کزو جامه دریدیم
این یار ، چه یارست که ، هستیم زبونش
این جای ، چه جایست که ، در رقص وسعیم
این خانه ، چه خانه است که ، جانست سراسر
هر دم بکف آریم دری زین یک دریا
(طیب) ! توچه جانی ، چه جهانی ، که ندانیم
در عالم ملک ، اگرچه خواریم
سرمست صراحی الستیم
شهباز سادات غیبیم
غواص محبط عشق اوئیم
نزد همه دوستان عزیزیم
مفتاح بهشت در کف ما ست
(طیب) نکند سخن به دونان
هر که او از پی هوا گردد
هر که پیوسته با خدا باشد
هر که یاری بجز خدا گیرد

۱- رک : برای مزید اطلاع تاریخ ملا خلیل مرجانیوری ، جلد دوم . تاریخ حسن ، جلد سوم .
واقعات کشمیر .

دمبیدم دزد او دوا دارد
 کی تواند که آشناسا گردد
 عاشقم فارغم ز رفت و ورود
 عاشقم فارغم ز عقل و خرد
 عاشقم فارغم ز نیک و بد
 عاشقم فارغم ز غیر و ز خود
 عاشقم فارغم ز ممت و لکد
 عاشقم فارغم ز نثار اید
 عاشقم فارغم ز هر چه شود
 کس بدادم نمیرسد، فریاد
 تا کیم انتظار خواهی داد
 زیر پای تو، هر چه بادا باد
 هر که او چشم دل بروت کشاد
 بارها در جهان بی بنیاد
 یارب از بند ابتلا مرهاد
 میسرود آب زندگی بریاد
 از خدا کی دمی جدا بودیم
 عرش و کرسی نبوده ما بودیم
 کس چه داند که ما کجا بودیم
 صوفی صفحه صفا بودیم
 در سرم طاق و تن تا بودیم
 هم چنین بوده ایم تا بودیم
 آری! از خالق تا سوا بودیم
 میخورم و سرمستم، مهیا خراباتم
 در بند مقاماتی، من جان خراباتم
 از ظلمت خود رستم، نوران خراباتم
 من خدام خدای پیکان خراباتم
 سر تا بقدم جانم، جانان خراباتم
 پیدا نشوم بر کس، پنهان خراباتم
 کفرم همه اسلام است، ایمان خراباتم
 گردن مکش از ارم، سلطان خراباتم

هر که بیمار او شود نفسی
 (طیبا) هر که هست بیگانه
 عاشقم فارغم ز بود و ربود
 عاشقم فارغم ز علم و ادب
 عاشقم فارغم ز نفس و هوی
 عاشقم فارغم ز حرص و امل
 عاشقم فارغم ز گرز و چماق
 عاشقم فارغم ز نور خلود
 عاشقم فارغم ز شد (طیب)
 میکنم، از جفا و جور تو، داد
 طاقتم طاق گشت و جر نماند
 خواهم ای یار سر فدا کردن
 بست بر جان در غم و اندوه
 آتش عشق، سوخت بنیادم
 هر که خواهد مرا ز یار جدا
 (طیب) افسوس آنکه، بی رخ یار
 تا خدا بود با خدا بودیم
 جای ما نیست آسمان و زمین
 لا مکان است منزل عشاق
 نور صدق و صفای قلب، که بود
 پیش از آن دم که چرخ رقص کند
 تا که باشیم این چنین باشیم
 (طیبا) ما سوا ندیدم الم
 در خرقه زدم آتش، عریان خراباتم
 ای شیخ مناجاتی، جویای کراماتی
 از صومعهها جستم، در میکدهها مستم
 زاهد تو نکو نامی، زهد تو ترا دمی
 من رند خدا دانم، سرخیل بدخشانم
 از من نشود واقف، فی زاهد و فی عابد
 جانم چو می آشام است، اندر طلب جام است
 من (طیب) پر زهرم، اندیشه کن از قهرم

مفرور مال و جاه مشو، خواجه! زینهار
هر کس که مال و جاه بخنداندش کنون
این جیفه دنیه و گندیده را بچقدر
گر هیچ دیده است تو دلبر نگاه کن
عمر عزیز را، مکن ای یار صرف هیچ
مشتو حدیث دیو و معاش چنان مکن
(طیب) چرا بمساقبت کار غافل
خوام از شوق دل من نشود واقف کس
محت یار جدای تو ای خاتم حسن
زینت نام نکو داشتم، و عقل خرد
چون ز من ناله و فریاد نگرده پیدا
از غم فرقت روی تو، جوان پیر شود
ایمان بحق آورده ام! ز نار را بیریده ام
از کفر و از ایمان خود، از درد و از درمان خود
بلبل من و گلزار من، ساقی من و خمار من
کعبه من و بستان من، افسون من و افسانه من
از برکت دل جان شدم در جان جان پنهان شدم
ای غافل از اسوار من، تا کی کنم افکار من
(طیب) فتادی، چون زبان افرو دهان مردمان

پندیست بس مفید، بجانش نگهدار
ترسم که، روز حشر کنه گریه زار زار
کز بهر او کشی بقیامت عذاب نار
بنگر کجا شدند سلاطین روزگار
هیچ است این جهان بکسی نیست پائدار
گر وی شوی بنزد خداوند شرمسار
هر لحظه ز عمر غنیمت همی شمار
شدت درد مرا نمره زنان میسازد
تیر قد من مسکین چو کمان میسازد
چکنم عشق مرا شین جهان میسازد
کو ز من این دل و جان روی نهان میسازد
شادی وصل تو بس، پیر جوان میسازد
درد فنا را خورده ام، صاف بقا نوشیده ام
از جان و از جانان خود، دیر یست برگردیده ام
عاشق من و دیدار من، از خود عجائب دیده ام
عقل من و دیوانه من، اینها زدو در دیده ام
یک گوهر صد کان شدم، امروز بس شوریده ام
چندین مجو آزار من، ز آزار تو ترسیده ام
فتوان رمیدن زین و زان، در عاشقی پیچیده ام

رباعیات

منزل گه مسا، سراچه قیوم است
در صدف جانم و جان نا پیدا
ای پادشهی که، عالم الاسراری
تا چند مرا، بدست غم میداری
دانیم که، قادر و سمعی و بصیری
هر چند که، شرمسار درگاه تو ایم
یارب! ما را دلیست بسیار ملول
چشمی است پر آب و سینۀ پر آتش
تا کی پی شهوت و هوا گردیدن
خواهی، برادر دل شوی واصل حق

فهم بشره، ز درک ما محروم است
کس نیست، که پی بها برد، معلوم است
دائم یقین که، مفضل و ستاری
هر چند گنساء کرده ام، غفاری
دانیم که، بی شبه و شریکی و نظیری
خوانیم ترا، کز تو نداریم گزیری
جانست بسی خراب و چشمیست ذلول
زین غم که مبدا که نیایم وصول
در محنت و رنج و ابتلا فالیدن
باید، همه عمر نامرادی دیدن

۱۳۴- ظفر، لاله نیکارام

● عند ثریا : لاله نیکارام، ظفر تخلص، برادر راجا دیارام، از خطه کشمیر عمده خاندان و بی نظیر است. فقیر او را در لکهنؤ دیده. (ص ۴۱)

۱۳۵- عارف، قاضی محمد عارف

● تاریخ اعظمی : خلف قاضی ابوالقاسم نبیره مولانا جمال الدین (۱) است، که ذکرش گذشت. در زمان شاهجهانی بیاوری اقبال پیش آمده، بعنایات سلطانی امتیاز حاصل نمود، و بتقریب وقائع نگاری سفارت ایران سلاطین (صفویه) بحسن لطائف جواب ده بود. با وصف مشاغل دنیوی بهره تامی از سخندانی داشت : این رباعی را بااستشهاد آن، درین صحیفه برنگاشت. رباعی :

خوام از این نشیب و پستی برم	وز ننگ خودی و خود پستی برم
یک جرعه ز جام نیستی نوش کنم	از کشمکش خممار هستی برم
نه ازان دیر تر به بخشد کام	که دهد جملسه کبریائی را
زان توفیق کند که دریایی	ذوق در پیوزة گسدائی را

چنانکه بمکتوبی از جناب عروۃ الوثقی شیخ مجاهد معصوم (۲) سرافراز است و آن مکتوب در جلد ثالث مرقوم است. (۱۸۲)

۱- قاضی القضاة مولانا جمال است، که عزیزی از هندوستان آمده و در خاقانه امیریه پادای وظائف میگذرانید و به حکم آنکه : -- عشق و مشک را نتوان نهفتن -- رفته رفته خیر فصاحت و کمالات بلاغش بسلطان رسید و در صحبتش خودش طلبید و خدمت قضاة مسلمانان تفویض باو فرمود. در فنون و علوم آراسته بود و فیصله احکام بدیانت مینمود. و این مولانا جمال الدین سوی مولانا جمال الدین سیالکویتیست، که ذکرش به محل خود (ص ۱۱۹) میآید.

۲- متوفی (۵۱۰۷۹) بن حضرت مجدد الف ثانی.

۱۴۶- عاقل ، سخنور خان

● مجمع النفاس : در ضمن احوال هنرور خان عاقل نوشته :

باین تخلص دو کس دیگر هستند ، یکی خواجه محمد عاقل برادر خواجه کامل ، که مدتی داروغه توپ خانه نواب عدالت مآب صمصام الدوله خاندوران بهادر شهید بود . و آن مرد عزیز بزرگ هندوستان زاست و با فقیر آرزو کمال ارتباط و اتحاد داشت ، چنانکه غزلی ، در تعریف این عاصی گفته ، لیکن قریب هفده هژده سال است که ودیعت حیات سپرد :

و دوم سخنور خان ، بالفعل زینت افروز بزم زندگیست ، و از خطه دلبذیر کشمیر است ، و این عاقل را نیز باین دیوانه سخن ، ربط اخلاص متحقق است .
(۲۵۲ - الف)

۱۴۷- عبدالنبی فخرالزمانی

● میخانه : ملا عبدالغنی فخرالزمانی ، مولد این شکسته بال از دارالموحدین قزوین است . و پدر این ضعیف خلف بیگ هرگز شعر نگفته است ، ولیکن مرد درویش نهاد و صوفی صافی اعتقادی بوده . اوقات خود در قزوین به تجارت میگذرانده

در سنه احدی و الف (۱۰۰۱ هـ) که طاعون در قزوین واقع شد ، عارضه او را دست میدهد . برادران و خویشان را همه از واهمه طاعون مضطرب میبیند ، میگویند که : ای عزیزان همگان خاطر جمع دارید که ، بغیر از خلف ، دیگر کسی از میان شما بدر نخواهد رفت . و همه درین طاعون از آفات مصون خواهید بود ، و من در روز جمعه ، هنگام نماز پیشین ، عالم فانی را وداع

خواهم کرد ! بهمان دستوری که مذکور ساخته بود ، داعی حق را ابیک اجابت گفته . و بعد از دیگر کسی از عزیزان و خویشان او ، دران قضیه ضائع نه شد .

این حقیر که خود را فخرالزمانی مینویسد ، سبب آنست که ، جد مادری فقیر ، فخرالزمان نام داشته ، و قضای قزوین متعلق بایشان بوده است ، در فطرت و فطانت و در فضیلت و موزونیت سرآمد عصر خود بوده . و نسب آن عزیز به خواجه عبدالله انصاری میرسد

اشعار خوب و ابیات مرغوب از ایشان بر صفحه روزگار مانده است . و این چند بیت از گفتار آن بزرگوار است :

دستی و دور از تو هوشم ، از دل فاشاد رفت	دامن افشاندی ، و گرد هیمیم ، برباد رفت
عشق عالم سوز ، تا بنیاد رسوائی نهاد	شیوه صبر و قرار ، از عقل بی بنیاد رفت
هر چه غیر عشق بود ، از صفحه ادراک شست	هر چه جز حرف وفای یار بود ، از یاد رفت (۱)
...	...

مسود این اوراق پریشان ، در دارالموحدین قزوین ، بسن رشد و تمیز رسید ، و در ابتدای شناخت مائل بموزونیت گردید . بنابراین بخدمت اکثر ارباب طبع نظم میرسید ، و از ایشان مستفید میشد ، تا طبیعت این ضعیف استعداد آن بهمرسانید که ، در مقام انتظام نظم شود . در اول تخلص خود — عزنی — قرار داد ، و گاهی گاهی رطب و یابسی درهم می آورد . و بعضی اوقات نیز از روی هوس جوانی در پی قصه دانی میشد ، تا بقوت جاذبه

۱- در چاپ آقای گلچین این اضافه دارد :

جانفشانیها بخاک پای یارم آرزو ست و که یک جا دارم و در دل هزارم آرزو ست

حافظه ، تمام عیار قصهٔ امیر حمزه بن عبدالمطلب را ، بیک شنیدن بخاطر گرفت . و دران ایام قوت حافظهٔ فقیر بمرتبهٔ بود که ، در مجمعی که صد بیت خوانده میشد ، قریب به هفتاد بیت ، آن چنان در طبیعت جایگیر میشد ، که بخانه می آمد ، و همه را بر بیاض خود مینوشت . الحال که بتالیف — میخانه — مشغول است ، از آثار آن حافظه مانده باشد

چون سن مسود این اوراق پریشان ، بنورده رسیده بعزم زیارت امام الانس والجن امام رضا (علیه التحیه و الثنا) بمشهد مقدس آمد ... در ایام توقف آن آستانه ، هر روز از بسیار و یمین ، و از تجار و مترد دین ، وصف دارالامان هندوستان بسیار شنید ، شوق دیدن آن ملک برین نو سفر غلبه کرد . عزم آن بلاد جزم نمود ، بعد از طی منازل و قطع مراحل ، از راه قندهار بهار و نزار خود را بلاهور رسانید ، و چهار ماه دران باده توقف کرد ، تا کوفت راه بالکلیه دفع شد . بعد ازان بسیر لاهور مشغول شد .

بعد از فراغ گشت لاهور ، در سنه ثمان عشر و الف (۱۰۱۸ هـ)
 بدارالخلافه آگره — که مقر سلطنت نوشیروان سیرت ...

ابوالمظفر شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه بود — رسید . ازان تاریخ تا لغایه که سنه تسع عشرین و الف (۱۰۲۹ هـ) (۱) است ، عالم را از عدل و داد آن خسرو عادل ، چون رخسار شیرین رنگین ساخته و در ایام دولت خویش ، — که تا قیام قیامت باقی ماناد — بحال بندهٔ آزاد از روی مهربانی پرداخته :

مهربانیش را ، شہاری نیست زنه گانش را ، شہار مہباد

چون این ضعیف بدارالخلافة رسید ، خود را بخدمت وزارت پناه ، عزت (و) معالی دستگاه میرزا نظامی — که درین ایام دیوان صوبه بهار است ، و دران وقت واقعه نویس درگاه بود — رسانید . چرا که مولف این تالیف باو نسبت خویشی داشت . و آن عزیز را بقصه امیر حمزه بشنیدن میل تامی بود ، چنانچه این نحیف را برآن آورد ، تا در اندک ایامی دران فن کمال مهارت بهم رسانید ، ولیکن از سرشته موزونیت باز ماند .

چون روایات جلال جهانگیری به عزو اقبال در سنه انی عشرین و الف (۱۰۲۲هـ) بجانب اجمیر نهضت فرمود (۱) ، کمترین نیز همراه میرزای مذکور بدان طرف روانه شد . تا آنکه روزی در راه بیکی از همشهریان خود — که مسیح بیگ نام داشت — بحسب اتفاق برخورد . و آن عزیز در خدمت ، بازوی دولت جهانگیری و جهان ستانی ، و سالار سپاه رکاب جانشین صاحبقرانی ، خان عالیشان زمانه بیگ مهابت خان بود . و خان مذکور مشار السیه را مدار الهامی سرکار فرزند ارجمند و خلف سعادت مند خود میرزا امان الله ساخته بود . مسیح بیگ این ضعیف را همراه خود بسعادت ملازمت چشم زمانه ، عین عطا ، میرزا امان الله ، مستسعد گردانید .

چون ساعتی در بندگی ایشان بسر برد ، حسب الامر فصلی قصه در خدمت آن نتیجه الخوانین گذراند ، بعد از استماع این سخن ، آن صاحب سخن ، بمرتبه خواهان فقیر شد که دیگر نگذاشت که من بمنزل خود روم .

۱- جهانگیر بتاریخ دوم ماه شعبان (۱۰۲۲هـ) از دارالخلافة آگره برآمده توجه بجانب اختیار نموده (توزک ص ۱۲۲ م ۵) و پنجم شوال داخل اجمیر شد .

و هم دران روز بنده را با جمعی از عربان — که نوکران معتمد خان عظیم الشان مهابت خان بودند — سپرد. و کمترین پانزده روز در نظر بند آن جماعه بود. روز شانزدهم آن قدردان ارباب دانش در اجمیر با دوسه کس از نوکر مصاحبان خود بسیر — چشمه نور — رفت. چون صحبت ایشان منعقد شد مسیح بیگ به تقریبی حرف این حقیر را در میان آورد، حکم شد که: بحضور آید! چون دران مجمع حاضر شدم، بزمی دیدم رنگین و گشتگاهی ملاحظه نمودم بینهایت شیرین. از قضای اله دران ایام بهار بود و جهان از آرائش مشاطه بهار، رشک — جنات تجری من تحتها الانهار — گشته، و اطراف بساط غربا از ریاحین درخشنده، بمانند قبه خضرا، پر کواکب شده. شعر:

جهان پیرانه سر، گفستی جوان شد زمین از سیزه، گدوسی آسمان شد
ز معشوقان چمن پر رنگ و یو تر نواها از گل نو، نازه رو تر
چمن را بسایک روحسان سروکار زمین از بسار برگ گل گران بار
چون بمطالعه آن سرزمین که — چشمه نور — دران واقع است، مشغول شد،
دره مطبوعی بنظر درآمد که از اطراف جبالش بسیار است، بلند سر بفلک
کشیده، و از جانبین دامنهای سایه بر سر آفتاب انداخته، سواد مینا رنگش
از روضه مینوی دلکشای تر، و نسیم غالیه بیزش از نفاه مشک تناری
عطر سای تر. شعر:

صد هزاران گل، شگفته درو سبزه بیدار و آب خفته درو
هر گل گونه گونه از رنگی بسوی هر گل رسیده فرسنگی
و در میان حقیقی دره، چشمه آبی بود، بصفا چون رخسار لاله رویان گمذار،
و بحلاوت چون سخن شکر لبان شیرین گفتار. شعر:
منور، همچو چشم پاک بینان مصفا، چون دل خلوت نشینان

بسنوئی سرد کز بیم لسردن نیارد مکس در وی غوطه خوردن
گیاه‌های کاندران نشو و نما کرد بجای برگ عینک اندر آورد
در کنار آن چشمه، که نور دم ازان میزد، میرزا امان‌الله را دیدم، نشسته
و دوسه کس از اهل طبع نزدیک بایشان قرار گرفته. چون چشمش برین
ضعیف افتاد، فرمود که: بنشین! حسب‌الحکم بزانوی ادب در آمدم. آن
خلف ارجمند زمانه، بنفس نفیس متکلم شد و رفته رفته سخن باینجا رسانید
که: در عالم هیچ یادگار بنی آدم را، به از سخن نیست! شعر:
جهان را یادکاری جز سخن نیست خورد را، کاروباری جز سخن نیست
آن قدر که طبع من مائل بنظم است، بهیچ چیز دیگر نیست. ای
عزیزان! بیائید، تا هر کدام بجهت این چشمه و این دره، یک مصراع
بگوئیم تا رباعی شود، که امروز بغایت خوش وقتیم. اول من بگویم! این
مصراع بر زبان آورد:

چون چشمه نور نیست جای بحضور

این ضعیف این مصراع در بدیه بعد از مصراع ایشان رسانید:

موجش فوجی است گویی از غمره حور

آن ممیز عصر خود، از استماع این مصراع بغایت از جا در آمد. فرمود
که: ملا عبدالنبی! مرا گمان این نبود که تو موزون باشی! فقیر معروض
داشت که: اگر حکم شود، این رباعی را تمام نمایم! فرمودند: البته!
این ضعیف بیت ثانی را نیز گفت و بر ایشان خواند. خوش وقت شدند.
همدران روز بزبان آوردند که: امروز این غزل امیر خسرو را که یک مصراع
آن بخاطر من است، طرح مینمایم، تا فردا شما و یاران را مهلت است که،
غزل را تمام کرده بگذرانید. آن مصراع امیر خسرو این است:

از دل بدست رفت و ز ناخن بتار ریخت!

القصة، روز دیگر مجد انور لاهوری و ابن فقیر، غزل را پیش از یاران دیگر گفته، بر مخدوم خود گذراندیم. از غزل یک بیت مرضی طبع ایشان شد. از مولانا انور ابن است:

بارب! چه صورتی که ز شرم تو آینه گردید آب، و از کف آینه دار، ریخت
این ضعیف گوید:

یک قطره خون دل، بدرونم ذخیره بود آن هم ز راه دیده غم روزگار ریخت
القصة، آن نتیجه الخوانین ابن کمترین را بار دیگر بر سر بلبل نوای
آورد، تا در اندک ایامی طبیعت خود را، از صحبت آن مجموعه دانش،
هزار مرتبه بهتر از کرت اول، بدرجه موزونیت رسانید. مصراع:

کمال صاحبم در من اثر کرد!

از غایت توجهی که باین ضعیف بهم رساند، کتابداری سرکار خویش
بدین بسی مقدار مقرر فرمود.

مسود این اوراق پریشان، دران خدمت به مطالعه کتب معتبر مشغول
شد، و سخنان خوب از مصنفات و مولفات متقدمین و متاخرین، چه نظم و
چهار نثر، انتخاب نمود. روزی بخاطر رسانید که، از بسی انصافی روزگار
معلوم است که، اشعار تو در جنب واردات شعرای گذشته و آینده اشتمار
سرشاری نخواهد یافت. هیچ به ازان نیست که، دوسه تالیف نظم و نثر
ترتیب بدهی، بوسیله اخبار ار باب دولت، و بواسطه اذکار اصحاب طبیعت و
و سخنان ایشان، نام تو بی نشان بر صفحه روزگار ثبت شود. لمولفه:

نبی خود را بیفکن درمیان مگر نامی برآری در زمانه
بنا بران انگاره سه تالیف نمود:

یکی، بجهت خواندن - قصه حمزه و آداب آن - تا قصه خوانان را

دستوری باشد، و نام — دستورالفصحا — قرار دهد :

ثانی ، یا بعضی از حکایات شیرین و نقلهای رنگین مرتب سازد : و آن را ، به — نوادرالحکایات یا بحرالنوادر — موسوم گرداند . و ثالث ، مولفات ساقی نامه های متقدمین و متاخرین را ، ترتیب داده ، با احوال ایشان بر بیاض برد . نام آن را — میخانه — گذارد .

چون طبع هنرمندان این جزو زمان را — بساقی نامه — راغب تر دید ، نخست بتالیف — میخانه — مشغول گردید . و قریب پانزده ساقی نامه با ذکر قائلان ، آن در عرض یک ماه در بلده اجمیر ، مرقوم شکسته رقم گردانید . و از روی شوق به تفحص و تجسس ساقی نامهها دیگر مقید گشت که ، ناگاه فلک بی مدار ناهنجار با این بی مقدار ناسازگاری آغاز نهاد . گردش بی روش خود بی واسطه حظ نفسانی ، و بغیر لذت مساس جسمانی ، بیداد باد فرنگ را چون آتش بجان ناتوان سرداد . و پیش از آنکه بخیه این زخم بر روی کار افتد ، و گل آن مرض این محقر را در نظر امثال و اقران خار گرداند ، خویش را بیمار و نزار ساخت . و از بیم اینکه مبادا صاحب بر احوال این شکسته بال اطلاع یافته ، در مقام آزار شود ، از ارکان دولتش التماس کرد ، تا بجهت فقیر رخصت رفتن ولایت گرفتند .

القصه ، بعد از اجازت در ساعت ، تالیفهای ناتمام خود را همراه برداشته در لباس فقر از اجمیر بر آمدم ، و از راه نارنول روانه لاهور شدم

در سنه خمس عشرین الف (۱۰۲۵هـ) بلاهور رسیدم . طاعون گرم شده بود ، از لاهور بدارالعیش کشمیر روانه گشتم ، چون بمطلب رسیدم ، قریب بدو سال درانجا ماندم . دران ایام مخدومی میرزا نظامی بخشی و دیوان کشمیر

بود ، با ایشان بسر بردم .

در آخر سنه ست و عشرين و الف (۱۰۲۶هـ) میرزا نظامی را بدرگاه طلبیدند ، همراه ایشان بمنو آمدند ، و قریب بیک ماه درانجا ماندند . بعد ازان میرزای مذکور را دیوان صوبه بهار ساختند . این ضعیف همراه دیوان مذکور بعزم سیر بصوبه بهار آمد .

از منظومات فقیر سوای — ساقی نامه — تا لغایه هزار و پانصد (۱۵۰۰) بیت فراهم آمده است . — ساقی نامه — خود را بنام نواب مستطاب سردارخان در بلده پتته تمام کرده . درین اوراق پریشان بر بیاض برده ام . امید که منظور نظر ارباب هنر گردد (۱) .

(تهران: ۵۸-۸۳ ، لاہور: ۲۹۸-۵۲۳)

۱۳۸- حمید اللہ نقشبندی، حضرت خواجہ

● تاریخ اعظمی : اجمال احوال آن صاحب کمال ، در اوراق بالا گذشت . بعد کسب لوازم ، طریقت تجرید و تقرید اختیار کرده ، اکثر بلاد مشہور را دیدہ ، و بحرین محترمین برسیده . قریب ہفتہ حج گذارد .

بکشمیر سه بار تشریف آوردند . اول در آخر سلطنت پادشاه عالمگیر ، ثانیاً در اول پادشاهی محمد معظم شاه عالم بہادرشاه ، کہ سنین بہجری بہزار و یکصد و نوزدہ یا بیست (۱۱۲۰-۱۹) رسیدہ بود .

در آن وقت فقیر حقیر ، در خدمت حضرت مرشد مراد ، بصحبہ ایشان رسید . اجتناب تمام از دیدن مردم داشتہ ، اکثر در را بند کردہ مینشستند . دران اثنا خبر آمدن جناب شیخ ملکوت پرواز خواجہ نیاز بہ پیشاور ، بنا بر طلب

۱- رک : ساقی نامہ (۲۰۷) بیت در - میخانہ - مولوی محمد شفیع مرحوم مینویسد کہ مؤلف قاسال (۱۰۴۱ھ) زندہ بود و در همان سال دیباچہ — نوادر الحکایات — نوشتہ است . بعد ازین هیچ خبری نیست کہ یکدام سال وفات یافت و کجا مدفون شد . (دیباچہ ۵)

بهادر شاه رسیده ، برای دریافت ایشان در کشمیر برآمدند . چون جناب حضرت خواجه نیاز زود به لشکر بهادر شاه رفتند ، خدمت خواجه عبیدالله راه حرمین گرفتند و مدتی همان طرف بودند .

بعد چند سال بولایت بلخ آمده ، در آنجا بسبب ظهور رفتن و خرابی بلد و آرام نگرفته در آخر سنه هزار و یکصد و سی و دو (۱۱۳۲ هـ) بکشمیر آمدند و زیاده از پنج سال درین شهرنگذرا نیدند . این مرتبه از پیران فقیر کسی در قید حیات صوری نبوده ، صحبت و خدمت ایشان غنیمت دانسته شد . در ضبط اوقات و اخفا حالات ، و مراعات آداب طریقت و تادیب طالبان حقیقت ، و کمال استغنا و تهدید اغنیا و تشریح تمام و ترک فضول کلام ، در وقت خود در کشمیر بی نظیر بودند . قصد سکونت درین شهر فرموده بودند ، آخرها بسببی ملول شده ، اکثر میگفتند که : خود را در اماکن متبرکه از حرمین و مسجد اقصی — که مکرر در سیاحتها دیده بودند — در خوابها میابم . اوائل سی و هفت (۱۱۳۷ هـ) از راه هند بحرین رفتند و در هنگام رکوب جهاز این غزل خود برای احقر مخلصان فرستاد :

هر او گل که وزد بوی او بشامه من	ز شامه دور نسازم که شد شامه من
بسوزن مژه ، از دانهای اشک رخم	خیساطه ازنی بخیه زد بجامه من
ز هر گل که وزد بوی او ، بمن نرسد	ز شامه دور نسازم که شد شامه من
ز اوج قدس ، چو روح الامین ، کند پرواز	کبوتری که ، برد سوی یار نامه من
ز پیچ و تاب خم جعد او بسر پیچد	قضا ز دست قدر پیچ بر عمامه من
ز چار موج طوفان نوح ، باکم نیست	چو باد شرط شود باید که سلامه من (۴)
بکشتی که خدا ناخواست رفته (عبید)	رسد بکعبه مقصود حج عامه من

و بعد ادای حج بمدینه مطهره رسیده آزارمند شده . در اوائل سال سی و نهم هجری (۱۱۳۹ هـ) بیست و نهم محرم اول روز جمعه بکمال هوش و خبرداری ، غسل کرده نماز خوانده رحلت فرمود .

بر فقیر عنایت خاص داشتند : دران ایام که ایشان بحرین رسیده بودند، فقیر در صدد تحریر احوال مشائخ بود، و — رسالۀ اشجار خلد — را بتحریر میآورد. روزی بعد نماز فجر در خانقاه معلی بروحانیت حاضر شده، و بعد صحبت طولانی اشاره بتحریر احوال خود کرده. فقیر متحیر شده. بعد سه چهار ماه، خبر واقعهٔ ایشان از حرمین رسیده. (نورالله مرقده رحمه الله رحمة واسعة)

(۲۳۰-۲۳۹)

۱۴۹ = عرفی، شیرازی

● منتخب التواریخ : عرفی شیرازی : جوانی بود صاحب فطرت عالی و فهم درست و اقسام شعر نیکو گفتی، اما از بس عجب و نخوت که پیدا کرد، از دلها افتاد، و به پیری نرسید.

اول که از ولایت به فتحپور رسید، پیشتر از همه، به شیخ فیضی آشنا شد. و الحق شیخ هم با او خوب پیش آمد. و درین سفر اخیر تا قریب اتک، در منزل شیخ میبود، و ما یحتاج الیه او، از وی بهم میرسید، و آخر بنا بر وضع قدیم شیخ — که بهرکس هفتهٔ دوست بود — درمیانه شکرآبها افتاد. و او به حکیم ابوالفتح ربطی پیدا کرد و از انجا بتقریب سفارش حکیم، به خانخانان مرتبط شد، و روز بروز او را هم در شعر و هم در اعتبار ترقی عظیم روی داد.

روزی به خانه شیخ فیضی آمد، چون سگ بچه را با شیخ مخلوط دید، پرسید که : این مخدوم زاده را چه نام است؟ شیخ گفت : عرفی ! او در بدیه گفت : مبارک باشد! شیخ بسیار برهم و درهم شد اما چه فائده. (۱)

او و حسین ثنائی^۱ (۱) از شعر عجب طالعی دارند، که هیچ کوچه و بازاری نیست که کتاب فروشان دیوان این دو کس را، در سر راه گرفته نایستند. و عراقیان و هندوستانیان نیز به تبرک میخرند: بخلاف شیخ فیضی که، چندین زرهای جاگیر صرف کتاب و تذهیب تصانیف خود ساخته و هیچکس بآن مقید نمیشود مگر همان یک سواد که خود باطراف فرستاده:

قبول خاطر و لطف سخن، خدا داد است

دیوان اشعار و مثنوی دارد در بحر — مخزن اسرار — که مشهور آفاق است، این چند بیت بر سیل یادگار ازو تحریر یافت، رباعی:

<p>فردا که مامسلان هرفن طلبند آنها که دروۀ جوی نشانند کسی که، تشنه لب ناز تست، میداند قابل درد محبت، کس نیامد در وجود عشق میگویم و میگیریم زار منه برون قدم از جهل، یا فلاطون باش</p>	<p>حسن عمل از شیخ و برهمن طلبند و آنها که نکشته، بخمرن طلبند که، موج آب حیات است، چین پیشانی رنگ روی خویش را هر کس بدستانی شکست طفل ندادنم و اول سبق است که گر میانه گزینی، سراب تشنه لبی است</p>
---	---

مطلع این غزل این است:

<p>مدار مجلس ما، بر حدیث زیر لبی است بشوق دوست چه سازم، که در شریعت عشق زمانه مرگ مرا، بر کدام درد نوشت یک سخن نیست که، خاموشی ازان بهتر نیست گرد سرت گشتی و کردی طواف</p>	<p>که اهل هوش عوامند و گفتگو عربی است نگاه بسی ادبی و خیال رسوائی است که من بدیده جانم نکردم استقبال نیست علمی که، فراموشی ازان بهتر نیست کعبه اگر، بسال و پیری داشتی</p>
--	---

(۳: ۲۸۵-۲۸۶)

درین سال چندی از اعیان لاهور سفر ملک بقا اختیار کردند. ازان جمله خنجری ترک بزحمت بواسیر، و شیخ احمد برادر خرد شیخ عبدالرحیم

۱- خواجه حسین فرزند غیاث الدین مشهدی (۹۹۰-۹۹۶-۱۰۰۰ هـ) در عهد اکبری وارد هند شد، و در دربار اکبری بیایۀ بلند رسید. بدایونی ۳: ۲۰۸، نهایندی ۳: ۳۵۴-۳۸۱.

بآسیب فیل ، و ملا عرفی شیرازی شاعر مشهور بزحمت وجود عرفی . در هنگام سفر واپسین این رباعی گفت که :

(عرفی!) دم نزع است ، و همان مستی تو آخر بچه مایه ، بار بر بستی تو
فرداست ، که دوست ، نقد فردوس بگف جویای متاع است ، و نمی دستی تو (۱)
و چون باستانان متقدمین و متاخرین ، خیلی سخنان بی ادبانه میگفت ، این
تاریخ یافته شد که :

— گفت عرفی جوانه مرگ شدی —
(۸۹۹۹)

و دیگری :

— دشمن خدا —
(۹۹۹)

● هفت اقلیم : عرفی ، مولانا عرفی شیرازی . شاعر شهد کلام شیرین سخن بوده . نظمش عذوبت سلسبیل ، و نثرش خاصیت فرات و نیل دارد . جزالت با سلامت آمیخته ، و لطافت با متانت انگيخته . نظمش اندر هر عبارت جنتی آراسته ، نثرش اندر هر اشارت عالمی پیراسته .

و او از ابتدا از بندر جرون بدکن وارد شده . در آن ولایت او را ترقی — چنانچه باید — دست ندارد ، لاجرم متوجه هند گردید . و مسیح الدین حکیم ابوالفتح در نقطه اول ، بر حقیقتش انها یافته بترتیش پرداخت ، و بتدریج ریاض احوالش از ینبوع التفات حکمت پناهی ، نظارت یافته بساحری در شاعری نام بر آورد . چون شجر اقبال حکیم مزبور بصرصر فنا برکنده شد ، سپه سالار عبدالرحیم خان خانان در استرضای خاطرش کوشیده .

شهرتش بیش از پیش گشت و در آن اثنا احوالش مسموع بار یافتگان حضرت شاهنشاهی گردیده، در سلک بندگان خاص انتظام یافت. و پس از چند روز بعرض اسمعال نقش جیانش از صفحه روزگار شسته شد:

کدام جان، که جهانش نه کرد خون جگر بجان تو که بدو جان خویش بهاری

این دور رباعی را در وقت رحیل گفته:

یارب! بر عفو، به پناه آمده ام سر تا بقدم، غرق گناه آمده ام
چشمی بکرم بخش، که از غایت شوق بی دیده به امید نسگاه آمده ام

اگرچه اشعار نیکو بسیار دارد، اما بر اختصار بقلیلی ازان اکتفا کرده شد. آنچه نوشته میشود برهان این دعوی و مصداق این معنی است. قصیده:

زخود، گردیده بر بندی، چه گویم کام جان بینی همان کز اشتیاق دیدنش زادی همان بینی

... .. (۱)

ای شب هجر تو در دیده امید سبیل چشم روح القدس از شوق جمالت احول

... .. (۲)

(۱: ۲۳۸-۲۳۶)

فی الرباعیات و غزلیات (۳):

● نامه فیضی: این نامه فیضی است که مولانا شبلی نعمانی در شعرالعجم

ثبت کرده است، و احباسات فیضی نسبت بعرفی ازین معلوم میشود:

... از یاران دمساز و غمخواران همراز، که دل از صحبت او آب میخورد،

مولانا عرفی شیرازی است، که درین نوروز به قدوم خود بر خاک نشینان این

دیوار منت نهاده اند، به حق دوستی — که ازین عظیم تر سوگندی نمیداند —

۱- سی و شش بیت دارد.

۲- سی و یک بیت دارد.

۳- بیست و یک بیت و هفت رباعی دارد.

که به بلندی و وفور قدرت و ایجاد معانی، و چاشنی الفاظ و سرعت فکر و دقت نظر، فقیر کسی را چون او ندیده و نشنیده. و از تهذیب اخلاق، چه گوید که در خاکی نهاد شیراز، ذاتی میباشند نه کسبسی. چند بیت ایشان بالفعل حاضر در حاشیه این نوشته آمد:

بعد مردن برو ای باد! بجای خکم ای زلف عروس شادمانی شب تو انباشته هجران به نمک، داغ دلم عشق آمد و رفت خونچکان در بازار آن پنبه داغ جست و این پنبه گوش	که فشانند مصیبت زدگان، بر سر خویش آرائش بزم بیغمی مشرب تو اما نه ازان نمک که دارد لب تو زهد آمد و کرد نقد تزویر نثار زان حبل متین تافته شد زین زنار
---	---

(شعرالعجم، ۳: ۹۰)

● آئین ادبیری: عرفی شیرازی، شایستگی از ناصیه گفتار او میتابد، و فیض پذیریری از سخن او پیدا. از کوتاه بینی در خود نگریست و در باستانیان زبان طنز کشود، غنچه استعداد نشگفته پژمرد:

هر دل که، پریشان شود از، ناله بلبل حسد تهمت آزادی مردم، بگداخت کسیکه، محرم باد صباست، میداند طاقت مرهم ندارد سینه افگار ما مگو که: نغمه سرایان عشق خاموش اند هر چند دست و پا زدم، آشفته تر شدم امید هست که، بیگانگی (عرفی) را قابل رنج و محبت کس نیابد در وجود چنان بانیک و بد (عرفی) بسرکن کز پس مردن خواهی که، عیبهای تو، روشن شود ترا وقت (عرفی) خوش که نکشوند چون در بر رخس انتظار نوبهار، از تنگ چشمی های ماست	در دامنش آویز که باوی خبری هست کین مرادی است که بر تهمت آن هم حسد است که باوجود خزان، بوی یاسمن باقیست سایه گل بر نقابده گوشه دستار ما که نغمه نازک و اصحاب پنبه در گوش اند ساکن شدم میانه، دریا کنار شد بدوستی سخنهای آشنا بخشید رنگ روی خویش را هر کس بدستانی شکست مسلمات بزمزم شوید و هندو بسوزاند یک دم منافقانه نشین، در کمین خویش بر در نکشوده ساکن شد، در دیگر نزد ورنه صدوقی است در، خن که در گلزار نیست
--	---

رباعی :

ای از بدونیک، آمده در جوش و خروش گه شکر طرازی و گهی شکوه فروش
مختار مشو، تا نشوی بیهده کوش گاه ره باد بباش و بار سر دوش
(عرفی) دل خود را، بچه خوش داشته گر این در سه بیت است، که بگذاشته
بگذاشته هم از تو، درین نشاء جداست برداشته بایدت چه برداشته
(۱۷۳)

● اکبرنامه : (سیزدهم امر داد ۹۹۹ هـ) عرفی شیرازی رخت هستی
بر بست، دری از سخن سرائی برکشوده بود، (اگر در خود ننگریستی و
زندگی را بشایستگی سپردی و زمانه لختی فرصتی دادی) کار او بلندی گرا
شدی . درین نزدیکی این رباعی بر سنجیده بود .

(عرفی) دم نزع است، و همان مستی تو آیا بچه مایه، رخت بر بستی تو
فرداست که دوست، نقد فردوس بکف جویای متاع است، و تهیدستی تو
(۵۹۵)

● مجمع الخواص : عرفی از شیراز است و طبع خوبی دارد . در هر فن
بی نظیر است . به مخزن اسرار شیخ نظامی جواب گفته، لیکن پیش از آنکه
بانجام برساند وفات یافته است .

در اواخر عمر به هندوستان رفته مدتی در انجا ماند و عاقبت در لاهور
وفات یافت :

دیوان کاملی دارد و جمله اهل نظم، اشعار دلفریب وی را پسندیده اند.

این رباعی ازوست : (۱)

(۱۵۱-۱۵۰)

● مآثر رحیمی : مسند نشین ملک سخن طرازی ملا عرفی شیرازی . از
عنایت علو حسب و سمر نسب ، و اشتها از مدحت مادحان و وصف

واصفان مستغنی است : چنانکه خود گفته :

تیغ زبانش فگند بر سرم مهر و ماه شهرت او را حلال ملک عجم داشتن
شاعری بلند سخن و کاملی صاحب فطن : مخترع طرز تازه ایست، که
الحال درمیانه مردم، معتبر است و مستعدان و سخن سنجان و نکته شناسان
پسندیده و معقول دانسته، تتبع او نمایند. چندان ابداع معانی غریبه و
مضامین عجیه و ابیات عارفانه عاشقانه، که او کرده، هیچکس نکرده.
و این طور شهرتی، که او را بهم رسیده، هیچ یک از امثال و اقران او را
بهم نرسیده و نخواهد رسید. چه امثال و اقران که استادان و سخنوران
ماضیه، مثل خاقانی و انوری و سعدی و شیخ نظامی را در زمان حیات، این
اشتهار در قصیده و غزل و مثنوی نبوده. شهرت او بجای رسیده بود که
دیوان غزلیات او را، سخن سنجان و نکته دانان، تعویذ وار بر بازوی خود
بسته، شب و روز با خود همراه میداشتند. و تمامی اشعار آبدارش در سفائن
خواطر خاص و عام منقوش و مسطور.

چون در دارالافاضل شیراز بن رشد و تمیز رسید و علم شاعری برافراشت،
با مولانا غیرتی و سائر شعرای انجمن شاعرینها کرد. مستعدان اعتباری تمام
ازو گرفتند. و خود را در اقسام شعر یگانه و ممتاز میدانست. این ابیات
که در قصیده — که بمدح این والا جاه (خان خانان) گفته — شاهد این
معنی است :

بهرچه غنیمت شمارند عدم را
تا من قلم اندازم و گیرند قلم را
پس باز نمودیم بهم منزل هم را
حسد بود، آن کو، شمرد کذب قسم را (۱)

انصاف بده بوالفرح و انوری امروز
بسم الله ز اعجاز سخن، جان ده شان باش
اول ره این نظم، خود ایشان بپردند
باقه که، نه لاف و نه گراف، آیه صدق است

نا گوهر آدم نسیم باز نه ایستد ز آبای خود ار، بشرم اصحاب کرم را
 اقبال سکندر، بجهان گیری نظم برداشت بیکدست قلم را و علم را
 نوبت بمن افتاد، بگوئید که: دوران آرائشی از نو بکند، مستند جم را (۱)
 و مستعدان این زمان بعضی از غایت رشک و برخی بجهت صغر سن
 و خامی که در طبیعتش بود، این سخن را مکابره دانستند قبول این معنی ازو
 نمیکردند. و در مجالس و محافل بکنایه و صریح، اظهار — رطب و یابسی که
 در کلامش بود — میکردند. بقصد آنکه مس دانش و طبیعت خود را، با کسیر
 اصلاح و تمیز این گلدسته بند گل گلشن معنی، زر خالص سازد، احرام
 حریم آستانش — که مطاف دانشوران هر فن است — بسته، بآن سعادت
 استسعاد یافت.

در اثنای راه بخدمت نواب غفران پناه رضوان جائگاه حکیم ابوالفتح
 گیلانی — که از مشاهیر اکابر زمان و عمده اعیان روزگار بود — رسید. قصائد
 غرا در مدح ایشان پرداخت، و بدولت تربیت و راه نمونی آن عالیجاه، منظور
 نظر کیمیا اثر این دانش پژوه گردیده، و در سلک زمره مداحان و مصاحبان
 و مجلسیان منتظم گردید. و باندک فرصتی، بیمن تربیت شاگردی و مداحی
 این دانای رموزالنفسی و آفاقی، بختگی تمام و ترقی مالا کلام در منظوماتش
 بهم رسید. چنانکه رسمی قلندر در قصیده — که بمدح آن سپه سالار گفته —
 بیان نموده:

ز یمن مدح تو، آن نغمه سنج شیرازی رسید صیث کلامش بسروم از خاور
 بطرز تازه ز مدح تو آشنا گردید چو خوبروی که یابد ز ماشطه زیور
 و نام اصلی این فرید زمان خود، خواجه سیدی مجد است، و شرح
 احوال خیر مال ایشان، مفصلا از دیباچه — که راقم بر کایات حقیقت آیات
 این مالک ملک سخنوری نوشته — ظاهر میشود. و رساله موسوم به — نفسیه —

در نثر نیز نوشته، (۱) که درویشان و صوفیان را سر لوح دفتر تصوف میتواند شد. و سبب عرفی تخلص نمودن این دانشور، آنست که، چون پدرش بعضی اوقات در دیوان حکام فارس، بامر وزارت داروغه دارالافاضل شیراز مشغول مینمود، مناسبت شرعی و عرفی را، منظور داشته، عرفی تخلص کرد. و چندان ابداع نمود که، مخزن گوش جهانیان را پر لالی شاهوار ساخت، و اشعار در میان فرق انام شهرت تمام یافته. اهل عراق و فارس و خراسانی و ترکستانی و هندوستان و اقصای بلاد عالم، شعریت و تازه گوئی و نادر سخنی او، قائل گشتند. و اشعار او را بر امثال و اقران او ترجیح نهادند. و کوس یکتائی و بيمثلی در زبان خود، بدولت مداحی این سخن شناس نکته دان، زد. و از غایت علوفطرت و نهایت بلندی طبیعت، هیچ کس را شاعر نمیدانسته و این معنی ازین ابیانش معلوم میشود:

زبس که لعل فشاندم بنزد اهل قیاس	یکیت نسبت شیرازی و بدخشانی
کنون که، یافت چومن سرمه سای، در شیراز	خرد ز دیده کشد، سرمه صفاهانی
به بین که، تاخته ابریشمش، چه خامی یافت	ز تاب اطلس من، شعر باف شروانی
زمانه بین که، مرا جلوه داد تا از رشک	بداغهای پس از درگاه سوخت خاقانی (۲)
گرفت روی زمین جمله، آفتاب صفت	بعون تیغ زبان شهرتم بآسانی
بخند ای در و دیوار روزگار غراب	که بر زمانه زدم تکیه سلیمانی
ز هم عنانی، طبعم بشاعر شروان	بمهد کودکیم ذهن کرده شروانی (۳)

و بصلات و انعامات محظوظ و بهره ور شده. الحق، هیچ شاعری را این رتبه و منزلت و حالت، در ملازمت پادشاهان زمان و اکابر دوران، بهم نرسیده بوده که او را بهم رسیده بود. چنانچه در ایام ملازمت، کورنش و تسلیم

۱- این رساله در دیوان (چاپ تهران) موجود است.

۲- نظیری چون برنجید به پاسخ او گفت:

درین قصیده، بگستاخی ارچه (عرفی) گفت
کنون بگور، چنان او بر شک میسوزد
بداغ رشک، پس از مرگ سوخت خاقانی
که در تنور توان گوسفند بریانی

۳- در مدح خان خانان است و (۱۰۶) بیت دارد.

بصاحب خود نمیکرده ، و بهر طور و روشی میخواست ، در مجالس مینشسته . و اهل عالم تقدیم او را قبول مینموده اند . و از زخارف دنیوی بدولت این سرور صاحب همتان بسی نیاز بوده . اگر ایراد انعام و احسان و صله و تربیتی — که آن سخندان ازین عالیهافت یافته — کرده شود ، زبان و بیانی دیگر باید و تصنیفی علحده شاید انشا کرد . عجز و اختصار اولی است . او نیز در متمادی عمر خود ، بشکر احسان ایشان بغیر از مداحی و خدمت آنجناب ، بامری دیگر نپرداخت . و اکثر دیوان این فصاحت شعار ، بمدح این سزاوار مدحت ، است .

و در اوائل شاعری ، دیوانی مشتمل بر بیست و شش قصیده و دویست و هفتاد غزل و هفصد بیت قطعه و رباعی ترتیب داده بود . و این رباعی را در تاریخ آن فرموده :

این طرفه نکات سحری و اعجازی	چون گشت مکمل برقم پردازی
مجموعه طراز قدس تاریخش یافت	اول دیوان عرفی شیرازی

۸۹۹۶

و عدد (احاد) مصرع تاریخ را با عدد و قصیده ، که بیست و شش است ، موافق یافته . و (عشرات) را با غزل ، که دویست و هفتاد غزل باشد . و (مآت) را با ابیات قطعه و رباعی هفتصد و بیست بیت باشد ، مساوی پیدا کرده . و الحق در این تفکر یدبضا نموده . و قبل از ترتیب این دیوان ، شش هزار بیت ، از ابکار افکار از ایشان تلف شده : چنانکه خود درین باب فرموده :

عمر در شعر بسر کرده و در باخته ام	عمر در باخته را بار دگر باخته ام
رصد شرع هنر ، چون نشود محو ، که من	شش هزار آیت احکام هنر باخته ام
...	...
...	...
...	... الخ (۱)

بتاریخ شوال سنه نه صد و نود و نه (۹۹۹هـ) در لاهور، جهان فانی را وداع نموده بعالم جاودانی شتافت. و میگویند که: این رباعی را در حالت نزع فرموده:

مرفی دم نزع ... الخ

و مسودات اشعار خود را، هنگام نزع بکتابخانه آنحضرت — که مکتبخانه اهل عرفان است — فرستاد که مرتب و مدون سازند. این حقیقت شناس نیز، بوصیت آن فارس مضمار سخنوری و فصاحت، عمل نموده بجمع و ترتیب آن، امر فرمود و در اندک زمانی از عالم پریشانی بشیرازه جمعیت رسیده. مشتمل بر چهارده هزار (۱۴۰۰۰) بیت از قصاید و غزلیات و رباعیات و مقطعات و مثنوی، بحسن سعی سراجای اصفهانی، ترتیب یافت. و اشعاری که از آن سخندان، درمیان مردم مشهور است، جمع کرده منشیان این آستان است. و تتبع خمسه شیخ نظامی (علیه الرحمه) نیز نموده اند. اشعار درر نثار ایشان بسیار است. درینجا مراد مدح این ممدوح عالمیان است:

ای داشته در سایه هم تیغ و قلم را	وی ساخته آرایش هم فضل و کرم را
ز آسمان و زمین مژده در فغان آمد	که آفتاب زمین قاج آسمان آمد
بیا که، بادلم آن میکند پریشانی	که غمزه تو نکرده است با مسلمانی
بود در کتم عدم بکر طبیعت را جای	که خرد پر سرش استاد و همیگفت برای

۱- پنجاه و شش شعر دارد.

۲- چهل شعر دارد.

۳- یک صد و شش شعر دارد.

۴- این در تهنیت تولد فرزند خان خانان است و چهل و نه شعر ثبت شده.

ز خود گردیده بر بندی چه گویم کام جان بیشی همان کز اشتیاق دیدنش زادی همان بینی

 ما بازم از وصال جدا کرد روزگار با روزگار شوق چها کرد روزگار

 نوای ملج که سنجی، دلا! مبارکباد تصور نفس نسیمه را مبارکباد

 صد شکر که فخر دوده جها در دامن دایه بقا زاد
 تاریخ تولدش چه پرسسی آرائش روزگار ما زاد

۸۹۹۹

... ... (۲)

(۳: ۲۹۲-۳۵۲)

وله فی رباعیات (۵)

● میخانه : ذکر شاهباز بلند پرواز عرش نکته پردازی مولانا عرفی شیرازی . افصح الفصحا و املح الشعرای عصر خود بوده . اشعار او همه خوش لفظ و معنی واقع شده . در شیوه استعاره کردن ممتاز ، و در فن تازه گوی بی انباز است . تکلف برطرف اصناف منظومات امثال و اقراں خود بر طاق نسیان نهاده ، و عروس مضمون را از لباس الفاظ مرغوب زینت و آرائش دیگر داده . درین جزو زمان کسی بروش او به ازو حرف نمیتواند زد . (۶)

۱- هفتاد و پنج شعر دارد .

۲- پنجاه و دو شعر دارد .

۳- نه بند مشتمل بر یک صد و هفت شعر دارد .

۴- این در تهنیت تولد پسر خان خانان است نه شعر دارد .

۵- هفت رباعی دارد .

۶- نقی الدین کاشی میگوید : بسی شایه اغراق و مبالغه ، حقائق غزلیاتش بنشایه بر صفحات

خاطر عشاق نقش بسته ، که اشعار موزونان فارس و عراق — جز در کاشانه نسیان بودن —

وجهی ندارد . و دقائق ابیات قصایدش ، بدرتیه بر السنه خاص و عام افتاده ، که منظومات

و لیکن — در ساقی نامه — چندانسی کار نساخته و با تمام نرسانده . یک قصیده از قصائد او ، که در مدح ساقی* کوثر برشته نظم در آورده ، بتلافی ساقی نامه درین تالیف بر بیاض برد .

بتحقیق پیوسته که آن مطلع دیوان نکته پروری ، در حیات خود دیوان ترتیب یافته . اما بعد از فوت او ، یکی از دوستان بکجهت او ، دیوانی — که الحال در میان مردم است — مرتب ساخته . و عدد ابیات آن همگی از قصیده و غزل و مثنوی وغیره ، قریب بدوازده هزار و پانصد بیت است (۱) . و شش هزار بیت دیگر از ابیات مرغوب آن یگانه عصر خود ، در آب افتاده . چنانچه درین چند بیت اشارت بدین معنی نموده است : غزل :

عصر در شعر بسر برده و در باخته ام عمر در باخته را ، بار دگر باخته ام
رصد شعر و هنر ، چون نشود محو ، که من شش هزار آیت احکام هنر باخته ام
المطش میزند ، از تشنه لبی ، بر هر مویم که قدح های پر از خون جگر باخته ام
گفته گردش ز کفم ، شکر که ناگفته بجاست از دو صد گنج ، یکی مشت گهر باخته ام

حقیقت حال آن عندلیب گلستان نکته پردازی ، از خالوی او شمس الانام شیرازی استماع نموده درین اوراق پریشان تحریر نمود . اما چون این ضعیف ، مال حال آن طوطی شکر مقال ازو استفسار نمود . گفت :

نام پدر عرفی خواجه بلوی شیرازی است (۲) و مولد خودش نیز در

و افکار اهل خراسان و ماوراءالنهر را ، بسازی آن جز در زاویه خمول و انزوا . مناسب دیگر نیست . . . بین این دعوی چندین قصیده و غزل است که ، درین اوقات بدینجانب ارسال داشته و بواسطه تزلزل این خلاصه داخل این اوراق گشته . و الحق از ان اشعار کمال شاعری و حالت عاشقی ظاهر میشود . و از آن طرز سخن نهایت فصاحت و پختگی مبین میگردد .
(خلاصه الاشعار نسخه کتبخانه ملک . گ)

۱- رک : تحت مائثر رحیمی

۲- مولانا سید محمد متخلص به عرفی این خواجه رین الدین علی بن جمال الدین شیرازی مشهور به خواجه چادر پاف .
(سنجیده جوش گو)

آنجا واقع شده . و اين خواجه بلوى در شهر مذکور در دفتر خانهاى شاهى ، بشغلى از اشغال حكام آنجا ، اشتغال داشته . و نام پسرش مجد حسين بود . (۱) در صغر سن درميان مردم به مولانا سيدى ملقب گرديده و در اول جوانى بوادى شعر گفتن افتاده . هرچه ازو سر ميزد خالى از رقبه نبود . ياران اهل شيراز باو — عرشى — تخلص دادند .

و سبب بر آمدن او از شيراز ، از اين رهگذر است كه ، در سن چهارده و پانزده حسن او قبول تمام عيارى بهم رسانده بود و آبله نكشيده . چون سال عمرش به بيست رسيد ، آبله سرشارى بر آورد . بعد از اشتداد و استخلاص آن الم ، تغيرى در چهره او بهم رسيد . چنانچه هر كس كه او را ميديد ازو تنفر ميكرد . و مولوى از اين مقدمه بغايت آرزده و درهم بود و بخاطر نميرسانيد كه :

چنان نماند و چنين نيز هم نخواهد ماند !

از غرور جهلى ، كه درس داشت بنابر آن ، از وطن خروج كرده به هندوستان — كه خانه نشو و نماى نكته سنجان و دراليعار خردمندانست — (۲) آمد و بسعادت خدمت افلاطون پاننى حكيم ابوالفتح گيلانى (۳) كه — يكي از اركان دولت

۱- رك : تحت مائثر رحيمى .

۲- تقى الدين كاشى گويد : در شهر سنه (۹۹۲هـ) از راه دريا بجاناب هند خراميد و مدتى در احمد نگر رحلت اقامت انداخته در آن ديار مسكن گزيد .

(خلاصه الاشعار نسخه كتابخانه ملي ملك . گ)

۳- حكيم مسيح الدين ابوالفتح پسر مولانا عبدالرزاق گيلانى است . كه در حكمت نظر و تالاه پيش فراران داشت و سالها صدارت آن ولايت بدو مفوض بود . چون گيلان در سنه (۹۷۲هـ) بدست شاه طهماسب صفوى افتاد و زمان خان احمد والى آن جا سر آمد ، حكيم با دو برادر خود حكيم همام و حكيم نورالدين بجهت رفتن و در ملازمت جلال الدين اكبر ، هر سه برادر بمناسب درخور سرافرازى يافتند . چون حكيم ابوالفتح شايعتى ديگر داشت ، و بزاج روزگار

قاهره شهریار گردون اقتدار، پادشاه فلک قدر خورشید اشتها، جلال الدین اکبر پادشاه غازی بود — مستعد گردید: و از فیض تربیت آن صاحب عیار دانش، از منزل حضیف پستی بمقام اوج بلندی رسید. و اشعار آبدار او، چون در مکنون قیمت و خریدار بهم رسانید، و قصائد غرا در مدح مربی گفت. چون میانه حکیم مذکور و نواب سپه سالار عبدالرحیم خان خانان اخلاص و اتحاد روز بروز در تزايد و تضاعف بود، به عرفی فرمود: تا قصیده در مدح خان جم نشان گفته به گجرات فرستد! مولوی بفرموده مخدوم عمل نموده قصیده غرای در مدح خان سپه سالار منظوم ساخته، بدان ملک فرستاد. وقتی که آن در آبدار زیب گوش (جان) خان عالی مقدار گردید، ممدوح صله لایقی از انجا بجهت مادم فرستاد. الحق که آن قصیده بغایت خوب گفته. این چند بیت متفرقه از آن قصیده بجهت استشهاد مقدماتی، که در ذکر مولانا عرفی مسطور شده، مولف کتاب عبدالنبی فخرالزمانی درین تالیف حنیف بر بیاض برد، تا هنگام مطالعه این نسخه صدق قول او بر خردمندان ظاهر گردد.

مطلع و حسن مطلع ثانی آن قصیده:

آشنا و نبض زمانه شناسا بود، ترقی بسیار کرد. و اگرچه در منصب از هزاری فراتر نرفت اما در رتبه از پایه وزارت و وکالت در گذشت. وی در سال (۱۹۹۷) وفات یافت. و چون روزی چند پیش ازین سافحه علامه امیر عبدالدوله شیرازی (مولف فرهنگ جهانگیری) هم فوت شده بود، صرفی ساجی این رباعی در تاریخ بگفت. رباعی:

امسال، دو علامه، ز عالم رفتند رفتند، و موخر و مقدم رفتند
تا هر دو موافقت نکردند بهم تاریخ نشد که — هر دو باهم رفتند

(۱۹۹۷)

زهی وفسای تو همایهٔ پشیمانی نگاه گرم تو تکلیف نا مسلمانی
کسی که، تشنه لب نازت، میداند که موج آب حیانت چین پیشانی
... الخ (۱)

بر رای انور خردمندان و ضمیر ضیا گستر دانشمندان مبرهن است که،
مولانا عرفی هیچ بغیر از بی ادبی نداشته . چنانکه شیخ نامی گرامی نظامی
را بد یاد مینموده و سخنان ایشان را بنظر در نمیاورده . و با آنهمه دانش،
بیدانشی بجای آورده . آری غرور غفلت او را ازین معنی غافل کرده بود
که :

تکیه بر جای بزرگان نتوان زد بگزان

و نسبت باکابر، بمانند بدمستان ، بی حوصلگی نباید کرد ، که خمار آن
درد سر بی عاقبتی میآورد

قا دید از خود آنچه دید ، که هنوز سنش بچهل نرسیده بود که در
لاهور در سنه تسع و تسعین و تسعمانه (۸۹۹۹) عالم فانی را ، غافلانه و بی
عاقبتانه وداع کرد که : (۲)

هر جوانی ، که بی ادب باشد گر پییری رسد ، عجب باشد

۱- هفت بیت آورده است .

۲- نقی الدین کاشی میگوید که : در مرض موت این دو رباعی بر زبانش جاری گشت :

ای مرگ مرا زیاد شرمنده مکن نویدم ازان گوهر ارزنده مکن
باز آید و جان رود ، خدایا نفسی مهلت ده و در قیامت زنده مکن

(رباعی دوم قبلاً ثبت افتاد)

میرزا یوسف خان مشهدی داماد کامران میرزا در جواب عرفی گفته :

(عرفی!) رفتی ، بدوست پیوستی تو وز کشمکش زمانه، وا رستی تو
آنجا غم دوست ، مایهٔ دست تهی است خوش باش! کزین مایه، قوی دستی تو

(خلاصه الاشعار نسخه شماره ۴۰۷۸ کتابخانه ملک گ)

سیادت و نقابت پناه میر علاؤالدوله قزوینی ، تاریخ فوت آن فرید
زمان را ، چنین پیدا کرده و برشته نظم در آورده . تاریخ :

افسوس که زود (عرفی) از عالم رفت نادیده بکام دینی از عالم رفت
چون معنی محض بود ، ازان گفت خرد تاریخ وفات : معنی از عالم رفت

(۵۹۹۹)

روزی از روزها بتقریبی از وزارت پناه ، عزت و معالی دستگاه ،
میرزا نظام قزوینی ، که بخشی دیوان دارالعیش کشمیر بود ، شنیدم که گفت :
در وقتی که خبر بیماری عرفی بسمع مبارک جم جاه انجم سپاه جلالالدین
اکبر پادشاه رسید ، بمن حکم فرمود تا من بیالین او رفته ، برمال احوالش
اطلاع یابم ، و حقیقت مردن و زیستن او را بعد از ملاحظه بعرض رسانم .
چون نزدیک او شدم ، دیدم که کار برو دشوار شده و نفسش بشماره افتاده .
پرسیدم که : چه حال داری ! جواب داد که : دو شش ، شش و پنج ! هرچه
ازو پرسیدم همین جواب گفت . برگشته حقیقت حال ، آن شکسته پر و بال
را ، بعرض ایستادگان بارگاه جلال رسانیدم . پادشاه و اعیان دولت قاهره از
استماع این مقدمه ، تعجب بسیار نمودند !

مؤلف کتاب میخانه عبدالنبی فخرالزمانی بعرض معتقدان ارباب ولایت
میرساند که ، باطن حضرت شیخ نامی گرامی نگذاشته که عرفی در وقت رحلت
با ایمان از عالم فانی بعالم باقی رود . چرا که در دم واپسین بجای کلمه

هم گوید : جماعتی که وی را دیده اند ، و بصحبت او رسیده ، میگویند : مردی خوش طبع
و ظرافت دوست بوده ، و باوجود خود رانی و اشعریت ، بامستعدان و شعرای زمان در حین
ملاقات دقیقه از دقائق خوش طبعی فروگذاشت نمینمود . و لطافتی که میان او و شعرای
دیارهند ، خصوصاً شیخ ابوالفیض و دیگر کسان گذشته ، در میان خوش طبعان مشهور است .
(خلاصه الاشعار . گ)

شهادت آن مزخرفات بر زبانش جاری شده و از سعادت ایمان عرض کردن که سرمایه مسلمانی ست و با خود بآخرت بردن محروم مانده (۱). اگرچه تحریر این مقدمه بعضی از اعززه را — که معتقد سخنان عرفی اند — خوش نخواهد آمد، فاما فقیر معذور است، چرا که باطن اولیاء این ضعیف را بر سربیان این فقره آورد.

خلاصه سخن آنکه، هنگام تسوید ذکر مولانای مغفور، عزیزی درویش نام — که خالی از حالتی نبود — مثنوی مولوی معنوی در دست بکبله احزان این کمترین دردمندان آمد، و بی آنکه بر شغل بنده اطلاع یابد، مثنوی کشود و این چند بیت ازان کتاب خواند. مثنوی:

از ادب، پرنور گفست این فلک و از ادب، معصوم و پاک آمد فلک
بد ز گشاهی کسوف آفتاب شد غزازیل ز جرات رد باب
از خدا، خواهم توفیق ادب بی ادب محروم ماند از لطف رب

چون این سه بیت مثنوی از زبان آن درویش بگوش این فقیر رسید، بخاطر رسانید که این اشارت‌یست از جانب الله، بنابر سروش غیبی، از روی ضرورت شمه از بلند پروازی آن شاهباز عرش نکته پردازی، مرقوم قلم شکسته رقم گردانید، و الا باین کمینه این قسم جراتی نسبت بآن نکته دان

۱- خوشگو شرح این واقعه را دقیق تر نوشته است، او میگوید: در عمر سی و شش سالگی بهدارالسلطنه لاهور بمرض اسهال وداع عالم فانی نمود، و بمقبره میر حبیب الله نگاه داشته شد. در هنگام نزع، مسودات اشعار خود را بکتابخانه نواب خان خانان فرستاد که مرتب و مدون سازند. تا بموجب فرموده سپه سالاری بسمی (سراجی) اصفهانی از قصیده و غزل و رباعی و قطعه و مثنوی و نثر چهارده هزار بیت فراهم شد و کلمه — توثیق — (۱۰۱۲ هـ) تاریخ کلیات او یافتند.

گویند سخت قمار باز و شرابخور بود، و هنگام نزع هم، پیاله پیاله! و یا شراب! یا شراب! و دو پنج و دو شش! بر زبان میراند. (سفینه خوشگو. گ)

سخن آفرین ، هیچ نسبتی نداشت .

و من العجائب آنکه ، بعد از تحریر این کلام ، در شبی از شبهای جمعه ، مولف این تالیف چنان در واقعه دید که : عرفی در فضای وسعت نمای گلشن ، که آتش رشک در جان گلستان ارم میزد ، و داغ حسرت بر دل بوستان خورنق (۱) مینهاد ، همراه همان درویش نام ، میخرامید . و در عین سیاری رو بسوی این ضعیف نموده ، باین عبارت بی کم و بیش گفت : ای فخرالزمانی ! هیچ میدانی که من چه مایهٔ پشیمانی از پریشان گفتن خود میکشم ؟ و بتخصیص از بی ادیبهای ، که نسبت بحضرت شیخ گرامی نظامی از من سر میزد ! گفتیم : نه ! گفت : بخدا که ، در حیز گمان و امکان نمیآید . بر تو پوشیده نماند که ، ایزد تعالی مرا از برای مداحی امیر بحق مومنان و امام متقیان مظهر عجائب و مصدر غرائب علی بن ابی طالب (ع) آمرزید . اولیا ! سخن نیز از تقصیرم گذشتند ، بتخصیص شیخ بزرگوار نظامی ^{رحمته} قصیده — بان و خیار — که در منقبت امیرالمومنین حیدر کرار گفته ام . لیکن از خجالت عفو او تا قیامت بر نمیآیم ! آنچه در فلان روز این درویش خیراندیش در باب بی ادبی من ، از شعر مولوی معنوی ، بر تو خواند ، حق بر طرف او بود . اکنون این آزاد مرد نیز از لطف ایزد سبحان ، بها مهربان شده ، فردا بتو خواهد گفت !

چون شاهباز عرش نکته پردازی مولانا عرفی شیرازی در عالم واقعه سر رشته کلام بدین مقام رسانید ، حصار باغی در میان آن سر زمین بنظر کمترین در آمد ، که در آن باز بود و در درونش گلهای الوان بر فراز

۱- قصری بود در حیره که بامر نعمان بن منذر برای بهرام گور ساخته شده ، و دران عصر بینظیر بوده .

شاخهای درختان ، در جنب لباس برگ های زمردی و زنگاری ، بجایه در آمده و مرغان خوش الحان بر منابر غضبان بنغمه سرائی مشغول گشته . بیت :
 هر مرغ را میش فراخی بجستی سالی از شاخشی بشاخشی
 عرفی بدرون آن باغ در آمد ، و در آن حدیقه را چنان محکم بست که ، این حقیر از صدای در بیدار شد ، و درمیانه دو نماز آن روز ، همان مرد جهانگرد نزد من آمد و کیفیت واقعه را — بطریقی که بنده دید بود — بیان کرد . پس ازان گفت : ای فخرالزمانی ! من بعد با خرد عهد کردم که هرگز ارباب معانی را بد یاد نکنم ، و بر اصحاب سخن حجت نگیرم ! ، سخن هرچه باشد ! . اکنون این ضعیف سه بیت از آن مطلع دیوان نکته دانی که در مقطع زندگانی از روی انصاف گفته ، و بوی بازگشتی ازان میآید ، در سلک تحریر میکشد . چرا که مناسبت اییات بسیاق این کلام ، باعتقاد خود ، بهتر از کنایات او که به اکابر دارد میداند : شعر :

بازوی همت آن روز چو قیمت بشکست که بتاییدن سر پنجه مردان رفتم
 من چه بودم ؟ حللی شبیه لعلی صبا پای کویان بکجا بر سر سندان رفتم
 چون صبا ، رخصت گشت چمن بود ، وایک چون تماشائی خائف بخیا بان رفتم

کسی که نعت سیدالمرساین بغایت خوب و منقبت امیرالمومنین بسی مرغوب گفته ، و چند بیتی از زبان او در اواخر عمر سر زده ، که دلالت بر معذرت بلند پروازی او نمیکرده باشد ، یقین است که بخشاینده بسی منت او را بتصدق حضرت رسالت و بمعجت شاه ولایت ، از رشحات سحاب فیض و قطرات غمام فضل خود ، محروم نخواهد ساخت .

بر رای انور ارباب هنر پوشیده نماند که ، هنگام تحریر بتصدیق پیوست که ، ملک الشعرای خراسان میرزا فصیحی در سنه هزار و بیست و هفت (۱۰۲۴هـ) شخصی از هرات به لاهور فرستاده بود ، که استخوان مولوی مغفور را به

مشهد مقدس برند. ده روز قبل از آنکه کس میرزا فصیحی به لاهور رسد، میر صابر صفاهانی — که یکی از یاران اهل ایام خجسته فرجام است — استخوان عرفی را به نجف اشرف روانه ساخته بود. سبحان الله! نتیجه این بیت او بظهور رسید:

بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم اگر به هند بخاکم کنی و گهر به تبار
و مولانا ررنقی همدانی بموجب الهام، مضمون مصراع ثانی این
بیت را، تاریخ استخوان بردن مولوی به نجف اشرف پیدا کرده و برشته نظم
در آورده:

یگانه گوهر دریای معرفت (عرفی)	که آسمان پی پروردنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد، ز گردش گردون	شکست بر صف دلهای پر شفق آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جان سوزی	که: عمر از نو، چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم	نگد تیر دعای که بر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ (رونقی) کلکم:	بکاوش مژه، از هند تا نجف آمد

۸۱۰۲۷

بر ارباب دانش و اصحاب بینش پوشیده نماند که، میر مذکور از برای خاطر بیت مسطور، جسد مولانا عرفی را آستانه متبرکه حضرت امیرالمومنین و امام المتقین فرستاده، و بنیابت جد خود، صله شعر او را بدو رسانیده. زهی سعادتمند فرزندی که مداح پدر را ندیده و نشناخته از خاک مذلت بر دارد، و پس از مردن وی، از گفته او کامش بر آورد، و از بشکده هندش بکعبه نجف رساند. بتخصیص درین جزو زمان، که ارباب دول باحوال گزیده سخنوران زنده نیمردانند، تا بمردگان چه رسد. سخنورانی که درین ایام در حیات وجود فائض الجود را کیمیای مس افلاس میدانند. چرا که باستطاعت قلیل، جمعی کثیر بتقریبی از خدمتش بفیض میرسند.

و بقدر مقدور در رعایت آشنا و بیگانه خود را معاف نمیدارد. (۱) بیت :
السبی بر همین منوال دانش سعادت کن نصیب روزگار
(۲۲۴-۲۱۵)

● کلمات الشعرا : عرفی شیرازی ، از مستعدان زمانه بود . در قصیده گوئی
و غزل پردازی یگانه . اشعارش بسبب اشتها بر ایراد نیافت : بر همین بیت
خوش گاه ناصر علی اکتفا نمود :

من ازین درد گرانباه چه لذت یابم که باندازه آن ، صبر و ثباتم دادند
در مداحی ابوالفتح گیلانی و نواب خان خانان سپه سالار زرها یافت .
در سن سی و شش (۳۶) سالگی در سنه تسع و تسعون و تسعمانه (۸۹۹۹) در
لاهور گذشت . و همانجا مدفون گشت .

— اشاد البشر —

۸۹۹۹

— هادی کلام عرفی شیرازی —

۸۹۹۹

تاریخش یافتند .

از غایت اعتقاد که ، بجناب مفترض الطاعته علی المرتضی داشت ،
بشوق مرقدش این بیت در قصیده بصد اشتیاق گفته بود : بکاوش مژه ...

۱- میر صابر از سادات اصفهان است ، در زمان جهانگیر بهند رفت ، و دولت ملازمت یافت .
وقائع نگاری صوبه گجرات و از آن پس دکن بوی محول بود . آثار خیر از او بسیار سرزده
است . میر صابر در سال (۱۰۶۴هـ) در شهر برهانپور وفات یافت . طبعش بیشتر بگفتن
رباعی راغب بوده .

این رباعی نیز ازوست :

چشمی بجهان و باغ و راغش کردیم گوشه بنوای کبک و زاغش کردیم
دیدیم که ، با ما سر ناسازی داشت ما نیز نساختم و داغش کردیم

(محبوب الزمن تذکره شمرای دکن ۲ : ۶۱۳ - گ)

میر صابر صفاهانی بعد از سی سال، بنجف اشرف او را رساند. ملا
روثی همدانی تاریخ یافت: یگانه گرمی... الخ
گویند این رباعی در حالت نزع گفته:

(عرفی) دم نزع است و همان مستی تو آخر بچه مایه، بار بستی تو
فرداست که، دوست نقد فردوس، بکف جوای مناع است، و تپی دستی تو
(ص ۱۲۶)

● منتخب اللباب: عرفی شیرازی آن قدر طبع رسا داشت که، در شروع
ایام شباب از تحصیل علم و درس اکثر کتب متداوله فارغ شده. قبل
از آنکه بحد تکلیف شرعی رسد، اشعار رنگین و قصیده‌های برجسته میگفت،
تا آنکه ابنای زمان سرور حسد بردند و در پی خفت او شدند. این
وطن مالوف نموده، عازم هندوستان گردیده، سعادت ملازمت پادشاه حاصل
نمود. و در اندک مدت چنان مقرب و معزز گردیده، که — آنچه مشهور
است — فیضی و ابوالفضل در عالم هم چشمی حسد برده، او را مسموم
ساختند. از جمله اشعار او که در حمد گفته. بیت:

ای نه فلک، ز خوشت صنع تو دانه	در قصر کبریای تو، عرش آشیانه
در تنگنای کوچه شهر جلال تو	وسعت گه زمانه کمین گاه خانه
نه تو من سپهر سرا سیمه در درت	تا حکمت گرفته بکف تازیانه
ذات تو قادر است، بایجاد هر محال	الا بآفریدن چون غصود، یگانه

(۱: ۲۴۱)

..... شیخ مبارک جویای صحبت دانشوران بوده، از آنها گرمی
بازار خود میدانست، از اثر صحبت که با فضیلهای ایران. سوای ملا عرفی
که در همان ایام از شیراز رسیده. با وجود آغاز بهار شباب، در فن شعر و
مداحی پادشاه و گفتن قصائد و اشعار رنگین و دیگر همه کمالات، بمرتبه
تمام شهرت یافت، و نزد پادشاه معزز گردید، و باعث رشک هر دو برادر

گشت ، و میان همدیگر سوء مزاج بهم رسید .

گویند : روزی عرفی وارد خانه فیضی گردید و فیضی قلم در دست گرفته در تعریف دیباچه قرآن — که میخواست بلا نقط تصنیف نماید — بیحر فکر فرو رفته بود . عرفی پرسید که : مخدوم در چه فکری ! در جواب گفت : میخوام که اسم پدر خود بی نقط ظاهر نمایم ! عرفی گفت : حاجت فکر نیست بزبان اصل خود ممارک بنویسید ! این معنی بر طبع فیضی نهایت گرانی نمود .

باز روزی ، عرفی برای عیادت فیضی رفته بود ، نزدیک خوابگاه او سگ بچه چند دید که ، قلادهای زربفت با زنجیر طلا در گردن داشتند . پرسید که : مخدوم زادهها به چه اسم موسوم اند ! فیضی گفت : باسم عرفی ! در جواب از زبان عرفی برآمد : مبارک باشد ! گویند : عرفی در عین شباب بهار جوانی که ، سال عمر او از بیست تجاوز ننموده بود ، مسموم گردید که با او موافقت نیفتاد . (۱ : ۲۰۰)

● مرآت الخیال : ملا عرفی ، بکمال فضل و دانش و لطیفه گوئی و حاضر جوابی موصوف بود . اصلش از شیراز است . در عنفوان شباب بطریق سیاحت به هندوستان افتاده ، بوساطت حکیم ابوالفتح گیلانی — که یکی از مقربان دربار اکبری بود و در فرامین بخطاب جالینوس الزمانی مخاطب میگشت — باستلام عتبه علیه سلطنت سرافرازی یافته مشمول عنایات خاص گردید .

و ابوالفضل و فیضی بارها الزام دادند . از انجمله آنکه ، چون اینها نمیخواستند که اهل استعداد پیش آیند و مذهب تشیعش معلوم بود ، باراده

آنکه اورا در نظر پادشاه خنیف سازند ، در اول روز ملازمت ابوالفضل ازوی پرسید که : در مذهب شما زاغ حلال است یا حرام ! عرفی جواب نداد . بعد از لمحۀ فیضی پرسید که : در مذهب شما خوک حلال است یا حرام ! عرفی جواب نداد باز تغافل کرد . درین حال پادشاه متوجه شده فرمود که : چرا جواب نمیدهی ؟ گفت : جواب این مسئله بدیهی است ، و هرکس میداند که هر دو گه میخورند ! یعنی زاغ و خوک . و خلاصه اشاره بجانب هر دو برادر باشد (۱) . پادشاه بخندید ، و انعامی فراخور حالش بخشید ، لیکن ، آن هر دو خبیث آن چنان پی بمزاج پادشاه نبرده بودند ، که دیگری دخل تواند یافت . بهر حال ، قصیده عرفی که مطلعش :

جهان بگشتم و دردا که ، هیچ شهر و دیار نیانتم ، که فروشد بخت در بازار مشهور است ، و قریب یکصد و هشتاد بیت دارد ، که اکثری از شعرا از شعر آن جواب گفته اند ، خصوص شیخ محمد سعید قریشی (۲) که احوالش در متاخرین مرقوم است ، بطریق طعن در جوابش میگوید :

ز مفلسی ، که نباشد بدست ، یک دینار چه سود ، اگر بفروشد بخت ، در بازار این قصیده طولانی است . اما ازانجا که دیوان عرفی در هندوستان از فرط اعتبار و اشتہار ، دست بدست میگردد ، بتحریر یک رباعیش اکتفا نمود . رباعی این است :

(عرفی!) دم پیری ست ، قدم دیده بنه هرگم که مینهی ، پسندیده بنه
از هینک شیشه ، هیچ نکشاید هیچ لختی ز جگر تراش و بر دیده بنه

(۸۱-۸۲)

۱- حمینی نیز آورده است .

۲- شیخ محمد سعید خان مولائی ، صاحب دیوان (متوفی ۱۰۸۷ھ) ملازم سلطان مراد بخش رک : عمل صالح ۳ : ۲۲۱ و مفتاح التواریخ ۲۷۸ و نتائج الافکار ۳۳۷ .

● ریاض الشعرا : مولانا عرفی شیرازی رحمه الله ، اسمش جمال الدین و مولدش شیراز است : ططنئه سخنوری وی عالم را فرو گرفته ، وصیت شاعریش از مشرق تا مغرب رسیده : در میدان بلاغت گستری گوی فصاحت از سخنوران زمان ر بوده است : قصائد غرایش خط نسخ بر اوراق سبعة معلقه کشیده ، غزلیات روح افزایش زبان طعن بر آب حیات کشوده : بیختگی معانی و شگفتگی الفاظ، عذوبت کلام و نازکی ادا و نازگی مضمون را، باهم جمع نموده است . الحق از شعرا کم کسی به این جلالت شان گذشته است .

مولانا مرحوم در زمان اکبر پادشاه به هندوستان آمده در خدمت آن پادشاه ترقی عظیم نمود . و با شاهزاده سلیم — که آخر مسمی بجهانگیر پادشاه گردید — خصوصیت و محبت مفرط داشته ، چنانچه بعضی بعشق شاهزاده متمممش کرده اند . عاقبت حسادتش در عین جوانی مسوم کردند :

مادی کلام عرفی شیرازی

۸۹۹۹

تاریخ فوت اوست :

این بیت در قصیده از قصائد مشتمل بر مدح سرور اولیا (علیه التحیه و الثنا) گفته است :

ز کاوش مرده ، از گور تا نجف ، بروم اگر بهند هلاکم کنی و گر به تنار
پس از فوت ، مولانا را در لاهور بخاک سپردند . بعد از چند سال درویشی آمده بآشتباه ، دیگری که در پهلوی او پیش قبرش دفن نموده بودند ، استخوانهای او را ، بنجف برده در جوار آن آستان عرش مکان مدفون نمود . بعد ازان حقیقت معلوم شد . ملا رونقی همدانی این قطعه را در تاریخ بردن استخوانهای او بنجف اشرف گفته :

یگانه گور در پای معرفت (عرفی) که آسمان پی پروردنش تلف آمد
 بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم فگند نیر دعای و بر هدف آمد
 رقم زد از پی تاریخ (روفتی) کلکم بکاوش مژه، از هند تا نجف آمد (۱)
 (خطی)

● حسینی: عرفی اسفندیار عرصه سخن طرازی. مولانا عرفی شیرازی:
 در عهد اکبر پادشاه بهمند دل پسند آمده و بتقریب پادشاه رسیده. لطیفه‌هایش
 با شیخ ابوالفضل و فیضی مشهور است. از جمله روزی (۲): . . . :
 روزی (۳): . . . :

القصة مولانا در سال نهصد و نود و نه (۹۹۹هـ) در دارالسلطنت لاهور
 بمرض اسهال رحلت نموده. میر صابر اصفهانی، برطبق آرزویش،
 که گفت:

بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم اگر بهند هلاکم کنی و گر به ثمار
 استخوانش از گور بر آورده به نجف اشرف رسانیدند.
 کلیاتش پانزده هزار بیت است و ملا فیروز گفته که: عرفی صاحب سه
 لک بیت است. و ازانست:

بضبط گریه مشغولم، اگر کاوی درونم را ز دل را پرده چشم در شاخ ارغوان بینی
 من دیوانه غزل: (هفت بیت دارد ۲۱۳)

● مجمع‌النقائس: عرفی شیرازی، جمال‌الدین سیدی بن زین‌الدین علی
 حلوی بن جمال‌الدین سیدی. مشهور بخواجه چادر باف است. و عرفی تخلص

۱- بعد ازین پنج صد و نود و هشت شعر عرفی دارد.

۲- رک: تحت مرآة الخيال لطيفة زاع و غوک.

۳- رک: تحت منتخب التواریخ لطيفة سگ.

او است. شاعری عالی مقام معجز کلام از شهرت تازه گوی، بجای رسیده، که بالا تر از آن، ممکن نیست:

نقی اوحدی گوید که: در شانزده سالگی از عدم انصاف صفاهان — که مولد منست — بشیراز، که وطن اصلی آبا و اجداد است، متوجه شدم. و بخدمت و صحبت مولانا عرفی رسیدم. پنج سال پیش از آنکه او متوجه هند شود، در ملازمت او و شرای دیگر — که مجتمع بودند — می رسیدم؛ و اشعار بابا فغانی را که، در آن ایام طرح میشد، تبع می نمودم. در آن وقت سن وی، تخمیناً سی ساله بود.

فقیر آرزو گوید که: عرفی باستماع آوازه قدردانان هند، وارد این ملک گشته و بسایه التفات خان خانان و حکیم ابوالفتح بسکام دل رسیده. اما زود پیمانه عمرش پر شد و در سن سی و شش (۳۶) سالگی، بمرض اسهال در گذشت.

سابق دیوانی که جمع کرده بود، بسبب گردش روزگار برطاق نسیان ماند، بلکه، چون اوراق خزان بیاد رفت، بحدی که، از وکس نشان نیافت. چنانکه گوید: عمر در بختن معنی همه در باخته ام ... الخ

و تفصیل احوالش در مآثر رحیمی و غیره مسطور است و چون در قصیده — ترجمه الشوق — در منقبت جناب امیرالمومنین (علیه التحیات) ابن بیت از کمال اشتیاق گفته بود:

بکاش مژه، از گور قا نجف، بروم اگر بهند هلاکم کنی و گر به تار و این بیت مقبول افتاده، بعد از وفات او، که در (۵۹۹۹هـ) واقع شده، میر صابر اصفهانی لاش او را بعد از بیست و هشت سال (۲۸) بنجف اشرف

رسانید و ملا رونقی این قطعه درین باب گفته :

یگانه گوهر دریای معرفت (عرفی)	که آسمان پی پروردنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش گردون	شکست، بر صف دلهای پر شغف آمد
بگوش پرخ رسانید حرف جان سوزی	که عمرم از تو چو در معرض تلف آمد
بگوش مژه، از گور تا نجف، بروم	فگند تیر دعای و بر هدف آمد
رقم زد از پی قاریخ (رونقی) کلکم	بگوش مژه، از هند تا نجف آمد

الغرض، قصیده و رباعی او طرز خاصی دارد و مثنوی او آنقدرها نیست. لهذا حکیم حاذق پسر همام -- برادر حکیم ابوالفتح گیلاسی -- در یکی از مثنویات خود گفته :

(عرفی) ما در غزل استاد بود	خانه خسراب و ده آباد بود
مثنویش طرح فصاحت نداشت	کان نمک بود و ملاحیت نداشت

و در لفظ ما اشارتست بدانکه، مداح و تربیت کرده حکیم ابوالفتح -- که عموی حکیم حاذق است -- بود. فقییر آرزو -- شرح قصائد عرفی -- نوشته و بعد مطالعه آن، عیب و سمنین مولانا ظاهر میشود. اگرچه جواب بعضی بلکه اکثر اعتراضات ابوالبرکات منیر و غیره، شارحان قصائد مذکور، بتحریر در آورده. درینولا انتخاب اشعار او نوشته میشود. بالفعل آنچه تقی اوحدی نوشته بنگارش میآید :

هفت این بود که، لب تشنه بمیرد (عرفی)	ورنه صدبار، سر چشمه حیوان رفت
داغ بردل بسکه پیوستم، نشان از دل نماند	پیش ازین، صدداع بردل داشتم، اکنون یکی است
روم بدورخ و شکر بهشت میگویم	که این بنزد مکافات من، بهشت من است
تا بزانو بگل، از گریه فروشد (عرفی)	ور چنین گریه کند تا مژه در گلی برود
کفران نعمت گناه مندان بسی ادب	در کیش من، ز شکر گدایانه بهتر است
محرومی یعقوب، ازان بود که، بگزید	شرعی، که دران دیدن فرزند حرامست
گر بمیرم، منما چهره مرا، روز وصال	حسرت روی تو، حیف است که، از دل پرود
فلک، چندان تنک سرمایه است، از گرم بازاری	که یک جر عافیت گر بخشدم درویش میگردد

خانقاهای که، منش مرشد کامل باشم
ای باد مصیحا، ره گلزار دگر گیر
گویند: دور شو که از تاب تو سوختم
حسن عمل، از شیخ و برهمن طلبند
وانها که، نکشته بخرمن طلبند
دارد جگریم تیر هلاک از ششش
بنمایم و گوید که بنازم دستش
ز آدم چو گذشتی این نگار چگل است
کان حکم اله بود و این حکم دل است

هنکبویش بزویا همه زنار تند
خاکستر پروانه، طلبگار سموم است
چون داغ او برم بهمیم، اهل معصیت
فسدا که، محاسبان هر فن طلبند
آنها که، درود جوی بستانند
آن فتنه، که جام حسن دارد منش
قرسم که بداور قیامت این زخم
مسجود ملائکه، تن از آب و گل است
گر هست تفاوتی، همین باشد و بس

این اشعار از منتخبات مرزا صائب است (علیه الرحمه) :

طوفان، بود معلم، دریای، بیکران را
مگر در سینه آسودگان اندازد ایشان را
دلی در کار هست آخر سر زلف پریشان را
قبول کردن و رفتن نه شرط انصافت
کوبزیرک دشمن و (عرفی) بکودن دشمن است
فهمیدن این مسئله، موقوف دو جام است
از لبم نام تو، هنگام دعا نشنیده است
لطف فرمودی، بروکین پای را، رفتار نیست
که: شمله که مرا سوخت، خویش را هم سوخت
کنون میمیرم و از من، بت و زناز میماند
که مرگ دیگر و آسودگی دگر باشد
مستند و از میانه حیا کم نمیشود
خوشم که، بهر من اسباب گریه، افزون شد
بحیرتم که، دل برهمن ز کف چون شد
پروانه، چراغ حرم و دیر ندانند
مهرم هنوز بر لب خاموش میزنند
ره بسی طی میشود، تا ره بیاطل میبرند
جامه ما، نه پاندازه ما، دوخته اند
بگور با عافیت پنهان نباشد
در جامه معشوق، مرا گرم طلب کرد

آوارگست رهبر، در وادی محبت
عذاب دوزخ آشامان بآتش چون کند ایزد
نه بامن، بایکی از اهل دل خود دوستی میکن
گرفتم این که، بهشتم دهنده بی طاعت
در نگیرد صحبت (عرفی) بشیخ صومعه
یک سجده مستانه و صد ساله عبادت
غیرتم بین که، بر آورده حاجات هنوز
میروی با غیر و میگوئی: بیا (عرفی) تو هم
بلوح مشهد پروانه، این رقم دیدم
تمامی عمر با اسلام، در داد و ستد بودم
امید عافیت از مردن است و میترسم
نازم بحسن و عشق که، از جوش اتحاد
اگر ز کاش مژگان او، دلم خون شد
زبت، نه گوشه چشمی نه چین ابروی
هاشق، هم از اسلام خرابست و هم از کفر
من در نفس گدازی و این عشق بدگمان
زحمت حجاج دیر، از کعبه جویان، برتر است
ما فرو رفته، بحر غم بی پایانیم
کسی ندیده نشناسد کسی را
کنو کو زدن فاخته سرو در آغوش

و عظم من، گرد فشاننده عصیان نشود
در محبت، زندگی را، با شهادت جنگ نیست
چشم بنهر خویش، دم نزع، تر شود
بلند چگونگی زین غم، دلم آرمیده باشد
قانع، بیوی دوست، نگر دید شوق ما
تا خون نخوری، چاشنی درد، ندانی
آنانکه غم تو، برگزیدند، همه
در معرکه دوکون، فتح از عشقت

انتخاب فقیر آرزو :

با شیشه می، رفته بگلگشت چمنها
چندانکه گرفتند، عزا شان بوطنها
کسی نگویدم : ای خانمان خراب کجا
پس از خونریزی من، از قاصف لب گزیدنها
که ناوک خورده او را، بود ذوق طپیدنها
بسیار خصم کشته است از خجالت مدارا
با فلان گوی که، برهم نزنند مژگان را
صبح، آن ناحیه وقتی است، که شام است اینجا
مگر وقتی، مزار کشتگان عشق، بود اینجا
اگر کمال پذیرد، صنم پرستی ما
روئی که ملامت بلا است نمر را
بر پشت پای دوخته چشم سپاه را
ثابت کنم، بخویش در عالم گناه را
با دشمنان بمهر نجو شد کسی چرا
غیر و شراب و دشته ده غمزه می پرست را
مرا میکشت گر پیدا نمیکردم شراب امشب
منکه، دی آنچه نکویافتم، امروز بد است
این مراد است که، با ثبوت آن هم حسد است
گر واقعت در غلط، این خواب گفتنی است
گر بدانم که مرا رخصت پروازی هست
در دامش آویز که، با او خبری هست

ای دل منشین! خیز که، بیپاک تو، تنها
ماندند غریبان، بفریب تو، درین شهر
پلای دیده و دل را، ز پی شتابانم
نگویم : بی گته خونم مریز، اما بیاد آور
بسازد از خدنگ دیگرم بسل، که میداند
بد دشمنیست (عرفی) با او مورز خصمی
آنکه گفتی : چه کنم! کزدل تو خون نچکد
عشرت بزم تو، زانست که محنت بر ماست
بهر سو میروم، بوی چراغ کشته، می آید
حنایت صمدی، رد کفر ما نکند
ز لاف صبر بسی نادمیم طعنه مزن
ای روی غم سیاه، که از چشم، گریه ام
فردا بخلق، تا بنمایم عطای دوست
سر رشته معامله، در دست قسمت است
آمده فوج تازه حمله شهادت آرزو
برنگی از قمار آمد، برم کز سرگرائیها
دو میان خرف گوهر ام، اندیشه بجاست
حسد تهمت بیدردی مردم، بگداخت
دیدم بخواب، آن لب لعلم بکام بود
آتشین ناله من، دود بر آرد ز قفس
آن دل که، پریشان شود از ناله بلبل

ز ناز و رانیدی و دائم دل نیابم باز
 ز شیخ صومعه جستم نشان (عرفی)، گفت:
 لب بدنجان، دست در زیر زنج، دارد مسیح
 دریا فراخ و کشتی ما، بی معلم است
 ما خود ز کبر نکیه بهمت زدیم، لیک
 نهم جنازه (عرفی) بدوش و مینازم
 قفل الماس پیارید، که زخم دل ما
 دلم آن کافر عامی است که، در گوشه دیر
 زبان به بند و نظر باز کن، که میخ کلیم
 رفت آن آفت دین از برم، ای هوش! بیا
 هر گاه که از مهر بکین میل تو بیش است
 تا خط بگردد آن لب شیرین شمائل است
 هر جفای، کز تو می آید، کند گردون همان
 این که میگویند: درها میکشاید دست بخت
 خبر نیافته (عرفی) ز طبع نازک دوست
 گفتم: کرشمه ات دل (عرفی) بخون کشید
 بسکه شو کردم به بی ذوقی، ندانم در جهان
 برهن چون بست زانرم مغان گفتند: حیف
 خوشم که، سوخت دو کون از غمت، و زان خوشتر
 از آن، بدر دگر هر زمان، گرفتارم
 قبا ی نار، چوپوشی، جدا ز من یاد آر
 بر سر خم رفتن و ز اهل خرابات مغان
 عشق اگر مرد است، مردی باب دیدار آورد
 مگذر از دارالشفای عشق، کز بهر علاج
 کفر و دین را ببر از یاد، که این فتنه گران
 بکرشمه تو (عرفی) دل و دین بباخت، لیکن
 شهید مضطر بی خاک شد، مگر برهت
 روزی ز قتل (عرفی) گر پرسدت فضول
 چه روستای بی مشربی است این (عرفی)
 زمانه، گلشن عیش کرا، بیغمسا داد
 گریار شادی نیست، دل هر گاه که، نامش میبرم

که این معامله باطیع روستائی رفت
 بر آستان برهن بجبهه سائی رفت
 گفته ای همنشین گویا که این بیمار کیست
 ای درد! زان زیاده که پایان موسم است
 درویش را معامله با جود منعم است
 که ساق عرش محبت بروی دوش من است
 سر بر گشته دهن، بر سر گفتاری هست
 پیر گردید و بدانست که زناری هست
 کنایه از ادب آموزی تقاضای است
 تا بدانم که، جهان بر سر ایمان، رفته است
 اول نمک سینه ما پاش، که ریش است
 شب در میان عیسی و خورشید حائل است
 سوز دم غیرت که، آئین تو و گردون، یکیست
 تا در دل میشو اما کلید دل گم است
 ز لایان بگزر قلم، اینجا نه جای مکتوبست
 گفت: از کرشمه پرس که گوید گناه اوست
 جلوه روی نکو بهر چه و نظاره چیست
 کین زمان در کافرستان عرب زانار نیست
 که کس بداغ دل (عرفی) از غمت کم سوخت
 که شیوه های ترا، باهم آشنائی نیست
 که میکشاد کسی بند این قبا گستاخ
 اولین جوش خم می بود و هشیاری نبود
 ورنه، چون موسی بسی آورد و بسیار آورد
 هر نفس آید، مسیح آنجا، و بیمار آورد
 در بد آموزی ما، مصلحت اندیش همد
 نه چنان دلی و دینسی، که بباختن نیرزد
 که بی نسیم ز راه تو گرد میخیزد
 کو دوستدار من بود تا بی سبب نباشد
 که توبه کرد و می از دست آفتاب نخورد
 که گل بدامن من، دسته دسته می آید
 بهر چه، غم را بر زبان، صد گونه نفرین میرود

بودند بهم گرم، نگه من و معشوق
 ز مست افتادیم در مسجدای زاهد مشورنجه
 بمبدم جسمان عانیست زود مرد
 دران مقام که (عرفی) ز دل گذشت، هنوز
 ز بسکه داده (بهرفی) غمت متاع فراخ
 صد کام در دلم گذرد، چون رسم بدوست
 بس نکوئی جلوه کن بر مستحقان زینهار
 عالم شهر یعلم آفت دین شد، چه بلاست
 نبرد دل غیورم، ز خدنگ یار لذت
 چنان با نیک و بد (عرفی) بسرکن، کز پس مردن
 بر افگن پرده، تا معلوم گردد
 (عرفی) از گریه بیاساید و طوفان برخاست
 ای برهن! بشگر معبد صوفی و ریا
 ناله میکنم از درد تو گاهی، لیکن
 خدا گواست، که گر جرم ما، همین عشق است
 کافر قر است زاهد از برهن، ولیکن
 بیسانه ترحم نکشی مرا، و گرنه

بیگونی آموز حیا را، که خبر کرد
 که صحن مسجدت فردا زمین ناک خواهد شد
 که نو باده باغ عمرم نخورد
 کسی که میگذرد، اشکبار میگذرد
 ترار داده که سوداگر فراغ شود
 مانند آرزو که، دو چار کرم شود
 تا دعای بهر حسن عالم آرایت کنند
 غلط اندیش، که طبعش بتصرف باشد
 بکدام دل ندانم هوشن خلیده باشد
 مسلمات بزمزم شوید و هندو بسوزاند
 که یاران، دیگری را میپرستند
 جم و کی نیست که او را غم عالم باشد
 کین طرف نیز بت و برهنی ساخته اند
 تا بلب میرسد، از ضعف نفس میگرد
 گناه گیر و مسلمان بجرم ما بخشنند
 او را بتی است دوسر، در آستین ندارد
 سرخون گرفته من، ببدن چکار دارد

(۲۳۷ الف - ۲۳۹ ب)

● آشکده: عرفی، سید محمد متخلص به عرفی. الحق در مراتب کمالات

گوی سبقت از معاصرین ربوده. دیوانش بنظر رسیده. در قصیده، هر چند
 طریقه تازه — که خارج از طریقه شعرای بوده — اختیار کرده، اما واقعا
 بسیار خیالات خوب و عبارات مطاوب دارد. در باب استعاره اصرار بسیار
 دارد، بحدیکه مستمع از معنی مقصود غافل میشود. از آنجا مثنوی در برابر
 — مخزن الاسرار — گفته، که شاید بر بی وقوف مشتبه شود. اما استاد ماهر
 میداند که بسیار بد گفته. چند شعر بکه خالی از فصاحت نبود از آنجا
 نوشته شد، و مثنوی نا تمامی در — خسرو شیرین — دارد. اگر عیب

استعاره خنک را بسیار نداشت بد نگفته بود : قدری معقول از آنجا نوشته شد . و از قصائد و غزل و رباعی نیز آنچه بطاریقه استادان صاحب فن بود ، نوشته میشود :

در هندوستان وفات یافته . گویند آخر الامر استخوان او به نجف اشرف آوردند . وله :
(یکصد و هفت شعر دارد ۳۰۱-۳۰۵)

● خزانه عامره : عرفی شیرازی ، استاد مسلم الثبوت است و بچاه افغن سحر هاروت ماروت . و شیخ عبدالقادر بدایونی در منتخب التواریخ مینویسد : (۲)

..... عرفی سی و شش سال عمر یافت ، و در لاهور سنه تسع و تسعمانه (۸۹۹۹) در آغوش زمین خوابید .

صاحب — ذخیره الخوانین — گوید : خانخانان ملا عرفی را نا دیده آن قدر زر هر سال میفرستاد که محتاج بدر دیگر نبود . و از تقریر اخلاص شاهجهان آبادی در — همیشه بهار — معلوم میشود که : خانخانان یک مرتبه عرفی را در جائزه قصیده ، هفتاد هزار روپیه رعایت کرد . عرفی در قصیده — ترجمه الشوق — میگوید :

بکاش مژه، از گورتا نجف، بروم اگر بهند هلاکم کنی و مگر به تنار

این بیت مقبول جناب ولایت مآب (رضی الله عنه) افتاد و بعنایت جائزه اعلی روح او را شاد فرمود . یعنی میر صابر اصفهانی در سنه سبع و عشرين و الف (۱۰۲۷هـ) استخوان او را ، از لاهور به نجف اشرف رسانیده . ملا

۱- یک صد و هفت شعر دارد .

۲- ذکر ورود عرفی بهند . رک تحت : منتخب التواریخ .

رونقی همدانی تاریخ نقل استخوان میگوید: یگانه گوهر.....

اما میر صابر اصفهانی مردی خیر ستوده صفات بود، و در عهد جهانگیری و شاهجهانی قرین اعتبار میزیست. مدت‌ها بواقعه نویسی دیوانی صوبه گجرات و بعد ازان بواقعه نویسی کل صوبجات دکن قیام داشت. تاهل اختیار نکرد و جردانه بخوبی و نیکنامی عمر بسر آورد. و تا سنه احدی و ستین و الف (۱۰۶۱هـ) واقعه نویس ممالک دکن بود. و بعد ازان معلوم نیست چه قدر زندگانی کرد.

در وقت تحریر این صحیفه — دیوان عرفی — مشتمل بر اقسام سخن بملاحظه در آمد. در قصیده گوئی بد طولی است. با وصف آن مخالف او چندان خوب واقع نشده، لهذا بر زبان قلم نیامد. غزل و مثنوی او مرتبه مساوی دارد. اما باعتقاد حکیم حاذق — پسر حکیم همام برادر حکیم ابوالفتح — پایه مثنوی او کم است. درین باب میگوید:

(عرفی) ما در غزل استاد بود خانه خراب و ده آباد بود
مثنوی طرز فصاحت نداشت کان نمک بود ملاحظت نداشت

اشاره است بمثنوی عرفی که در همین وزن گفته. مطلعش این است:

بسم الله الرحمن الرحیم موج نخست است ز بحر قدیم

مولف گوید، بجای لفظ (موج) لفظ (مد) مناسب تر است. فقیر هم مصراعی برای بسم الله بهم رسانده ام که:

بسم الله الرحمن الرحیم تیغ سه تاب رسول کریم

اما شیخ نظام، در آغاز — مخزن اسرار — قصب السبق از مصراع گویان بسم الله ربوده. و میرزا صائب، مضمون تحفه برای بسم الله یافته، میفرماید:

سخن، بلند چو گردد، بوحی مقرون است اتفاق سر مصحف کلام موزون است

این مطلع مضمون بلندی دارد، اما مصراع اول خوب نرسیده، چه مضمونش اینکه سخنی که بلند گردد، بمرتبه وحی میرسد. اگر مراد از سخن نظم است تخصیص نمیتواند شد، زیرا که نثری که بلند افتد، نیز

بمرتبه وحی تواند رسید، بلکه تمام قرآن نثر است، نظم خال خال واقع شده. و مفهوم مصراع ثانی اینکه کلام موزون فوق کلام منثور است، و پیدا است که، مدعا با دلیل مطابقت ندارد. دلیل مدعای دیگر میخواهد. مثلاً چنین گفته شود:

خوش است نثر، ولی شان نظم؛ افزون است اتفاقاً سر مصحف، کلام موزون است و مدعا دلیل دیگر میخواهد. مثلاً چنین گفته شود:

سخن، بلند چو گردد، بوسی مقرون است گواه دعوی ما، مصحف همایون است و اله در — ریاض الشعرا — و آرزو در — مجمع التفائس — اشعار بسیار از غزلیات عرفی آورده اند. اشعار بکه درین صحیفه ثبت شده سوای آن است:

(بیست و پنج شعر دارد ۳۱۸-۳۲۳)

● نتایج الافکار: عرفی، بکه تاز عرصه سخن پردازی مولانا سید محمد عرفی شیرازی. که شاعر بیست گرانمایه و ماهر بیست بلند پایه. در مراتب نظم، گوی سبقت از اقران ربوده. و در اقسام سخن، بفکر رنگین در معاصرین خرد ممتاز بوده. لاسیما در قصیده گوئی ید طولی داشت، و سر باوج مفاخرت میافراشت.

از ولایت باراده سیاحت هند برآمده (۱)، چون به فتحپور سیکری رسید پیشتر از همه، به شیخ فیضی فیاضی ملاقی گشته، ارتباط بایسته بهم رسانید، و شیخ هم بوارسی مایحتاج وی میپرداخت. آخرش فیما بین یکدیگر شکرآبی

۱- در سلم للسموات است: مولانا عرفی پسر خواجه بلوی است. از محله کوچه سختویه شیراز، در تسع و ثمانین و تسمائه (۹۸۹) در وطن مانوف بسود و بانشای غزل و مثنوی اشتغال مینمود. گاهی معانی دلبندش دست میداد و گاهی ناخوشیها در اشعارش اتفاق میافتاد. در تسعین و تسمائه (۹۹۰) توجه هند نمود. آنجا رتبه نظمش افزود و صیت کلامش بلند گشت، معانی دلبندش بسیاری دست داد و نظمهای ارجمندش فراوان اتفاق افتاد، از آن جمله است.

(ص ۷۷)

روداد و به حکیم ابوالفتح گیلانی مربوط گردیده ، بوسیله جمیله اش مشرف مصاحبت عبدالرحیم خان خانانسان و بصلات نمایان و نوازشات بیکران مباهی گشت . امیر جوهر شناس که ، پیوسته تعظیم و تکریمش منظور میداشت ، آنآ فانا اعتبارش ترقی گرفت و بازار شعر و سخن وی گرمی پذیرفت . رفته رفته بسلک ملازمان خاص اکبری منسلک گردیده ، مورد عنایات سلطانی گشت . از مرآت الخیال آورده که : چون ابوالفضل و فیضی نمیخواستند (۱) ... یعنی زاغ و خوک ، کنایه ازان بسائیلین بود . شاه نکته سنج و دقیقه رس متبسم شده بانعام درخور حالش سرفرازی بخشید .

آخراکار در عمرسی و شش (۳۶) سالگی تسع و تسعین و تسعمانه (۹۹۹) در دارالسلطنت لاهور بدار بقا خرامید . در قصیده — ترجمه الشوق — میگوید :

بکاوش مژه ، از گور تا نجف ، بروم اگر بهند هلاکم کنی وگر به تبار
چون این بیت به جناب ولایت مآب (کرم الله وجهه) شرف قبولیت یافت ، میر صابر اصفهانی در سبع و عشرين و الف (۱۰۲۷) استخوانش از لاهور به نجف اشرف رسانید . ملا رونقی همدانی تاریخ نقل استخوان او گفته : یگانه گوهی ... الخ

این چند بیت از کلام دلپذیر عرفی است .

(۲۸ شعر و ۲ رباعی دارد ۴۶۸-۴۷۳)

● شمع انجمن : عرفی شیرازی ، شیخ جمال الدین استاد مسلم الثبوت ، و بچاه افکن سحر هاروت و ماروت . عمده شعرای سحر آفرین است :

و نخبهٔ بلغای فصاحت آئین . شاعر گرانمایه است و ماهر بلند پایه :

اول که ، از ولایت بفتحپور رسید فیضی آشنا شد . آخر درمیانه‌ها شکر آبها افتاد و بخانه‌خانان مرتبط شد . و شعر و اعتبار او روز افزون گردید . تا آنکه بعمر سی و شش (۳۶) سالگی در لاهور سنه (۱۹۹۹هـ) در آغوش زمین خوابید .

عرفی در قصیده گوئی صاحب ید بیضا است : اما مخالص او چندان خوب نیفتاده . و غزل و مثنوی او رتبهٔ مساوات دارد . و باعتقاد حکیم حاذق پایهٔ مثنوی او کم است . در — ید بیضا — برای وی ترجمه دراز نوشته و در — نتایج الافکار — اشعار بسیار از غزلیات او آورده اند . از وی هست :

(۱۸ شعر و ۲ رباعی دارد ۲۹۷-۲۹۹)

● شعرالعجم : عرفی شیرازی ، مجد نام لقب جمال‌الدین ، تخلص عرفی ، نام پدر زین‌العابدین علوی و نام جد جمال‌الدین چادر باف است . در ایران محاکم و اداراتی ، که بمحاکم و دوائر مذهبی دخالت و بستگی ندارند ، تعبیر به — عرف — میشوند . و چون پدر عرفی در دارالایالهٔ شیراز شغل آبرومندی داشت بدین مناسبت ، او تخلص خود را عرفی گذارد .

فن نقاشی

شاه نواز خان مولف — مآثر الامراء — در — تذکره بهارستان سخن —

مینویسد که : عرفی علاوه بر علوم رسمی فن نقاشی هم فرا گرفته بود .

خود ستائی و غرور

درین افکار نیست که عرفی زیاده از حد مغرور و خود ستا بود و نام

استادان سلف را ، در مقابل خود ، بتحقیق میرسد (۱) . چنانکه میگوید :

انصاف بده (بوالفرج) و (انوری) امروز	بهر چه غنیمت نشمارند عدم را
بسم الله ز اعجاز نفس جانده شان باز	تا من قلم اندازم و گیرند قلم را
تفرجی که ، من از بهر روح ، ساز دم	نه (انوری) نه فلانی دهد نه بهمانی
نازش (سعدی) ، بشت خاک شیراز، از چه بود	گر نمیدانست ، باشد مولد و ماوای من
دم عیسی تمنا داشت (خاقانی) که برخیزد	به امداد صبا اینک فرستادم بشروانش

ازین فخر و غرور او تمامی همعصران شکوه داشتند و نالان بودند و حتی نظیری نیشاپوری — که یک شاعر بی آزار و آرام و صلح جوی بود — نتوانسته ازین ، خود را ضبط کند . بعد از مرگ عرفی قصیده ای ، که در جواب او گفته ، میگوید :

درین قصیده به گستاخی ارچه (عرفی) گفت	بداغ رشک پس از مرگ، سیوخت (خاقانی)
کنون بگور چنان او بر شک میسوزد	که در ثنور توان گوسفند بریانی

..... در بیان اخلاق و عادات عرفی ، آنچه که بیش از همه محسوس و نمایان است ، غرور کم بینی و خودستایی است : حتی آنهاییکه ، جزو معتقدین خاص اویند ، از او در این قسمت نالانند و شکوه دارند : بدایونی ، بر ضد فیضی و در مقابل او ، کفه عرفی را بالا برده ، معذالک این را ناچار شده بنویسد : اما از بس عجب و نخوت که پیدا کرد از دلها افتاده !

معلوم میشود که ، این رعونت تمامی مردم را با او دشمن کرده بود . او وقتیکه بیمار شد ، و شاید این همان بیماری مرض الموت بوده است ، مردم

۱- یک مثنوی دارای شصت اشعار ، در هجو معاصران گفته است که در پیچله اسلامک کلچر حیدرآباد شماره اکتوبر (۱۹۵۹ع) چاپ شده است .

بعیادت آمده. ولی چون قلبهای شان صاف نبوده، در لحن غمخواری سخنانی میگفتند که در آن جنبه دل آزاری بوده است. عرفی همه را میفهمیده و در دل پیچ و تاب میخورده است. درین حالت قطعه ای گفته، که در آن شدت مرض را بیان نموده، و صورت عیادت و بیمار پرسی ستم ظریفانه مردم را، خوب کشیده است. این مرد هیچ وقت از بلندی تخیل پائین نمیآمده است. لیکن در این قطعه جنبه واقعه نگاری را پیش گرفته و تفصیل آنچه را که در این موقع واقع شده، همه را در نظم نشان داده است:

<p>تن اوفتاده درین حال و دوستان فصیح یکی، به ریش کشد دست و کج کند گردن بجاء و مال فرومایه، دل نباید بست یکی، به فرسی آواز و گفتگوی حزین که: جان من! همه را این ره است و باید رفت یکی، به چرب زبانی زبان طراز شود فراهم آ، و پریشان مدار دل، ز فہار پس از نوشتن تصحیح میکنم انشا چنانچه، هستی فہرست دانش و فرهنگ به نظم و نثر در آویزم و فرو ریزم</p>	<p>به دور بالش و بستر ستانده چون منبر که: روزگار، وفا با که کرد، جان پدر کجاست دولت جمشید و نام اسکندر کند شروع و کشد آستین بدیده تر تمام راه روانیم و دهر را کب بر که: ای وفات تو تاریخ انقلاب بشر که نظم و نثر تو من جمع میکنم یکسر به مدعای تو، دیباچه چو درج گهر چنانچه، هستی مجموعه صفات و هنر اگر چه حصر کمال تو نیست حد بشر</p>
--	--

عرفی در جواب همه اینها با غیظ و خشم گفته:

خدای عز و جل، صحتم دهد، بینی!

که این منافقان را، چه آورم بر سر

ظہوری و عرفی

با ظہوری اکثر مکاتبات دوستانه داشت. یک دفعه طاقت شالی، مال کشمیر برایش هدیه فرستاد، اتفاقاً شال مزبور پست و معمولی بود. عرفی نامه در جواب، مشتمل بر سه رباعی در هجو شال، نوشت که یک رباعی

این است :

این شال که، وصفش زحد تقریر است آیات دعوت مرا تفسیر است
نامش نکستی قماش کشمیر کسزو صد رخنه به کار مردم کشمیر است

فیضی و عرفی

از خوی بد و تند عرفی، همان طور که گفته شد، همه شاکیند. لیکن تعجب است که فیضی که حریف بزرگ وی بشمار میآید از شریف النفسی او بسیار تعریف کرده است. چنانکه درین واقعه - که همه عبارت آن بعد میآید - مینویسد: از تهذیب اخلاق او چگوید، که در خاکی نهاد شیراز ذاتی میباشد، نه کسبی! شاید این مربوط بملاقات ابتدائی باشد که، هنوز تجربه درستی از اخلاق او بدست فیضی نیامده بود. معلوم میشود که عرفی، برخلاف شاعران دیگر، رند و اوباش نبوده، چه اینکه یکی او را متهم بفسق کرده و اورنجیده است و در یک قطعه آن را اظهار کرده و در خاتمه قلبش را بدینسان تسلی میدهد :

اهل دنیا، هنگی تهمت گیرند و فساد عیسی این را متحمل شد و مریم برداشت
عرفی، با همه بد خلقی و نخوت، زبانش را به هجو کسی آلوده نکرده
است، یا کسی را قابل ندانسته که هجو کند. در یک قصیده، که ز یادۀ
عصبانی و آزرده شده بهمین قدر اکتفا کرد :
با من از جهل معارض شده نامنفعلم

تالیفات

(۱) نفسیه : (۱) در تصوف است و از نام آن پیداست که رساله ایست

۱- این رساله در ابتدای دیوان عرفی مرتبه غلام حسین جواهری (تهران) چاپ شده است.

متعلق به نفس : مآثر رحیمی راجع بآن مینویسد : و رساله ای نیز موسوم به — نفسیه — در نثر نوشته که صوفیان و درویشان را سر لوحه دفتر تصوف و تحقیق میتواند شد .

(۲) مثنوی : در جواب — مخزن الاسرار — و با دیوان بطبع رسیده است :

(۳) مثنوی : در جواب — شیرین و خسرو — از اشعار آن در مجمع الفصحا و آتشکده نقل شده است .

(۴) کلیات قصائد و غزلیات : در سال (۸۹۹۶) دیوانی ترتیب داده بود . حاوی (۲۶) قصیده و (۲۴۰) غزل و (۴۰۰) شعر از قطعات و رباعی ، و خود تاریخ این دیوان گفته بود :

این طرفه نسکات سحری و اعجازی	چون گشت مکمل به رقم پردازی
مجموعه طراز قدس ، تاریخش یافت	اول دیوان صرفی شیرازی

(۸۹۹۶)

درین رباعی صنعت عجیب و غریبی بکار رفته ، چه اینکه در مصراع چهارم رباعی ، که تاریخ ازان در میآید ، شما اگر عدد آحاد (۱) را بگیرید معادل با تعداد قصائد (۲۶) میشود . و اگر عشرات (۲) را حساب کنید با تعداد غزل یعنی دویست و هفتاد (۲۴۰) برابر میشود . و اگر مات (۳) در نظر گرفته شود ، عدد قطعات و رباعیات که هفتصد (۴۰۰) است در میآید . خلاصه اینکه در این مصراع ، هم تاریخ و هم تعداد اشعار هر قسمت بطور جداگانه

-
- ۱- یعنی : ا ، و ، د ، و ، ا ، ا ، ز ، تعداد قصائد بر میآید .
 - ۲- یعنی : ل ، ی ، ن ، ع ، ف ، ی ، ی ، ی ، تعداد غزل بر میآید .
 - ۳- یعنی : ز ، ش ، ر ، تعداد رباعیات ، ابیات ، قطعات بر میآید .

هر دو هست .

و این کلام اخیر اوست و قبلاً شش هزار شعر گفته که بد بختانه مفقود شده بود :

هنگام مرگ، دیوانش را که بادیست خویش رو نویس کرده بود، بکتابخانه عبدالرحیم خانخانان فرستاده که پاک نویس شده و مدون گردد . چنانچه خانخانان مجد قاسم مشهور به سراج را مامور این کار نمود و او هم در نتیجه یک سال زحمت، خدمت مزبور را بانجام رسانیده و ترتیب دیوان صورت اتمام پذیرفت . و مجموع آن چهارده هزار شعر بوده است .

خانخانان به سراج در صله این خدمت خلعتهای فاخر و عطایا و انعامات گرانبها داد و او (سراج) همه این واقعات را در قطعه ذکر کرده است :

ریشک دارد روان شروانی	(عرفی) آن واضح سخن، که بنرو
بلکه، هم روسی و صفاهانی	نه که، شروانی است در رشکش
رفت ازین دیر شدر و فانی	بعد چندی، چو جای بودن نیست
کش قرین نیست بحسری و کانی	مانند ازو، در شاهواری چند
خلفی چند، جمله روحانی	صورتی چند، جمله با معنی
همه از بی سری و سامانی	لیک آن جسمگی، پراگنده
که به ترتیب شان، شود بیانی	آن قدر مهلتش، نداد اجل
کای عزیزان جسمی و جانی	گفت، با دوستان بگه وداع :
به جناب معلم ثانی	برسانید زادهای مرا
سوی عجمان برید عمانی	پیر کان برید کانی را
خانخانان مکنید ثانی	صاحب حلم و علم و سیف و قلم
همه محسود اسماعیل پیکانی	دید چون زادهای (عرفی) را
جمله چون زادهای پنهانی	همه مانند در، ولیک یتیم
که : دم شان نظام دیوانی	بعد یک چند بنده را فرمود

مستثنی چند، خون دل خوردم تا که جمع آمد از پریشانی
جامع انتظام این اوراق شد (سراجائی) غسان خانانی
از خرد خواستم چو تاریخش گفت: — ترتیب داده — تا دانی
از — ترتیب داده — تاریخ برمیآید. عبدالباقی دیباچه هم بران نوشته است (۱).

۸۱۰۲۶

صمصام الدوله شهنواز خان در — تذکره بهارستان سخن — نوشته است که:
کلام مفقود شده عرفی هم بدست آمد و داخل دیوان گردید! لیکن نسخه
که پیش از آن شایع شده بود، آن نسخه ناقص مانده است. و این قرین
قیاس بنظر میآید. من نسخهای دیوان عرفی را باهم مختلف دیده ام. میرزا
صائب در بیاض خود اکثر اشعار عرفی را انتخاب کرده است، که در دیوان
های موجوده، یافت (۲) نمیشود. (ترجمه داعی اسلام ۳: ۶۶-۱۱۱)

● سه سالار: عرفی، از مشاهیر شعرای قرن دهم هجری بوده (متولد
بسال ۹۶۳ متوفی بسال ۸۹۹) پدرش مقام داروغه‌گی شیراز را داشته. عرفی
پس از اینکه، بسن رشد رسید و کسب فضائل نمود، علم شاعری برافراخت و
با معاصرین خود، چون غیرتی شیرازی و دیگر پهلوانان، سخن پردازیها و کشتی
گیریها کرده، و همه ازو حساب میبرده اند.

چون آوازه شعر دوستی و شاعر پروری خان سه سالار (عبدالرحیم) را

۱- این دیباچه را دکتر محمد ولی الحق انصاری استاد فارسی دانشگاه لکهنو در مجله معارف اعظم گره
اکتوبر (۱۹۶۷ع) بچاپ رسانیده است و نسخه خطی از این دیباچه، در کتبخانه سه سالار
تهران موجود است، رک: تحت سه سالار.

۲- در مقاله — شعرالمجم و ذکر عرفی شیرازی — دکتر محمد ولی الحق انصاری (مجله اردو
کراچی اکتوبر ۱۹۶۷ع) غلطیهای مولانا شبلی مرحوم را ظاهر کرده است. آن کسی که
ذکر عرفی در شعرالمجم بخواند لازم هست که از این مقاله نیز استفاده کند.

شنید ، رو بهند آورد و بوسیله حکیم ابرارالفتح گیلانی — که او را نیز مدائح بسیار گفته — به خان مذکور شناسانده شد ، و بدان آستان راه یافت و منظور نظر او گردید . و کار او در دوستی خان خنانان بجای رسید که ، در هنگام ملازمت از آداب و رسوم که بجای سلام هندیان و دیگران بجا می‌آوردند معاف گردید :

... ..

عبدالباق نه‌اوندی در مقدمه دیوان کامل عرفی — که شامل چهارده هزار بیت می‌باشد — و در کتابخانه مجلس موجود است ، گوید :

— چون عرفی دچار ناخوشی اسهال شد و خود را نزدیک به بدرود کردن جهان دید ، مسودات اشعار خود را بکتابخانه خانخانان فرستاد . چون از جهان رفت ، خانخانان هم مجد قاسم بن خواجه مجد علی اصفهانی مشهور و متخلص به — سراجا — را ، که از شعرا و دانشمندان و سر حلقه مستعدان بود ، مامور جمع و ترتیب و تدوین اشعار عرفی فرمود . سراجا یک سال و نیم پس از مشقت بسیار ، این دیوان — که شامل قصائد و غزلیات و ترکیب و ترجیح بند و قطعه و رباعی و مثنوی می‌باشد — ترتیب داد .

نویسنده مقدمه گوید : در پاره ای از اوقات در هنگام جمع این دیوان حضور داشتم و میدیدم که بیرون آوردن و مرتب کردن آنها از مسودات عرفی ، تا چه حد زحمت داشت ! در آخر مقدمه قطعه ای که سراجا در تاریخ این جمع و ترتیب انشا نمود ، گذارده شد . بیت آخر آن ، سال نظم را می‌رساند این است :

از خسرد خواستم چو تاریخش گفت — ترتیب داده — تا دانی

طبع عرفی، در انشای قصائد و غزلیات، ید بیضا داشته : و در مثنوی، که برابر مخزن الاسرار (مجمع الالبکار) و خسرو شیرین نظامی ساخته، بسیار سلیس و متین می باشد.

و اول دیوان وی با مجمع الالبکار — که در حدود ۵۶۰۰ بیت می باشد — دو بار (بسال ۱۳۰۸ و ۱۳۲۳ هـ) در بمبئی و کانپور (هندوستان) چاپ گردیده (۱)، ولی تمام دیوان او چاپ نشده.

و رساله — نفسیه — وی که در عرفان نوشته، قدرت کامل نثر نویسی وی را نیز میرساند : و آغاز آن اینست : بسمله حمدیکه از غایت شایستگی منزله از شائبه تعین و تخصیص آمده : الخ

۱- آثار چاپ شده عرفی :

- (۱) دیوان عرفی : در کانپور در سال (۱۸۸۰ ع) چاپ شده دارای ۱۷۸ صفحات.
- (۲) نفحات شیراز : انتخاب از غزلیات عرفی با شرح حال عرفی، نوشته مولوی صابر علی. در ادبی پریس لکهنو در سال (۱۹۳۰ ع) چاپ شده است.
- (۳) کلیات عرفی : صفحه ۱۴۸ کانپور (۱۸۸۰ ع)
- (۴) شرح قصائد ملا عرفی : از احمد بن عبدالرحیم صفی پوری صفحه ۲۷۸، کلکته (۱۲۵۴ و ۱۸۳۸ ع)
- (۵) قصائد عرفی : ص ۱۵۰ باحواشی از احمد صفی پوری و شرح از قدرت احمد، لکهنو (۱۲۶۰ و ۱۸۴۳ ع).
- (۶) قصائد عرفی : نسخه بالا چاپ دوم، لکهنو (۱۸۶۸ ع).
- (۷) قصائد عرفی : باحواشی ص ۱۴۸ کانپور (۱۸۷۸ ع).
- (۸) شرح قصائد عرفی : از قطب الدین فارغ ص ۱۲۶، لکهنو (۱۸۸۰ هـ).
- (۹) شرح قصائد عرفی : همین نسخه، لکهنو (۱۸۸۵ ع).
- (۱۰) قصائد عرفی : ص ۱۶۲، کانپور (۱۳۰۸ و ۱۸۹۱ ع).
- (۱۱) انتخاب قصائد عرفی : ترجمه در انگلیس از عبدالسلام کلکته (۱۸۷۹ ع).
- (۱۲) انتخاب قصائد عرفی : برای درس در دانشگاه پنجاب (فهرست کتبهای چاپی در موزه برطانیه ۱۹۲۲ ع ص ۲۰۲-۲۰۳).

عرفی در قصیده که خود آن را — ترجمه الشوق — (۱) نامیده اظهار نموده :

بکوش مژه، از گور تا نجف، بروم مگر بهند بخاکم کنی و مگر به تبار
پس از سی سال وفات عرفی، بسال ۱۰۲۸ استخوانهای او، بوسیله
درویشی بنجف فرستاده شد. دو سال در بین راه استخوانها در مشهد مقدس
حضرت رضا علیه السلام بود. چون بنجف رسید در بیرون دروازه، بجاییکه
آن را — بحیره — گویند، دفن نمودند. و رونقی همدانی قطعه ای در
تاریخ آن گفت و ماده تاریخ آن این است :

رقم زد از پی تاریخ (رونقی) کلکم بکوش مژه، از هند تا نجف، آمد
(در دو نسخه از — تذکره خوشگو — در مصرع ماده تاریخ — از گور —
نوشته شده و بر حسب محاسبه مسلماً غلط، و صحیح — از هند — میباشد)
(۲ : ۶۳۷-۶۴۱) (۲)

● کشمیر و عرفی : عرفی با اکبر شاه در سال (۹۹۷ هـ) سفری بکشمیر کرد،
و از یک قطعه که گفته، معلوم میشود که شاه در یکموقع اسپیی باو بخشیده
است و عرفی در عوض تشکر و سپاس، اسپ را هجو کرده میگوید :

شاهنشا حقیقت اسپیی، که داده بشنو ز لطف، تا برسانم بعرض
درویش بیعصاش نگیرد ز من بمقت طرار مفلش نستاند ز من بقرض

۱- این قصیده دارائی ۱۸۲ بیت است.

۲- رک : برای شرح حال عرفی نیز : طبقات اکبری، بزم آرا، نفائس المائر، خلاصه الاشعار،
عرفات العاشقین، نظم گزیده، طبقات شاهجهانی، صبح صادق، مرآة العالم، همیشه بهار،
بد بیضا، مخزن الغرائب، تكملة الشعرا، نشتر عشق، بستان بیخزان، تذکره کاتب، گنج
سخن، هفت آسمان، خلاصه الکلام، تذکره شعرای ماضیه، ویاغی الافکار. (از مقاله
دکتر محمد ولی الحق انصاری در مجله اردو)

آری ، بود رعایت پیر علیل فرض
ور نقطه رود ، کنمش نام طی ارض
تا نیم گام میرود آنهم بیای فرض
گامی بطول میزدم اکنون زخم بعرض

پیر است و علتی بخوراکش فزوده ام
گر صیحه زند بجوانی ، ستایش
مهمیز میزنم بوی از صبح تا بشام
هستم بر او سوار و بمعنی پیاده ام

قصیده ذیل ، وقتی که در کشمیر بوده ، گفته شده است ، و دران وصف
کشمیر و مدح شاه است :

قصیده در وصف کشمیر

گر مرغ کباب است که با بال و پر آید
جایی که خرف گر رود آنجا گهر آید
از لطف هوا ، چاشت نسیم سحر آید
او را چه گنه ، محمل گل دیر تر آید
آید سوی کشمیر و گلش بر اثر آید
تا بلبل شیراز ، در این باغ در آید
گر پای نیم ، خون گلم ، تا کمر آید
زانسان که ، ز فانوس چراغی ، بدر آید
وز لعل او ، سیب قمر لعل تر آید
کو مدعی گسر نگرند است در آید
من میخرم از زال فلک عشوه گر آید
آن شاخ ندارد که بگفتار در آید
کوثر برش تیز تر و تشنه تر آید
از رخنه سنگ و دهن قیشه بر آید
آن باد که ، در هند گر آید ، جگر آید
حربا نکند میل که ، خورشید بر آید
گر ساغر چینی ز هوا بر حجر آید
گر سنگ دل مائل قطع شجر آید
مصمت شده تا زخم دگر بر اثر آید
آید چو در او ، صومعه بروی سقر آید
هر لعل ، یزنگ دگر ، اندر نظر آید
هر دم بنظر خوشتر و شاداب تر آید

هر سوخته جانی ، که بکشمیر در آید
بنگر که ، ز فیضش بشود گوهر یکتا
وانگه بچنین فصل ، که در ساحت گلزار
از بلبل خاموش ، دل باغ گرفته است
گل هم چه کند ، باد صبا خواست که (عرفی)
کو هفته از شاهد گل ، حجله تهی باش
نشگفته گل اما ، بمثل بر رگ شاخی
وقت است که ، گل بر فگند پرده ، ز رخ باز
مہتاب گل ، از هم بشگافد ، قصب شاخ
فردوس بدروازه کشمیر ، رسیده است
زیبای کشمیر ، گرش باعث عشوه است
این سبزه و این چشمه و این لاله و این گل
آن چشمه که ، رضوان چو رود تشنه ، بسویش
آن لاله که ، هنگام تراشیدن خارا
در چاشت ، که از شبنم گل ، گرد فشانست
تا رنگ گلی نشگفتد از تابش خورشید
از بسکه کند جذب رطوبش ، خطرش نیست
حاجت بدو زخم از فتدش قطع محال است
زان کز مدد نشو و نما زخم نخستین
کشمیر بهشتی است ، فریبده که (شبلی)
طالوس مثالی که ، نیفشانده پسر و پال
زیبند عروسی ، که نیفزوده جمالش

بکشای بغل بو که در آغوش در آید
 هر گه که صبا، از چمنش جلوه گر آید
 تا نکشت گل، مایه صد درد سر آید
 آید بسوداع وی و با چشم ثمر آید
 کین فصل و سه فصل دگر بر اثر آید
 چندان نکند مکث که وقت ثمر آید
 اما نه چنان کش بدل از دیده در آید
 هرگاه که، سیمای تواش، در نظر آید
 خون جگرش گل شود انگه بدر آید
 بیم است که، آه سحرش بی اثر آید
 کی از سر آن خاک، بخاک دگر آید
 چون یافت که آید بکجا بر اثر آید

هر لحظه که، شاداب و قرش بینم، گویم
 یاد از روش خود کنم و بزم خداوند
 چون بوی گل آید، کنم از انجمنش یاد
 هر گه که بزم سفر از شوق تو (عرفی)
 زاری کند از شش جهت آغاز، که مشتاب
 لیک از همه خلعت که بی طوف جنابت
 کشمیر بر او واله و او واله کشمیر
 کارش همه، انباشتن چشمه گریه است
 ترسد که درین خاک، چو از شوق تو گردید
 از بسکه، ملائم صفت افتاده هوایش
 حکم تواش آورد بکشمیر، و گر نه
 میآید و میسوزد ازین رشک که، کشمیر

● انتخاب کلام :

هرگز از خون کسی، رنگین نشد دامان ما
 جلوه مردم آزاد حرام است اینجا
 صبح آن ناحیه وقتیست که شام است اینجا
 همه جا وحشی ازانست، که رام است اینجا
 که محکم نیست ایمان محبت صبر کیشان را
 باده گر خام بود، پخته کند شیشه ما
 ببین که، کی در هستی کشاد و کی بستند
 در روز بد نهادم، بنیاد آشیان را
 از ماتم گدا، چه زیان عید شاه را
 فارغیم ای مصریان! از ماه کنعان شما
 سرور بساده کجا نشئه شباب کجا
 که بجز مرده، ز حافظ، نخرد قرآن را
 در گوش چون توی برساند پیام را
 امشب که در بغل ننهادیم شیشه را
 (عرفی) اگر بیان کند چاشنی نیاز را
 همراه بلبلان نخرود کسی چرا
 با خدائی خویش در هر گام پیمانی شکست

زخمها برداشتیم و فتحها کردیم، لیک
 کوی عشق است، و همه دانه و دام است اینجا
 عشرت بزم تو، زانست که، محنت بر ماست
 (عرفی) از هر دو جهان میرمد، الا در دوست
 دمی صد چشمهای از دلم، سر آمد و شادم
 در دل ما غم دنیا، غم معشوق شود
 دلم، بفصل خزان زاد و در بهاران مرد
 من بلبل بهشتم، اما درین گلستان
 تلخی به عیش او نرساند، ملال من
 آفتاب ما، طلوع از مشرق یثرب نمود
 بسی، نشاط جوانی بدست، نتوان کرد
 جنس دین را، چه کساد آمده (عرفی) در پیش
 در روزگار نیست رسولی، که بی حسد
 (عرفی) بین فرسودگی کشت ماهتاب
 شربت ناز را کند، تلخ بکام دلبران
 مرغان چنین بشوق و بهاران چنین بدوق
 هر که با آن ما مسلمان یک زمان همراه شد

هم سندر باش و هم ماهی، که در جیخون عشق
 (عرفی) از اندیشهٔ پیبوده باز آ، چاره نیست
 کفران نعمت گله منندان بسی ادب
 (عرفی) منال ببیده، احوال دل، بگر
 منم که طاعت بت لازم سرشت من است
 باین که، کعبه نمایان شود ز پا منشین
 از تو کس، زمزمه مهر و وفا، نشنیده است
 غیرتم بین، که برآورنده حاجات، هنوز
 (عرفی) بحال نزع رسیدی، و به شدی
 یارب! تو نگهدار، دل خلوتیان را
 گفتی: ز جور کیست دلت خون، اگر نه
 گر نخل وفا بر ندمد، چشم تری هست
 فازم بتوسن ستم او، که هیچ گاه
 ساکن کعبه کجا، دولت دیدار کجا
 همین بس است دلیل بقا، ز عالم عشق
 قدم، برون مه از جبل، یا فلاتون شو
 پیش (عرفی) مده از دست عنان، کاین استاد
 بشهر عشق، بنام که، ساکنانش را
 بشوق دوست، چه سازم که، در طریقت عشق
 زبان ز نکته فروماند و راز من باقیست
 گمان مهر که، چو تو بگذری، جهان بگذشت
 کسی که، محرم باد صباست، میدانه
 گویا، ز عیش آباد وصل، آمد نسیم مژده
 وه که از دوختن این چاک گریبان رفتست
 دلیل جوهر (عرفی) همین دقیقه، بس است
 هرگاه که، از مهر بکین، میل تو بیش است
 آرائش وجود قبول حوادث است
 لفظی ست خوش دل، که ز معنی ست نا امید
 فازم بفرزه که، ز شوق خدنگ او
 بدست من، آستین برافشاند
 صد گوهر راز، وقت اظهار

روی دریا ساسبیل و قمر دریا آتش است
 سر نوشت مسا، بهشت جاودان یا آتش است
 در کوش من، ز شکر گدایانه بهتر است
 کز ناله های بی اثر افسانه خوشتر است
 اگر بکعبه عبادت کنم کنشت من است
 که نیم گام جدائی هزار فرسنگ است
 بلکه، گوش تو هم آن زمزمه ها نشنیده است
 از لبم، نام تو هنگام دعا، نشنیده است
 شرمتم نهامد از دل امیدوار دوست
 کان مفیجه، مست است و در صومعه باز است
 آگه، ز بی زبانی من، این سوال چیست
 تا ریشه در آب است، امید تری هست
 آگه نشد که، چاشنی تازیانه چیست
 این قدر هست که، در سایه دیواری هست
 که یک شب غم او، در هزار سال گذشت
 که گرمساره گزینی سراب تشنه لبی است
 خویش را ابله نموده است، ولی ابله نیست
 تمام عمر، بعبور نیاز میگذرد
 نگاه بسی ادبی و خیال رسوائی است
 بضاعت سخن، آخر شد و سخن باقیست
 هزار شمع، بکشتند و انجم باقیست
 که باوجود خزان، بوی یاسمن باقیست
 کز خون دل، گل میدمد، و ز روی غم، چین میبرد
 این شکافیست که، تا دامن ایمان رفتست
 که اختراع سخنهای آشنا کردست
 اول نمک سینه ما پاش که، ریش است
 زان سو گذر مکن که، در فتنه بازی نیست
 اندوه معنی، که بلفظش نیاز نیست
 آسودگان خاک، حیات آرزو کنند
 پیمانه آفتاب بشکست
 از غایت اضطراب شکست

گذشت و سوختم از انتظار، باز ندید
 غافل مرو که، تا در بیت الحرام عشق
 تهنیت جز در مصیبت پیش ما عیب است و عیب
 جماعتی که، ز ناموس و نام میگفتند
 مارا بطرب موعظت و پند حرام است
 یکیست نقد حکیمان و حسن نادانان
 قصیده، کار هوس پیشگان بسود (عرفی)
 منزل شناس عشق، گرامی بود، ولی
 مرا دو خضر عنان گیر باید، از چپ و راست
 بآدمی فرومایه، دل میند (عرفی)
 حد حسن تو، بادراک نه باید دانست
 بدعی، چه دعاهای بد نکردم، لیک
 (عرفی) مگو، به تیره شب هجر، حرف می
 مرا ز چشم تو، هر شیوه که باید، هست
 مدار صحبت ما، بر حدیث زیر لبی ست
 قبول خاطر معشوق، شرط دیدار ست
 فاز آفت و کرشمه بلا عشو دلفریب
 وای که مستانه یار جعد پریشان شکست
 بسکه بعالم نماند، عافیت از عشق تو
 ازان، بدرد دگر هر زمان، گرفتارم
 هان ره عشقت و کج رفتن ندارد باز گشت
 ملال عالمیان، دم بدم دگر گونست
 شمعوار نیست، هر که بود غمگسار جو
 از خاک کشتگان تو، هر گل که، میدمد
 عالمی در جلوه عاشق نبیند غیر دوست
 سمی غرور بین که، بنزد مباحثان
 قیای ناز چو پویشی، ز من بیاد آور
 ادب ز من طلبد شوخ آشنا روی
 حرم جویان، دری را میپرستند
 بر افکن پرده، تا معلوم گردد
 در بهاران، همه کس هدم مرغ چمن اند

درین دیار مگر رسم باز دیدن نیست
 صد منزل است، منزل اول قیامت است
 عید را در شهر ما رسم مبارکباد نیست
 بدیر، دوش ز مستی و جام میگفتند
 بر اهل محبت، دل خورند حرام است
 هر آنچه در کتب حکمتست در مثل است
 تو از قبیله عشقی، وظیفه ات، غزل است
 منزل چو نیست، قیمت منزل شناس، نیست
 که کجروی نکنم، ورنه، عزم راه خطاست
 که این مقام زبون، باز مانده یفماست
 این سخن نیز باندازه ادراک من است
 دلم نداد، که گویم اسیر بند تو، باد
 حرفیست این، که در شب مهتاب گفتنیست
 همین نهفته نگاهای آشناست که نیست
 که اهل هوش عوام اند و گفتگو عربیست
 بحکم شوق، تنها مکن که، بی ادبی است
 یاران حذر کنید که طوفان فتنه است
 ساغر لبریز کفر، بر سر ایمان شکست
 هست آزادگان، قدر شهیدان شکست
 که شیوه های ترا، بسام آشنائی نیست
 جرم را اینجا عقوبت هست و استغفار نیست
 منم که، مدت عمرم، بیک ملال گذشت
 بیچاره آنکه، منتظر چاره کیست
 معلوم میشود که، دل پاره ک
 گر ز مجنون پرسی اندر کاروان، عمل یکسر
 مطلب تمام گشت و همان برقرار بحث
 که میکشاد کسی، بند این قبا گستاخ
 که از تبسم او میشود حیا گستاخ
 فقیهان دفتری را میپرستند
 که یاران، دیگری را میپرستند
 دل من، هم نفس مرغ قفس، میگردد

چنان رقصید (عرفی) بر در میخانه، کز حسرت
خونریز عشق بین که، جگر گوشه خلیل
خدا گواه که، مگر جرم ما همین عشق است
این رسم قدیم است که، در گلشن مقصود
برو پیاله خونین، بخر ز قصابان
بحرغم، جمله کنار است، مگر از خود گذری
دعای بی اثری دارم و هزاران جرم
تسلیم آتش و فاله بی اثر (عرفی)
من ازین درد گران مایه، چه لذت یابم
باهل فیض نشین، در حریم گلشن عشق
امید هست که بیگانگی (عرفی) را
اگر فسانه شیارم و گسر ترانه زخم
در چنین بزمی که، یک پروانه دارد، صد چراغ
وقت (عرفی) خوش! که نکشوند چو در، بر رخس
فریاد که، غمهای تو، در سینۀ تنگم
بناله نرم نسازم دلت، ازان ترسم
جان فدای همت (عرفی) که، چون جولان کند
شرف کعبه، مگر از سجده ارباب ریاست
پای بر یاس نشردم غم امید گذشت
آن را که، مراد حال باشد
مهموره دلت اگرست هست، بازگو
بیا ببین که، چه فتوی دهند درستی
زند بر کربلا، صد طعنه فردا، عرصه محشر
ما، کلسید بسبشت بشکستیم
بعدم کی روان شوی (عرفی)
کافر ترست زاهد، از برهمن، ولیکن
آنها که، دانی ای دل، از زاهدان بسی دین
هر چند دست و پا زدم، آشفته تر شدم
مگو که، نغمه سرایان عشق، خاموشند
زمانه، گلشن عیش کرا، به یغما داد
ز نفص تشنه لبی دل بمقل خویش مناز

برهن گفت: این کافر چه استادانه میر قصد
آمد بزیز قیغ و شهیدش نمیکند
گناه گیر و مسلمان، بچرم ما، بخشند
بر خاک بریزد گل و چیدن نگذارند
مشو گدای شبانان، که شیر بفروشد
کشتی اهل فنا، منت ساحل نبرد
مگر مرا، به تهی دستی دعا، بخشند
فغان که، دوزخیان را اثر کجا باشد
که بازدازه آن، صبر و ثباتم دادند
که گر نسیم صبا خوش کنی صفا بخشند
بدوستی، سخنهای آشنا بخشند
نو گوش دار که، از روی درد می خیزد
با همه پروانگی، گرد چراغی، بر نزد
بر در نکشوده، ساکن شد، در دیگر نزد
اندک نبرد لائق و بسیار ننگیند
که فاله دگری، در دل تو، کار کند
گر زمین گیرد عثالش آسمانی میشود
گوشت بپکسده هم، نصاصیه سای دارد
که گمان داشت، که این درد، دوانی دارد
کی رغبت قیسل و قبال باشد
کاینجا سخن بملک فریدون نبرود
همان گروه که می را حرام میگفتند
اگر نازت، بدان هنگامه، با این ترکناز آید
در دوزخ بروی ما بختند
رو که دروازه فنا بختند
اورا، بت است در سر، در آستین ندارد
ظاهر مکن به (عرفی)، کونیز دین ندازد
ساکن شدم میانه دریا، کنار شد
که نغمه نازک و اصحاب پنبه در گوش اند
که گل، بدامن ما، دسته دسته میآید
دلت فریب، مگر از جلوه سراب نخورد

غم : چو تهمت یوسف ، دویده در بازار
 یکدم منافقانه نشین در کمین خویش
 بستن ، بسا عاقل و فرزانه سیرقص
 گهی ، کودک شو و طفلانه میرقص
 نصیحت های بیدردان شنیدن آرزو دارم
 که گر سیمرخ میآید بدام آزاد میکردم
 مست شراب عشقم و هشیار نیستم
 گفتیم : که ما مردم مستیم و گذشتیم
 چون برق ، زبند همه ، جستیم و گذشتیم
 پر شور بسبازار جهان آمده ام
 آن طور که بایست ، چنان آمده ام
 ساده لوحم هرچه بفروشد یکسر میخرم
 مینشینم گوشه و از خود مسکرم میخرم
 نومیدم ازان گوهر ارزنده مسکن
 مهلت ده و در قیامت زنده مکن
 صد سال میتوان ، به ثمن گریستن
 که غبار درد و حرمت ، بزار ما نشسته
 که آفتاب ، درین خانه ، با چراغ آمد
 سوال ، روز قیامت فتد ، بسوزد دگر
 حدی را تیزتر میخوان ، چو حمل را گران بینی
 که ، موج آب حیاتم ، چنین پیشانی
 خیال زلف تو ، مجموعه پریشانی (۱)

دلم ، چو رنگ زلیخا ، شکست در خلوت
 خواهی که عیبهای تو ، روشن شود قرا
 بجان ، با غیر جانان در میامیز
 دل از تمکین ، شود بی ذوق ، زندهار
 بیا ای عشق ، رسوای جهانم کن ، که یکچندی
 کشادم دام پر کنجشک و شادم یاد آن هست
 (عرفی) ز من شکایت ، معشوق نشنوی
 گفتند که : از کعبه گذشتن نه ز هوش است
 صد جا ، بکمند آمده بودیم ، درین راه
 (عرفی) همه فریساد و فغان آمده ام
 ناکام و سیاه بخت و دلریش و خراب
 از سرشت من قبول شیوه انکار نیست
 هر متاعی ، کز نگاهش می خرم ، در روز وصل
 ای مرگ ! مرا زیار شرمسته میکن
 باز آید و جان رود ، خستدا را نفسی
 گر کام دل ، بگریه میسر شود ، ز دوست
 چو رسی بثریت من ، مفشان بناز ، دامن
 دلیل ، خانه سیاهی روزگار ، این بی
 اگر ، شراب مرا ، بسو کنند محشریان
 نوا را تلخ تر میزن ، چو ذوق نغمه کم یابی
 کسی که ، تشنه لب ناز نم ، میداند
 متاع لطف تو ، سرمایه تهی دستی

۱۵۰- عزت ، شاه ابراهیم کشمیری

● روز روشن : عزت ، شاه ابراهیم از مردم کشمیر است :

مرا در صحبت آئینه رویان ، بار بایستی
 چو من رندی ، سخن فحش ، بغویان بار بایستی
 (۲۲۸)

۱۵۱- عزیز، خواجه عزیز الدین کشمیری، لکهنوی

● مقدمه کلیات عزیز (۱): خواجه عزیز. جد خانواده اش خواجه مجد مقیم، در سده هشتم از ترکستان همراه سید شرف الدین بلبل شاه بکشمیر وارد شد. پدر خواجه عزیز، خواجه زین الدین تجار بود، و تا اروپا کاروبار داشت. در سال (۱۸۳۱ع) کشمیر را ترک کرده در لکهنو توطن اختیار کرد.

خواجه عزیز در (۱۸۲۱ع) در کشمیر بوجود آمد و ده ساله بود که همراه پدر بلکهنو رسید، و آنجا تعلیم و تربیت یافت. در سال (۱۸۸۲ع) در کیننگ کالج لکهنو، ریاست قسمت فارسی به عهده گرفت، و تا نه سال این خدمت را انجام داد.

بمهر ۸۵ سال (۱۳۳۳ - ۱۹۱۵ع) در لکهنو حیات را پدرود گفت، و در کتھرہ ابو تراب خان دفن شد. ذبیح فرخ آبادی با نعمیہ یک عدد، تاریخ گفت:

— عزیز مصر جنان، خواجه عزیز الدین —

۱۳۳۲

خواجه چند بار بکشمیر مسافرت کرد و — مثنوی ارمغان لاجواب — از یادگار این سفر است و از:

— ارمغان لاجواب —

۱۳۲۵ - ۱۲ = ۱۳۲۳

تاریخ بر میآید: یک قصیده لامیه نیز در وصف کشمیر سروده است، همان قصیده و مثنوی اینجا ثبت کرده میشود.

دیوانش در سال (۱۳۲۹هـ) در لکهنو چاپ شده است که، دارای ۵۰۸ صفحه میباشد.

قصیده در وصف کشمیر جنت نظیر

شاه انجم، چو شود انجمن آرای حدل
 آن گدازد بمشالی که، ز آتش انگشت
 گرم گرم آهن خود، سرخ در آتش کند آن
 آن چو میشی که، به بیند رخ شیری از دور
 شب زند بر محک خویشتن، از بهر عیار
 خون شب بسکه شود، فاسد و ناقص، بینی
 روز را با همه بهروزی اقبال بکام
 وقت آنست، که قاروره زند یخ بر سنگ
 برف را، پنجه خورشید فشر دست گلو
 آن، ز روئیدن گل، داشته آتش ته پا
 بیضه از هم بشگافد که رسد یخ بگداز
 از در و دشت، فرا چیده، سباط قاقم
 بارش و باغ بود روغن و آتش باثر
 دسته در دسته ریاحین، چه نشیب و چه فراز
 چون گل امروز ننگیند بلباس، از فرحت
 شمع فانوس گریبان وی امروز گل است
 آن که در مدرسه میداد سبق (جامی) را
 ریش قاضی، ز کف باده پرستان ریش است
 قلقل شیشه می، صبحک الله بالخیر
 بلبل از گل مترصد که نهد گوش بهوش
 چشم بر مکرمت و مرحمت باده فروش
 گر دسی، ابر بهاری بچمن، می بارد
 گل ز خلونگه هر شاخ، کشیدست سری
 پنجه ها، گشته حنائی دم دوشیدن شیر
 خامه صنع، بشجرف مگر، آلود است
 جلوه گر در دل سالک بود، انوار خدا
 سزد، از نسبتش او، فخر کند آب حیات
 ماهی هر کس ازین بحر، بدام آورده
 بسکه این قطعه موزون همه مضمون خیزاست

شب بخوری کند و روز فروزد منتقل
 وین فروزد بجمالی که، ز روغن مشعل
 نرم نرم آئنه خویش، زند این صیقل
 وان چو شیر که، خورد خون بزی را بمثل
 روز چندانکه گدازد زر خالص ز دغل
 صورت زنگی مبروس ز نقصان و خلل
 دولت روز فزون صورت ارباب دول
 وقت آنست که، خرگاه کشد گل بر تل
 خاک را، نشتر ایام کشادست اکحل
 وین، ز جوشیدن مل، یافته مینا به بغل
 طوطی از بیضه بر آید که دم سبزه ز تل
 بر تر و خشک، فروشته، بساط مخمل
 آتش و موم بود برف و شقائق به عمل
 پشته در پشته شقایق، چه بیابان چه جبل
 توبتو خرقه ببر داشته، هر کس چو بصل
 هر کرا بود چراغ ته دامن منتقل
 این زمان جای صراح است صراحی به بغل
 فرق صوفی همه از دست حریفان شده گل
 نغمه ناله نی، حسی عمل خیر عمل
 گل ز بلبل مقننی که غزل بعد غزل
 زاهد آید سوی میخانه بکف نقد عمل
 میشود رنگ گل و لاله، روان در مخمل
 بمشالی که، بر آمد کف موسی ز بغل
 لاله و گل بود از بس خورش جدی و حمل
 کز گل و لاله نهاده دو نقطه بر صورت
 یا بود عکس گل و لاله که افتاده به دل
 کابرو یافته، از خاک در حضوت هل
 من هم انداخته شصت هوس از طول امل
 میتوان رفت، ز هر گوشه، رباعی و غزل

آسمان، در ره کشمیر کند، رقص جمل
 ریسمان باز، صراط آدم از طول امل
 بر سر برف زدی گام خرامنده کتل
 گاه از صبیحه او، نوحه زلفان جدی و حمل
 گاه از اختر تابانش، شدی خوی بکمل
 گاه نازل شده از چرخ، چو وحی منزل
 در جهان را بشال دو نقطه زیر جلی
 عرضه دادم، همه در حضرت حق عزوجل
 عقده های همه اجرام، بچشم شده حل
 وز برش، دفتر احکام مظارده به بقل
 سند فضل باستاناد دبیران اجل
 گفت: آوخ که فضولی تو و یکسر عکفل
 طبق لعل و گهر هست، نه مشت خردل
 که دهی نسبت مرقع بول بسوی مصل
 در دگر کفه نهی کان جواهر بش
 باشد آن کفه بدان سان ز گرانی بمحل
 کوه را کاه نماید، به برامین و دل
 مهر در دست سلیمان، چو مرافق بعمل
 گفت: باشخص کند آنچه که دیبا و حلل
 گفت: اینک من و قانون سعادت به بقل
 گفت: بنویس چه ارزنگ مضامین و غزل
 گفتش: آه کجا داد اجازت بزحل
 گفتش: پیش که؟ گفتا بر مسعود ازل
 که بیارد همه بر مزرع امید و امل
 گفت: آندم که سخن میرود از علم و عمل
 گفت: آندم که رود تیغ بکف بهر جدل
 گفت: زیرش چو بود رخس تناور هیکل
 که ز دست کرمش عقده گوهر شده حل
 منکبوتیست که مسکن بودش در غنفل
 نوبش چون نه وان، زلزله در دشت و جبل

از حدی خوانی مرغان، بسر کوه مدام
 در چنان ره به تمنای چنین تازه بهشت
 چون نسیمی که، گذارش بسم زار افتد
 گاه از حمله او، مویه کنان شیر فلک
 گاه از غوغا پرویش، بدی جو بدین
 گاه مائل شده بر عرش، چو اعمال شریف
 مرکز قله هر کوه، که گشتم، دیدم
 هر تمنا، که بدل داشتم، از غایت قرب
 پرده های همه افلاک، برویم شده باز
 مشتری را، بسر مسند فتوی مسکن
 دید و خندید و بسنجید و بمن داد و چه داد
 گفتم: این فضل نیرزد بجری، در کشمیر
 گفتم: آخر تو خود انصاف بفرما، که هنر
 گشت: تا حال تو هم سخت گهر نشناسی
 گر به میزان خرد، علم و هنر را، سنجی
 رسد این کفه ز راه سبکی تا بفلک
 علم اگر رو، ز ترقی به تنزل، آرد
 جام در دست جم آنکه، که موافق بخرد
 گفتم: آخر چه کند بامن عاری ز خرد
 گفتم: اینک من و قاموس فضیلت بردوش
 گفت: بکشیای چه بیرنگ معانی و هنر
 گفتش: خامه کجا کرد اشارت بدبیر
 گفتش: نامه مرتب شده؟ گفتا که، ببر
 گفتم: آن کیست بگو! گفت: صاحب پرفیض
 گفتم: آن ابر کسی آید بگهر افشانی
 گفتش: برق درخشان کی ازو میتابد
 گفتش: سایه فغن کی بسر کوه شود
 چشمه جود و کرم بحر سخا و بخشش
 آنکه در کاخ جلالش بفلک مهر منیر
 فارکش چون بکمان، ولوله در ارض و سما

کور را، بهره چه باشد، ز چراغ و مشعل
 که از، تازه شود روح جریر و اخطل
 در جهان هست وجود تو جهان محمل
 سرو آزاد ترا، هردو جهان عبد اقل
 یا بود سرو روان چمن علم و عمل
 میل سرمه است کز و دیده بینا اکمل
 زلف آویز به رخسار بصد رنگ و حیل
 زلف در پای کشان لیلی و مجنون هیکل
 شرزه شیر، به نیستان بنا کرده محل
 دست پرورده دستور شناسان اجل
 علم را هست وجودش بسفائن کوئل
 که بهر گام فرو میدودش پا به وحل
 گوش کن گوش که، گویم بطریق محمل
 که نکردند تجاوز بره از هیچ قبل
 وین دگر، مشعل افروز شهبان امل
 کو زلیخا که، به بیعانه دهد دل اول
 قائم انگاره حال است نه نیرنگ حیل
 نشود دامن بر چیده ما مستعمل
 باده را، هم غللی هست ز آمیزش خل
 کانیچه ریزد ز لب من همه شهد ست و عمل
 گسر بتکرار شده قافیه ها مستعمل
 بگذر از خویش ستائی که نیفتی بوحل
 نوش با نیش بود، تا که بهم دست و بغل
 فن اعدائی تو، سوراخ تر از شان عمل
 (۱۲۳-۱۲۴)

علم و فضلش ز کجا، تیره سوادان ز کجا
 مطلع نوکنم افشا، و باهنگ خطاب
 ای! جهان را نشود عقدت توصیف تو، حل
 حلقه زلف ترا، هفت فلک حلقه بگوش
 خامه نی در کف تو رایت فتح است و ظفر
 رگ ابر است کز و کشت تمنا سیراب
 مشک آمیز بکافور بصد طرز و ادا
 نافه هر گام فشان آهو لیل تمثال
 شاه بازی، بسر دست شهان، ساخته جا
 مرغ مضمون شکری طائر دست آموزی
 عقل را هست نهادش بخزائن مفتاح
 مگر از شوق کفش، گشته سیه مست مدام
 داورا! قدر شناسا! بتو عرضی دارم
 (عرفی) و (انوری) این راه نکو پیمودند
 آن یکی، مسئله آموز دبستان هنر
 من که، در بار چنین جنس، عزیزی دارم
 نشامی که پشی کسب زراست این همه قال
 دل چو پروغاست زد دنیا نکند خواست زر
 میگریزد، ز ترش روی دوان، طبعم
 سزد از شهسپر جبریل مگس ران گردد
 نه کنی عیب که، زیننده چو انعام توهست
 هله آهسته (عزیز) اینچه طریق است و چه راه
 باده با نشه بود، تا که بهم شیر و شکر
 سراپاب تو، سرشار تر از جام شراب

مثنوی گلگشت کشمیر

بنام آن که، در راه وی از دور
 کلیم الله، چرا دل بست بر طور
 نماید کسرم شب تاب، آتش طور
 همین موسی، همین وادی، همین طور

کلیم آواره گردد سر بسنگش
 زهر نخلی که دارد جلوه در راه
 که آرد مرکب هست توان راند
 دو عالم نقش نمایی برامش
 بهشت و کدوثر اندر چشم جويا
 مهرس ای رهرو از منزل که دور است
 چو خارستان این ره را، کنی طی
 شوی راهی چو خضرار در سیاهی
 ره باریک این خوابیده راهست
 ز خود رفتن بود سار ره انجام
 خلیل آسا، بآتش گر برانسی
 ره دشوار و سخت و سنگ لاخ است
 بهمر خضر ازین وادی گذر نیست
 گذشتن هست، ازان دشوار، مشکل
 جدا این راه، از دنیا و دین است
 درین وادی، بسی از رهزنانشند
 بتاراج دل و دین، در کمین اند
 تو سرگرم روارو باش، و میروی
 برو، فرمان ره داری، این راه
 شریعت را بر او، مرجع بر آمد
 ازین منبع، بر آمد آبجوها
 طریقت با شریعت چون، قرین است
 سلاسل هر یکی زان سلسیل است
 بیا ای رهرو لب تشنه! بشتاب
 ورودت، گر فتد بر طرف، رودی
 درود است، آنچه آمد زاد این راه
 درود الحق سرود دلنواز است
 باین آهنگ شو هر دم حدی خوان
 بنام آنکه، راهش سنگلاخ است
 بدل نزدیک باشد، این ره دور

خضر گم کرده راه پئی' لنگش
 رسد در گوشهها انبی انالله
 که روح الله هم در نیمه ره ماند
 فلک یک گرد باد هر صه گامش
 سراب راه و خوابی هست گویا
 بهشتی آن سوی حور و قصور است
 بیستی فر فروردین پس از دی
 نماید در سیاهی ماه ماهی
 نهان از دید، چون قار نگاهست
 گذشتن از دو عالم اولسین گام
 کند آتش، براهت گل فشانی
 برون زین چار کوخ و هفت کاخ است
 پپانی دل ز گامی بیشتر نیست
 ولی، آسان توان رفت، از ره دل
 صراط المستقیم، ار هست، این است
 که هر دم ره روان را هم عتاند
 گهی در ایسر و گه در یمن اند
 پناه، از پیروان مصطفی جوی
 بمهر، خاتم پیغمبران، خواه
 طریقت را درو، منبع بر آمد
 که داد آن آب جوها، آبروهها
 همانا مجمع البحرین اینست
 کزان سیرابی' ابن السبیل است
 که بی آبی، کثنت سیر و سیراب
 روا باشد، که بفرستی درودی
 درود است، آنچه از اوراد این راه
 خصوصاً گر باهنگ حجاز است
 براه شوق آنگه فاقه مسیران
 ولی بیرون، ازین پیروزه کاخ است
 غلط کرد، این که، موسی رفت بر طور

تجلی می کند آتش، ز هر سنگ
 بود سر گشته زاهدش شب و روز
 چو تار سبزه دامن زیر صد کوه
 بود سنگ رهش گر کعبه و دیر
 ز دنیا، دل بجای توشه بردار
 چو شبنم، هر که رفت، از غرویشان رفت
 جرس از لاله، بر محمل توان بست
 سر این رشته، با تار نگاه است
 سر این رشته، با موی میان است
 فنا فی الله گشتن آخرین جام
 تو می پیا شو و ما راه پیا
 که پا می لغزد در راه کشمیر

تجلی می کند آتش، ز هر سنگ
 اگر مهر است و مگر ماه شب افروز
 درین راهست سالک را ز اندوه
 کسی کان سوی کفر و دین کند سیر
 اگر داری سر این راه دشوار
 سبک روحانه باید، زین چمن رفت
 درین ره، جای محمل، دل توان بست
 نهان از دیده، این خوابیده راهست
 ز چشم مردمان، این ره نهانست
 نهدادن سر بزانو، اولین گام
 پیا ساقی! پیا ای رهبر ما!
 بیک پیافه می، دست من گیر

بیان باریکی راه و کوه های فلک فرسا و طی منازل و مراحل چون

نسیم و صبا

کز آن ره رفته بسر گردون مسیحا
 که، دارین است، زیر سایه او
 که از داری، معلق چون رسن هست
 توان چون خامه، ره رفتن به یک پا
 تو پنداری که، مو در چشمش افتاد
 بزیر پا، بسود خط کف پا
 در او درمسانده ره پیا، مگس وار
 خود ار، بخت سکندر بود، بر گشت
 جوان گر هست رهرو، پیر گردد
 که نارد روزگار از وی گذشتن

خصوصاً دار کوه چرخ فرسا
 ندارد هیچ داری، سایه او
 ره پیچان، چو ماری، حلقه زن هست
 رمی پیچیده تر، از خط ترسا
 برین ره، دیده هر رهرو که، بکشاد
 ز بس باریکی این ره نیست پیدا
 نرسیده عنکبوتی، گوئیا تار
 کسی را، خضر هم گر راهبر، گشت
 ز بس در طی این ره، دیر گردد
 بود بهتر ازین ره، باز گشتن

در صفت دریای جهینکا و عبور ازان

شتابم جانب دریای جهینکا
 روان حکمش بسر بحریست چون آب
 که تپخال، لب این بحر، کوه است

ز سر پا کرده اکنون قطره آما
 چه دریا، آبروی ملک پنجاب
 تن از تپ لرزه موجش ستوه است

ز شورش ، میشود گوش ملک ، کسر
 که ، با این شور ، دارد آب شیرین
 کشیده همچو مدی ، بر سر آب
 در او آویخته اما نه محکم
 معلق عنکبوتی بود ، در تار
 تذرو افتاده اندر چنگل باز
 وگرنی ، دست از جان شسته بودم
 بهر جانب که بینی ، سبزه زاریست
 ز باغ حسن هم ، گل چیدنی هست
 گهر از بحر ، و لعل از سنگ خیزد
 کسه پسا ، از تیشه فرهاد باید
 که هست آئینه دار نقش شیرین
 کند تا خیمه لیلی ، سیاهی
 که هر یک بود ، همچون برق پویان
 وز آن سر چشمه بادا ، چشم بد ، دور
 بیرج دلو ، همچون ماه ، آیند
 که خون عاشقان چون آب ریزند
 برات عاشقان بر شاخ آهو
 بود گویا ، محیط حسن در جوش
 سیوها بر سر و دل در سیوها
 نوازند پای و نی غلطد سیوی
 فیشد از پاس دلها ، نیز غافل
 که مانند تشنه ، بر دریا رسیده
 ولی من رفتم و بردم دل ریش
 هزار افسوس ، گل فساچیده رفتم
 بخساک بافته شد منزل من
 چراگاهی بود جدی و حمل را
 بمرکب هم هتان بخت جوان گشت
 که شوق پیر پنجالام جوان کرد
 که کرد ، از غصه و غم ، فارغ البال

ز موجش ، هست دامن فلک ، تر
 ولی ، لب تشنگان را حیرتست ، این
 پرویش ، ریسائی تاب در تاب
 سبده واری ، رسنها بسته باهم
 دگر تشبیه ها بگذار ، و پندار
 نشستم اندر و با مرگ امپاز
 رسن بازانه گو ، از وی ، ربودم
 ازین دریا چو بگذشتی ، بهاریست
 بهار لاله و گل ، دیدنی هست
 چها ، زین گل زمین ، نیرنگ خیزد
 ز هر کس ، قطع این منزل ، نیاید
 بهر سنگی ، بچشم کوهکن بین
 ز مجنون کن طلب ، روشن نگاهی
 بنازم بر جمال ، شعله رویان
 بدیدن ، هر یکی سر چشمه نور
 خصوصاً ، چون بروی چاه ، آیند
 بهم در آب ، بسازی میستیزند
 دهند از نرگس جادوی ابرو
 روان هر سو ، سبونی آب بر دوش
 قدم در ره ، زبان در گفتگوها
 بشوخی در تنگاپو جستجوی
 نگهبان سیوها هست ، اگر دل
 چومن ، شوریده بختی را که ، دیده
 برد هرکس گلی زین باغ ، با خویش
 بحسرت هر گلی را دیده رفتم
 روان چون شد ازینجا محمل مست
 چه گویم ، اوج کوه بافته را
 ازینجا ، مرکب تخت روان گشت
 جوانی ، در سخن رانی توان کرد
 خوشا ، آب و هوای ، پیر پنجال

به پیروی میکند آری جوانی
 نباشد منست آبی زمینش
 رهش بین بر میان زنار این است
 گواکب باشد آنرا جودیر تیغ
 کند تیفش مبادا این دو را چادر
 نسج عنکبوتش آسمان است
 که دارد، پیرره، عمامه بر سر
 نمده پوشی، بلذکر حق، نشسته
 که تسبیح سلاطین را شنیدم
 سپهرش برده و کرده نه نو
 شرابی ده، که رنجوریم رنجور
 بنامال تا، باآئین مناجات

بود کارش، به دی، هم گل فشانی
 شود نخلی که، سبز از آب تیفش
 امام سبحة کهسار این است
 لسوای رفتش را پرچم از میغ
 دو کون استاده زیرش چون گنهار
 ره موران راهش کهکشان است
 برین کوه است قائم، چرخ اخضر
 نه ابرست این بفرش، کله بسته
 تعمالی شانه جای رسیدم
 فگنده فعلی اسپم در روارو
 بیا ساقی! که، میآیم از دور
 بیا! بنما بمن، راه خرابات

مناجات بدرگاه الهی با نعت رسالت پناهی و رسیدن بکشمیر جنت نظیر

بدل داغی، برنگ لاله ام ده
 که گردد داغ ازو گر باغ و راغ
 گل افشان تر، ز چشم خون فشان کن
 رخی ده، صد خیابان زعفران زار
 نمک پرورده شور قیامت
 خراشش، ناله از خود تراشد
 صفای سینۀ چون طور سینا
 نهال الفت، در دل، نشانده
 که، گر گل بشنود، آید به فریاد
 روانم را، بمعنی تازه گردان
 که گل از شاخم آید خود، بدامان
 سرشکم، شبنم برگ گلی، به
 بباد صبح گاهی، هم نفس کن
 ترا، پیوسته میخوانم، من از تو
 چمن خالی و دامانم پر از گل
 بل از، نعت محمد گلشن کن

خدا وفدا! اثر در ناله ام ده
 بخندان، دلکش باغی، از ان داغ
 قلم را، رشک شاخ ارغوان کن
 دل ده، صد بیابان خار در بار
 دل ده، خسته تیغ سلامت
 دل کان، سینه را، هردم خراشد
 دل دانا و چشمی نیز بینا
 سرشکی ده که، گل از گل، دماند
 فغانی ده، بدرد عشق اثر زاد
 بیانم را، بلند آواز گردان
 الهی! جذبه خواهم، بافغان
 فغانم، ساز بزم بلبل، به
 به مرغ نغمه منجم، هم قفس کن
 گل از تو، بلبل از تو، گلشن از تو
 نهی خمخانه و مستم کن از مل
 چگویم، گل بحیب و دامانم کن

ز نعت مصطفیٰ خود گلشنم کین
که کوئین است زیر سایه او
وگر بلبل زند آهنگی، از وی
نفس، گلدسته بند رنگ و بو، هست
صبا را بنده ام، کاید ز کویش
جمال دلبر بایش دیده باشد
خوشا داغی که، هست از لاله زارش
کند حال که، خالی هست جایش
ز مویش روکش چین و ختن هست

چمنها و قف جیب و دامنم کن
قد بسی سایه بین و پاینده او
اگر گل هست، دارد رنگی از وی
دل و جان، باغ باغ از یاد او، هست
یگل مستم که، دارد رنگ و بویش
خوشا چشمی که، گر خوابیده ماند
خوشا باغی که، باشد او بهارش
خوشا سنگی که، دارد نقش پایش
خوشا کشمیر کو رشک چمن هست

فرود آمدن در مقام لچول

بسر دارم سر گلگشت کشمیر
که جای بلبل اندر باغ، خوش تر
که آمد اردی و شد موسم دی
کنار چشمه اچمول رسیدم
گل و نرینش، از دنبال آمد
ز هر سر گفت خیری (۱) خیر مقدم
صبا آمد، بگرد سر، بگردید
پندیرا گشته تا اسلام آباد
بود هر سنگ گوی منبع گنگ
شکایت های عمری، بر طرف شد
بمهمان خانه خوانسی نهادند
که دانستند مهمان عزیزم
خوشا نزل، که شد نازل در آنجا
نه حلوا، بلکه به از، من و سلوا
شراب سرخ تر از ورد خوردیم
شراب غم گداز و کاهلی سوز
کند بازار سرما، گرمیش سرد

چو هستم، از هوای هند، دلگیر
بکشمیرم، الهی! زود تر بر
بسمحمد الله! ره کشمیر شد طی
سخن کوته، چو آن ره را بردم
نسیم، بهسر استقبال آمد
سپرده راه غم خواری سپر غم
لب جو، پای من از شوق، بوسید
اعزا شادمان و بسا دل شاد
روان صد چشمه، این جاهست، از سنگ
نگه ها چون بیک دیگر، طرف شد
عزیزان داد مهمانی بدادند
نسب و دعوت ایشان گریزم
خوشا بختی، که شد منزل در آنجا
کباب گرم و نان نرم و حلوا
هوای سرد و آب سرد، خوردیم
شراب محفل افروز و دل افروز
شرابی، کان برآرد گرد از برد

شرابی، کان بهر مشرب مباحست
 بنوشا نوش، چون بگذشت آن روز
 شرابی کش، بود نام دگر، جای
 بکشتی چون بهشتی بام کردیم
 شب شب گشت کشتی جاده پیما
 سحر چون گشت چشم از هور روشن
 رسیدم شیر گرهه بنگاه میران
 بدریا بود ماهی، موج در موج
 درون آب، ماهی زار دیدم
 کشادم دست، کاندازم درو شصت
 خبر دادند از احکام شاهی
 که، پیشین ماه، راج از ملک لاهوت
 بماهی گیر باید ره گرفتن
 پس از مرگ، آنکه گیرد شکل فرخ
 سخن کوته، ز ماهی دست شستم
 میگر صیدی بدام از راه افتد
 که اینجا، جلوه گاه مهر و ماه است
 زهر برجی عیان به پیکرانند
 نگه دزدیده هنگام نظاره
 دو سو خوبان بمنظر جا گزیده
 کنسار آب، هر یک جا نموده
 سراسر پاک مشرب پاکبازانند
 بل کشمیر، جای پاک بازیست
 زیارت گاه جمع راست کیش است
 سراسر گوشه گیرند اهل کشمیر
 طریقت مشربان دور ایام
 تصوف مشربان صوف پوشند
 همه نا خورده می، سرشار و سرمست
 طریقت با شریعت دین ایشان
 مزاری هست در هر مرغزاری

چراغ شام و خورشید صباحست
 بکشتی گشت ساقی بزم افروز
 وزو، بنیاد تقوی هست، بر جای
 بکشتی شام و می در جام کردیم
 بکشتی هر یکی شد باده پیما
 سواد شهر شد از دور روشن
 که باشد جای سیر شیرگیران
 به ساحل کبک و نیمه، فوج در فوج
 هوا را پر ز ماهی خوار دیده
 که ناگه، شصت و هم دل، رفت از دست
 که: باشد صید ماهی از مناهنی
 بسان ماه مندل کرده در حیوت
 بود ماهی گرفتن مه گرفتن
 بسود فرخ بمائین تناسخ
 ز دارو گیر شاهی، باز رستم
 اگر ماهی نیفتد ماه افتد
 بره هر پنجره دام نگاه است
 بهر درجی نهان خوش گوشتانند
 گریبان مژه، میگرد پاره
 بسان مردمک در هر دو دیده
 عجب تر اینکه، دامن تر نموده
 سزد بر پاکبازی گسر بتازند
 که هر یک جامه، بی شستن، نمازیست
 مقام ویشیان سینه ریش است
 ولی در گوشه گیرها جهانگیر
 سحرگه آفتاب آشام چون شام
 ز صوفی مشربها صاف نوشند
 صراحی در بفل، نی جام در دست
 بود آئینه تر آئین ایشان
 زیارت گاه هر زار و نزاری

چه سرها وقف خاک آستانست
ارادت مند پیری، هر جوانی
نه تنها هست بلبل، صاحب قال
نیگنجد ز مستی، غنچه، در پوست
نماید خوشتر از سرخی و زردی
گل و نسرین که، نقش دلپسند است
بروی سیزه سنبل، در نماز است
ز مستی بلبلان در قیل و قال اند
اگر، از حال جوئی، حال اینست

که هر جای، آستان رانست
قدر انداز تیری، هر کمانی
که دارد هر نهالی رنگی از حال
دریدن خرقه، خرق عادت اوست
بروی* ورد رنگ سپروردی
مگر گل دسته بند نقشبند است
مرید حضرت گیسودراز است
درختان سر بسر در وجد و حال اند
وگر، از قال گوئی، قال این است

ذکر جامع کشمیر و خانقاه حضرت امیر کبیر قدس سره

اگر در مسجد جامع در آنی
عیان، شان حق از، کاشانه او
زهی مسجد زهی محراب و منبر
دو کونش، جبهه سائی آستان است
ستونها، کاندرو برپا به بینی
شمارش، سه صد و اثنین و هفتاد
بسود ز آن چار تا دروازه او
ز هر در، شهریان را حکم بار است
مصلی خصافقاهی همسر اوست
ز بس اثبوه مردم، پنج نوبت
ملک را، بر لب اینجا هست، لبیک
خود این تعمیرها آئینه دار است
ز هر سنگی، عیان صیقل گری هست

بواج پایه طالع برائی
چو صاحب خانه، الحق خانه او
تعمالی شانه الله اکبر
همانا کعبه هفت آسمان است
حریف سدره و طوبی به بینی
بیاغ دین، بجای سرو و شمشاد
که باشد، چار سو آوازه او
ولی غریبش، خاص شهریار است
که خلعتی جبهه فرسای در اوست
نباشد راه در وی، بنی مصوبت
فلک را، نیست ره بی خلع نعلیک
که از سلطان سکندر یادگار است
ز سنگ، آئینه اسکندری هست

ذکر کوه ماران و ارک و فصیل آن

مقام شهریاران، کوه ماران
بفرقش باره، چون گوش واره

که اکنون جای مورانست و ماران
کمر هم بر کمر دارد ز خار

تمالی الله ! چه عالی باره هست
جدید و کهنه، محکم چون حدید است
شهی کان اولین بنیاد بنهاد
که جای سیر، هر سیاره هست
محل الامن - فی باس شدید - است
کرور و نه لک، از مخزن فرستاد

دو صفت سری نگر دارالسلطنت کشمیر

اگر از، غمری رانم سخنها
درین شهر فسیح بخش و فرحناک
بهر باسی زند بلبل ترانه
بهر بزمی ز گل، روشن چراغی
بهر کشتی، بهشتی جا گرفته
بود در حسن و خوبی طاق، این شهر
دگرها شهر ولیک، این شهریار است
چو بلبل، صد هزار او را، هوا دار
برای حسن و خوبی، جای ناز است
عماره شاعر سامانی العبد
چه جای، این و آن، ما و شما، هست
هر آنچه آن میرزا حیدر (۱) نوشته
دلیل خوبیش تعمیر چوبی
ولی چشم بد گردون دوش
گهی شد تازمار از ترک تاقار
بمبد زولجو بریاد رفته
نه هیچ از شهر غیر از شهره ماند
نه کوخی مانده و فی هیچ کاخی
گهی از بسو، من دارالمن گشت
زمین در جنبش آید چون بزلزال
گهی کرد آب، بریاد و خرابش
رسد از چشم زخم اکثر گزندش
هنوز از سازگیبائی خداداد

سخن بر خویش باله، چون چمنها
بود هر خانه زیر سایه تاک
پسائی خود رود گل خانه خانه
بود هر خانه، را خانه باغی
چنان در هر مکان، ماوا گرفته
که باشد، شهره آفاق این شهر
حصار پای تختش کوهسار است
ثناخوان چون عزیزش، بوده بسیار
یکی از بندگان او، ایاز است
سخن آرد بوصفش، بهتر از شهد
که خود او، خود نما و خود ستا هست
بساطی بود، کان شد در نوشته
که چوبی خود بود تصحیف خوبی
کند پیوسته از گردش زبانش
که فی پودش بجا ماند و نه یک تار
ز بس بریاد رفت از یاد رفته
نه خرمة ماند و فی خرمة ماند
نه شوخی مانده و فی هیچ شاخی
چمن پر از خس و خار دمن گشت
فلک بر خویش میلرزد دران حال
گهی آتش، فتاد و برد آتش
که سوزد خانها همچون سپندش
بود هر گل زمینی نزهت آباد

بهر سو لاله زار و سبزه زار است
 ز بس شور صدائی خنده گل
 دو عالم ، یک گل رعنائی باغش
 جهان را ویرانگش آبرو داد
 ز بس گیرائی خاک این گلستان
 چه دور ، از خوبی این حسن آباد
 مه‌رس از سبزه زار عیدگاهش
 ز جوش فرگس و گلپهائی خرم
 برد هر کس بسودا زعفرانش
 بشوقش گشته کوه قاف سیار
 بهر جانب که بینی ، سبزه زاریست
 کشیده لاله و گل ، سر پافلاک
 خزانش را ، بهار دیگر آمد
 هوا را بوی صندل هست درمار
 برنگی عشرت انگیز ، این چمن هست
 بود بزم مفسی ، گلشن راز
 بهر سو نفوش از بی جاده بنگر
 بود دامان خاکش پاک ، از خاک
 چنان نشو و نما اندر تلاش است
 نباشد کس ، درین گلزار بیخار
 تراش کلک یاقوتی بهر خس
 زمین صیدگاهش زر ناب است
 ببر ، هر مرغ دارد ، رخت طاوس
 هزار و کبک و تیهو سار و سارنگ
 تذرو آهنگ بلبل یاد دارد
 چه مطرب هندلیبان راه پیمای
 اگر گل گوش بر آواز بلبل
 زهی عشق و تمام و حسن کامل

که داغستان و ملک سبزوار است
 کسی میشنود فسرپاد بلبل
 ارم ، گم کرده خود را ، ذر سراغش
 چنان را شاله مارش رنگ و بوداد
 نمی جنبد ز جا تخت سلیمان
 گر آید دیو ، بر گردد ، پری زاد
 زمرد خیز باشد خاک راهش (۱)
 بود چشم و چراغ هر دو عالم
 بزر گیرند در هندوستانش
 که میگردد بگردش آسمان وار
 بهشتی ، در زمرد گون حصار است
 جنون کو ، قا گریبانی کند چاک
 چمن گوئی ، دکان زرگر آمد
 ازان در شهر گردد ناله مار
 که مرغ باب زن هم نغمه زن هست
 گل تر ، میدهد از شاخ آواز
 بهشتی سر بصیرا داده بنگر
 غبارش بوی گل ، آن نیز ، نسناک
 که هر دم خامه محتاج تراش است
 که دستی نیستش ، در خط گلزار
 سواد خط ریحانی بهر کس
 و زان یک مرغ زرین آفتاب است
 بود هر مرغ زاری تخت طاوس
 هم آوا ، هم نوا ، هم دم ، هم آهنگ
 نوای چنگ بانگ خداد دازد
 بجای پای بسته زنگ در نای
 و گر بلبل خراب جلوه گل
 گل از بلبل ز گل بلبل برد دل

زمرد و لعل ، می خیزد ز راهش

۱- فلک قریبان خاک عیدگاهش

ز بس از یک دگر خوشتر نماید صنوبر از صنوبر دل رباید
ندارد باغبایش زان درو بند که گردد میوه خوار از میوه خورسته

در طراوت اشجار و حلاوت اثمار

درختان ، همچو سبزان سبز بختان نه تنها سبز بختان ، سبز رختان
ز نار و نارون تا سرو و شمشاد نو آئین ، فوجوان ، فوخیز و نوزاد
چنان شان مادرست و دایه کوثر ارم شان عمه و طوبی برادر
نکلم شان به تحریک اشاره خود ایشان کودک و خود گاهواره
به طفل، خورده از جوی عسل، شیر شکر بار آورد هر کو شود پیر
خوشا بادام ، کز وی چشم به دور سیه کرده برو چشم طمع حور
بصید دل بود بادام بادام که چیند در ره مدام مدام
بیار اوصاف سیبش ، ای سخن گو همین میدان ، همین چوگان ، همین گو
رسد از سدره اش هر دم درودی مثل باشد که ، سیبی و سجودی
ز بس دارد لطافت در سرشت او ربوده گوی سبقت از بهشت او
بسانگشت اشاره جانب سیب نمایان میشود آثار آسیب
برونش زر ، درونش سیم خام است توانگر آن کش این دولت بکام است
ز توتش جان شیرین را بود قوت جوان از خوردن او پیر فرقت
ز رویش چشم زخم انگبین دور که این شان حق است آن شان زنبور
سیاهش هست خال چهره باغ سپیدش نور چشم نورگسین باغ
انارش حقه یاقوت باشد همانا قوت افزا قوت باشد
ز نیرنگیش خود هم رنگ بازد گهر در مشت گیرد لعل سازد
حریف آب دندان بهر قند او کند بر ریش بابا ریش خند او
بین یک خرمن از اختر یک برج بین یک معدن از گوهر یک درج
کنم انشا بوصف ناشپاتی ورق در دست من گردد نباتی
هنب نتوان رسید اینجا بعباب که باشد در میان حائل سر آب
بسود هم پختگی با گلبنانش که رنگین شد ز خون گل بنانش
لب خوبان که ، دارد این شکر خند بشفالو مگر بگرفته پیوند
زبان در وصف آلو ، بسکه بالود سخن شد همچو آلو ، لذت آلود

گلبانگ قدوم حضرت بلبل شاه و رنگ اسلام گرفتن این سیاحت گاه

نخستین، شیخ بلبل شاه نامی	به بلبل، از گل آورده، پیامی
بهار تازه ناگاه آورد	برسم نورهان از راه آورد
که مرغان چمن را، با نوا کرد	زبان قمریان را، حق سرا کرد
علاوه گوی چون از ره در آمد	ز قلب لاله الا الله برآمد
بظاهر در گلستان لاله کشته	بیاطن - لاله مثل - نوشته
الف شمشاد لا شد لاله بالذات	که گل کرده بهار نفسی و اثبات
بذکر جهر قمری مشتمل شد	که، شمشاد و صنوبر، اهل دل شد
برسم راستان، هر سرو و شمشاد	ز بند خود پرستی، گشته آزاد
بساز نار شد نذر گشتس	که گشته صرف در گلدسته بستن
بشاخ هر نهالی عندلیبان	خطابت کرده سر همچون خطیبان

ذکر بعضی از نور سنجان، که عندلیب چمن سخن بوده، و به خاک کشمیر آسوده اند

نهم منت بمرغان چمنها	که آرم از سخن سنجان، سخنها
سخن ریزی، ز بس، کار نسیم است	تجلی زار بر گور کلیم است
مزارش بر تلی نور علی نور	کلیم الحق سزد منزل گمش طور
چو قدسی، نقشه سنج این چمن شد	چنین بر درگاه حق، نغمه زن شد
درین گلشن که هم گل هست هم خار	مرا هم جای ده، یک آشیان وار
رسیده بر هدف تیر دعایش	بزییر گلبنی دادند جاییش
بخاک او، حرم از گلستانست	هجوم قدسیان از بلبلان است
سلیم، آن طوطی قدسی مقام است	که این گلشن برو دارالسلام است
سلامت بنده طبع سلیمش	سخن سنجان کشمیری قدیمی
صبا جوید نشان قبر، جويا	نهان در خرمن گل هست، گویا
غنی، کاین گلستان را بود بلبل	بود گنجینه خاکش از زر گل
ز لوح تربت انسانی، بخوانی	در الباقی و باقی جمله فانی
ندانم، عندلیبان تا چه گفتند	که لب از گفتگو بستند و خفتند
همه هشیار و سرمست و خراب اند	همه بیدار و از مستی بخواب اند
حریفان باده ها خوردند و رفتند	تهی خمخانها کردند و رفتند
چه میگویم که، شرم باد از خویش	ره میخانه ام چون هست، در پیش
بره پیر مغان سرشار و سرمست	کلید خانه خسار در دست

در میخانه را تا بر کشایم حریفان رفته من اکنون در آیم
 بیاساقی! که از تائید باری به بحر و بر بود حکم تو جاری
 سرت گردم بکشتی باده پیمای که سیر کشتیم دل برده از جا

غواصی جویای گوهر نایاب در صفت دریا و تالاب

درین دریا، که نام آن بهت است نه دریا، چشمه سار ابهت هست
 بود آبش روان قالب شهر که میگیرند اهل شهر زان بهر
 جهانی، با نوا زین رود باشد دگرها رود و این شهرود باشد
 کند پیک نظر چندان که پویه بدریا خانها بیند دو رویه
 بود هر خانه را، جا بر کرانه رود، این رود خانه، خانه خانه
 چو مژگان، از دو جانب صف کشیده چنین خوش منظری، چشمی، نه دیده
 بروی آب، پلها بسته، از چوب خوش آثار و خوش آئین و خوش اسلوب
 رود بسیار پل، در کار پلها نه پلها باشد این انبار پلها
 بود بر هر سر پل، گرم بازار دکانها باز و صف بسته خریدار
 بحر، هر جنس و هر کالا که، خواهی گلیم فقر، یا سنجاب شاهی
 شود بازار خوبی چون بر او گرم دهد دل مشتری بیمانه از شرم
 یکی میجوشد و دیگر غروشد یکی دل میخرد دیگر فروشد

بیان بحر بیدل مسمی به دل

خوشا آبی که، مشهور آن به دل هست نه دل، تسنیم را نم البدل هست
 بوه زنجیر پا موجش، صبا را حبایش، در گره بسته، هوا را
 فلک در جنب او، برج حبایی ملانک اندرو، مرغان آبی
 جنون خیزست چون آب و هوایش دمند از هم، چوماهی، موجهایش
 ز بس گردیده محو جلوه خویش ز دل دارد بهار آئینه در پیش
 موج بسکه گیرای نظرهاست تماشا کن که خوش دام تماشا است
 گریبان چاکای موج از هوایش کتان ماهتاب جلوههایش
 شده آئینه گویی ز خساره بمقدار هلالی پساره پساره
 بدریا ماه اندر نقره کاری بگلشن زر فشان، باد بهاری
 کول، از فیض دل، کردست روشن چراغی را، که آبش هست روشن
 ز بس کشتی سبک تر آمد از کاه بموج سبزه هر سو میسرود راه
 روان هر سمت، کشتیهای خس پوش تو گویی: آب دارد، خلنه بردوش

مهیا هست هر چیز، بکشتی
بکشتی هرکجا خواهی توان رفت
گرو بندگان چون کشتی سواران
بود این آب بازی اسپ بازی
مگو کشتی، بگو: قصر بهشتی
بجای ماه تا ماهی توان رفت
سبق جویند بر بساد بهاران
که بروی نیست سابق هیچ تازی

جریان فیض الهی در صفت چشمه شاهی

بطمع آبرو، این جا، گر آبی
خنک آنکس که، از وی میخورد، آب
خنک آنکس که، شد در وی شناور
در آبش، چاره رنج روان است
سریع البهضم دارد آنچنان آب
اگر غمهای عالم، خورده باشی
کن، از سر چشمه شاهی گدائی
نه بیند تا به محشر تاب در خواب
نه پاک از آفتابش نی ز سآذر
مگو، آب روان، گنج روان است
خوری گر سنگ هم گردد چو نان آب
بخور آبش که، عشرت کرده باشی

ذکر آبی دیگر موسوم به اولر

برون از شهر، آبی هست، اولر نام
بقدر سی کروهش، دور باشد
سراسر چشمه سار این سرزمین است
که تالایست گوئی: بحر آشام
عشق، افزون ز حمد غور باشد
بود گر عالم آبی، همین است

اظهار قدرت باری در صفت سرما و برفباری

بیا ساقی! بیار آن آتشین آب
بسآب آتشین کن گرم، خونم
هوا شد چون سمن ریز و سمن کار
چمن گوئی که، برد برد پوشید
نه تنها پر ز یخ شد شاخ تا خ
خنک از دیدنش شد چشم کونین
بصابون جامه زد هر کوه و هامون
شده هر وادی دشت بیاضی
سواد شام او، صبح امید است
خنک چشم و دل بینای این شهر
دهد از رو سپیدیا امیدم
که از افسردگی، دل گشته بیتاب
که از دم سردی دوران، زبونم
زمین آمد سمن خیز و سمن زار
که از ناعمرمان، رخ درد پوشید
که دوران را بود بنیاد بر یخ
سزد گر گوئی آن را، قرة العین
بل کافور کرده کار صابون
به از باغ سپیدش هر ریاضی
شب دیجور او، روز سپید است
بود شبها مه شبهای این شهر
که پیش آمد چنین روز سپیدم

و کان الشلج مثل المهن منغوش
سپیدی میکند اینجا سیاهی
کزو، هر چشمه ساری شد، نمک سار
نه کوه نور، گوئی: کوه طور است
که پیدا جوی شیر از بیستون شد
که شکر ریز ابر کوهسار است

فلک را چرخ حلاجیست بر دوش
بهر سو بنگری مه تا به ماهی
تو گوئی، شور رعد آمد نمک بار
بهر سنگی که بینی، کوه نور است
سپید اندر تن فرهاد خون شد
شکر ریز عروس نو بهار است

گرم بازاری حمامیان

شده حمامیان را، گرم بازار
ز گرم و سرد دورانش دو آبه
چه آتش، شمع هر کاشافه هست
چه آتش، کافتاب شبنمستان
برات قازگی، پژمردگان را
که آهن کاری و زر بار آرد
طلائی آن بر آید نقره اندود
چنان، کز هر گوی، گوهر بر آید
که سازم، نقل مجلس نقل منقل
فروغ بخت جمشیدش، توان گفت
حریف غالب جام شراب است
قبای گرم و چای گرم و جا گرم
گرفته پیسه زن، منقل در آغوش
که هست آتش پرستی می پرستی
هوا زر ریز باشد، خاک زر خیز
جوان شد از زر نو، دهر فرقت
بخود رفتن گدازش رهنا بود
بر آمد گل چو صهبا از قینه
شده کان زمرد کان الماس
که، میبینم زمین تا آسمان سبز

هوای سرد آمد، بر سر کار
چه حمام آفتابش کافتابه
بهر یک خانه، آتش خانه هست
چه آتش، نو بهار هر زمستان
بسود آب حیات، افسردگان را
فسون طرّفه در کار آرد
عیارش لیسک روشن میشود زود
ز قلب رز، درین جا، زر بر آید
بخوری میکنم، از عود و صندل
نه منقل، تخت خورشیدش، توان گفت
ازو، سرگرمی هر شیخ و شاب است
نه گردد، از چه صحبتهای ما، گرم
نه ابرست این، بطرف باغ، در جوش
بآتش هر یکی در جوش مستی
بفصل گل، که گردد شاخ، زر ریز
چو آمد، در حمل خورشید، از حوت
چو از گل برف آتش زیر پا بود
شکست از سنگ یخ را آبگینه
هوا گسترده محلل جای کرباس
الهی! گشت بخت دوستان سبز

گل کردن انبساط در تعریف باغ نشاط

بیا مطرب! که وقت انبساط است نشاط انگیز شو باغ نشاط است

نشیدی تازه نوآیین نواشی
 بزرگ و کوچک، این جا با نوایند
 خوشا باغ نشاط افزای، کشمیر
 برنگ نه سپهرش نه طبع هست
 دو چار جنت این گلشن اگر گشت
 میان هر طبق، دارد رواقی
 نمیشاید قصوری در قصورش
 کشیده صف درختان سپیدار
 درختی، کس بدین رفعت ندیده
 بود زان راه، آمد شد ملک را
 چه دور ار، در هوای سیر این باغ
 جنان، تا دل بشوق دیدنش باخت
 ز یک گل هست دلکش تر، دگر گل
 بهشت از رشک این باغ خجسته
 شهید جلوه خویش، او فتاد است
 نه قمری هست بل خاصیت باد
 عجب نبود، اگر بلبل کند پر
 بطوق خویش، قمری هست خوشحال
 بشوق دیدن نرگس، بهر گام
 نظر بر سایه شاخ سن کن
 ز جوش سنبلستان نرگستان
 پر از ناز و نیاز، این تازه باغ است
 دمد نرگس سری افکنده در پیش
 ندارد لاله اش اندر چگر، داغ
 بود پرواز بلبل را، چه احوال
 فشاند زعفران، گر خنده گل
 پر از سرو و صنوبر، زیر و بالا
 ز گل، هر گلبنش در زر فروشی
 ز جوش لاله و گلپای خود رو

بیکنائیش باید زد دو نائی
 سرود دلسنازی می سرایشد
 که میگردد، جوان از دیدنش، پیر
 که هر هفت آن طبقها از شفق هست
 بر آمد در میان فرق نه و هشت
 کش این نه طاق نبود جفت طاقی
 ولیکن یافتم خیالی ز حورش
 بگرد او، برنگ سبز دیوار
 تو پنداری قیامت قد کشیده
 همانا نردبان باشد، فلک را
 کند پرواز داغ لاله، چون زاغ
 بچشم بلبلائش آشیان ساخت
 فتاده در کشاکش، عشق بلبل
 چو داغ لاله، اندر خون نشته
 که نعل بوی گل، بر دوش باد است
 کف خاکستری را بال و پر داد
 که میخواهی، ز برگ گل کند پر
 ز پای سرو گوئی، برده خلخال
 کنم از چشم محبوبان، نگه وام
 شب ماست گلگشت چمن کن
 چو چشم، دیده صد خواب پریشان
 سن پروانه و گل چون چراغ است
 خراب انتظار جلوه خویش
 که، افگندست آهو، نافه در باغ
 که بسوی گل، بگردون میزند بال
 چکد خون گل از، فریاد بلبل
 شده نرخ بهار اینجا، دو بالا
 ز شبنم، سبزه در گوهر فروشی
 لب پان خورده معشوقان لب جو

فکر و خوض در صفت فواره و حوض

بوصف حوضش اکنون، تر زبان شو
سپهری، کهکشانش فواره او
بهر سو، لشکر موج است، در جوش
ستون خیمه ابر بهار است
ز بس پیالیدگیهای خداداد
شود چگون در علو بیحد غلویش
بداند شاعری کش طبع عالیست
بشوقش رفته، از خود جوئبارش
ز حیرت، بسکه حال زار دارد
ببراهش، قطره زن آب روان شو
ز ماهی، اختر سیاره او
لوانی نصرت از فواره بر دوش
که بنیادش بر آب و پائدار است
جهد از آب بالا عکس شمشاد
کند پستی گردون سر فرویش
که خوش برجسته مصرع از زلالیست
زند از شوق، سر بر آبشارش
ازان رو، پشت بر دیوار دارد

تر و تازگی دماغ در اوصاف شاله باغ

بوصف شاله باغش گل فروشم
ز رنگ آمیزی گلهای ایوان
هوا هر گوشه، طرح طرفه ریزد
درین گلزار، رنگین بوته نیست
چمن مخمل بساط، از خوش قماش
برنگ سوسن و شمشاد باری
که از مستی به پیراهن نگنجم
کرامت کن ز راه مهر، چون بدر
سراپائی، نه تنها زینت دوش
سراپای تو، چون در بر گرفتم
زر خود، بر محک باید زد، اینجا
عمارانش همه از سنگ موسی
سواد آن، سواد لیلۃ القدر
سوادش بسکه باشد دیده افروز
چو از عکس بتان، بتخانه گردد
بنازم بر صفای حوضه حوض
بلی این چشمه، چشم نه فلک، هست
ز برج حوت، باشد راه، در وی
روان جوی، ازان قصر حیا هست
که دارد سایه گل، شال پوشم
چشمهها کارگاه شالبافان
ز هر یک خوشه، نقش تازه خیزد
که، بر فرقش، نگارین فوطه نیست
نشسته شال پوشان در حواشی
الهی! ده بن هم جامه واری
نه پیراهن، که در گلشن نگنجم
سراپای سراپا قیمت و قدر
بل از راه عط باشد، خطا پوش
سراپای سخن، در زر گرفتم
که ظاهر میشود نیک، از بد، اینجا
که هر سنگش بود طور تجل
ضیای آن، ضیای لیلۃ البدر
شب ماهست اندر نیمه روز
خود از آذر بود، دیوانه گردد
که رونق یابد از وی روضه حوض
سیه قصرش بجای مردمک هست
شناور، همچو ماهی ماه، در وی
بل اندر دل شب، فیضها هست

بود آن کعبه و این زمزم او
بگردون ، گوش ماهی را بهاله
کشد آب ، از دل آه ، نیزه بالا
که هست انگشت حیرت در دهانش
که بود افزون ز اعداد ستاره
چون این قصر زمرد گون در انجم

خوشا قصر سیاه او ، خوشا جو
ز بس فواره اش بر ، خویش باله
زند از بسکه آتش ، عکس گلها
بلی این حوض محو گلستانش
زند فواره ، جوش از هر کناره
شود آن قصر در فواره گم

در صفت نسیم باغ فرح بخش دماغ

کش از همسایگان باغ نسیم است
که میخیزد ز خاکش عود و عنبر
ولی چون من ، درو بلبل هزار است
نه بر رخسارش از سنبل کلاله
نه بی نرگس بود ، بیتاب و بیخوار
ولی چون برگ گل ، نمناک دام
بهار تازان دارد خدا داد
زمینش ، خاک عنبر فام دارد
بود مادام اینجا جلوه شام
چو فریاد گدایان ، بر در شاه
زمینش را ندیده چشم خورشید
چنان اینجا ، فزون تر از شمار است
که ، هر شاخیش باشد ، بال جبریل
بود کشمیر را در سایه اش جا

کنون دل ، مائل باغ نسیم است
نسیم بسی گل و نسرین معنیر
فضایش را ، نه گل هست و نه خار است
نه او را بر جگر ، داغی ، چولاله
نه بی گیسوی سنبل ، بر دلش تاب
ز خون ارغوانش ، پاک دامن
خدا او را فضای دلکشا داد
سواد او ، سواد شام دارد
اگر در نیمه روز آتی و گر بام
درو غوغای مرغان ، گاه بیگاه
ز انبوه چنار و کثرت بید
زمینش ، سایه پرورد چنار است
بود در سایه اش آسوده صد میل
ز خورشید قیامت نیست پروا

در اوصاف اطراف نزت پیام علی الخصوص کمرگ مشهور

بعیش مقام

خموشی بسهر و صافست انصاف
مگر کمرگ هست آن مرگ بلبل
گلش صد رنگ و هر رنگی بصد رنگ
چو مسومی بنگری زیر نگینش
رود هر جا فرو در خاک ، محتاب
مگر در سر هوای سیر لال است

برون از حد اوصافست ، اطراف
زمی کمرگ کامد دخمه گل
بود این گلزمین را ، طرفه نیرنگ
قدم هر جا گذاری بر زمینش
زمین او ، ز بس نرمست ، چون آب
پیا ساقی ! دگر سر پر خمار است

بیا! در سایه تماکی نشینیم رخ آسودگی تا کی نه بینیم

گفتار خوشگوار در تعریف لار

خصوصاً تماکهای خطه لار
چه میپرسی، ز رفتهای تاکش
بزیر قاک، باید کرد منزل
خدا را، خوشه تماکی، مجنبا
بخامی، هر که انگوری شکسته
بود چشم و چراغ می پرستان
ز تلمش، تخم عشرت میتوان کاشت
صفا، از بسکه چون آئینه، دارد
سر خود را، فرو نارم، با فلاک
کنسار آب لار و می کشی ها
کند نوشنده را، مسرور آتش
ز آتش خوش جوان و کودک و پیر
هم از تائید، آن آب و هوا، هست
بود بر باده نوشی، جای حیغم
بسیر لاله و گل باغ، باغم
کنم هر جا، بروی سبزه، منزل
چو آید زعفران در زر فروشی
بجام ما، مگر ساقی چها ریخت
سخن را، مانیم، هنگام تحریر
برین گل دسته بکشا دیده هوش
بهر جا، نقش ساقی، رنگ بر بست
بهر جا، غنچه را تصویر کردم
اگر بلبل، ز درد عشق، در جوش
بهر جا مرغ مضمون، کرده پر باز
بآب از کلک من گردیده قر دست
بهر جا، می نگارم حرفی، از گل
گرفته رنگ گل تا نامه من
رسد کشمیر را بر خریشتن ناز

که در غلش بود، گردون دوار
که باشد سدره و طوباش، تاکش
که آنجا رو دهد، جمعیت دل
که برهم میخورد، دلای مستان
دل میخواره، گویا که، خسته
که هست این کوکب اقبال مستان
نه سری هست، کش پنهان توان داشت
توان دیدن که، دل در سینه دارد
که هستم، خوشه چین تارم تاک
نگار بساده خوار و سرخوشی ها
که هست، افشوده انگور، آتش
که هم می هست و هم شهادت و هم شیر
که، من از خویش، و کلکم رفته از دست
حرامم باد می، چون نیست کیفم
ولی، از دوری احباب، داغم
غم سبزان هنرم خون کند دل
کنم یاد بست و زرد پوشی
که این نیرنگها از کلک ما ریخت
کشیدم یک قلم تصویر کشمیر
که دارد هر گل باغی در آغوش
صراحی در بتل بین جام در دست
تبسم، زیر لب تحریر کردم
و گر گل، از غرور حسن، خاموش
بسویش، چشم دامی هم بود باز
بهر سطری که بینی موجزن هست
ز کلکم، می قرار داد خون بلبل
شده منقار بلبل خاصه من
که دارد چون (عزیزی) نغمه پرداز

ز بس، گل چیده ام زین باغ و زین راغ
بمهندستان فرستم، ارمغانش
وزین نیرنگها بیرنگ گیرند
پذیرای دهند این ارمغان را
که نامش: ارمغان لاجواب است

۱۳۳۵-۱۲-۱۳۲۳

به نظمش، همچو گوهر، در کشیدم
وزان، گلدسته بهر دوستان، بست
اگر خلده است، هم دلکش نباشد
شوم چون کلک مانی، رنگ آمیز
که هست آئینه دار دور ایام
وزان میخانه و می پاد آرم

(۳۸۵-۲۱۱)

ز بس، گردیده ام هر روز درین باغ
بکاغذ، بسته همچون زعفرانش
کزین گلهای رنگین، رنگ گیرند
کنند سرمست و سرخوش ارمغان را
برای سال تصنیف انتخاب است

هر آنچه اینجا، بچشم خویش، دیدم
طرفها، طبع من، زین بوستان بست
که سیر باغ، تنها خوش نباشد
کنون، از نامهای راستی غیض
بیا ساقی! بیار آن خسروی جام
بمن ده کز جم و کی یادگارم

مجملی از احوال تاریخی کشمیر جنت نظیر

سر مینای می مستانه بکشا
خصوصاً وقت گل، در باغ کشمیر
زند هر چشمه اش، چشمک به تسنیم
بود در وسط اقلیم چهارم
کنندش، داخل ارض خراسان
بهر فصل برنگی جلوه پرداز
شواد شرقیش را، چین بگیسو
بود بکلی، بمغرب خاکرویش
چهل فرسخ بطول و بیست در عرض
پراز سرو و صنوبر بید و شمشاد
سخن زین سان رود در حکمرانی
تسلط یافته بر ملک کشمیر
زد اینجا کوس جمشیدی بگردون
بجز حالی، بنوک خامها نیست

بیا ای دل! در میخانه بکشا
به مینوشی، نباید کرد تاخیر
چه کشمیر؟ آبروی هفت اقلوم (۱)
بهشتی، اندرین فیروزه طارم
مساحت سنج، سیماحان دوران
عروسی هست، اندر حجله ناز
شمالش را، بدخشان لعل بازو
دهل زن هست دهلی، در جنوبش
مسطح پهنه باشد درین ارض
هزاران قریه، در وی هست آباد
بمهندی نامهای باستانی
که گاهی پاندوان با حسن تدبیر
گهی جم پایه از ملک جمون
ول نامی ز کس در نامها نیست

که نام راجگی، از وی، بلند است
 روده گوی از گودرز و گیو آن
 که رای او، برایان بود، بی ریو
 که، آبی رفته باز آورد، در جو
 که از روزیکه شد کشمیر مهور
 چهارالف است و کسری بر سه صد سال
 همه دادند، داد حکمرانی
 دل، زین باغ، آخر بار بستند
 فلک در انتظار خواجگان بود
 که گشت این ملک پای تخت شهمیر
 ز اولاد سلاطین قورشه نام
 دل او، گنج اسرار کیهامی
 در اثنای گهر سفتن، چنین گفت
 کند شهمیر روزی شهر یاری
 بفرمان ازل، فرمان روایتند
 درآمد، اندرین ملک خداداد
 بخاک باز موله کرد اقامت
 که جایش داد و جاگیری فزودش
 سه سالار شد، انجام کار، او

اگر هست ابتدا، از او کنند است
 پسین شان، که آمد سیه دیو آن
 پسین راجگانش نسام سردیو
 و زان پس، آمد از تبت، رتن جو
 بود در نسامهای پیش مسطور
 همانا، تا بدور این خوش اقبال
 درین مدت، ز راه مهربانی
 کمر درکار، چون زفار، بستند
 جهان در اختیار راجگان بود
 شده بیدار ناگه، بخت کشمیر
 بنایش بود مرد نهک انجام
 رخ او، مظهر نور الهی
 لبش، روزی زهر در، در همسفت
 که: در کشمیر از تائید باری
 ز نسلش، چند تن، صاحب لوائند
 چوبشید این سخن، شهمیر، دلشاد
 بامید ظنهور آن کرامت
 بدوران رتن جو شد، و رودش
 گرفته، رفته رفته اقتدار، او

تاخت آوردن ذوالقدر خان و تباهی شهر و شهریان و حکومت یافتن رتن جو و مسلمان شدن آن

برغبت، قال بشنو! حال بشنو
 بخوی زشت، محکم ریشه کردند
 دغابت گشت رائج م خیانت
 حیا از دیده، و دل از صفا رفت
 که نازل شد بسای آسمانی
 که م، ذوالقدر خانش خواند ایام
 مگر ذوالقدر، بل ذوالقدر خانش
 به کشمیرش همخوانند ذوالجو
 زمین تا آسمان، زان تاخت، دل باخت

کنون، تفصیل این اجمال، بشنو
 چو مردم، زشت خوئی، پیشه کردند
 دیانت از جهان رفت و امانت
 ز انجم مهر، و از مردم، وفا رفت
 نه مهری مانده و فی مهربانی
 بناگه، فتنه جوی زولجو نام
 ستمگری لقب، ذوالقدر خانش
 ز ترکستان و اولاد هلاکو
 بناگه، جانب این مملکت، تاخت

دوان اندر رکابش ، توک و تاجیک
 همه خون تشنه و خونخوار و سفاک
 دمی کان فوج در شهر اندرون شد
 منادی ، بهر قتل عام ، کردند
 رمیده شهریار و شهریان هم
 نشد تنها، تهی از شهریان ، شهر
 زدند آتش بخان و خانها
 نه قصری ماند بر جا و نه جبری
 بنای را بجا ، آن سیل ، نگذاشت
 بغیر از ذکر جفت و حرف طاقی
 نه صاحب خانه و نی خانه ماند
 غلای غله ، صاحب غله را، سوخت
 شد از بس قحط ، آخر کار شان تنگ
 هم آمد ، بر سر آن فوج ، سرما
 ندیده پوششی جز چشم پوشی
 روان شد آخر آن لشکر ز ، کشمیر
 بره شان ، برف بارید ، آن قدرها
 بجای آب ، برف از سر گذشته
 نه کس از دستبرد برد ، جان برد
 نه گیوی ماند و نی گوی و نی خر
 درون برف ، هر شی یک بیک رفت
 نه برفت اینکه برق غیرتست این
 چو در اطراف ، شایع این خبر ، گشت
 ز سر آن خطه ، آبادی گرفته
 درین مدت که ، گیتی شور و شداشت
 بهر مرزی که ، بودش مرز بانی
 بس از جنگ و جدال و کار و پیکار
 ز سرداران قبت رتن جو نام
 بعدش ، سبز و خرم هر زمین شد
 بکیش خویش چون مییافت سستی
 ز قائید خدا ، ناگاه ، این جا

نه بیم از راه باریک و نه تاریک
 همه خون ریز و خون آشام و بیباک
 روان از هر طرف ، دریای خون شد
 بجای باده ، خون در جام ، کردند
 پریده رنگ و روی مرغ جان هم
 که آب از شهر رفت و ماهی از نهر
 مکین بر جای ماند و نی مکانها
 نه کسرا و نه از وی هیچ کسری
 بغیر از آسمان ، کانهم ، خطر داشت
 نهانده زیر این نه طاق طاقی
 نه دام و دد نه دام و دانه ماند
 نه تنها غله ، گوی ؛ گله را سوخت
 که هر یک بر شکم بست آسیاسنگ
 که هر یک شد گریزان همچو گرما
 نخورده جز غم بیپوده کوشی
 چو سیل ، کاید از بالا ، سوی زیر
 که شد ، مسدود هر سو ، رهگذرها
 نه از سر ، بل ز کوه و در ، گذشته
 نه خس ، زان ورطه خود را ، بر کران برد
 نه اشتر ماند و نی استر نه بستر
 نمک شد ، هر چه در کان نمک رفت
 معاذ الله ! مقام عبرتست این
 یکی از صد بسوی شهر برگشت
 شده مسموم آخر ، رفته رفته
 سر صاحب کلاهی هر یک افراشت
 بجای خویش آمد حکمرانی
 پس از آویز و ریز و کشت و کشتار
 حکومت یافت ، از قائید ، ایام
 ز فیضش ، خار و خس هم ، پامین شد
 دلش میداشت میل حق پرستی
 رسید از راه ، بلبل شاه این جا

طلب داد دل چو پای او داد بگل گوی: که: بلبل رنگ و بو داد
گروه اندر گروه، از خاص تا عام مشرف گشته از تشریف اسلام
بنصفت رونقی ایام از یافست به کشمیر، ابتدا اسلام، از یافست

بعقد آوردن شهمیر سبه سالار، کوتاه رین زوجه رتن جو را، و
درگذشتن و ناکام از وصل خود گذاشتن او را

پس از وی، کوتاه رین آن همسرا و
بپشم نیک مردان گرچه زن بود
بهار گلشن کشمیر رویش
سر سودا بسودایش بسر داشت
اگر، شیرین نمک پرورده او
نکرده کوتاه رین آهنگ نخچیر
سر صید همای داشت شهباز
پیامش داد تا، با خود کنه جفت
که داند، تا چه بازی، آرد آفاق
چو روز کدخدائی را، شب آمد
مروس حجله امید شهمیر
ز غیرت، پهلوی خود را، درید او
که لعل خاتم دامادی این بس
نرنج و تیغ رنگین کرد سودا
ازین اندوه شد شهمیر غمناک
چو رفت، از چنگ شهباز، آن کبوتر
بدام افتاده نخچیری رسید، آم
دران هنگام، یاد آمد به شهمیر
سخن کوتاه، بزور دست و پا زو
نگارش چون نگار از دست رفته
چو از انوار فیضش، روز شد شب
ز هجرت هفت صد بود و چل و هفت
پس از وی شد جهان افروز خورشید
چو از دار جهان او رخت بسته

نهاد بر سر خود، افسر او
ولی هم رای زن هم تیغ زن بود
ختن یک خوشه چین چین مویش
لب نوشابه از لعلش شکر داشت
دگر، پرویز ادنی بنده او
بدام آورد شهبازی چو شهمیر
که کردی در هوای شوق پرواز
چو بشت او، بصد اکراه پذیرفت
که گوید، تا چه زاید جفت یا طاق
هیوطی در هرج کوکب آمد
درینا گشت هم آغوش شهمیر
جگر، از اندرون بیرون کشید، او
نثار بزم عیش و شادی این بس
درین سودا بود سود زلیخا
گریبان چاک گشت و هم جگر چاک
بخون خود سزد، چنگ ار کند تر
چو رنگ از چهره عاشق پرید، آم
کلام جد که: بود آن حکم تقدیر
بملک و مملکت، او یافت قابو
مروس مملکت در بر گرفته
بسلطان شمس دین آمد ملقب
که از باغ جهان سوی جنان رفت
رخ سلطان علاء الدین جمشید
بجای او شهاب الدین نشسته

همه سلطان شهاب الدین بر هندوستان و اختتام سلطنت در

خاندان ایشان

شهابی بود او، بهسر شیاطین بنوعی ربط و ضبط ملکت کرد چو فارغ از نظام ملک خود، گشت پی تسخیر هندوستان، چو کیوان ز پیلان گشت بر از کوه هامون به دهلی آندم از مه تاباهی دولشکر از دو جانب چون در آویخت شد آخر صلح، بر تسدید این سد سرعت موکب او بعد از این کار دمی کاو، رهرو باغ برین شد بساوج علم و دانش، بود ماه او سپس سلطان سکندربیت شکن بود یسی ویرانه شد بپخانه، از وی جگر خون، احتسابش کرد، می را شکسته آن، همه آلات، چون لات ز ساز برگ فیض او، به کشمیر نه تنها، نی در این جاء، بی نوا بود چو از تاراج تیمور او خبر یافت فروغ دیده زین العابدین را روان فرمود، موکب تیزراند او بدین عجز و نیاز این مدارا چو زین العابدین تاج نگین یافت بدین سان، چند تنه از یاری بخت در ایشان بود با صد عزو اقبال پسین شان که، نازک شاه نام است

فروزان آفتابی، در سلاطین که از شاهان پیشین هم سبق برد فراهم کرد لشکر، دشت در دشت برون آمد ز ایوان، شد بمیدان روان آن کوهها مانند گردون زدندی نویت فیروزشاهی دو بحر آتشین گویا در آمیخت که، سلطان را بود، سرهند سرحد بسوی مرکز آمد همچو پرکار مدار دین دنیا، قطب دین شد یفن شعر، شعرای دستگاه او که از آئینه دین زنگ بزدود بسی ویرانه، طاعت خانه، از وی ففاده عقدها در کار، نی را کدو سان شد تهی سر، زین خیالات نمانده بی نوا، جز مزامیر شکست شیشه می، هم بی صدا بود که بر افواج هندوستان ظفر یافت که وارث بود او تاج و نگین را رسید و پیشکشها هم رساند او سکندر یافته خلعت ز دارا جهانی زینت از دنیا و دین یافت یکی بعد از دیگر شد، صاحب تخت مفر سلطنت، پیش از دو صد سال بذاتش سلطنت را اختتام است

بیان حکومت قوم چک

چکان هم چار و چل سال از پس شان بقوت، قوم چک، ضرب المثل بود حکومت کرده با صد شوکت و شان دل شان، در دلیری، بی بدل بود

سرو سر دفتر افراد ایشان
 بمهد مهد شمعین الدین رسید او
 گرفته ، قدر و قیمت ذریانش
 بتقریب رضاعت شیر و شکر
 مقرب شد بتقریب قرابت
 که دختر اختر اقبال شان بود
 که آمد خانه شان خسر خانه
 بدین علت شده خود خسر خسرو
 بنام ارتباط کاف و نون را
 ز دولت ، بر رخ او ، غازه آمد
 سرافراز آمد و شد صاحب افسر
 همایون بادشاه از بام افتاد
 بفوجی آمد این جا بوالعالی
 ز جاجست و نشست و غمت و بشکست
 بکشتن داد ، بعد از دار و گیر او
 رسیدند ، از بر اکبر ، سفیران
 بیاطن ، راز جوی اختر او
 زد آهنگ — سمعنا و اطعنا —
 بنامش خطبه خواند ، الله اکبر
 پری رو دختر خود نیز داده
 بساز مملکت دمساز گشتند
 نهانده هیچ کس در شهر محتاج
 بمهد خویش ، عادل بود و باذل
 محابا داشتی از کین گرگان
 که شد صاحب لوا از بس ولا او
 بقصد گاه با اسپاه برگشت
 شکسته قیمت گوهر چو گوهر
 گرفت و میل در چشمش کشید او
 بچشم خویش آن روز سیه دید
 دو یکتا گوهر او ، بی صفا شد
 که یوسف سوی کنعان باز آمد

بود لنگر چک از اجداد ایشان
 ز ملک خویش رخت این جا کشید او
 بسک چاکران ، بعد از وفاتش
 شده با خاندان شاهی ، اکشر
 هر آنکس گشت فائز بر نیابت
 قرابت باعث اجلال شان بسود
 بنما کرده قصور خسروانه
 نجس رو داد چون این دولت نو
 مسلط گشته بیرون و درون را
 چو غازی چک بلند آوازه آمد
 بسال نه صد و شصت و دو ، آخر
 بمهد او ز پا لغزی که ، رو داد
 عتاب آما ز راه تیز بانی
 برای دفع او غازی کمر بست
 هزار و هفت صد کس ، از اسیر او
 علی شه گشت چون صاحب سریر آن
 بظاهر ، خواستار دختر او
 ولی چون بود او بینا و دانسا
 بنامش سکه زد بر نقره و زر
 پی عقد سلیم آن شاهزاده
 سفیران ، پیش اکبر ، باز گشتند
 چو گوهر شاه آمد گوهرین قاج
 بعدل و بذل ، طبعش بود مائل
 ولی یوسف که بود او راز اخوان
 بسوی اکبر آورد التجا او
 پس از یکسال ازان درگاه برگشت
 شده بی جنگ گوهر شاه مضطر
 ز دستش ، چشم زخمی تازه دید او
 کسی کش روز و شب خورشید و مه دید
 دو روشن اختر او بی ضیا شد
 جهانی تهیت خوان باز آمد

عزیز مصر و ماه مصر گشت او
بنای و نسوش شد، یکچند مائل
رسید از درگاه اکبر، سفیری
که: کردی حق نعمت را، فراموش
نه حال خویش، چیزی عرضه دادی
فتساد از لـرزـه جانش در تـلاطم
دل او سوی اکبر داشتی میل
که تا جان هست در تن جانفشانیم
پس او یعقوب فرزند کلان را
فرستاد، از برای عذر خواهی
رسید از راه، چون دربارگه او
خودش را حاضر خدمت ندیده
دمی کز میجه رایات پرنسور
سپاهی شد روان بر ملک کشمیر
سپاهی بسود بس محکم اساسش
ازین احوال شد، یعقوب، آگاه
بسرعت شد، ازان در، روی گردان
پدر طمن ملامت بر پسر زد
ملامت کرد بیش از بیش او را
ولی میداد او، بر جنگ ترغیب
مناهی زد ندا: یا ایها القوم!
بهم برزد دودست از زیست مایوس
دو کوه از هر دو سو با همدگر خورد
چکاچاک ز شمشیر چکان خاست
ز بیم ضربت البرز گرزان
ز بس دلتنگ شد از جنگ یوسف
با فواج مغل خود را در انداخت
ولی یعقوب بر جا ماند چون کوه
فلک گفتش که: تیغ برق اساس است
روارو زد بهر جانب که بی دیو
جهان، زیر و زبر هنگام کین شد

سرافراز کلاه مصر گشت او
که از دربار اکبر گشت غافل
رسانیدش پیام دار و گیری
که، گشتی در ادای شکر، خاموش
نه سر، بر آستان ما، نهادی
تو گوئی کرد یوسف خویش را گم
ولی مانع برفتن گشت سرخیل
ز ملک خود مخالف را برانیم
فراوان پیشکشهای گران را
بسوی بسارگه بادهاشی
رساند آن پیشکشها پیش شه او
شه از بس خشم، رو در هم کشیده
منور شد فضای ملک لاهور
سپاهی دژ کشا و نمکلت گیر
سپه سالار شد بهگوان داسش
که نازل شد عتاب از عتبه شاه
رسید اندر وطن چون، گرد گردان
که این سرتابی از وی گشت سرزد
براند آخر ز پیش خویش او را
سپه آراست با تزیین و سرتیب
که، قومو القیام الحری، الیوم!
بتمثال دو کف هنگام افسوس
سران را در میان شد پا و سر خورد
که از هر سوی ابری خونچکان خاست
فلک بر خویشتن چون گرز لـرزـان
نکرده پاس نام و ننگ یوسف
با پشان ساخت اما ملک را باخت
به تنها میزدی خود را به انبوه
که داس مزرع بهگوان داس است
بگو، افتاد همچون گاو بر گیو
زمین، گردون شد و گردون زمین شد

خزیدی پیل در سوراخ موران
 شده هرچشمه سار این جا نمک سار
 بجای خوی ز تنها ریخت خوناب
 بجای تپسل آتش میکشیدند
 که هر جو قیمت جوهر گرفته
 تجمل ماند و فی قاب و تحمل
 گریزان آبرو بر خاک ریزان
 که طرح صلح با یعقوب انداخت
 که با آن ریش و فش دلریش برگشت
 که در دامش پهای خود درآمد
 همانا گرگ یوسف را رهبوده
 کنند فی الجملة تا رفع خجالت
 شد این جا مستقل بالذات یعقوب
 بکج خلقی شده مشهور آفاق
 بجای گل ز دستش خارچیدند
 قصارا، کشت قاضی را به بیداد
 جگرخون گشت و خون از دیده بیرون
 دل هرکس شده رنجیده از وی

ز راه بیسم پامال ستوران
 ز بس شور سلحشوران خون خوار
 خورش، خون جگر بود، آب نایاب
 بخنجر، بطن پیلان میدردند
 سپاه قحط کسوف و در گرفته
 بافواج مغل افتداد غلغل
 ستیزان فوج دنبال گریزان
 سپه سالار، ناگه هوش در باخت
 ازان وادی، چوبخت خورش، برگشت
 ازان در بند با صیدی برآمد
 فریب از جانب اخوان نبوده
 رسانیدش بدرگاه جلال
 چو افواج مغل را کرد مغلوب
 ولیکن، بود بد وضع و کج اخلاق
 بزرگان، در زماش، رنج دیدند
 ز بس داد جفا و جور و بیداد
 ز خورش، شد جهانی را جگر خون
 چنین نا دیدنی ها دیده از وی

لشکر فرستادن اکبر پادشاه بتحریک حضرت شیخ یعقوب صرفی
 بر کشمیر، و آوردن این ملک به حیطة تسخیر

که شیخ وقت بود از پارسائی
 سخن را صیرفی مشهور صرفی
 اریبی واقف معزوف و مجبول
 چه دفترها، که کلکش کرد تحریر
 ملقب گشته با جامی ثانی
 رقم فرمود، با کلک گهر ریز
 نیای مادری زین دوده باشد
 درود از من قبول از حضرت حق
 بجهان شهریان و شهر مدام
 بدزد آمد، دلش از آه ایشان

جهان علم، یعقوب کنائی
 فقیه و منطقی نحوی و صرفی
 ادیبی جامع معقول و منقول
 ز علم فقه و دینیات و تفسیر
 بفن شعر از شیرین زبانی
 جواب پنج گنج گنجوی، نیز
 مولف را که مشکین دوده باشد
 روانش شاد باد از رحمت حق
 جفا میرفت چون از حکم حکام
 شد او آگه، ز حال سینه ریشان

بر اکبر، بجمعی از اکابر
 محرک گشت بر تسخیر کشمیر
 دعا بر مدعا کرد و اشارت
 شده حال بدرگاه خلافت
 پس از تصمیم عزیزی اندرین کار
 نگیرند از رعایا بنده و داه
 ز بند بستگی آزاد باشند
 ز هر تکلیف فارغ بال مانند
 چو ملی شد، دفتر آن عهد و میثاق
 امیرالبحر قاسم خان سرّیب
 سپه شد ره گرا از درگاه شاه
 ولی، یعقوب چون آگه ازان شد
 سپاه وی که از وی بود دلگیر
 نه تنها، فوج از چون بخت، برگشت
 ز میدان رفت بسی مانی و بی کشت
 چگویم اینکه بازی پیش برد او
 دران وادی، چو دریا، موج در موج
 نشد کس، سد راه لشکر جم
 گذشته مدتی در جنگ و پیکار
 ولی یعقوب باز از کوه و هامون
 شنید از بس خبرهای مکدر
 برسم ایلغار، از ره درآمد
 چو بوی پیرهن یعقوب دریافت
 بر برگشت اکبر سر بکف شد
 معین گشته اصحاب درایت
 چو فارغ از نظام کوه و درگشت
 وزان هنگام با صد کاروانی
 ولی تا عهد نورالدین جهانگیر
 سلحشوری بهر سو، شورش کرد
 کمانداری بهر مکن مکن گیر

شکایت پیش برد از، جبر جابر
 مویده شد به تدبیر و بتقدیر
 جسارت داد و بر نصرت بشارت
 که، رفته والیش راه جلالت
 گرفته شیخ، عهد از اهل دربار
 که هست از بندگان خاص درگاه
 چو سرو، آزاد و هم دلشاد باشند
 بجز شرعی، که خاص از بهر آند
 بحکم بندگان شاه آفاق
 سپاهی دادشان با نظم و ترتیب
 دعای شیخ و هم خود شیخ همراه
 سبک از جای با فوج گران شد
 ز دست اختیارش رفت چون تیر
 که گوئی: بخت و تخت و رخت برگشت
 سرش بشکست بسی سنگی و بی خشت
 بود این بس که، جان خویش برد او
 رسید از هند پیغم، فوج بر فوج
 بسود سال ورودش خیر مقدم (۱)
 نمانده فوج شاهی، گاه بیکار
 به شهر و شهریان آورد شیخون
 بناگاه خود جلال الدین اکبر
 مراد خلاق گوئی در برآمد
 دلش نوری و چشم او بصر یافت
 که از پابوس اشرف با شرف شد
 برای نظم و نسق آن ولایت
 ازینجا رایت اقبال برگشت
 شده این ملک ملک گورگانی
 ندیده نظم و نسق تام کشمیر
 سپهرداری بهر کو، یورشی کرد
 زمینداری بهر مسکن زمین گیر

نه از شمشیر، فتح الباب بودی
 که گوئی حیرت افزا یادگار است
 بروز روشش بنشانده بر تخت
 بفتوح عسارح اوج معارج
 پی گشت، این سو بود راهی
 که، گوران را، رساند زنده درگور
 ز هیبت گشت چون خفاش روپوش
 که گوئی: یادگار، از یاد رفته
 براه آن اثر، بشتافت دریافت
 بسپای مرکب شاهیست آورد
 نصیب بندگان، فتح و ظفر شد
 به تشریف نظامت شد مشرف
 امور نظم مالی شد حواله
 فیصل شد بنا، چون کوهساران
 جهانیان بود اکبر، هفته سال

نه از تدبیر، کاری میکشودی
 ظهور امر مرزا یادگار است
 گروه کور چشمان سیه بخت
 خسروچی کرده مانند خوارج
 بنائید خدا، رایات شاهی
 سه لشکر، از سه جانب گشت، مامور
 رسید این غفلش، آنکه که در گوش
 چنان، از چشم مردم، رو نهفته
 ولی، جمعی ز بنگاهش اثر یافت
 سرش بپریده و جای ره آورد
 مهم سرسری بود، آنکه سر شد
 امیر البحر از فرمان اشرف
 به تودرملی ز ایوان جلالت
 دران ایام، گرد کوه ماران
 پس از تسخیر این الکا، باقیال

گلگشت جهانگیر به گل زمین کشمیر و بیان عهد شاهجهان و عالمگیر

زده کوس جهانپانی جهانگیر
 که شه این گل زمین را رونق افزود
 بسی، از قصر و جسر، ایجاد کرد او
 که باقی نیست زان سنگ و خشتی
 که شد، هر هفت، از نقش و نگار او
 کهن نقشی ازان نقش و نگار است
 که او بالذات خود ذات العباد است
 نظامت یافته بعد از ارادت
 کلید آمد پی فتح تپوچ او
 که آنجا، مسجد جامع بنا ساخت
 گهی میکشت گاهی قید میکرد
 چو حرف باطلش میکرد او حک
 شده نابود، و مفقود است الیوم
 بحالی شده زان روز مسائل

چو اکبر، از جهان آمد کران گیر
 شمار، یک هزار و بست و نه، بود
 بسی، از باغ و راغ، آباد کرد او
 به نزهت بود هر قصری بهشتی
 سوی کشمیر آمد، هفت بار، او
 فرج بخش، آنکه از وی یادگار است
 فلک را، بر بنایش، اعتماد است
 چو خان اعتماد از بس جلادت
 ز راهی با سپاهی کرده کوچ او
 بنای دین و دولت، گوئی: انداخت
 چکان را چون چکاوک صید میکرد
 بهر جای که، فردی یافت از چک
 ازان هنگامه و هنگام، آن قوم
 کشیده گردن از زرین حمائل

هوای سلطنت از سر، بدر شد
 باهنگ چکاوک، در غم چک
 چو شد، شاه جهان ماه جهانیان
 ندیده در رعایا حمل و برداشت
 سرداری گذشت از سر درختی
 بمهدش، جمله منوعات شرعی
 بکلک تیغ، در تسخیر تبت
 چو دستش، دست اعدا را، قلم کرد
 که هر یک چون گدایان در بدر شد
 فنالد کس بجز کبک و چکاوک
 مظفر بر نظامت شد ظفر خان
 رسوم اعتقادی جمله برداشت
 نهالش شد ثرور نیک بختی
 شده مرفوع اصل تا بفرعی
 نوشت او یک قلم، تفسیر تبت
 نوید فتح، سوی شه رقم کرد

بیان نهضت عالمگیر بسوی کشمیر

هزار از هجرت و سه بود و هفتاد
 چو شد رایات فتح آیات خسرو
 ز کوهی با شکوهی پیل برگشت
 جهانی، یک بیک پامال، گردید
 ز حیرت، خیره گشته، چشم انجم
 مه‌رس از بیگمان شاهی و شاه
 ز کج بازی گردون، کی نجات است
 دریغ از دست برد دور ایام
 چه جای پائمال مزرع و کشت
 بلای بود، کان ناگه رخ آورد
 رسیده از ره رنج و ملالت
 ازین ره، موکب شاهی ز راهی
 بمهدش هر یکی اینجا غنی بود
 ز عالمگیر، شد این خطه، آباد
 ز نزدیک علی آباد رهسرو
 بحکم جذر گوی نیل برگشت
 همانا کوهی از کوهی بفلطید
 که آن روز سیه دیدند مردم
 که، از ماهی رسید این فتنه، تا ماه
 که در اندیشه‌های پیل ماتمت
 که بسرد آرام از دل هم دلارام
 که امید و امل شد مات ازین کشت
 کسی مرد و کسی زان عرصه، جان برد
 غیاری تا بدامسان جلالت
 ازینجا شد روان بعد از سه ماهی
 ازان المودجی ملا غنی بود

بیان زمان محمد شاه پادشاه

بدوران محمد شاه ز تقدیر
 یکی از اهل منصب محتوی خان
 پی اجرای آن احکام اسلام
 به احمد خان بعد تاکید و اصرار
 منادی کرد، کز هند و سراسر
 نباشد، بر سر زین، جای ایشان
 برسم قشقه، کس صندل، نمالد
 نیابت یافت احمد خان به کشمیر
 که بود از عمده جاگیرداران
 که ذمی را بود بر ذمه مادام
 محرک گشت و امرش یافت اصدار
 نه بنشد هیچکس دستار بر سر
 نباشد، کفش چرمین، پای ایشان
 نمالد، تا ز درد سر، نمالد

صدورش، باعث صد درد سر شد
 کشادند و بگردن در کشیدند
 کشیدندی بخاک رهگذارش
 که کرده نی سواری را، فراموش
 بسر کفش و ته پا بود دستار
 سر صاحب کلاهی گوئی افراشت
 مسلمان، کرده یک سو، حشر برپا
 کشاد از مسجد و بتخانه هر بند
 حریف صور آمد شور ناقوس
 بر آمد گردی از هر راه اینجا
 که نفع و ضرر و خیر و شر یکی شد
 بلای جان خاص و عام گفتند
 شده هر آبجوی آتشین جوی
 نه تنها خانها، پروانها سوخت
 همه بی شرم و بی آرم و بی حلم
 مخالف از عناد آشفته چند
 کشاده هر یکی دست زد و کوب
 سر هندو شمرده هندوانه
 چوداغ لاله، هندو، غرق خون شد
 بتازی ترکمان در ترکسازی
 بساویزش حریف اهرمن بود
 بکف از سنگ گرزده منی داشت
 پی تنبیه شان، فوجی فرستاد
 سال آن همه بیهوده اعمال
 در آمد شهر، همچون بحر، در موج
 قبر زن، تیغ زن، هر مرد و هر زن
 که گوئی: رفت از جا، کوهساران
 جهان قاراج و نامش ماج کردند
 نو گوئی: لحم خر، دندان سگ بود
 که مشت خاک شان، برباد میرفت
 که غرمای تری از نخل چیدند

رواج ترک صندل، عین شر، شد
 بفرق هر کسی، دستار دیدند
 ز هندو هر که دیدندی سوارش
 چنان ترسیده طفلان لب کوش
 جهانی شد، ته و بالا، درین کار
 نگویم، هر کسی دستار بگذاشت
 بیک سر، هندوان هنگامه آرا
 گسته، سبزه و زنار پیونده
 بلند آواز شد، تکبیر، چون کوس
 پسا شد فتنه ناگاه اینسجا
 بساویزش مهیا هر یکی شد
 حوام انبوه کالانعام گشتند
 زدند آتش بهر برزن بهر کوی
 ز برق فتنه، هر سو خانها سوخت
 گروهی طالبان علم و بی علم
 موافق بسا فساد آلفته چند
 بسنگ و خشت و مشت و تخته و چوب
 همه خون تشنه و بی آب و دانه
 زمین، از خون مردم، لاله گون شد
 بهندی هندوان در دست بازی
 ز بس برهم، مزاج برهن بود
 بجرات دستگاه بهمنی داشت
 پس احمدخان صاحب نصفت و داد
 رسیده لشکر ناعظم، ز دنبال
 زد آنجا حلقه، چون گرداب، آن فوج
 بر آمد هر یکی از کوی و برزن
 چنان، از بامها شد، سنگ باران
 خروبی، از پی اخراج کردند
 فیود از غارت اموال بهبود
 نه تنها بر جهان، بیداد میرفت
 ز یسودی چنان سر میبردند

چه سرها گشت وقف تپک و سندان
 بخون خلق کرده ، دست بازی
 برنگ میوه ، آن بر شاخ میبخت
 نه بر یک کله ، بر صد گله میزد
 که مرد هفت خصوان در کار بود او
 مفنی گه دف و گه چنگ میزد
 بجای پیرهن ، از وی کفن برد
 بسوزن رخسها در سنگ میکرد
 مژه برم زد و چشم از جهان دوخت
 نهاند از شال و شالی یک سر موی
 چه پشم ، از خایه زندان ، شود کم
 که کردی مغزها ، چون پنبه ، منفوش
 مسوذن نمره تسکیر میزد
 نبوده از جسارت جز خسارت
 جنون بود و جنون بود و جنون بود
 بکنگاش اندر ایوان عدالت
 رسید و دید ، کار خود ، دگرگون
 نه خود را ، از میان برداوکه ، جان برد
 گرفتندش گدروھی در میانه
 بجای بت شکستن سر شکستند
 شکست کافران (۱) سالش نگارند
 ز جای خود بر آمد در بدر شد
 خدایش خواند خود ، در خانه خویش
 درون مسجدی منزل گرفته
 توگویی: عید قربان بود و قصاب
 چو گرز گاو سر در دست گیوان
 شکست هندوان را استخوان پس
 دور کردن آن خصومت و پیکار
 شد احمد خان در آن هنگام معزول
 بدین خدمت شده مخصوص از اخلاص

چه خونها ریخت از چنگال و دندان
 گذشته رنگ رز ، از رنگ سازی
 خیال خام ، گر طباح ، میبخت
 بگسری ، کله را بر کله ، میزد
 نمیگرم که : خون سالار بود او
 یکی گر مشت ، دیگر سنگ میزد
 سوی خیاط ، گر مردی ، ره آورد
 برای جنگ ، چون آهنگ ، میکرد
 بخون هر که چشم سوزن آن دوخت
 نبود از فتنه خالی یک سر کوی
 اگر شد کارگاه شال برم
 کمان خویشتن حلاج بر دوش
 کسی تیر و کسی شمشیر میزد
 چو شد آن حکم جاری از جسارت
 خلاف رای اهل الرای ، چون بود
 فراهم گشته هر کان عدالت
 طلب شد ، محتوی خان هم ، بانسون
 ولی خود را ، بحیلت از میان برد
 برون چون گشت از کنگاش خانه
 چو زنار ، آن گروه ، از هم گستند
 سخن سنجان که ، سال و مه شمارند
 ز غفلت محتوی خان با خبر شد
 ندادش کس ره بیگانه و خویش
 کشیده او ، ز هر سو دل گرفته
 روان خون گشت از هر خانه ، چون آب
 بدستش استخوانی همچو دیوان
 برای لشکری تیر و کمان بس
 رسیدن سیف الدوله از لاهور بایلغار
 سخن کوته ، کشید این فتنه چون طول
 عبیدالله خان آن بنده خاص

خلل شد بیشتر از پیش اینجا
 ز راه همدگر، گردی دگر، غاست
 فتاد و کرد تکلیف ضدای
 ز دست دشمنان مقتول، فی الفور
 که شد بیدار، گوئی: خون خفته
 که صبح عیش شان شد تیره، چون شام
 رسید و گشت طالع از افق هور
 شب تاریک، آمد روز روشن
 ز چشم مردمان، آن خیرگی رفت
 بدستار آمده هندو سرافراز
 جبین را گوئی: آن نقش نگین شد
 بهر سرور، عنایت اسپ رهوار
 شدائد بر طرف شد، شاد گشتند
 خلائی شاد گشت و ملک آباد

نبرد او نیز کاری پیش اینجا
 که در دوران سر، درد جگر غاست
 میسان، شیمه و سنی، نزاعی
 قضارا، محتوی خان شد، دران دور
 ز خون او، گل دیگر، شگفته
 بقتلش شیعه، را کردند بدنام
 که سیف الدوله با فوجی ز لاهور
 زمین، از مقدم او، گشت گلشن
 جهان، روشن شد از وی، تیرگی رفت
 ره، دستار بستن، باز شد باز
 ز داغ تشقه هر یک مه جبین شد
 بهر سر، شد حوالت کفش و دستار
 بویرانی، هندو آباد گشتند
 ز بس، او داد داد نصیب و داد

بیان باریابی خویش بدربار دلهذیر ونبیر سنگه مهاراجه کشمیر

فریدون اقتداری آسمان مهد
 سرافراز زمین بسوس جنبش
 عرق کرد از خجالت ابر نیسان
 که از، آثار این بستان اثر جست
 ز عهد حال و مهد باستان رفت
 که ساز دولتش گیتی نواز است
 که پیل انگشت در دندان گرفته
 جهان آباد وکان از وی خرابست
 که باشد باغبانی این چنینش

بود دارای کشمیر اندرین عهد
 شدم روزی، ز لطف پیحمایش
 شد از هر در که لعل او در افشان
 که از، اخبار هندوستان خبر جست
 سخنها، داستان در داستان رفت
 ز نصفت گستری کارش بساز است
 بعمدش، قوتی سوران گرفته
 دلش بیدار و چشمش بست خوابست
 خروشا باغی و خرم گل زمینش

اختتام گلگشت این بوستان و رجوع بهندوستان

رم بنما که، خواهی رفت از خویش
 روم تا هند، زیر سایه گل
 که دل با هر گل پیوند دارد
 قدم در راه و چشم بر قفا هست

بیا ساقی! ره هند است در پیش
 کنی گر، مستم از یک ساغر مل
 ازان این گلشنم پایند دارد
 ازینجا رفتنم حسرت فزا هست

بحرمانی که ، آدم از جنان رفت
 ازین گلزار تا ، بیرون نیام
 زند دستی و گیرد دامن من
 ولیکن ، مانع این اندوه باشد
 که ، برگرداندم از راه ، فی الحال
 که در رفتن ز بیپوشی نکوشم
 کشد دیوار پیش رو سپیدار
 کنند سرو و صنوبر دلدی ها
 ولی سون بحیرت هست خاموش
 گل و نسرین بود همپای و همراه
 شده شب‌دیز من ، همرنگ گلگون
 خموشی هست بهتر ، زین نواها
 نه چون بلبل ، فدای گلستانم
 نه از نرگس ، مرا چشم نگاهی است
 نه با بلبل ، سری دارم ، نه با گل
 نه بر خاتم ، نگینی زین حقیقم
 نه اندر دست ، خاری دامن من
 بهار غنچه دل‌تنگ خویشم
 وگر در گریه ، ابر نوبهارم
 ز طوبی ، اوفتاد است ، آشیانم
 ز گل نازک تر است آری دماغم
 که بوی گل ، بود چون دود ما را
 بوصف گلستانم کرد ، مسائل
 سخنگوی و سخندان و سخنور
 اجابت چشم ، در راه دعا هست
 به بحر لطف و ابر رحمت خود
 که او را کس ندیده سایه پر خاک
 بفریاد ، اسیران جگر ریش
 بدان سنبلی که ، برگل حلقه بسته
 بطاوسی ، که میرقصند بمحفل
 دمی زیر لوی احمد دم ، جا
 (کلیات عزیز ۳۸۵-۴۳۲)

ازین گلزار ، بیرون میتوان رفت
 ریاحین بر قدم افتد پسایم
 ز هر سو شاخ گل پیرامن من
 نه هامون ، سنگ ره ، فی کوه باشد
 نسیم نو بهار ، آید بدنبال
 رباید نکفت گلها ز هوشم
 برآیم چون ازین گلزار بیخار
 صبا آید ، برای مهری ها
 ز غیری غیر بادی میکنم گوش
 روم چند آنکه ، این ره گاه و بیگاه
 ز جوش رنگ گل ، در کوه و هامون
 (هویز) این گل فروشی ، تا کجاها
 نه مزدور گسلم ، فی باغبانم
 نه از باغم ، امید برگ کاهی است
 نه در دستم ، سرگیسوی سنبلی
 نه بر دل هست داغی ، از شقیقم
 نه بر ، شاخ گل دارم ، نشینم
 گلستان شکست رنگ خویشم
 اگر در خنده ، کبک کو بهارم
 شکست دل ، تراود از فغانم
 غمیازد بدل گلگشت باغم
 دماغ وصف گل ، کی بود ما را
 ولی ، تحریک سعدالدین مسائل
 برادر هست و هم با جان برابر
 دلا! هنگام "عرض مدعا هست
 خداوند! بحسب عظمت خود
 بآن خرم نهال بساخ لولاک
 بمصرغان بدم افتاده خویش
 بریحانی که ، رنگ گل شکسته
 مرغی ، گشته از مضراب بسل
 بود روزی که ، خور یک نیزه بالا

۱۷۲ = عسکری، میر حسن کاشانی

● میخانه: عندلیب گلزار معانی عسکری کاشانی، از بزرگ زادهای کاشان است. نام پدرش میر حسین و نام خودش میر حسن است. بمناسبت اسم حسن تخلص خود عسکری قرار داده. در اول جوانی و هنگام نشو و نمای زندگانی، از وطن با سامان بسیاری برآمده بجانب روم تجارت رفت و مدتی دران دیار ماند، و خرید کرده کاشان عود نمود. این مرتبه در مسکن چندانی توقف نکرد، از راه هرمز بدکن رفت و در اطراف و اکناف آن دیار، عزیزان خوب، مثل میرسنجر و مولانا ملک و مولانا ظهوری و میر حیدر ذهنی و اکثر اعزه آن ملک، صحبت ها داشت. در گلکنده و بیجاپور محمد قلی قطب شاه (۱) و ابراهیم عادل شاه (۲) مکرر او را تکلیف ملازمت خود فرمودند. میر حسن بنا بر جمعیت سامان و اطمینان خاطر نوکری اختیار ننمود.

بعد از هشت سال از دکن برآمد و بکشتی نشست تا بمکه معظمه رود، باد مخالف سفینه او را در یکدگر شکست. اکثر سکان آن کشتی غرق شدند، میر عسکری با یک خواجه سرای بر تخته پاره چسبیده از دریا جان سلامت برآورد و از راه بندر سورت بگجرات آمد، و چندگاه دران بلده با مولانا محمد صرّی و مولانا نظیری صحبت ها داشت، تا از مجالس ایشان فائز و بهره ور گردید. و هنگام وداع، مولانا نظیری فراخور حال میر، و بقدر وسع خویش، باو مردمی فرمود. و عسکری از گجرات به اجمیر آمد بسعادت زیارت

۱- از ۹۸۸ تا ۱۰۲۰ هـ

۲- از ۹۸۸ تا ۱۰۳۰ هـ

قطب‌المحققين خواجه معين‌الدین مستعد گشت، و از انجا با آگره روانه شد. وقتى با آگره رسيد که خديو جهانگیر کشور کشا خسرو سکندر شکوه دارا لوا، شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه حکومت دارالعیش کشمير را، به هاشم خان ولد قاسم خان (۱) مرحمت فرموده بود. مير حسن در خدمت خان مذکور بکشمير رفت، دران بلده دلبذير مدتی مدید بعیش و عشرت گذرانید. وقتى که هاشم خان بمهم تبت رفت او نیز همراه روانه شد، و دران سفر ترددات خوب نمود. و زخم تفنگی بر بازوی چپ خورد. آن خان قدردان ذران زخم‌داری کمال مهربانى باو فرمود.

چون در (۲) سنه ثلث عشرین و الف (۱۰۲۳هـ) بندگان حضرت خلافت پناهی حکومت دارالعیش کشمير را، به تقریب تقصیر خدمت تبت، از هاشم خان تغیر نمود به ولد ارشد میرزا یوسف خان، صفدرخان مقرر فرمودند، عسکری همراه خان معزول ازان عشرت آباد بدر نرفت.

وقتى که صفدر خان داخل آن ملک شد او را ملازمت نمود و قریب بدو سال دیگر در انجا ماند. دران ایام این ضعیف، دران بوستان همیشه بهار نوطن داشت، با عسکری صحبت ها داشت، و اکثر چگونگی احوال او از قول او درین تالیف بر بیاض برد. وقتى که از کشمير بر می‌آید یک غزل در مفارقت کشمير باین فقیر طرح کرد، این دو بیت ازان ایات است :

۱- ۱۴ دی ماه مطابق سلخ شوال (۱۰۲۰هـ) رخصت کشمير یافت. پدرش در عهد اکبری کشمير را گرفته بود. (توزک ۹۹- مائرا ۳: ۹۴۱)

۲- در توزک ص ۱۲۵ تاریخ رخصت صفدرخان بحکومت کشمير ششم دی (وسط ذی قعدة) سنه (۱۰۲۲هـ) درج است. نیز رک: مائرا ۲: ۴۳۶

من ز کشمیر سیه چشمان نه آسان میروم بادل حد پاره و چاک گریبان میروم
 کاروان در کاروان از اشک حسرت میبرم چشم به دور از متاعم خوش بسامان میروم
 این ضعیف گوید :

میروم از حسرت کشمیر بر دل داغها بوستان ماندم بجای و با گلستان میروم
 القصه ، آن عزیز در سنه خمس و عشرين و الف (۱۰۲۵) از کشمیر
 بر آمد ، و همراه صفدر خان به لاهور رفت . (۱) و درانجا از خان
 مذکور جدا شد و خود را در اجمیر بخدمت شاهزاده معظم مکرم شاهزاده
 سلطان خرم رسانید ، و در جرگه بساط بوسان او در آمد . الحال در خدمت
 آن شاهزاده بلند اقبال است .

اشعار او همگی قریب به سه هزار بیت میشد . فاما تا آن وقت که ،
 مولف این تالیف ، او را دید ، دیوان بجهت خود ترتیب نداده بود . ساقی
 نامه که در بحر مثنوی گفته درین تسوید مرقوم قلم شکسته رقم گردانید .
 امید که منظور نظر ارباب هنر گردد (۲) . (لاهور ۴۷۷-۲۹۱ تهران ۷۷۷-۷۲۱)

۱۵۳- عشرت ، جی گشن کشمیری

● مجمع النفاس : از براهمه کشمیر است . مدتها ملازم سرکار نواب
 موتمن الدوله بهادر مرجوم و نواب شهید مبرور نجم الدوله بهادر بود . از
 مدت پانزده سال با فقیر ربط اخلاص دارد . شعر را خوب می گوید ، اکثر

۱- رک : توزک ۱۲۹ . عزلش در ابتدای ذیقعدة سنه (۱۰۲۲) واقع شده و احمد بیگ خان
 دران ایام بصاحب صوبگی کشمیر سرافراز شده بدان صوب رخصت شد . اما قرین قیاس امت
 که واپسی صفدرخان (و عسکری) دو اوائل سنه (۱۰۲۵) شده باشد (شفیع) .

۲- رک : در میخانه . ساقی نامه ۲۲۲ بیت دارد .

تبع غزالهای فقیر نموده . مثنوی — رام سیتا — بسیار بتلاش گفته و از
— رام سیتای مسیحای پانی پتی — خوب تر گفته .

خیلی جوان اهلی است . نواب مغفور یحیی خان دیوان خالصه ، قانون گوئی
تمام صوبه کشمیر ، باو داده اند . خدا از چشم مردم ملک خودش نگاهدارد!
بیچاره مرد غریب باوفای است . ازوست :

کس نیارد دید چون خورشید عشرت نان ما (۱)
پر سادگیش خنده زده چاک قفسها
میتوانم دل شدن ، عشق ار دهد پهلومرا
لب دریا بلب تشنه دهد ، بوس اینجا (۱)
نداشته است چنین چشم ، از تو روزن ما
از حرم ، عشق سوی دیر ، فرستاد مرا
بکوی باده فروشان مرا گدا کرده است (۲)
جای قد سرو انفعال کشید
بگوش قلقل مینا ، صدای نوحه گر است
پای دیوانه دست گلچین است (۳)
دست شوقم ، هوس جیب دریدن دارد (۳)
ناکامی ما را ز حیا رو یفقا بود (۱)
آب اندر دهن آبله ما گردد (۲)
(۲۵۵ الف)

از معاش خویشتن محسود عالم گشته ایم
(عشرت) ز تو صیاد طمع کرد رهائی
کس از یک قطره خونم ، بچشم روزگار
فیض عشق است ، نباشد دل مایوس اینجا
نشاط ، مهر رخت هیچگاه ، بمسکن ما
غول راهم ، مشوای شیخ دگر ، بهر خدا
رهین منت بخت خودم ، که در همه عمر
دیدت با سرو قامتش (عشرت)
بیزم ، از غم هجر تو ، چشم جام تر است
دشت از لاله بسکه رنگین است
جامه بهر من بی سرو پا ، قطع کنیند
چشمک زن صد بوسه لبش شب که بما بود
خار کوی تو ، گر از دور ، هویدا گردد

● گل رعنا : عشرت ، جی کشن از براهمه کشمیر است . ملتهما در
ملازمت نواب نجم الدوله امیر خان انجام تخلص (۲) و نواب موتمن الدوله

۱- گل رعنا دارد .

۲- سفینه هندی دارد .

۳- گل رعنا و صبح گلشن دارد .

۴- در سال (۱۱۵۹ هـ) بتاريخ جمعه ۲۳ ذی الحج اندرون جلو خانه و دیوان خاص بدست یکی
از نوکران خود کشته شد عمرش ۵۹ سال . شاعر فارسی و اردو بوده و انجام تخلص میکرد .
اصلش از یزد و از اولاد شاه نعمت الله بود .
(تاریخ هندی ۱۳۳)

اسحق خان (۱) گذرانید. یحیی خان (۲) دیوان خالصه در عهد محمد شاه قانون گوی تمام کشمیر باو تفویض نمود. خوش فکر است — مثنوی رام سیتا — بسیار خوب به نظم آورده و از — مثنوی رام سیتای مسیحا پانی پتی — خوب تر گفته. ازوست :

(پنج شعر دارد ۱۱۵)

● سلیقه هندی : جی کشن ، عشرت نخلص ، کشمیر بست . مدتی در دهلی بخدمت محمد اسحاق خان بسر برده ، — مثنوی رام سیتا — موزون کرده . راقم بر سراپای آن گذشته .

(در شعر دارد ۱۳۵)

● صبح گلشن : عشرت ، نامش جی کشن ، از براهمه کشمیر ست . در سخن طرازی سلیقه اش نیکو و تقریر لطیفش عشرت انگیز و دلپذیر . مدتی بملازمت نواب نجم الدوله امیر خان بهادر انجام بسر برد ، و لختی بچاکری سرکار نواب موتمن الدوله محمد اسحاق خان بهادر روزها بشب آورد . آخر الامر بپرداخت یحیی خان دیوان خالصه شریفه ، بقانون گوئی تمام خطه کشمیر سرفراز گشت . و بقیه عمر در وطن بفراغت خاطر گذرانده ، ازین جهان درگذشت .

(دو شعر دارد ص ۲۸۵)

۱۵۴ - عصری ، فقور دامغانی

● تذکره میخانه : عصری ، اسم این جوان غفور است . و مولدش از

- ۱- موتمن الدوله محمد اسحاق خان بهادر بن علی رضا خان مخاطب بفلام علی خان دز فولی ، از کبار امرای عصر ، ۵ صفر (۱۱۵۳ هـ) در شاهجهان آباد فوت شد . عمرش از پنجاه سال متجاوز بود . و او بفضل و کمال و حسن اخلاق اقصاف داشت . (تاریخ هندی ۱۱۴)
- ۲- یحیی خان بن بابر بیگ ، دیوان خالصه و میر منشی پادشاه محمد شاه ، ۲۰ رجب (۱۱۶۰ هـ) در شاهجهان آباد فوت شد . عمرش ۸۴ سال . او عالم بود بمقولات و اکثر حیثیات و بتدین و اخلاق حسنه اقصاف داشت . (تاریخ هندی ۱۴۰)

دامغان خراسان است : در وطن خود بسن رشد و تمیز رسیده، صرف و نحو را خوانده، علم رمل را نیکو دانسته : در اول جوانی به هندوستان آمد و این کمترین نیز دران سال — که او تازه از ایران بدارالامان آمده بود — باوی در لاهور ملاقات کرد و صحبتها داشت. و آن عزیز از انجا بآگره آمده نخست ملازمت عالی مقدار مرزا یادگار — که از ارباب مناصب درگاه عرش اشتباه جهانگیر است — اختیار کرد. بعد از دو سال از وی جدا شده بدارالعیش کشمیر آمد، و وسیله مرزا نظامی بخشی داخل ملازمان خلف ارشد میرزا یوسف خان، صفدر خان — که در آن ایام حاکم آن ملک بود — گردید. آن خان قدردان ویرا کتابدار سرکار خود ساخت و در صدد تربیت او شد. ابیات هموار بسیار دارد، این بیت از واردات طبع اوست :

ز آب دیده گریان عندلیبانست طراوتی که، بود با گیاه در گلزار
(۹۱۳)

۱۵۵- علوی، جمیل بیگ کشمیری

● مجمع النفائس : جمیل بیگ علوی، در کشمیر میبود. تقی اوحدی گوید که : در تعصب و تسنن بسیار کوشیده، کتابی نوشته موسوم به — ردالروافض — در آزار شیعیان بسیار داشت. و در سنه (۱۰۲۰هـ) در گذشت.

فقیر آرزو گوید که : این قسم تعصبات از جانبین است. خصوصاً دران وقت که، مثل قاضی نورالله شوستری بود. و او در مسئله امامت کار بجای رسانیده که مافوقش متصور نیست. چنانکه از کتاب — مجالس المومنین — وغیره کتب او ظاهر است. عجب است از تقی اوحدی که، این معنی را تعرض نموده و از راه طعن نوشته. عجب آنست که سلاطین صفویه آن همه

تعصب داشتند ، که مقابر اکابر سنیان را کافته ، استخوان مرده اگر میباشد میسوختند ، و این معنی کمال سفاهت بود (۱) . تقی اوحدی باوجود دعوای تصوف و صوفی زادگی هیچ جابران طعن ننموده . (عفی‌الله عنهم) ازوست :

دوشینه بجان شورش شوقی ، که در افتاد	هر چاک‌که، در جیب زدم، در جگر افتاد (۲)
خون ریزدم آن چشم بنازی ، و پس انگاه	انقره زند چشم که خونریز و تغافل
بدان ماند که ، درد من نیارد روی بهبودی	وداع ای همراهن ، کز سینه بیرون میرود دودی
نخواهم رحم ازان بی رحم، لیک از بشنود پیکره	تظلم کردنم ذوقست پیش او ز بیدادش
ز بس گرم شکایت‌های بیتابانه رشکم	شد از روی غضب او آتش سوزان و من بادش
(جمیل) از اهل معنی هر که نبود، چون شود روشن	چراغ دودمان از شعله شوق هوس زادش (۱)
کو عصا، از مژه کن چشم و تهی کاسه خویش	بدر دوست بدریسوزة دیدار رسان

فقیر آرزو گوید که: تقی اوحدی تخلص جمیل بیگ — علوی — نوشته و غزلی که از او آورده — جمیل — تخلص دارد . چنانکه گذشت . و این نهایت تعجب است .

(۲۴۱ ب — ۲۴۲ الف)

● گل رعنا : علوی، جمیل بیگ کشمیری . در مذهب تسنن قدمی راسخ داشت ، و در ایذای مخالفان مذهب خود قصور نمیکرد . در سنه عשרین و الف (۱۰۲۰ هـ) ره گرای عالم نیستی شد (۳) .

تقی اوحدی تخلص جمیل بیگ — علوی — نوشته و مقطعی که آورده — جمیل — تخلص دارد، شاید هر دو تخلص اختیار کرده باشد . چنانکه میر عبدالجلیل بلگرامی — طرازی — و بعد ازان — واسطی — تخلص میکرد و آخر عبدالجلیل نام خود تخلص قرار داد .

(۵۹ — ۶۰)

۱- غالباً اشاره به واقعات هرات است .

۲- گل رعنا دارد .

۳- اینجا دو شعر ثبت است که در مجمع النفائس آمده .

۱۵۶- علی، خواجه علی اکبر خوافی

● تاریخ اعظمی: از اکابر زادگان مردم خاف و باورد ست که نزدیک بهرات واقع شده. در اواخر روزگار شاه عباس ثانی از ولایت بقصد هند بر آمد. بنا بر بعض واردات — که خود در نسخه بقلم آورده است — مراجعت کرده، ثانیه باز بهند رسید و در سلک ملازمان بادشاه منسلک شد، و به تقریب بعض خدمات بکشمیر آمد. هر چند در میان، اتفاق سفرهاش افتاد، اما تا آخر عمر سکونت و توطن در کشمیر قرار داد. باوجود تقید بصلاح و عبادت مردی صالح طبع و سخنور و تاریخ گو و خوشنویس بود. و نظم و نثری داشت. رقعات رنگین و منشآت دلنشین یادگار او مانده است. این چند شعر — که بلا واسطه بر اقم حروف رسید — مرقوم میشود:

یاد آن روز که، دل در خم گیسوی تو بود	توتیای بصرم، خاک سرکوی تو بود
محو گردیدن و پیغود شده، افتادن من	اثری، از نگه چشم سخن گوی تو بود
همی سبب رنجه شدن در نظر انداختنم	این چه لائق ز تو و طبع جفاجوی تو بود
دل ربود از من و انداخت دگر از نظرم	چشم این چشم که از فرگس جادوی تو بود
تا لب لعل تو، گویا نشود	دهن تنگ تو، پسیدا نشود
نکشاید گره از پشیمانی	قطره تا، واصل دریا نشود
گر دم نزع، ببینم رویت	تلخی مرگ، گسوارا نشود
مرده را زنده کند از نسکنی	کار چشم ز مسیحا نشود
سعی بیسوده ندارد حاصل	سیل از نیست که دریا نشود
چشم مست تو، مرا داده شراب	چون دگر نشه دوبالا نشود

دگر از فرائد صحبتش که مشتمل بر نقلیات و غرائب مجلسش — که تمام ذوقیات بود — خود معاینه کرده شد، کسی تا کجا بنویسد. و عمری با برکت و حلاوت یافت، زیاده بر نود سال (۹۰) رسیده و بکمال تمکین و آسائش گذرانیده. اواخر سال هزار و یکصد و سی و یک (۱۱۳۱ هـ)

در گذشت و در مقبره — که بيرون خانه مثل مسجد بنا کرده بود — آسود .
(۲۴۰-۲۲۹)

۱۵۷- علی ، ميرزا علی اکبر بدخشانی

● مجمع النفائس : ميرزا علی — اکبر شاهی — از بدخشان بود . در خدمت اکبر پادشاه اين خطاب يافته ، و در کشمير مدتها صاحب صوبه بود . و در سنه (۱۰۲۵ هـ) همراه جهانگير پادشاه بزيارت حضرت خواجه معين الدين چشتي باجمير ميرود و صد روپيه ميرد ، و بعد از زيارت چون بر ميگردد ، بر سر قبر شهباز خان کنبو (۱) — که از همچشان او و سالها قبل از وفات شده بود — ميرسد و خبر ميابد که اين مدفن کيست ، همانجا مبنشيد و در ميگذرد . و در دران جان مدفون است . ازوست :

می خواره من ، اگر خوری می بزم طرب آشکار باشد
یک جرعه اگر ، بخاک ریزی یاد من خاکسار باشد

(۱۲۱ الف)

۱۵۸- علی ، ميرزا علی بیگ کشمیری

● سفینه خوشگو : علی ، گریند اصلش ایران است . چون در کشمير متولد شد کشمیری مشهور است . مردیست خوش ظاهر و باطن . بشاگردی ميرزا عبدالغنی بیگ قبول در شعرا سری میکشد . صاحب تلاش است :

نیستند از یکدگر ممتاز یک جو بیش و کم همچو نرگس گوئیا یکدسته اند اهل قلم
خواجه آئين خود از بس ، زن پرستی کرده است نیست جز حج نساء ، منظورش از طوف حرم
با غبار غم ، بسان ريگ ماهی ، ساختم من ازین دریا ، نیم شرمندۀ دام و درم

۱- از ايرای کبار اکبری بود . در سال چهل و سيوم باجمير تقرر يافت و آنجا در سال (۱۰۰۸ هـ) درگذشت .
(مائثرا ۲ - ۵۹۰ - ۶۰۱)

به چشمی که همچون صبوی پر آب است چو گهریال تاکی کنم پاسبانی (۱)
حدیث معجز صحر آفرینش دل پژمرده را، عین الحیات است
(ص ۲۶۴)

● گل رعنا : علی بیگ کشمیری، اصلش از ایران است : تولد در کشمیر
صورت بست بنابران بکشمیری مشهور شد : نسبت قلمذ خود بمیرزا عبدالغنی
بیگ قبول کشمیری میرساند . مردی خوش ظاهر بود : چون اطلاع بر تخلص
او نیست نامش در حرف العین بقلم آمد :
(چهار بیت دارد ۸۲۴)

۱۵۹- علی، مولانا میر علی

● تاریخ اعظمی : مولانا میر علی، از اصحاب کمال و شعرای با قیل و قال
بود، از ولایت به کشمیر آمده و پیش حسین شاه قربی داشت . در نستعلیق
نویسی بی نظیر روزگار بوده، کسی دران وقت مثل او نه نوشت . فکر شعری
جسته جسته میکرد، و این دو بیت از زادهای طبعش، وقت تحریر پیاد آمد :
گل بدستم چه نهی؟ در کف من، خار خوش است این گل تازه، بران گوشه دستار خوش است
سبوسو ده و غم غم دل لوند مرا قدح چه آب زند آتش بلند مرا
مسجد مختصر سنگین در اطراف نوشهره، قریب بوته کدل — جائیکه
الحال باغ علی مردان خان است — ساخته اوست . ظاهرا مسکن بلکه مدفن
او همانجا است . و این میر علی سوای میر علی قدیم است که واضع الاصل
خط نستعلیق بود، و در عهد میرزا الغ بیگ در توران ظهور کرده . چنانچه
این رباعی، که بخط میر علی ثانی دیده شد، شاهد حالست (۲) . (۱۱۵)

۱۶۰- علی، امیر گیمیر سید علی همدانی

● نفعات الانس : امیر سید علی بن شهاب بن محمد الهمدانی (قدس الله سره).

۱- این چهار بیت گل رعنا دارد .

۲- رباعی ندارد .

جمع بوده است میان علوم ظاهری و باطنی: وی را در علوم اهل باطن تصنیفات مشهوره است. چون — کتاب اسرار النقطه (البقظه) — و — شرح اسماء الله — و — شرح فصوص الحکم — و — شرح قصیده خمربه فارضیه — و — ذخیره الملوک — و غیر آن.

وی مرید شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی بود. اما کسب طریقت پیش صاحب السربین الاقطاب تقی الدین علی دوستی کرد: و چون شیخ تقی الدین علی از دنیا برفت، باز رجوع بشیخ شرف الدین محمود کرد و گفت: فرمان چیست! وی توجه کرد و گفت: فرمان آنست که، در اقصاء بلاد عالم بگردی!

سه نوبت ربع مسکون را سیر کرد و صحبت هزار و چهار صد ولی را دریافت و چهار صد را در یک مجلس دریافت. و سادس ذی الحجه سنه ست و ثمانین و سبعما ته (۸۷۶هـ) نزدیک بولایت کبر و سواد فوت شد. و ازانجا بختلانش نقل کردند. (۲۲۷)

● مجالس العشاق: دارالملک معانی امیر سید علی همدانی: بسیار بزرگ بوده اند، وسائل زیبا بسی نوشته اند. ذوق و حالت آن حضرت از سخنانش ظاهر است. سیر سلوک، آن مقدار که او کرده، کم کسی را برابرش میسر شدی.

یک نوبت در مغرب بموضعی رسیده اند، شخصی بد شکل بدهیات ایشان را به خانه خود فرود آورد و شب کمر خدمت بر میان بسته و طعامهای لذیذ و شربتها و میوها ساخته: در قیامت معلوم کرده بودند که، آن صورت دلالت بدان حالت نمیکند. چون آثار نیک از او مشاهده مینمود، در جیرت

میافتاد. تا در وقت عزیمت ازان موضع، در محلی که میخواستند سوار شوند، طوماری بیرون آورده، مشتمل بر آن که، خرج آن بزرگ کرده، فاما یکی را ده نوشته بود، و خشونت بسیار نمود: آن حضرت شکر میکرد که، الحمد لله! علم مردان غلط نشد.

آنحضرت را در سفرها عشقبازی ها با جمال مطلق بسیار دست میداد و تعلق به جوانان با حسن و ملاحات در عالم مثال او را بسی واقع میشد. نوبتی مقید یکی از قربان حضرت تیمور خان شده بودند. این رباعی را بدو نوشتند:

دل تنگم، و دیدار تو در بان منست بیرنگ رخت، زمانه زندان منست
بر هیچ دل مباد! و بر هیچ تنی! آنچه از غم هجران تو، بر جان منست

درویشی، بعرض آن حضرت رسانید که: این شخص ترک تند خوئیست، مبادا که، از خواندن این رباعی و واقف شدن این سر، بر آشوبد و ضرری بدرویشان رساند، که آلت جارحه دارد و قوت عاقله مانعه ندارد. اگر بالفرض او چیزی نگوید، خلق چه گویند! آن حضرت در جواب آن درویش — که بسیار مقید عقل بوده و از عشقش نصیبی کمتر داشت — فرمود:

حاشاکه! ز زخم نیر و خنجر ترسیم و ز بsten پا و رفتن سر ترسیم
ما گرم روان، دوزخ آشامیم از گشت و شنید خلق، کمتر ترسیم (۱)

آن میرزاده خود بسی با مشرب و خوش طبع بود. چون واقف گشت، اکثر اوقات آن بزرگ را ملازمت میکرد، و از عشقبازی آن حضرت مباحات مینمود، و سرافرازی میکرد. فهم و ادراک تمام تر میداشت، هر

روز مهر و محبت آن حضرت با او زیاده میشد: روزی، از آن حضرت در مجلس امیر بزرگ سوالی کرد که: سیاه چرا بر سر میسندید، درین چه حکمت است و حقیقتش چیست؟ آن حضرت فرمود که: نفس را کشته تعزیه میداریم! حضرت امیر بزرگ سوال کرد که: این نفس کشتنی بود یا کشتنی نبود! اگر کشتنی نبود چرا کشته اید! و اگر کشتنی بود تعزیه چرا میدارید؟ باوجود کمال آن بزرگوار ملزم شدند. و آن جوان چون از امیرزادهای برلاس بود، و امرای برلاس را اعتقاد تمام بدان حضرت ثابت، اعتقاد او هر روز زیاده میشد. حالا نیز درمیان آن طائفه معتقدان ایشان بسیارند. و در تاریخ ششم ذی الحج هفتصد و هشتاد و شش (۸۷۶) از عالم رفته اند، و قبر آن حضرت در ختلان است. (۱۳۶)

● حبیب السیر: امیر سید علی بن شهاب بن محمد الهمدانی، حاوی علوم ظاهری و باطنی و جامع فضائل صوری و معنوی بود. در اوائل حال بقدم ارادت ملازمت شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی مینمود، اما از شیخ تقی الدین علی الدوستی کسب روش طریقت فرمود. و بعد از فوت شیخ تقی الدین باز رجوع بشیخ شرف الدین محمود کرد. گفت: فرمان چیست؟ شیخ متوجه شد فرمود که: حکم چنانست که در اقصای بلاد عالم بگردی! امیر سید علی بموجب فرموده عمل نموده سه نوبت ربع مسکون را طواف کرد، و بصحبت هزار و چهار صد ولی رسید، و چهار صد را در یک مجلس دید:

مصنفات امیر سید علی مانند کتاب — اسرار النقط — و — شرح اسماء الله — و — شرح فصوص الحکم — و — شرح قصیده خمر به فارسیه — و — ذخیره الملوک — درمیان عرفا اشتهار دارد.

وفاتش در سادس بی حجه سنه ست و ثمانین و سیمانه (۸۶۷هـ) اتفاق افتاد. مرقد عطر افشانش در ولایت ختلانست. (جز ۳ مجلد ۳: ۵۲۲)

● هفت اقام : امیر سید علی بن شهاب بن مجد همدانی : حاوی عاوم ظاهری و باطنی و جامع فضائل صوری و معنوی بوده. در اوائل حال ملازمت شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی مینمود. اما از شیخ تقی الدین علی دوستی کسب روش طریقت میفرمود.

بعد از فوت شیخ تقی الدین باز رجوع بشیخ شرف الدین کرد و گفت : فرمان چیست ؟ شیخ فرمود که : حکم چنان است که ، در اقصای بلاد عالم بگردی ! امیر سید علی بفرموده عمل نموده سه نوبت ربع مسکون را بگردید ، و بصحبت هزار و چهار صد ولی رسید ، چنانچه صد ولی را در یک مجلس بدید .

مصنفات امیر علی بسیار است . از انجمله :

- (۱) اسرار النقوط .
- (۲) شرح اسماء الله .
- (۳) شرح فصوص الحکم .
- (۴) شرح قصیده خمربه فارضیه .
- (۵) ذخیره الملوک .

آشتهار دارد .

وفاتش در هفصد و هشتاد و شش (۸۶۷) بولایت کابل اتفاق افتاده ، و در ختلان مدفون گشته .

آورده اند که : الجایتو سلطان در سلطانیه مضجع خود را بساخت . امر عالی

باحضار افاضل و اکابر و اهالی و علمای گرامی و سادات و مشائخ سامی نافذ گشت که : از ممالک جمع آیند و در آن روضه ، هر یک آنچه گنجینه خاطر دارند ، بر صفحه ظهور رسانند . تا آن افادات موجب زیب و زینت آن محل عالی و گنبد (۱) متعالی گردد ! و امیر سید علی در آن وقت هفت ساله بوده ، و خالش ، آن جناب را بردوش گرفته در آن مجلس حاضر ساخت . و هر کدام از محادیم که آیات و احادیث نقل میفرموده اند ، آنجناب در آن سن ، جمیع آنها را در ذکر گرفته و بعد ازان بهم ترتیب داده موسوم به — اوراد فتحیه — گردانید .

و از آنجناب اگرچه اشعار بسیار ذکر میکنند ، اما درین وقت بغیر این ابیات چیزی دیگری استماع نیفتاده :

گر بدر منبری و سما منزل تو	در کوثر اگر سرشته باشد گل تو
گر مهر علی ، نباشد اندر دل تو	مسکین تو و سحیهای بیحاصل تو (۲)
گر حسب علی و آل بتولت نبود	امید شفاعت ز رسالت نبود
گر طاعت حق جمله ، بجا آری تو	بسی مهر علی هیچ قبولت نبود (۳)
در کنار خویش میبایم دمام بوی یار	زان همیگیرم ، بهردم خویش را ، در کنار (۴)

(۲ : ۵۳۹-۵۴۰)

● تاریخ اعظمی : در ضمن شرح حال سلطان قطب الدین مینگارد ... از برکات و عطایات خاصه الهی که ، در زمان میمنت اقران او فائض بکشمیر شد ، قدوم سعادت ازوم جناب اکتساب نبوت انتساب سیادت مرتبت قطب الاولیا محبوب ربانی حضرت سید علی همدانی است (نورالله مرقده) ، که در شهرور سنه هفصد و هشتاد و یک (۸۸۱هـ) نزول

۱- این گنبد در عهد خدا بنده در فاصله سالهای ۷۰۴-۷۱۳ بینیان نهاده شد و تاکنون بر جایی هست . سلطانیه در زنجان است .

۲- ریاض الشمر و ریاض المارفین و مجمع الفصحا دارد .

۳- ریاض الشمر و ریاض المارفین دارد .

اجلال در کشمیر جنت نظیر فرموده اند . تاریخ مقدم شریف او :

— مقدم شریف او —

۸۷۸۱

است ، چنانچه جناب حضرت سید محمد خاوری — که ذکرش درین اوراق میآید — این ابیات شیرین تر از نبات در باب قدوم آن حضرت سید سادات گفته اند :


میر سید علی ، شه همدان سیر اقلیم سیمه کرده نکو
شد مشرف ز مقدمش کشمیر اهل آن شهر از هدایت جو
سال تاریخ مقدم او را یا بی از : مقدم شریف او

۸۷۸۱

به تحقیق پیوست که ، از رفقا و سادات (۱) و خدمه ، قریب هفصد کس

۱- رفقا و سادات که همراه ایشان در کشمیر وارد شدند و در آنجا ماندند :

(۱) میر سید حسین سامانی : بعضیها سمنانی میگویند ، که شهرست در ایران . هروی الاصل بوده ، و از سبب فتنه در هند افتاده . میتواند بود که در سامانه — که قصه ایست از نواحی دهلی — جا گرفته باشد ، ازین جهت ملقب به سمانانی شده . چنانچه سادات سامانه مشهورند . و لیکن روایت سمنانی معتبر تر است .

جناب سید حسین مطبوع و سید تاج الدین از فرزندان سید محمد — برادر زاده حضرت میر شهاب الدین والد مساجد حضرت سید علی همدانی — بار حضرت حل ثانی بجهت تحقیق راه و حالات کشمیر و متعلقات آن ، در زمان سلطنت سلطان شهاب الدین ، متوجه کشمیر شده بودند . و حضرت امیر کبیر خود در غور میباندند . جناب سید حسین با اهل و عیال و متعلقان بسیار ، در این دیار رسیده ، سکونت اختیار فرمودند . مشهورست که : بر سر کوه — پیر پنجال — اسپ او مانده شده ، چون محمل فرود آمدن و منزل ساختن در آنجا محل نبود ، بر سنگی ، که باسم — پیر پل — مشهور است ، سوار شده آن سنگ را چون اسپ راهوار میدوانید . دید که ، الحال آن سنگ طی منزل کرده رسید ، بخوف اشتهار ، آن سنگ را در همانجا گذاشته فرود آمد و بر لب دریای ویشودردهی که — بگوله گام — موسوم است ، رسید . چون فضای روح افزا و صحرای دلکشا بوده ، همانجا سکونت اختیار فرمود . فرزند ارجمندش 

همراه آن جناب بودند . و خاص و عام این ولایت را به ارشاد و هدایت رهنمائی نمودند . فروکش جناب آن حضرت در محله علاؤالالدین پوره در رباطی — که در آن جا برد — شد ، و برای خمس الاوقات بر لب دریای بهت صفت مربی — که الحال خانقاه فیض پناه است — آراسته بودند

حضرت سید حسن نام و سید حیدر برادر زاده اش را ، نیز حضرت امیر عقب فرستاده بودند . چون کشمیر را از تصرف امیر تیمور خالی یافتند صورت احوال را به حضرت امیر نوشتند . و بر طبق آنجناب سیادت نشان نیز قدم فرمودند .

بالجمله خدمت میر سید حسین در موضع — گوله گام — سکونت فرمودند ، و عالمی را از فیوضات ظاهر و باطن مستفید نمودند . آب و آتش در تصرف و تسخیر آنحضرت بود ، و کرامات بی غایات ظهور مینمود . شیخ المرتاضین حضرت شیخ نورالدین از موضع کیموه ، بجهت تحقیق سلوک باطنی و کسب فوائد معنوی اکثر بجناب آن قطب الاقطاب میرفتند ، روزی بجهت استراحت حضرت سید ، ملاقات میر نشد ، نظر خود را بر خوابگاه آنجناب رسانید و جواب یافته رفتند .

(۲) سیادت و هدایت آئین ، سید جلال الدین عطائی : از سادات عالی درجات بوده ، و مظهر جذبات و کرامات . همراه حضرت علی ثانی کشمیر را مزین فرمودند . و بسبب قاهر بعد رحلت آنحضرت در همین شهر سکونت نمودند . و چند کس از سادات و اهل ارادت و اهل بیت همراه داشتند . در موضع — جهتر پرگنه کهاور — پاره از اطراف پاره موه ، قریب بر موضع کیجهامه ، مدفون شدند . و سادات بسیار در آن مزار فائض الانوار موجودند . مکان فیض و محل نورست . اکثر ارباب باطن فتوحات بسیار در آن موطن یافته اند .

(۳) قدوه اصحاب حال حضرت سید کمال : سید عالیشان بودند . در رفاقت حضرت امیرکبیر تشریف آوردند . صاحب کشف و کرامات و قوی الحالت . بودند بامر سیدالسادات بجهت تعلیم احکام شریعت و تربیت سلطان قطب الدین ، در کشمیر توقف فرمودند . و در محله قطب الدین پوره آسوده اند .

(۴) اسوه اوتاد و ابدال حضرت سید کمال ثانی : نیز از همراهان حضرت امیر بودند . و بجهت قاهر درین شهر سکونت نمودند . و در موضع — نایدکسی — مدفون اند . درگاه ایشان عجب مهابتی و فیضی دارد .

(۵) قطب ارباب یقین حضرت جمال الدین محدث : از رفقای و تربیت یافتگان حضرت امیر

و آنجا نماز میخواندند. و سلطان به اخلاص درست بخدمت خدام عالی مقام میرسید و آداب ارادت و محبت بجای میآورد و نصیح و نصائح ازان جناب شنیده بکار میبرد. چنانچه عقد دو خواهر — که بنابر جمالت معاً به نکاح آورده بود — برهم زد. چون علم شریعت مجددی (عایه الصاراة والسلام) درین

و علامه روزگار و برگزیده پروردگار بود. بالتباس سلطان قطب الدین، بجهت تعلیم آداب دین، درین شهر بهشت آئین، از حضرت امیر سکونت مرخص شده. تا ایام حیات، فیض بخش کائنات بود. بعد رحلت در — محله آریوت — قریب بلب بهت آسود، و اکابر دیگرهم در آنجا مدفون اند. محل فیوض و برکات است.

(۶) حضرت سید فیروز معروف بجلال الدین: از رفقای علی ثانی بود. بامر حضرت امیر ساکن کشمیر شد. بسیار بزرگ و عالی مقام است. و در موضع — سمپور — پرگنه دھو، بر لب مشرب بهت، ابتدای زعفران زار جا گرفت، و هم آنجا مدفون شد.

(۷) مظهر مفاخر و مجمع مکارم سید محمد کاظم: از رفقای حضرت امیر صاحب ریاضت و کمالات بود. و ملی ارض میشود. حواله دار کتب حضرت امیر بود. چون حضرت امیر در قصبه پانپور — کتاب فتوحات — طلبیدند، و آن در طالقان مانده بود، سید مزبور بملی مکان در میان آن حاضر کرد. چون بتخانه لته پور را — که در آن وقت شهرت داشت — ویران کرد، بامر حضرت امیر بجهت تعلیم صغیر و کبیر همانجا سکونت فرمود، و مدفون شد. بر زبان عوام مشهور بسید قاضی است.

(۸) حضرت میرزکن الدین و

(۹) سید انور الدین: دو برادر، صاحب تجرید و تفرید و جامع علوم ظاهر و باطن، بامر امیر کبیر در موضع — آون پوره — پرگنه اولر سکونت کردند، و همانجا مدفون اند.

(۱۰) قطب امجد سید محمد قریبشی: از رفقای حضرت امیر بسیار بزرگ و صاحب حالات علیه. بامر حضرت امیر بتخانه بحارہ را — که بسیار مزین و مکلف بود و مبالغ خطیر صرف آن شده — ویران کردند. و سه صد و شصت بت کلان و خورد آن را بشکستند، و در آنجا مسجد جامع کلان ساختند. و متصل مسجد مقبره ایشان است.

(۱۱) میر سید عزیز الله و

(۱۲) سید محمد مراد: از رفقای آنجناب نیز در جوار ایشان اند. برکات مقبره و مسجد بر اهل صفا پوشیده نیست.

جا روز کمتر داشت و مسلمان هم کمتر و احکام اسلام و شریعت هنوز بخوبی شایع نشده بود و سلطان هم لباس قوم کفّره میپوشید، آن را باور و نهی، حضرت سید، ترک داد و اوامر آن حضرت را بدل و جان بجا آورد.

(۱۳) مولانا پیر محمد قادری: حافظ کلام الله به هفت قرائت ماهر و جامع علوم باطن و ظاهر بود. حسب الامر امیر کبیر برای تعلیم سلطان قطب الدین و اهل شهر سکونت در کشمیر ورزیده. در مقبره سلطان قطب الدین در محله لنگر ته مدفون است. و قبرش بانوار و فیوض مشحون.

(۱۴) مظہر ایقان شیخ سلیمان: از اکابر طائفه هندو کشمیر بود. شرکت نام داشت. برهنمونی و جدیة ازلی در مدرسه اسلام آمده، قرآن را یاد گرفت. و به بیم قوم خود — که اطلاع یابند — از شهر فرار نموده بسمرقند رفت و بهروز علوم شده معاودت به کشمیر نمود. و بسبب هداوت بنی اعیان، باز انتقال نموده بکولاب رفت، و شرف ملازمت امیر کبیر حاصل نمود. از وطن و مسکنش پرسیدند. کشمیر را — بیباغ سلیمان — نامیده عرض احوال کرد. از جناب آن قطب الاقطاب، مسمی بشیخ سلیمان شد. و پسرش شیخ احمد — که همسرا بود — نیز مورد الطاف شده، به تعلیم و تربیت فائز گردید. در جوار مسجد جامع روپروی مزار سید محمد لورستانی مدفون است.

(۱۵) شیخ احمد خوشخوان: ولد شیخ سلیمان همراه والد کثیر الایقان. در صغر سن بسعادت ملازمت امیر عالیشان رسید و بتربیت ظاهر و باطن فائز گردید. و در زمان ورود مسعود آنحضرت بکشمیر، خیلی منظور نظر عنایت و اکرام آن امام الانام بود. وقت مراجعت آنجناب بکولاب، به خلافت سرافرازی یافت. و تربیت پدرش شیخ سلیمان — که ریش سفید بود — حواله او شد. چون درین باب معروض آن سیادت انتساب کردند، فرمود که: ریش سفیدی موجب خلافت نمیشود، کار بعنایت حق است!

بالجمله بمعد رحلت آنحضرت، شیخ احمد بر سجاده ارشاد و جاده سداد استقامت ورزید، و عالمی را بفیض خود بهره ور نمود. چون تلاوت قرآن بحسن الحان میکرد، مشهور به — خوشخوان — شد. و متصل مزار سید محمد لورستانی بسا پدر بزرگوار آسوده است. در میان این دو مزار راه عام است. درین وقت مزار حضرت سید، بر شارح و ظاهر و نمایان، و مقبره شیخ درون دیوار پوشیده است. و اکثر حضرات حالی درجات خبر از ظهور فیوض و انوار آن مزار میدادند، اما از آمد و رفت میر محمد قادری المعروف پیر حاجی محمد در عوام الناس مسطور است.

جناب حضرت سیادت دستگاه قطب الاولیا، بشاه قطب الدین، از راه کمال لطف و کرم، کلاه مبارک عطا فرموده بودند: سلطان آداب قبول آن بجا آورده، در تاج خود تعظیماً و تکریماً نهاد. و این سنت و برکت، تا آخر سلطنت فتح شاه، در اولاد ایشان بود. و فتح شاه آن را در کفن خود پیچید و برد.

خدمت مولانا آبی — که در عهد فتح شاه علامه و عارف روزگار بود — گفت که: برکت و سلطنت را زیر زمین برد. بعد آن پادشاهی اولاد قطب الدین خلل پذیرفت، تا رفته رفته بعدی رسید که، انتقال بقوم چکان نمود. چنانچه این مذکورات به تقریب مشروح بمحل خود میشود.

در تواریخ قدیمه، قدوم مبارک آنحضرت را، در هفصد و هشتاد و یک (۸۷۱ هـ)، و مراجعت در هشتاد و شش (۸۸۶ هـ) نوشته اند. اما کسی قائل نیست، باینکه آنجناب پنج شش سال در کشمیر توقف کرده باشند. پس عقل حکم میکند به تعدد قدوم. چنانچه مشهور است که، سه سال این بلده را از مقدم مبارک مشرف کردند. سیر سه باره ربع مسکون آنحضرت، موید این معنی است. و قاضی ابراهیم ولد حمیدالدین — که قریب به آن عهد بود — در تاریخ خود این معنی را نوشته.

علی ای حال بالای صفه — در جائیکه این وقت حجره خاص است — اکثر اوقات سکونت میفرمودند. و میگویند که: بتجلی ذات دران مشرف

۱۶) سید حق آگاه سید نعمت الله: از رفقای حضرت امیر بود. در قصبه پانیپور آسوده است.

مقبره ایشان بالاتر از مقبره ولایت دستگاه خواجه مسعود است.

بودند. چون قصد رحلت ازین شهر فرمودند، بالتماس سلطان قطب‌الدین، مولانا مجد قاری را — که همراه بودند — حکم اقامت فرمودند:

چون بسواد کبر رسید، ندای — یا ایها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک — بگوش رسیده. مرغ روح ولایت بخش ایشان، بسایه عرش الله پرواز نمود، (انا لله وانا الیه راجعون). سنه هفصد و هشتاد و شش (۸۷۶هـ) ششم ذی‌الحجه.

چون وقت انقطاع نفس (بسم‌الله‌الرحمن‌الرحیم) بر زبان مبارک رانده بودند، همین تاریخ شد. شیخ مجد بسرالشی — که از صلحای و بلغاء وقت بود — چنین گفت:

مفخر عارفان شه همدان	کز دمش، باغ معرفت بشگفت
مظهر نور حق، که رویش را	عاقبت از جهانیان بنهفت
عقل تاریخ سال رحلت او	سید با عل ثانی: گفت

۸۷۶هـ

درمیان مردم کشمیر و اهل طائفان و والی بهکلی — که سلطان مجد بود — بجهت دفن نزاع شده، هر طائفه بجانب خود میخواست. بعد غسل و جنازه شیخ قوام‌الدین بدخشی — که از محرمان خاص و ملازمان با اختصاص بود — گفت: از هر قوم، کسی که نابوت مبارک را تواند برداشت بآن طرف ببرند! هر کدام سعی کرده بودند و کسی نتوانست برداشت، مگر شیخ قوام‌الدین که تنها متحمل شد. بنابراین ملازمان نعش مبارک را از راه سواد کبر و کوهستان چرار به ختلان بردند. و پنجم شهر جمادی‌الآخری دفن نمودند، و آنجا زیارتگاه عالم و عالیمیان ساختند.

و، علمی که، از حضرت شیخ مجد ازکانی تبرکا وقت اجازت یافته بودند، و چند بار در حرمین همراه حضرت میر رسید، و در کشمیر وقت سفر، لدی‌ماکری را علمداری فرموده بودند، چون واقعه ناگزیر آن حضرت

شد، ملک دیوی کناهی سعی کرده باتفاق ایدی ماکوری علم به کشمیر آوردند، و بر صفه — که الحال حجره خاص است — گذاشتند. و سلطان قطب الدین و اکثر اعیان برای زیارت بر آن صفه میآمدند؛ و در عرض راه کتابخانه باز مانده آنحضرت، برای حضرت مولانا احمد، بالتاس سلطان، فرستادند.

ذکر کمالات ظاهری و باطنی حضرت امیر، از کمالات شهرت و اعتلا عین جرأت است. کیفیت بنای خانقاه معلی را در — ثمرات — شرح و بسط داده و درین کتاب هم در مواقع خود مرقوم میشود. ازان باز که، عبادت گاه خمس الاوقات آنجناب شد، معمور و زیارت گاه خاص و عام است. و قاحال مکرر به تجدید بنا شده و تعمیر یافته از نوادر امکنه این شهر است. بیت:

بر زمینی که، نشان کف پای تو، بود سالها، سجده صاحب نظران، خواهد بود

نسب حضرت امیر کبیر بدین موجب است:

جناب امیر کبیر، بن میر شهاب الدین، بن میر سید محمد، بن سید علی، بن سید یوسف، بن سید شرف الدین، بن سید محب الله، بن سید محمد ثانی، بن سید جعفر، بن سید عبدالله، بن سید محمد اول، بن سید علی حسن، بن سید حسین، بن سید جعفر الحجه، بن سید عبدالله زاهد، بن سید حسین، بن امام هماد زین العابدین علی، بن الحسين الشهيد (رضی الله تعالی عنهم). (۲۵-۳۷)

تعمیر خانقاه علی همدانی

صاحب تاریخ اعظمی در تذکره حضرت میر سید محمد همدانی، فرزند اکبر حضرت امیر کبیر — که در عهد سلطان سکندر پسر سلطان قطب الدین (المتوفی ۹۶۷) —

دوازده سال در کشمیر تشریف داشتند و رفع بدعات و ترویج اسلام فرمودند — مینویسد که :

چون پادشاهان هند طرح عمارات انداختند . . . بالای آن صدفه — که حضرت میر کلان (قدس سره) برای خمس اولاقات برکناره دریای بهت آراسته بودند — خانقاه عالی بنا کردند ؛ ابتدای تعمیر خانقاه معلی در سنه هفصد و نو دو هشت (۵۷۹۸) بود . و اتمام آن در نود و نه (۵۷۹۹) .

جناب سید محمد یک لعل بدخشان همراه داشت تبرکا بسطان (سکندر) داد، و در بدل آن ، از سه پرگنه سه قریه بجهت مصارف خدمه و لوازم خانقاه گرفتند . یکی وحی از پرگنه شاوره ، دوم نونه ونی از پرگنه مارتند ، سوم نزال از پرگنه اولر . و خدمت تولیت آن بنام مولانا سعید تقرر یافته و دهات بطور خادمان گذاشته و برای مطبخ و غیره مصارف دیگر ، تعین مواضع نمودند . (۲۲)

● ریاض الشعرا : میر سید علی همدانی ، بفضائل ظاهری و باطنی مشهور زمان بوده . مسافرت بسیار کرده . وفاتش در سادس ذی الحجه سنه (۵۷۸۶) در ولایت ختلان بوده . اوراست :

گفتم : بولایت که علی همدانم
من زان همدانم که، علی را، همه دانم (۱)
جز شاه امیدوار حرم نروم
نومید کسی نرفت ، من هر نروم (۲)
نه کام و زبان، که گفتگویش نکند
گر، پیش سگ افکنید، بویش نکند (۳)

پرسید حزیزی که : فلانی ز کجاست
نه زان همدانم ، که ندانند، علی را
غمناکم ، از در تو یا غم ، نروم
از درگاه تو همچو کریمی، هرگز
نه دیده بود، که جستجویش نکند
هر دل که، درو مهر الهی نبود

۱- ریاض العارفین و مجمع الفصحا دارد .

۲- مجمع النفائس و روز روشن دارد .

۳- ریاض العارفین دایه .

و این رباعی را تقی اوحدی در تذکره خود، بنام شاه مباحان و هم بنام میر سید علی ثبت کرده: ظن این است که، از میر سید علی باشد. چه از ابیات دیگرش مستفاد میگردد باقی والله العالم: گربدر منیری الخ (۱)

● مجمع النفائس: میر سید علی همدانی، از اکابر اولیاست. از کمال شهرت محتاج تحریر تعریف نیست: ازوست: (دو رباعی دارد ۲۲۲ ب)

● ریاض العارفین: علی همدانی (قدس سره) و هو سید الاجل سید علی بن شهاب الدین مجد، نسب شریفش بچند واسطه بحضرت امام همام امام زین العابدین (علیه السلام) منتهی میشود.

جناب میر، از دوازده سالگی سالک مسلک سلوک شد، دست ارادت به شیخ شرف الدین محمود عبدالله مزدقانی مرید شیخ علاءالدوله سمنانی داد و کسب طریقت در پیش تقی الدین علی دوستی سمنانی کرد، جامع علوم ظاهر و باطن گشت.

سه نوبت ربع مسکون را سیاحت نمود. گویند بصحبت هزار و چهار صد نفر از اولیاءالله رسید. غریب تر اینکه چهار صد تن را در یک مجلس دید. احوال و اقوالش در کتاب — خلاصه المناقب — مندرج است. بالاخر در ماوراءالنهر بیلادی در گذشت، نعشش را بختلان نقل نمودند. مدت عمرش هفتاد سال وفاتش در سنه (۸۷۶هـ). ازوست: (چهار رباعی دارد ۱۶۹)

● مجمع الفصحا: علی همدانی، اسمش میر سید علی بن شهاب الدین. از اکابر سیاحانست و سه نوبت ربع مسکون را سیاحت کرده، زیاده از هزار کس

صاحب حال دیده . بعد از هفتاد و سه سال در سنه (۵۷۸۶) در گذشته :
(دو رباعی دارد ۸۶۹) ازوست :

● روز روشن : علی همدانی . امیر سید علی بن شهاب بن مجد همدانی : از قدوة مقربان بارگاه الهی و زبده عارفان معارف و آگاهی ست . دست ارادت به شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله مزدقانی داده ، و برای کسب طریقه معرفت بخدمت صاحب السربین الاقطاب شیخ تقی الدین علی دوستی سر نهاده . و بعد وفاتش باز رجوع به شیخ شرف الدین آورده . و به اجازتش سه بار ربع مسکون را پی سپرد کرده . و در یک مجلس هزار و چهارصد ولی را دریافته : و در علوم باطنیه کتاب — اسرار النقطه — و — شرح اسماء الله الحسنى — و — شرح فصوص الحکم — و — شرح قصیده همزیه فارضیه — از تصانیف اوست .

و سادس ذی الحجه سنه ست و ثمانین و سبعمائة (۵۷۸۶) در سواد کشمیر بجوار رحمت رب قدیر پیوست . رباعی :
(یک رباعی دارد ۴۶۸)

● یزگان و سخن سراپان همدان : میر سید علی بن شهاب الدین مجد همدانی ملقب بعلی ثانی . پیشوای عارفان دل آگاه و زبده روحانیان و راهروان سیر و سلوکست . نسب شریفش به ۱۲ واسطه بامام زین العابدین میرسد . هدایت مینویسد : و در هفتاد و سه سالگی دار فانی را پندرود گفت . و چون تاریخ وفاتش بسال (۵۸۷۶) میباشد ، بنابر این ، سال تولد وی در حدود (۵۷۱۳) خواهد بود .

عرفان و سیر و سلوک

میر سید علی که بامیر کبیر نیز معروفست ، از ۱۲ سالگی — یعنی اندکی

پیش از بلوغ — بطریق عرفان و سیر و ساوک قدم نهاد، و دست ارادت بشیخ شرف‌الدین محمود بن عبدالله مزدقانی داد و مرید او گردید، و با اشارت وی یک چند برای کسب طریقه معرفت و درک حقیقت بخدمت شیخ نقی‌الدین علی دوستی — که از عرفای مشهور زمان بود — مشرف گردید. و پس از مرگ او مجدداً بخدمت پیر و مرشد خود، شیخ شرف‌الدین محمود شتافت، و از او دستور خواست. شیخ او را بجهان گردی و سیر و سیاحت فرمان داد. میر سید علی روی براه نهاد و مدت ۲۱ سال بگردش در آفاق پرداخت، و سه نوبت ربع مسکون و اکثر بلاد اسلامی را طی کرد. و در اثنای سفر بصحبت هزار و چهار صد تن از اولیا رسید، و چهار صد تن را در یک مجلس ملاقات کرد. (۱)

ورود بکشمیر

میر سید علی بسال (۸۱۱هـ) هجری، با هفتصد نفر از مریدان خود، به کشمیر رفت و در شاه و بزرگان و سائر مردم آن دیار، نفوذ مذهبی بسیار کرد، و خلقی را مرید خود ساخت. و عاقبت بسال (۸۱۶هـ) در ماوراءالنهر در گذشت. و نعشش را بختلان (تاجیکستان امروزی) انتقال دادند. بنا ببرخی اقوال، در سواد کشمیر یا نواحی آن، از جهان در گذشت. جامی مینویسد: در ولایت — کرد سوا — (بکسر اول) فوت شد.

۱- بنا بنقل صاحب - طرائق الحقائق - ملاقات این چهار صدتن در حوال کوه سراندیپ بوده. در صحیفه الاولیا آمده است:

دگر شیخ شیخم، که او سید است	علی نام و السونیدی الولد است
بگشت او جهان را سراسر سه بار	بدید اولیا چار صد با هزار
نموده است پنجاه سال اختیصار	تجافی ز مضیع ز هسی مردکار

بنا به تحقیقات آقای حکمت (۱)، وی درحین مسافرت از کشمیر به ترکستان در محل بنام — پاکلی — (واقع در مرز شمال غربی پاکستان امروزی) وفات یافت . و جسد او را ازانجا بختلان بردند و گنبدی نیز برای آن بنا نهادند که امروز بر جا ست .

خانقاه در کشمیر

در سری نگر (کشمیر) نیز خانقاه‌ی بنام میر سید علی برپاست که دو بیت زیر :

حضرت شاه همدان کریم آیه رحمت ز کلام قدیم
گفت دم آخر و تاریخ شد بسم الله الرحمن الرحيم

۸۷۸ هـ

در کتبه محراب آن نوشته شده است، که مصراع آخر آن، ماده تاریخ وفات میر سید علی (۸۷۸ هـ) میباشد .

مقال طرائق الحقائق و میرزا حیدر

در این جا بی مناسبت نمیداند برای تکمیل مقال ، قسمتی از عبارات — طرائق الحقائق — (۲) را ، چون متضمن و کاشف از بیان مطالب جدیدی است ، نقل نماید :

صاحب — طرائق الحقائق — ضمن شرح حال سید علی همدانی مینویسد :
تفصیل حالانش در کتاب — خلاصه المناقب — که ، یکی از مریدانش
تالیف کرده ، مسطور است و قاضی نورالله بسیار نقل از وی نموده ، در

۱- آقای عل اصغر حکمت نویسنده جلیل‌القدر ایران .

۲- تالیف معصوم علی شاه .

مقاله دهم — تاریخ فرشته — در ذکر سلطنت قطب الدین مسطور است که :
در عهد شاه قطب الدین ، امیر کبیر سید علی همدانی (قدس سره العزیز)
بنواحی کشمیر آمده . کتابتی بسلطان قطب الدین نوشت و شاه بتعظیم تمام
جواب کتابت او نوشته ، استدعای حضور فرمود . و چون حضرت میر بشرف
قدم ، حوالی سرینگر را مشرف گردانیدند ، شاه استقبال کرده باعزاز و
اکرام مالا کلام بشهر در آورد و خرد و بزرگ کشمیر بالتام نسبت بانجناب
عالیمقام ارادت صادق بهمرسانیدند .

و بروایت مرزا حیدر دوغلات که : در کتاب — رشیدی — درج کرده است :
زیاده از چهل روز در آن شهر اقامت نکرده ، بجانب وطن مالوف مراجعت
فرمودند . و قیاس چنین است که ، خانقاه معلی که آن حضرت در آن شهر بنا
فرمودند ، بحضور ایشان مردم آن شهر طرح انداخته اند ، یا در غیبت
آنحضرت باتمام رسیده باشد . باین سبب جناب امیرمدت مدید در کشمیر تشریف
داشته باشند وگر نه در مدت چهل روز تمام شدن چنان خانقاهیی ، معلی و
عالی شان ، خالی از صعوبت نیست (۱) .

و در سنه (۸۹۲ هـ) که در شهر آتش زدند ، آن آتش متصل بخانقاه
معلی رسیده و منطفی شد و آسیبی بدانجا نرسید .

گنبد علویان همدان

همچنین ابن شرح نیز در — مقالات دانش آموزان — درج است :
میر سید علی همدانی معروف به سیاه پوش . . . سید در همدان چله خانه

۱- تا اینجا عبارت - تاریخ فرشته - بود و عبارتی که در کتاب - بزرگان همدان - ثبت است
تفاوتی دارد و اینجا در متن از - تاریخ فرشته - عبارت را کامل کرده ایم . رک : تاریخ فرشته

یا معبدی داشته ، که هنوز آثار آن باقی و با گچ بری ممتاز زینت داده شده است . معبد بدو قسمت فوقانی و تحتانی تقسیم میشود و او قسمت تحتانی ، بخانه مسکونی سید راهی داشته ، که شب های جمعه و هنگام سحر ، سید ازان راه بمعبد میآمده و تا صبح مشغول عبادت بوده است . هنوز همدانیان میگویند : از خانه سید بخانه کعبه راه نزدیکی است . و ظاهراً مقصود شان از خانه کعبه معبد مذکور میباشد . در قسمت تحتانی این بنا ، چند تن از اولاد سید مدفونند و باین جهت این بنا در همدان — بگنبد علویان — معروف و یکی از آثار قدیمه اوست ، که ظاهراً در قرن هفتم یا هشتم هجری ساخته شده است .

نگارنده در میان کتبی که مطالعه نمود این مطلب را نیافت ، و بجز در — طرائق الحقائق — و — مقالات دانش آموزان — مذکور جای بنظر نرسید که ، گنبد علویان معبد میرسید علی باشد ؛ محتمل است ، این بنا متعلق بخاندان علویان بوده که دو قرن قبل از سید ، در همدان نفوذ و شهرت و ریاست داشته اند (۱) .

چنانکه مطالعات ، باستان شناسان نیز ، در مورد ساختمان و سبک بنای گنبد علویان ، این نظر را تأیید میکنند و بنا را مربوط باوائل قرن ششم میدانند .

بنا برین باید گفت ، شاید این بنا از آثار قرن ششم بوده ، ولی پس از آنکه ، سید را در همدان مقام و منزلتی حاصل شده ، بدو اختصاص یافته و اشاره — تاریخ فرشته — هم در مورد انجام کار آن بنا مربوط بتعمیر و مرمت

۱- رک : در بزرگان همدان شرح حال خاندان علویان . ص ۲۱۸ نیز رگ : عکس گنبد علویان در آخر کتاب حاضر .

آن بوده، که در مدت چهل روز اختتام پذیرفته است :

و هم چنین مطالب و مندرجات — مقالات دانش آوزان (۱) — اگرچه ماخذی برای آنها ذکر نشده، بظن قوی ممکن است، متکی بر اساس و ماخذی باشد، چنانکه احتمال داده میشود این شعر عامیانه :

دلا دوشم دلا دوشم دلا دوشم بحق گنبد سبز سیا پوش

که من بنده در دوران کودکی، مکرر آن را از زبان برخی از مردم همدان میشنید مربوط بهمین گنبد باشد :

سائر مطالب مندرج در کتاب — مقالات دانش آموزان — در نزد مردم همدان مشهور و معروف است .

مقام سید در نزد مردم همدان

چنانکه گفته شد، سید علی را در زمان حیات عزت و احترامی بسزا بود، و در غالب بلاد ایران و ترکستان و هندوستان و نزد امراء و پادشاهان و عموم طبقات مردم مقام و منزلتی خاص داشت . مردم همدان نیز ویرا حرمتی عظیم مینهادند و برای او حتی پس از وفاتش کرامات و مقامی عالی قائل بودند، و بقدس و جلالش اعتقادی عجیب داشتند. چنانکه نمونه آن را از سوگندی که — بگند سبز — معبد وی یاد میکرده اند، و قبلا ذکر شد، میتوان دریافت .

وی از عارفان نیک اعتقاد و از صوفیان صافی ضمیر پاک نهاد بشمار است، و علاوه بر زهد و تقوی در علم و دانش نیز مقامی رفیع داشته و میان علوم ظاهر و باطن جمع کرده. و در هر قسم او را تصنیفات و آثار و رسائل مشهور است .

میر سید علی، نوزدهمین قطب و شیخ سلسله ذهبیه است که بعد از پیر و مرشد خود، شیخ شرف‌الدین محمود، بمقام شیخوخیت و قطبی رسید.

آثار و تصنیفات

آثار و تصنیفات او بسیار و از آن جمله است :

۱- ذخیره الملوک یا ذخائر الملوک : (۱) در تدبیر و سیاست و کشورداری و نصیحت پادشاهان و امراء دولت . بطوریکه هرمان اته مینویسد : در فصل اول این کتاب، سخن از اعتقادات و عبادات است. بعد از وظائف اعضا^۱ خانواده بحث شده و در فصلهای پنجم و ششم — که مهم ترین قسمتهای کتاب است — قوانین حکومت و اغراض و اصول یک دولت کامل مطرح شده و مطالبی در باب اطاعت و حق شناسی و شکیبائی و مدح و تواضع و قدح و شتاب و تکبر بر آن الحاق است . (۲)

۱- نسخه خطی ازین کتاب در کتابخانه مجلس (تهران) موجود است .

۲- فهرست ابواب :

باب اول : در شرایط و احکام ایمان و لوازم و کمال آن که سبب نجات بنده است از عذاب ابدی و وسیلت او بدوام لذات نعیم سرمدی .

باب دوم : در ادای حقوق عبودیت .

باب سوم : در مکارم اخلاق و حسن خلق و وجوب تمسک حاکم و پادشاه و بر سیرت خلفاء راشدین (رضی الله تعالی عنهم اجمعین) .

باب چهارم : در حقوق والدین و زوج و زوجه و اولاد و عبید و اقارب و اصدقا .

باب پنجم : در احکام سلطنت صوری و ولایت و امارت و حقوق رعایا و شرایط حکومت و خطر عهده آن و وجوب عدل و احسان .

باب ششم : در شرح سلطنت معنوی و اسرار خلافت انسانی .

باب هفتم : در بیان امر معروف و نهی منکر و فضائل و شرائط و آداب آن .

کتاب — ذخیره الملوک — در شهرت و اهمیت هم سنگ — اخلاق ناصری — و کتبی نظائر آن است . و در سبک انشا و روانی اگرچه مانند — گلستان — نیست ، ولی به کتابهای مصنوع قرن هشتم نیز ماندگی ندارد :

۲- کتاب اسرار النقطه .

۳- شرح اسماء الحسنی :

۴- شرح فصوص الحکم : در حکمت و عرفان و علوم باطنیه .

۵- شرح قصیده خمربه فارضیه .

۶- اختیارات المنطقی در تصوف : ذکر این کتاب در — معجم المؤلفین — آمده است .

۷- اوراد الفتوحه : که با شرحش بچاپ رسیده است .

بنابر روایت امین احمد رازی ، در آن هنگام که اولجایتو (متوفی ۸۷۱۵هـ) گنبد سلطانیه را بنا (۸۷۱۰هـ) نهاد، علما و افاضل را بخواند تا، هر یک آیه و حدیثی بجهت تبرک و تیمن ذکر کنند تا بر کتیبه نوشته شود . خال سید نیز در میان آن جمع بود و سید را که ، طفلی هفت ساله بود (۱) ، بر دوش داشت . سید آن سخنان و آیات تمام بشنید و جمله فرا گرفت ، چون بکمال رسید آنها را جمع و تلفیق کرد و — اوراد فتحیه — نام نهاد .

باب هشتم : در بیان حقایق و شکر نعمت و ذکر اصناف انعام و افضال حضرت صمدیت .

باب نهم : در بیان حقیقت صبر بر مکاره و مصایب دنیوی که آن از لوازم امور ولایت و سلطنت است .

باب دهم : در مذمت تکبر و غضب و حقیقت آن و ختم کتاب .

(این کتاب در سال ۱۳۲۱ در امرتسر (هند) چاپ شده است)

۱- این سید در آنوقت هفت ساله بود ، پس ولادت وی در حدود (۸۷۰۳) بوده باشد .

- ۸ - الذاتیة : رساله در تحقیق ذات .
 - ۹ - فوائده العرفانیة : رساله مختصر .
 - ۱۰ - رساله در اثبات تشیع .
 - ۱۱ - رساله سبع المثانی .
 - ۱۲ - رساله چهل مقام و عقبات . (۱)
- صاحب — ریحانة الادب — کتب و رسالات دیگری بنام
- ۱۳ - اسرار القلبیه .
 - ۱۴ - المقله فی بیان النقطة .
 - ۱۵ - اخلاق محترم یا محرم .
 - ۱۶ - سرالنقطه .
- و غیره برای او ذکر میکند :

(۸۳-۹۰)

● صوفی : سید علی همدانی بتاریخ ۱۲ رجب روز دو شنبه (۸۷۱۴)
از بطن بی بی فاطمه در همدان ، چشم بدنیا کشود . از :

— رحمة الله —

۸۷۱۴

تاریخ برمیآید : پدرش سید شهاب الدین بن میر سید محمد حسینی بود :
در — خلاصة المناقب — است که : نسب ایشان بشانزده واسطه بحضرت
علی (کرم الله وجهه) میرسد . علاء الدین سمنانی عمویش بود ، و شاگرد

۱- این رساله بنام چهل اسرار (مشمول بر چهل و یک غزل) در امرتسر (هند) دو بار چاپ شده
است (۱۳۰۳ و ۱۳۳۳ هـ).

و مرید شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی دوستی بودند و بعد از فوت او بشیخ شرف الدین محمود مزدقانی پیوستند :

در عمر بیست و یک سالگی (۲۱) آغاز مسافرتها کردند، و از اختلال تیمور همدان را ترک کرده، همراه هفت صد سادات در عهد حکومت سلطان شهاب الدین در سال (۸۷۴هـ) (۱) وارد کشمیر شدند. از آنجا بحج شتافتند و کثرت ثانی در سال (۸۸۱هـ) (۲) بعهد سلطان قطب الدین بکشمیر رسیدند. دو سال و شش ماه آنجا ماندند. و در سال (۸۸۳هـ) از راه لداخ بترکستان راه وطن گرفتند. بار سوم در سال (۸۸۵هـ) تشریف فرمودند و بعد از توقف چند روزه بوطن بازگشت نمودند و بمقام پاخلی — که داخل پنجاب غربی کنونی است — ده روز مهمان سلطان محمد حاکم آنجا شدند. و از پاخلی (پاکهلی) (۳) وقتیکه بمقام کونر (کافرستان) رسیدند، بتاریخ یکم ذی الحج (۸۸۶هـ) بیمار شدند و تا پنج روز بغذا میل نه کردند. روز سه شنبه ۵ ذی الحج چند بار آب خوردند، و در همان شب بعمر (۷۲) سال، رخت حیات بر بستند. تاریخ است :

چو شد از گاه احمد خاتم دین ز هجرت مقصد و ست و ثنائین
برفت از عالم فانی به باقی امیر هر دو عالم آل یسین (۴)

$$۱۲۱ - ۱۱۲ = ۲۸ + ۵۸ = ۸۷۶$$

۱- تاریخ : سال تاریخ مقدم او را گفت از -- مقدم شریف -- بجزو

۸۷۴

۲- تاریخ : هاتف غیب، سال مقدم او -- آمد اینجا علی ثانی -- گفت

۸۸۱

۳- رک : بایرنامه ترجمه کنگس، ۲ : ص ۳۰۱، آئین اکبری جیرت، ۲ : ص ۳۹۱، بایرنامه بیورج، ۲ : ص ۴۸۴، پاکهلی در تحصیل مانسرها ضلع هزاره.

۴- حسب روایت (J. A. S. No. III 1864) این اشعار بر مسجد شاه همدان با دو کتیبه زیر

ازانجا نعش را به ختلان (کولاب) بردننده مدفون کردند : در پاخلی
— جای که وفات یافتند — برای یاد بود، خانقاهی زیبا بنا کرده شد که
تاکنون برجا است :

ابوالفضل در آئین اکبری (۱) نوشته است که : علی همدانی دز باجور
(نزد سوات) وفات یافت و جسدش را طبق وصیت به ختلان بردند :
بابر نوشته است : سید علی اینجا (کونار نورگل در کافرستان) رسید،
دو میل بالا از کونار بر شارع وفات یافت. نعش را به ختلان رسانیده
دفن کردند : و جای که فوت شد، در یادبود بنای ساختند : وقتی که بابر
در سال (۹۲۰هـ) چاغان سرای را در دست آورد، آنجا رسیده طواف کرد (۲).
شاه همدان در سلسله کبرویه — که بانی آن شیخ نجم الدین کبری
خوارزمی (متوفی ۶۱۸هـ) است و تعلق بسلسله سهروردیه دارد — منسلک
بودند .

ثبت است . و این مسجد بنام — مسجد شاه همدان — (خانقاه معلی) بین فتح کدل و زینا کدل
واقع است .

کتیبه اول :

در پیروی حضرت شاه همدان است
ای خاک بر آن دیده، که در رب و گمان است

هر فیض که در سابقه هر دو جهان است
شاه همدان بلکه شهنشاه جهان است

کتیبه دوم : اشعار متن .

کتیبه سوم :

رو بر در شاهنشاه شاه همدان است
عرش است درش بلکه ازو عرش نشان است

ای دل اگر، مطلب فیض دو جهان است
مقرون اجابت، ز در اوست، دعا را

نیز رک : پاورقی ص ۹۱۰ کتاب حاضر.

(۲۸۰-۲۸۱)

۱- جیرت، ۲ : ۳۹۲.

۲- بابر نامه، بیورج، ۱ : ۲۱۱.

همراه شاه همدان، سید میر حیدر، سید جمال الدین، سید کمال ثانی، سید جمال الدین علائی، سید رکن الدین، سید محمد، سید عزیزالله، در کشمیر وارد شدند. و بجاهائی مختلف (در کشمیر) سکونت ورزیده در اشاعت اسلام مشغول شدند.

خانقاهی که در سرینگر پیادبود شاه همدان است، در سال (۹۸۰ھ) سلطان قطب الدین بنا کرد است. (۱)

۱- آقای علی اصغر حکمت نوشته است: خانقاه او موسوم به -- خانقاه معلی -- یا -- مسجد شاه همدان -- در محله علاء الدین پور مابین پل سوم و چهارم (فتح کدل و زینا کدل) در شهر سرینگر واقع شده است. تمام آن بنا از قطعات چوب غنیم و مکعب است، که بروی هم، مانند خشت نصب کرده اند. و در وسط آن بنا تالار وسیع مربعی قرار دارد. گویند. آنجاست که میر سید علی نماز میگذارد در سر در ورود این خانقاه در سمت دست راست این بیت فارسی مکتوبست:

ای دل! اگر مطلب، فیض دو جهانست / رو، بر در شاهنشاه، شاه همدانست
و در سمت چپ این بیت دوم:

مقرون اجاب، ز در اوست، دعاها / عرشت درش، بلکه ازو عرش نشانست
همچنین در طرف راست این بیت:

خانقاهست این مکان، یا مسجد اقصاستی / مسکن امن و امان، یا جنت الماواستی
و درست دست چپ بیت دوم:

قبه نور است یا سر چشمه آب حیات / یا مگر، از رحمت حق، خیمه برپاستی
و در بالای سر در ورود، این رباعی:

چو شد از گاه احمد خاتم دین / ز هجرت هفصد وست و ثمانین
برفت، از عالمی فانی، بباقی / امیر هر دو عالم آل یاسین

همچنین این رباعی در پیشانی بنا کتیبه شده است:

هر فیض که در سابقه هر دو جهانست / در پیروی حضرت شاه همدانست

شاه همدان آنکه شهنشاه جهانست / ای خاک بر آن دیده که در ریب و کمانست

آثار شاه همدان بقرار ذیل است :

۱- ذخیره الملوك : در سال (۱۳۲۱هـ) در امرت سر چاپ شده است. و ترجمه لیتن (Latin) در سال (۱۸۲۵ء) از E. F. C. Rosenmueller و ترجمه فرانسسی (French) از C. Solvent در سال (۱۸۲۹ء) چاپ شده است : این کتاب قبل از دوره مغول در هند بین علما و نویسندگان بسیار مقبول و معروف بود (۱) .

۲- رساله نوریه :

۳- رساله مکتوبات .

۴- رساله در معرفت صورت و سیرت انسان

۵- در حقائق توبه .

۶- حل النصوص علی الفصوص : شرح فصوص الحکم :

۷- شرح قصیده خمريه فارضيه : شرح بر قصیده عمر بن الفارض متوفی (۸۶۷هـ) .

در داخل خانقاه در بالای محراب این رباعی که شامل ماده تاریخ وفات اوست :

حضرت شاه همدان کریم آیه رحمت ز کلام قدیم
گفت دم آخر و تاریخ شد بسم الله الرحمن الرحیم

۸۷۸هـ

نیز این رباعی، که ظاهراً از خود آن سید است، در بالای محراب منقوشست :

شاه! ز کرم بر من درویش، نگر بر حال من خسته دلریش نگر
هر چند نیم لایق بخشایش تو بر من منگر، بر کرم خویش نگر

(نقش پارسی بر احجاز هند ص ۶۷-۶۹)

- ۸ - رسالة الاصطلاحات : در اصطلاحات تصوف :
 - ۹ - علم القيافه .
 - ۱۰ - ده قاعده :
 - ۱۱ - كتاب المودة في القربى :
 - ۱۲ - كتاب السبعين في فضائل امير المؤمنين : هفتاد فضائل حضرت علي عليه السلام .
 - ۱۳ - اربعين اميريه : چهل احاديث راجع بحيات بعدالممات :
 - ۱۴ - روضة الفردوس : شرح - فردوس الاخبار - شجاع الدوله شيرويه :
 - ۱۵ - منازل السالكين .
 - ۱۶ - اوراد الفتحه :
 - ۱۷ - خلاصة المناقب : در ملفوظات شاه همدان كه مولانا نورالدين جعفر بدخشاني مرید ايشان جمع آوری نموده است .
 - ۱۸ - چهل اسرار : چهل و يك غزل بتخلص (علي) و (علائي) .
 - ۱۹ - رساله منهاج العارفين : يك صد و چهل و يك (۱۴۰) نصائح واقوال شاه همدان . اين رساله در امرت سر در سال (۱۳۲۰ هـ) چاپ شده است : و در اوراق آئنده نيز ثبت كرده ايم . (۱ : ۸۴ - ۹۲)
- هرفانی: در اواسط قرن هشتم هجری (قرن چاردم میلادی) سید میر علی همدانی باتفاق سید تاج الدین و سید حسین سمنانی (پسران دائی اش) و سید مسعود و سید یوسف و تقریبا (۷۰۰) نفر دیگر از سادات، برای تبلیغ اسلام بکشمیر مسافرت نمودند :

اسم شاه همدان نسبت بتمام مبلغین دیگر اسلام، در کشمیر معروف تر است: و امروز نیز خانقاه شاه همدان و مسجد شاه همدان در شهر سریناگار موجود است

::: از همراهان شاه همدان، عده زیادی در خاک کشمیر ساکن گردیدند: و بیشتر سادات کشمیر از احفاد و اولاد آنها میباشند.

سید تاج الدین سمنانی و دو نفر از مریدان و همراهانش سید یوسف و سید مسعود، در شهر سریناگار محله شهم پور مدفون هستند. برادر سید تاج الدین سمنانی، سید حسین سمنانی، در یک مقبره نسبتاً زیبایی، نزدیک اسلام آباد — در حدود ۶۰ کیلومتری سریناگار — مدفون است. اما خود شاه همدان هنگام مراجعت از کشمیر در نزدیکی شهرستان — هزاره — در گذشته و مریدانش او را طبق وصیت او در (ختلان) بخاک سپرده اند.

::: همکاران شاه همدان، در سر قاسم کشمیر (لنگر خانه) یا خانقاه‌های برای تبلیغ برقرار نمودند. و تبلیغات ایشان — که توأم با اخلاق بسیار عالی بود — موثر واقع شده، و در مدت کوتاهی مردم کشمیر مشرف بدین اسلام شده، و زبان مبلغین اسلام را با دل و جان پذیرفتند.

میگویند: مرتاضین هند او (شاه همدان) را مورد آزمائش و امتحان قرار دادند، و سپس در مقابل قوه روحانی او، تسلیم شدند و دین اسلام را قبول کردند.

همچنین در تذکره ها نوشته اند که: للہ (۱) معروف ترین زن عارفه.

۱- در سال (۸۷۳۵) دنیا آمد: عبدالوهاب شایق تاریخ گفته:

فزون بود، بر هفت صد، سی و پنج ز ویرانه شد، پدیدار گنج

کشمیر (که زندگانی و شعر عرفانی او با بابا طاهر بی شباهت نیست) در سن چهل و چند سالگی بدست شاه همدان مسلمان شد : و نیز نقل میکنند که : لله مثل دیوانه ها نیم لخت و عریان ، در بیابان و آبادیها میگشت ، و شعر میسرانید . و اگر مردی برویه او ایراد میگرفت ، جواب میداد که : من بین شما مرد حقیقی نمیبینم و احتیاج بحجاب ندارم .

اتفاقاً ، روزی از دور ، چشمش به سید علی همدانی افتاد . فی الفور فریاد زد : وای ! او مرد است ! و با عجله و شتاب فرار کرده ازانجا دور شد . و سپس لباس پوشیده بخدمت او رسید ، و مشرف بدین اسلام گردید . همین زن شیخ نورالدین رشی (۱) ، را که سرچشمه الهام بوده ، در دوران طفولیت شیر داده است . (۱۳ -)

در بیج بهارا (۲۸ میل از سرینگر) جهان را پدرود گفت . مزارش متصل جامع مسجد دیده میشود . (صوفی ۲ : ۳۸۳)

۱- بعد از شاه همدان بزرگترین شخصیت روحانی کشمیر شیخ نورالدین رشی بوده است . در زمان کودکی شیخ رشی از نفوذ روحانی سید تاج الدین سمنانی و نیز شاه همدان برخوردار بوده است . شیخ نورالدین در سن (۶۳) سالگی وفات یافت

-- شمس الصارفین --

۸۸۴۲

تاریخ وفات او میباشد . در اشاعت دین و تصوف اسلامی شیخ نورالدین خدمات شایانی انجام داده .

بابا نصیب الدین غازی در -- نور نامه -- شرح احوال و گفتارهای شیخ را ، به شعر فارسی بیان کرده است . داستانهای کرامات و کشفیات برسر زبانها است . بابا داؤد خاکی در تجلیل از مقام او گفته است :

شیخ نورالدین ریشی ، پیر جمع ریشیان	زاهدی خوش بود ، با حق داشت بسیار اشتغال
صاحب کشف و کرامت بود و نطق خوب داشت	هم او یسی بود ، گفت این راوی صاحب مقل

● رساله منہاج العارفین : نصایح از مقامات حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی (قدس سرہ):

حمد بی حد و ثنای بی عد، مر آفریدنگاری را کہ، سینۂ عارفان
مخزن اسرار خود ساخته، و لوح دل محبان از نقش غیر خود پرداختہ ؛
و درود وافر بر جان پاکیزۂ خلاصۂ موجودات، خواجۂ کائنات، مجدد مصطفی
(صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کہ بہ تشریف خطاب — و ما ارسلناک
الارحمۃ للعالمین — مشرف و مخصوص است بباد. و برہمہ اولاد و یاران
و پس روان او.

بدان ای عزیز! — و فتک اللہ تعالیٰ بہا یحب و یرضی — کہ این
چند سخن از کلام اہل حکمت و معرفت جمع آورده شد، و
— منہاج العارفین — نام نہاد، تا مگر از شنیدن و خواندن این، کسی را
فائدہ حاصل آید. بدان ای عزیز :

● زنہار از حق غافل مباش. ● از ہمہ نومید شو، تا امید تو بر آید. ● آزار کس
نخواہ، تا امان یابی. ● از صحبت دنیا اندوہگین مباش، تا پریشان نگردی. ● از ہمہ جدا
شو، تا بحق برسی. ● اگر در بند چیز کسان، خود را بندۂ ایشان دان. ● از خلق عزت
کن، تا بحق انس گیری. ● ایمن باش، تا امان یابی. ● از صحبت اہل دنیا بہ پرهیز، تا
تیرہ دل نشوی. ● از ہمہ مفلس شو، اگر محبت خواہی. ● از خود طلب، اگر جوانمردی.

مریدان متعددی کہ شیخ داشت تعلیمات و فکر و نظر اسلامی را در کشمیر وسعت دادند.

تقریباً صد سال بعد از سادات ایران، کہ در قیادت شاہ ہمدان بکشمیر آمدند، یک مبلغ
بزرگ دیگر بنام شیخ شمس الدین عراقی — کہ خود اہل طالش و مادرش اہل قزوین بود —
در سال (۸۹۱ھ) بکشمیر کوچید و ہزارہا کشمیری بدست او مشرف باسلام شدند. شیخ
عراقی نیز در سریناگار مدفون است. (عرفانی: ۱۲)

● از افتادگان بگذر، تا دریافتی . ● از حکم رو متاب، تا حاضی نشوی . ● افتاده را دریاب، تا دستگیر یابی . ● انصاف خلق را بده، تا مستگار نشوی . ● آن کارکن، که حق پسندد . ● آنکه با تو بدی کند، با وی نیکی کن . ● اندیشه دنیا دور کن، تا پریشان نشوی . ● اختیار خود را در گوشه نه، تا مختار گردی . ● از حق نصرت خواه، تا یاری یابی . ● بغیر حق اعتماد نکنی، تا پشیمان نشوی . ● بهیچ چیز مغرور مشو، تا هلاک نگردی . ● پیبوده گونی را، سر همه آفتاب دان . ● با حق باش، اگر عیش جاودانی خواهی . ● بر حرف کسی انگشت منه، تا مواخذه نگردی . ● بر در باش، تا بکشایند . ● بصدق طلب، تا بیابی . ● با همه نرمی و مدارا کن . ● بر نعمت کسی حسد مکن، تا عافیت یابی . ● بار همه بکش، تا عیشم گردی . ● بر زیر دستان شفقت کن، تا برهی . ● بدخوی ترک ده، تا عیش بر تو تلخ نگردد . ● با همه آسانی کن، تا برهی . ● با هر کسی منشین، تا تباها نگردی . ● با قافله رو که، رهزان بسیار اند و دشمنان درکار اند . ● بار خود بر کسی منه، اگر عزت خواهی . ● بزرگی بر هیچکس منه، تا غوار نگردی . ● پند بشنو، تا سود کنی . ● بکوش، تا بیابی . ● بحق پناه گیر، تا خلاص یابی . ● بضاعت دنیا را خریدار مشو، تا زیان نکنی . ● پاس افلاس دار، اگر بیداری . ● بحق بگریز، تا از دشمن برهی . ● بی یار شو، تا یار یابی . ● بیکیس باش، تا با کس باشی . ● بیخود باش، اگر بیگانگی میخوای . ● بی همه باش، تا بحق پاشی . ● ترک گناه گیر، اگر لقمه حلال خواهی . ● توقع از کس مکن، تا عزت یابی . ● توفیق از حق بین، تا غره نشوی . ● ترک لذت گیر، اگر لذت خواهی . ● تیر بالا را هدف شو، اگر دوستی . ● جز حق دوست بگیر، تا خسته نگردی . ● چون با اهل دنیا نشینی، دین را فراموش مکن . ● جز حق میندیش، اگر طالبی . ● جان را در باز، اگر صادق . ● حاجت روائی را کار بزرگ دان . ● حریص مباش، تا خسوار نگردی . ● حرمت نگهدار، تا محترم گردی . ● حق را یاد کن، تا دل تو سیاه نگردد . ● خلق را بخود امیدوار گردان . ● خدمت بزرگان کن، تا بزرگی رسی . ● خود را بحق بسیار، تا پسمان شوی . ● خود را هیچ قدر منه، تا با قدر گردی . ● خود را مبین، تا بمعرفت رسی . ● خوشخوی باش، تا عزیز گردی . ● خشم فرو خور، تا راحت یابی . ● خلاف ترک ده، تا سلامت مانی . ● خود خواه مباش، اگر دولت خواهی . ● خود را مباش، تا خود را باشی . ● خود را در رنج بدار، تا راحت یابی . ● خود را گم کن، تا بپویندت . ● دل از حرص خالی کن، تا راحت یابی . ● در کار حق باش، که کار تو ساخته گردد . ● دل بکس میند، تا زیان نکنی . ● در تنگیها صبر کن، تا فرح یابی . ● در امانت خیانت مکن . ● در حق خود خطا مکن . ● در هر جائیکه باشی، خدای را حاضر دان و گستاخ مباش . ● دست در دامن صاحب دولتان زن، اگر دولت خواهی . ● در حق بین، تا از خود فانی گردی . ● دل بکس میند، تا در دغا نه افستی . ● در کس مبین، اگر

معرفت خواهی. ● در بند چیزی مباش، تا آزاد شوی. ● در عیب خود فرو شو، اگر باکاری. ● در کارها آهستگی کن، تا شیطان بر تو ظفر نیابد. ● دلها را دریاب، تا خوشنودی حق یابی. ● در معامله سخت مپیچ، تا خسته نگردی. ● دیگران را از خود بهتر دان، تا از خود خلاص یابی. ● درشتی بگذار، تا نزدیک همه دوست گردی. ● در گذار، تا درگذارند. ● در ماندگان را دریاب. ● دوستی آن که برای خدا بود. ● در دریا فرو شو، تا گوهر یابی. ● در مالا یمنی مشغول شو، تا حسرت نخوری. ● دلها را دریاب، اگر هشیاری. ● راستی روز، تا رستگار شوی. ● رهبر طلب، اگر بهروی. ● راه خرابه گیر، اگر عاشقی. ● زنان را بر مردان در هیچ جا استوار بدان. ● سودای پیش گیر، که دران سودی کنی. ● سر برین در بنه یا برو و سر خود گیر. ● سر بر خط فرمان نه، اگر بنده ای. ● سودای کن، که حق سود آن بود. ● شکر حق بجا آر، اگر نعمت دنیا و دین خواهی. ● صبر پیش گیر، اگر عافیت خواهی. ● ضعیف ترین حیلتی را، قوی ترین قوتی دان. ● طمع از دل دور کن، تا خسوار نگردی. ● طمع از خلق بردار، تا محتاج نگردی. ● عقوبت بافداز گناه کن. ● عهد را در حال سخت و رضا نیکو نگه دار. ● غیبت را دوست مدار، تا حق از تو دشمن نگردد. ● غم دنیا مخور، تا دل قویا نشود. ● غم فردا مخور، تا امل کوتاه شود. ● فروتنی کن، تا به بزرگی روی. ● قدر نعمت بشناس، تا از تو نستانند. ● قناعت کن، اگر توانگری خواهی. ● قدر خود بشناس، تا با قدر گردی. ● کس را عیب مکن، تا عیب خود مبتلا نشوی. ● کار باخلاص کن، تا جزایابی. ● گناه بر کس مته، تا در گناه نیفتی. ● کس را بحقارت منکر، تا خوار نشوی. ● کردار خود را منه، تا با قدر گردی. ● کاری کن که، پشیمان نگردی. ● کار دیگران کن، اگر بیکاری. ● کار باندیشه کن، تا زیان نکنی. ● مرگ را پاه کن، تا دل بدینا نگراید. ● مزاح کردن عاقبت وخیم شمرد. ● منت بردار و منت منه مسکین باش، تا مقبول شوی. ● نیکی اندیشه کن، تا همه نیکی پیدا آید. ● نماز را بخود راه مده. ● نفس نفس را استوار مدار، که دروغ گو است. ● نقد را بار مگیر، اگر قلاشی. ● نفس را پاس دار، تا بجان نرسی. ● وقت را بشناس، اگر سرافسی. ● همت بلند دار، تا قیمت بیفزاید. ● هوای نفس را خلاف کن، اگر دلآوری. ● همه حال با ادب باش، اگر مقبول شوی. ● پاره نه باش، اگر مرد راهی. ● یاد دوست چندان کن که، خود را فراموش کنی. ● یک همت باش، تا جمعیت یابی. ● یاد خدا موجب راحت است تا دانی. والسلام !

● چهل اسرار: عبارت ذیل در رساله — چهل اسرار — بصورت دیباچه

ثبت است :

نقل است که روزی: حضرت مخدوم الانام، سید ابن الامام، مفتخر آل طاهسا و یاسین، قدوة العارفین، مرشد السالکین، مرجع المحتاجین، زبدة العاشقین، حنّدة العابدین، غیاث المسفقین، سلطان الواصلین، محی الاسلام والمسلمین، ربیب بنی آدم، مزین دوعالم، عامل اعمال مصطفوی، قنایل احکام و اوامر قرآنی، قابل کلام آسمانی، امیر المومنین علی الثانی، امیر کبیر میر سید علی همدانی (قدس الله تعالی اسرار و اسرار من اتبع باساره) در خانقاه تختگاه دولت پناه سعادت نگاه نشسته بودند، و جماعه کثیره در خدمت عالیہ مشرف شدند، و هر یک التماس کردند که: ای پرتو زمان! و ای کاشف اسرار نهسان! کلبه فقیر را بایده مشرف ذات اشرف ساخت! جناب سیادت مآب نسبت بهر کدام سائلین جواب باصواب بلغظ، بلی! و نعم! فرمودند، و بموجب حکم نبویه سوال هر کدام را رد نکردند.

و دران هنگام که قوام الدین نعیم یکی از بوستان بوستان آن درگاه حاضر بودند، بر اقدام ادب ایستاده عرض کرد که: ای قطب عالم! هر کس را باطراف عام اجابت فرمودند، البته جهان و دل خود را مصروف و مبذول در راه اخلاص خواهند کسرد، در مطابخهای خویش طعام لذیذ و نان خویش گوناگون تیار خواهند کسرد، و ضیافت ایشان در یک وقت چه قدر میتواند خورد؟ اگر حکم عالی باشد، ایشان را از پختن در یک روز مانع آئیم، تا فقرا این همه مهمانداری به تفریق بخورند!

جناب سیادت مآب منع کردند که: هر چه در ضمیر سید است هرگز در وهم و فهم عام جای نگیرد، و سری که درین عجلت سائلان است، واقف آن بجز عالم عالم اسرار کسی نیست! پس چون وقت دیگر، باز چند کس دیگر تا عشا، آمده عرضداشت مهمانداری نمودند. بعد از عشا در حجره متبرکه رفتند و دوگانه شکرانه گذاردند و بیرون آمده خادم را فرمودند که: از طلوع صبح تا غروب شفق، چند کس سائل درویشان جمع شدند؟

خادم عرض کرد که: سی کس از مردم اغنیا و یازده کس از فقرا، جمله چهل و یک کس جمع شدند! جناب سیادت مآب جماعت حاضران را رخصت فرمودند. و چهار کس از فدماه همراه ذات فرخنده صفات گرفته، در خانه هر کدام سائلان تشریف فرمودند. کما ینبغی خوردند، و در هر خانه غزلی — از اسرار و انوار رب المطلق — بزیبان فیض رسان تصنیف فرمودند.

چون صبح دمید و روز روشن شد مریدان و مخلصان در خانقاه جمع گشتند و دیدار فیض آثار مشاهده نمودند، و عرض کردند که: دوش بعد از عشا خدمت حضرت تشریف در خانه من بپاچه فرمودند، و قلوب ما را مشرف و منور ساختند. و این غزل از اسرار الهی تالیف کردند. تسا شده شد هر یک چهل و یک کس جمع شدند، همین واقعه گذشته را مع غزلیات مشروحاً بیان کردند. دوستان مسرور گشته تحسین نمودند. و بیگانگان تحیر خورده جامه جان را

با دین و ایمان چاک کردند . تا کمال حضرت ایشان تمام و کمال در صحائف نبشته و در قلم آوردند و - چهل اسرار - نام نهادند .

● انتخاب اشعار از چهل اسرار :

از شادی و نعیم دو عالم رسیده اند
تا از صفات روی تو ، رمزی شنیده اند
ز آلودگان جیفه دنیسا ، بریده اند
تا در فضای شوق تو ، روزی پریده اند
بسر خوان درد هجر ، صلابی غنا زنند
خوش تیغ ترک ، بر رخ دارالبقا زنند
ز نام و ننگ و کفر و دین ، بکلی بیخبر باشد
از بد و نیک وجود خویش ، بی پروا شود
که بغیر از غم یسادهش ، نبود پروای
در همه عمر ، دمی روی جهان آرای
هزار محنت و ناکامی و جفا دیده
حرین نار هجران را ، ز آتش راحت افزایش
باد شوقش ابر جانم را ، پریشان میکند
عقل را میدوزد و قصه دل و جان میکند
کز لطف جان فزای همه راحتنی مدام
زین جان مستمند رسانی یکی پیام
بر خاک راه حیرت میگویدت سلام
بسا دیو نفس در قفس طمع و بسند کام
نی صبر ، و نی امید ، مگر رفت کرام
کار دو کون را ، که کنی یک نظر تمام
مرکب (علائسا) مگر آنجا کنند مقام
جام غم بر روی ایشان نوش کن در هر زمان
هاشاقان را ، لذت از درد است ، راحت سوز جان
یک سرموی ازان ، هر دو جهان از درماست
قدر این تحفه ، کسی یافت که ، از اهل صفاست
کشته تیغ جفا های ترا ، ملک بقاست
زانکه زین غم دل مجروح را مرهم هاست
ره نا محرمان اندر حرم نیست

ارباب ذوق ، در غم تو ، آرمیده اند
حوران خلد را ، به پیشیزی نمیخرند
پالوده شکنجه عشق اند ، زان سبب
مرغان عشق را ، بدو کون ، انتفات نیست
رزدان جانفشان ، که قدم بر رفسا زنند
چون در ریاض انس ، شراب بقا کنند
کسی کز غمزه چشمش ، چو زلف او ، پریشان شد
هر سری کز سر عشقش ، وائس و شیدا شود
سخن دوست درین کوی ، کسی را زبید
شرح درد دل خود ، کردمی ، از یافتنی
بر آستان وفا ، هر دمی ز دشمن و دوست
نسیم زلفش ، از بر کوی مشتاقان ، گذر سازد
تا پریشان گشت زلفش ، بر رخ چون آفتاب
تیر عشقش ، کز کمان ابروان گردد رها
بر خاک کوی دوست ، گذشتی مگر سحر
گر در سادات جلالتش ، رمی دمی
کین ، مفلس شکسته مهجور آن جناب
عمریست نا رسیده قربت فتاده است
فی پای سیر ، و نی ره مقصود ، و نی قرار
درگاه جود را ، چه زیان کرده میشود
دریای فضل ، موج کرم میزند ، هر آن
ناله را هدم گزین و گریه را همسایه گیر
بیدلان را ، ساقی ! از اشک است ، مطرب ساز دل
درد عشقش ، که دوی دل شوریده ماست
از صفای غم تو ، بی بصران را چه خبر
مرده است آنکه ، نه مرده است ز درد ، روزی
جز غمت نیست مرا ، در دو جهان هیچ مراد
بسیا ! در عشق محرم باش ، زیرا

۱۶۱- عالی، مرزا علیخان

● تاریخ اعظمی: میرزا علیخان ولد محرم بیگ - که از امرای همایون پادشاه بود - طبع زیرک و سلیقه شعر داشت. در سنه نهصد و نود و شش (۸۹۹۶) در کشمیر، شبی که یعقوب خان ولد یوسف خان کشمیری بر سر قاسم خان میربحری شیخون آورد، در جنگ مغلیه به قتل رسیده. صاحب دیوانست از وست:

شام، چو از چهره فگندی، نقاب تاب نیاورد و نهفت، آفتاب (۲۱۴)

۱۶۲- عالی، ناصر علی سرهندی

● تذکره نصرآبادی: ناصر علی سرهندی بچله مشهور است. چون چيله غلام را گویند. کشمیر یست کمال استغنا دارد. و در خدمت پادشاه میباشد و شفقت بسیار باو دارد. چنانچه - صایبای ثانی - لقب باو داده. پیوسته در خدمت است. شعرش اینست: (شش بیت دارد ۲۲۷)

● کلمات الشعرا: آبروی هندوستان، میان ناصر علی سرهندی از اهل هند. سخنور بلند خیال، معنی یاب، ذوالهمت والکمال، همچو او برنخاسته. هر بیتش چون ابروان دلبران بخوبیها بیمثل، و هر مصرعش چون قامت معشوقان برعنائی ممتاز و بسی بدل. اشعار بلاغت شعارش عالمگیر، و فکرهای تازه اش یکی از یکی بی نظیر: در ایران صائب است و در هند ناصر علی. سوای شعر، حسن خلق، و دل گرمی، و خدا شناسی، و همت، و سخاوت، و استغنا، و بسی پروای، بمرتبه دارد، که در هیچ مخلوق دیده نمیشود. چنانچه خود فرمود:

از سخن، ما را دماغی دیگر است چون صدف منز سر ما گوهر است

در اوائل شهرت ، همت خان خواهش دیدنش کرد : بواسطت میرزا محمد علی ماهر رفت . بعد شعر خوانیها بتقریبی گفت : که در مردم مغلبه ما خوب رسم است که یاران در خانه یک دیگر مهمان میشوند : امروز من بخانه یاری خورم و فردا یار بخانه من خواهد خورد . مردم هند رکبک طبع اند که از غایت خست بخانه خود پنهان شده میخورند !

ناصر علی گفت : مغلان نان را بقرض میدهند و اهل هند ازین شیوه عار دارند . همت خان برهم خورد :

روزی همراه سیف خان — که با او بسیار دوستی داشت — بخانه خان جهان خان بهادر کوکلتاش رفت . چون تکلیف شعرخوانی کرد ، این بیت خواند :

اهل دنیا را ز غفلت زنده دل پنداشتم غفلت دادم ، مردگان را زنده ، میبند ، بغواب

نواب پنج هزار رویه گذرانید قبول نکرد ، و رو بسیف خان کرده گفت : بآن بزرگ میباشم ، هرگاه گرسنه میشوم از مطبخش شوربای میرسد! فقیر در تعریف همتش گفته :

غممت بهمت مثل بدل و مطا از چهره او هست میان نور سخا
گر صورت آدمی گرفتاری هست میگشت بصورت (مل) جاوه نا

از یاران قدیم فقیر بود . از خوردن سالی یکجا باهم مشق سخن میکردیم و صحبتها میداشتیم . این شعر حسن بیگ رفیع (۱) مناسب حال من و اوست :

طالع شهرت رسوائی مجنون ، بیش است ورنه ، طشت من را ، هر دو ، ز یک بام افتاد

بقدر استعداد خود در هندوستان دستگاهی نیافت . در زمان بی فیض

واقع شد ، والا این چنین نازک خیال میباید که — ملک الشعرای — عصر باشد . این رباعی فقیر در وصف او شاهد کمال اوست :

در ملک سخن بسود جهانگیر علی در مشرب دل ، دل علی پیر علی
 بسا شعر علی ، نمیرسد شعر کسی زان سان که خط کس بخط مهر علی (۱)
 آخر عمر ، با شاره مجذوبی ، مسلوب العقل گشته در دارالخلافة بدعوی
 قطیبت اقامت ورزید . جنون ساخته بهم رسانید و دم از دوستی بوعلی
 قلندر میزد ، و شوخیها میکرد قریب شصت سال عمر رساند . بیستم رمضان
 (سنه ۱۱۰۸) در گذشت . در راه سلطان المشائخ مدفون گشت . فقیر تاریخ
 رحلتش یافته :

وارسته (علی) بهمت بی پروا از راحت و رنج دهر ، مستغنی رفت
 دائم چو ، توجیش ، سوی معنی بود دل کننده ز صورت کده هستی رفت
 (سرخوش) ز خرد سال وفانش پیر سید گفت : آه علی به عالم معنی رفت (۲)

۱۱۰۹

روزی ، فقیر در اوائل مشق باو گفت که : بعضی مردم میگویند که ،
 مسوده اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتاده ، آن را بنام خود میخواند !
 گفت : امتحان شاعر ، طرح غزل است ! بیائید باهم غزلی طرح کنیم . این
 غزل در پیش بود :

آب استاده است ، آفتاب استاده است .

اول فقیر در میدان تافت و این مطلع بدیده گفت :

تن ز اشکم نا بگردن غرق آب استاده است سر بروی او عیان همچون حباب استاده است (۳)
 میان ناصر علی حسن مطلع رسانده جواب مدعیان باین عبارت ادا کرد :
 اهل همت را نشاید تکیه ، بر بسازوی کس خیمه افلاک بی چرن و طناب استاده است (۳)

۱- سرور آزاد و سفینه خوشگو و گل رعنا دارد .

۲- این بیت آخر در چاپ مدراس نیست ، طبع لاهور دارد نیز سفینه خوشگو دارد .

۳- گل رعنا و سفینه خوشگو و نقایح الافکار دارد .

روزی گفت : در تمام عمر به ازین شعری نگفته ام ، چیزی که بمن داده اند ، همین بیت است . باعتقاد خود به از همه شعرهای خود میدانم :

تو چون ساقی شوی در وی تنک ظرفی نماند بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلها (۱)
فقیه گفت : قریب باین معنی بیتی دارم اما داخل انتخاب خود نکرده ام :

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم همچو مه ، بالند بقدر باد ، بپای خود ساغر
اگرچه اشعار میان ناصر علی ، از انتخاب مستغنی است ، و باعتقاد فقیر هرچه گفته خوب گفته . اما این چند بیت خوش کرده میر معز موسوی (۲) است :

- وحشتم ، از دل هر ذره ، نمایان کردند
جاده راه محبت ، که دم شمشیر است
یک شهر چشم خوش نگهان ، فرش راه اوست
بمحفلی که ، حریفان پیاد حق مستند
توبه ها را نفس بساز پسین دست رد است
برق سازان فنا ، تا کمر دل بستند
هرقشد پرتو شمع ، از خجالتها ، چه حسنت این
شکر لب صید بندی طوطی ما در کمین دارد
هوای ابر ، ز خود میبرد مرا ، امروز
جفا جوی که ، صحرا را برقص آورد نخچیرش
(عل) از اضطرابم کام دل حاصل نمیگردد
کریم را ، نرسد بهسره ، ز مایه خویش
در وادی که ، تیره شیم جلوه نمود
روشنی کم میکنند در ظلمت کاشانه ام
اگر آن هلال ابرو ، بعیان نشسته باشد
- آن قدر جمع نبودم ، که پریشان کردند (۲)
نفس سوخته بود ، که پنهان کردند
آنجا که سرمه گرد کند ، جلاوه گاه اوست (۲)
نفس زدی ، و چو آئینه بر تو ، در بستند
بیخبر ! دیر رسیدی ، در منزل بستند (۵)
چون شرر ، بر نفس سوخته ، محمل بستند
بهر محفل که باشی خوشه تا کست فانوش (۵)
که چون شان علی لبریز شیرینی بود دامن
چو برق جسته ام از جا پی گرفتن خویش
ز سیلیهای خون من ، سیه تابست شمشیرش
خطا شد بارها ، از بیقراری های من ، تورش (۲)
هما ، چگونه نشیند ، بزیر سایه خویش
نور هزار شمع زبان غزال داشت (۵)
هست خصال چمسه زانگی چسراغ خانه ام (۵)
مه نو ، بچشم مردم ، مژه شکسته باشد (۵)

۱- گل رعنا و سفینه خوشگو و نتائج الافکار دارد .

۲- چاپ لادور دارد : میر معز خان موسوی وغیره اعزه صاحب کمال است :

۳- نتائج الافکار دارد .

۴- سفینه خوشگو و سرو آزاد دارد .

۵- سفینه خوشگو دارد .

چنان تقریر حال خود گندم پیش سیه چشمی
رم خوردگان تجربه، جای که برق تازه
چرخ سیل خورده، طوفان استغنائی، ماست
بجز من کسوت دیگر نهوشد آفتاب من
یکی شد همچو درد و صاف می روز و شب عالم
همست درویش از منعم شدن کمتر شود
بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیاهیست

که گردد شمع خاموش از نگه سرمه آلودش (۱)
بیا در حنا نشانده رنگی بخوشیش بستن (۲)
در غبار شب، مه نور، نقش پشت پای ماست
ز درد خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من (۲)
ز بس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من (۲)
از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود (۲)
که چون فرگس، درون دیده خالی کرده ام جایست (۲)

مثنوی در بحر — یوسف زلیخا — بسیار رنگین و طرز تازه گفته . ازوست :

نخفتم یک شب از خندیدن دل
بشمن میگفت پنهان، بیا برهنه من
مرا، بر صورت خویش، آفریدی

که دیر سوننا تم بود منزل
خدای من تروئی ای بنده من
ببرون از نقش خود آخر چه دهی (۲)

در همان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود :

به دنیا و بمقبلی، در ستیزند
چو برق از هر دو جانب میگریزند

مرد پیری از یاران قدیم او — که نامش بردن باعث ریشخند او تا ابد
است — در مطلع این مثنوی تصرفی کرده پیش فقیر خواند، و فقیر آنچه
جوابش گفته بنظم در آورده :

عل، آن پیشوای خودش خیسالان
رساندش پایه از معنی، بمسراج
الهی! ذره دردی بجان ریز
درین مطلع، نمود از احسبها
که باشد پنه نرم و استخوان سخت
بتفسیر حروف چند، فی المصور
الهی! ذره دردی، بستن ریز
من این حرف، از زبانش چون شنفتم
چرا آن حاجت از حق خواهی، ای یارا

چو شد در مثنوی، گلکش در افشان
بود این مطلع آن را دره النجاج
شرر، در پنه زار استخوان ریز
یک از پیران جاهل، دخل بیجا
کجا این نرم را نسبت بآن سخت
درتش کرد در زعم خود، این طور
شرر در پنه زار سوی من ریز
چو گل خندیده، بر رویش، بگفتم :
توانم کرد من هم، این قدر کار

۱- نتایج افکار دارد .

۲- سفینه خوشگوار دارد .

که مشت شش بساقتی برفروزم همه سوی سر و ریش بسوزم
سزای آنکه، در شعر بلندی کند زین گونه دخل ناپسندی
مناسب تر درین هنگامه افشاء بر آن اهل سخن، این بیت استاد
چراغی را که، اینزد برفروزد هر آن کو تف زند، ریش بسوزد (۱)
(لاهور ۷۴ - ۷۷ مدراس ۱۲۷-۱۳۳)

● مرآة الخیال : شیخ ناصر علی ، طائر بلند پرواز فکرش ، بانسر طائر
هم آشیان است . و همای رفعت کبرای طبعش ، از ریزه چینی بر کران . قلمی
که بطراوت در بای سخن طرازش رطب اللسان گردد ، نال او رشته است
که ، دسته بندی گلهای معنی را سزاوار آید . و زبانی که از بیان پایه استعدادش
عذب البیان شود ، رگهای آن از تاری است که ، شیرازه اجزای باریک بینی را
لائق افتد . کمیت قلم را اگر در اظهار رنگینی ، کلامش جولانی عرصه قرطاس
نمایند ، آئینه صفحه کاغذ ، چهره خیز ارزنگ مانی شود . اگر دروادی ادای
نازک بیانیهای او ، دام نه نخچیر مقصود گردند ، غزال مضمون برجسته ، چون
آهوی وحشی در نظرها سرمه حیرت و نارسائی . نظم :

گشت ، از رتبه تفکر او	آسمان ، پایه آستان سخن
لاله طبعش ، از طراوت بست	آب بر روی ارضوان سخن
آفتابی نسکروی از رایش	ماهتابی شدی کشان سخن
کشد ، از خانه شکسته نویس	مومیائی ، در استخوان سخن

مولدش سرهند است ، و هم درانجا نشو و نما یافته . از بسکه کم
اختلاطیها ، خانه اش نمونه آشیان عنقا است . و از فرط استغنا و توکل ، نواله اش

۱- در چاپ لاهور بعد ازین در پار ورقی هست : قریب شصت سال عمر رسانده . تا که در
رمضان ۱۱۰۸ هجری . . . شد . هج عاکف :

آه آه از رحلت ناصر مل

۱۱۰۹ هجری

تاریخ یافته ، بد نیست (ص ۷۷)

حواله بمطبخ تقدیر مولی :

چند گاهی، این مسافر گذرگاه هستی، بحسب قسمت در شهر سرهند مقیم گشته بود، و با شیخ ناصر علی صحبتها رو میداد: بتقریبی چند روز ملاقات اتفاق نیفتاد. در همان ایام تعریف وی که بالا مرقوم گردید، بر زبان قلم آمده بود، لهذا رقعہ به مومی الیه نوشته، با فقرات مذکورہ فرستاد. شیخ جواب نوشت. درین مقام آن هر دو رقعہ را بر سیل یادگار بجنس مثبت میگرداند :

رقعہ مولف ابن اوراق بشیخ ناصر علی

همواره زلفگیر شاهد مقصود، و جرعه پیمای عاقبت و بهبود باشد. نمیداند که سراغ آن محل آرای سفر در وطن از کدام راه یافته بی پرده استفسار نماید، که طائر، دل وفا منزل را، در هوای دریافت آن بلند پرواز اوج نازک خیالی، بهالم بالا فرستد. و لیکن نیروی رسیدگی کو؟ و طاقت همپروازی کجا؟ لهذا پردهٔ اعتراف بر روی نارسائی کشیده، توسل بزبان بی زبانی میکند. یعنی مکنون ضمیر را بزبان قلم میسپارد، که مخمور این شراب دیدار را، در سراب انتظار داشتن، آئین کجاست؟ و پایند آن سلسله بند محبت را وقف تغافل کردن رسم کدام شهر؟ نظم:

ز هجرت، بنوعی جگر خسته ام که مصداق این بیت برجسته ام
بر آن ناتوان صید، بیداد رفت که در دام، از یاد صیاد رفت

گوئیا، مشق وحشت از طالبان دیدار بر ورق پرده چشم آهو میکنند، یا گره تغافل از نرگس زار دیدهٔ مهوشان بر میدارند. نام آشنایان قدیم بر پر عنقا نوشتن از آن همای اوج سعادت دور است، و در مطالعهٔ لطائف جدید آن جریده را، چون تقویم پاریس و فرد باطل انگاشتن، از آن سر دفتر ملک آگهی بسیار بعید. نزدیک است که زبان قلم چون پای کاتب از بس تقصص و نیافتن مقصود بسنوه آید، و بتصور نا محرمیت خود، مرکب را سرمهٔ گلوی خویش ساخته، ختم مدعا بدین بیت نماید:

ز حد شوق، دیدار دارم زیاده دلم، زخمی لن ترانسی مباد

چند سطر، در توصیف طبع فیاض آن روشن آئینه لفظ و معنی نوشته بود، بخدمت ارسال داشت. اگر پسند حضار مجلس افتد، برخی از واردات فکر بلند، در وجه صله اش، عنایت فرمایند، که با سطور مذکورہ در سقیه ثبت نماید:

باغی از نبود از آن گل طبقی (?) که پذیرم بحکشیابی ورقی

جوانی که شیخ ناصر علی نوشته :

مکتوب گرامی، آن قدر آفرین بسی کمالان، سرمایه افتخار این از همه چیز غافل گردید. ملاذا! سه ماه متصل میگذرد که، نیازمند شما فرصت چشم واکردنی ندارد. که حوادث ناگوار در قد کشیدن و سوانح نا ملایم گرم از پیهم رسیدن اند : دل غمخیزه دارم مهرس از گرد کلفتها سدا در کوه چون رگ مانده از سنگینی آتش الحقد علی ذلک ! اگر اندکی از معراج دولت و کمال فرود آیند، و سری به تیار خاک نشینان کشند، یحتمل که، متمنای خطاطها بظهور پیوندد. و الحاصل فقیر، درین ایام از نوشتن و خواندن فارغم، و باندوه بسی پایان واصل. زیاده ازین چه نویسم که آب شد نفسم!

من غزلیه

تو چون در جلوه آئی، مغز جان سیاه میگرد
دل در سینه دارم، از کتان، یک پرده نازک تر
نیاز عالمی را قبله چون از میان رفتی
نمود آرزو، از سینه عاشق، نمی آید
(علی) از شوخی طرز سخن، آراسها دارم
که بر زخمش نمک تا میزنم مهتاب میگرد
تبی از خویشتن هر کس که شد بحراب میگرد
درین آئینه تمثال از حرارت آب میگرد
که گر، بر گوش حاسد میخورد، سیاه میگرد

چون شیخ ناصر علی این غزل بگفت، در شاهجهان آباد آوازه در انداخت که: هر کس این غزل را جواب تواند رسانید! اگر در ملک سخن دعوی خدای کند، من بوی ایمان میآرم! از اتفاقات هیچ یکی از موزنان، لب بجواب نکشادند: مگر احمد عبرت (۱)، باشاره میرزا عبدالقادر بیدل — غزل که در دیوانش مرقوم است — بگفت. و شیخ بعد از استماع آن، سکوت ورزید و آن غزل بسی نظیر این است :

شب که، از کیفیت می، برق حسش تاب داشت
از شکست رنگ گل، صحن چمن مهتاب داشت
رنگ بر رخسار خوبان، از تماشایش نهاند
شاخ گل را خجالت از موج عرق سیراب داشت

۱- در حسینی نامش شیخ محمد علی عبرت ثبت شده است، شاگرد میرزا بیدل بود. این بیت از اوست: جز بدر ویش، کجا شور محبت یابی عشق برقیست که، بر خانه ویران افند

نقش دنیا، در دل بی طاقتم، صورت نه بست
شب که برق غیرتش میزد، بروی حرف و صوت
آب در آئینه ام، خاصیت سیلاب داشت
ناله از خاکستر دل بستر سنجاب داشت
(۲۹۴)

● حسینی: قلعه کشای خیبر معانی بندی، شیخ ناصر علی سهرندی.
بعد وفات سیف خان (۱) ممدوح خود، متوجه اردوی معلی عالمگیر بادشاه —
که در دکن بود — گشت. و قصیده در مدح ذوالفقار خان بن اسد خان
وزیر بگذرانید. چون مطلعش برخواند:

ای شان حیدری، ز نشان تو، آشکار
نام تو در نبرد کند، کار ذوالفقار

۱- سیف الدین محمود معروف بفقیراقله ملقب به سیف خان بن تربیت خان بخشی شاهجهان در
سال (۱۰۷۵هـ) بصوبیداری کشمیر رفت و - باغ سیف آباد - بنا کرده اوست. در (۱۰۷۷هـ)
از آنجا برگشت. در سال (۱۰۷۹هـ) بار دوم آمد و در سال (۱۰۸۱هـ) پل بنام - سیفا گدل -
تعمیر کرد. تاریخ بنایش است:

زمن سال بنایش خضر ننهفت صراط المستقیم اهل دین - گفت

۱۰۸۱هـ

در موضع ایشه براری (در حوالی سرینگر) باغی بنا کرده مهیش شنکر بود، سیف خان
تاریخ بنای آن بران ثبت کرد:

هست تاریخ این نجسته اساس بانثی این مهیش شنکر داس

این همون سیف خان است که، ستردن نقش هستی دآرا شکوه، باهتمام وی بیست و یکم ذی الحج
سنه (۱۰۶۹هـ) واقع شد. بقول مائرا لامرا: در سال ششم عالمگیری از تسخیر اسلام خسان
بکشمیر منصوب شد. در سال نهم صاحب صوبه ملتان شد. در سال دوازدهم مجدداً
بصوبیداری کشمیر رفت و در سال چهاردهم بنا بر بسی اعتدالی - که لازمه مزاجش بود -
از منصب برطرف شده افزوا گزید. و بعد از چندی، باز مورد عنایات شاهی گشت. در
بهار در سال (۱۰۹۰هـ) بساط هستی در نورید. ناصر عل میگوید:

گفت و گوئی طوطی، از آئینه میخیزد (عل)

گر نباشد سیف خان، مارا نفس درکار نیست

راگ در پن تصنیف اوست. نزد سرهند بنام - سیف آباد - قصه آباد کرد و آنجا وطن خود
قرار داد و مدفن نیز آنجا است. (مائرا لامرا ۲: ۴۷-۴۸)

نواب یک زنجیر فیل و مبلغی خطیر صله داد و گفت : بس کن که طاقت صله ابیات دیگر ندارم .

نقل است : روزی سرخوش با شیخ گفت : اعزه میگویند که شیخ ناصر علی مسودات ملا ندیم را (۱)

شیخ در جنب شاعری خود ، هیچ شاعر را بخاطر نمیآورد . و معاصرین را وقتی نمینهاد . روزی مرزا بیدل باوی ملاقات کرد ، پرسید : چه نام داری ؟ گفت : بیدل منم ! گفت : دریافتم ، چندی از خراب کرده های تو ، اینجا آمده بودند . بار ! بگو درین روزها چقدر مضامین را قتل کرده ؟ میرزا جواب بزمی ادا کرد . روزی شیخ بدیدن میرزا آمد ، میرزا مثنوی خود را که به — طور معرفت — موسوم است ، در سواد پیرایه سکانه پیش شیخ عرض داد . چون باین بیت رسید :

مزن بر هیچ سنگی ، سخت دستی که مینا در بغل خفت است ، مستی

گفت : مصراع آخر خوب گفته ! میرزا گفت : مصراع اول خود تضمین فرمایند ! گفت : قابل آن نیست که من مصراع خودش تضمین نمایم :
(چهار بیت دارد ۲۲۲)

● مجمع النفاث : مولانا ناصر علی ، از کمالات شهرت محتاج تعریف نیست . در شعر طرز خاصی دارد . میرزا معز فطرت و سرخوش و دیگر اعزه پیروی او دارند . اشعارش بسیار شوخ و شور انگیز ، و مضامین ابیات او ، پیچیده تر از زلف خوبان و نازکتر از کمر محبوبان است . گویا مخترع است درین فن : دعوهای بلند داشت و هیچ یکی از شعرا را وجود نمیگذاشت . اگرچه در

بعضی از جاها، بسبب تغافل و بی پروائی که داشت، نساہل گونه در شعر بکار برده، لیکن بسیار خوب گواست. صاحب — کلمات الشعرا — او را آبروی هندوستان گفته و در واقع چنین است. لهذا این رباعی در تعریف او گفته:

در ملک سخن الخ .

ایامی که بدکن رفته، قصیده در تعریف امیرالامرا ذوالفقارخان نصرت جنگ (۱) گفته، که مطلعش این است:

ای شان حیدری، ز نشان تو، آشکار نام تو در نبرد کند، کار ذوالفقار

یک فیل و پنج هزار زوییه در صله وی بخشید، و ناصر علی بخانه آمده بمردم تقسیم نمود و فیل را بسپاهی مفلسی که — محتاج اصپ بود — بخشید.

۱- محمد اسمعیل پسر اشرف آصف الدوله است. در سنه (۱۰۹۷ھ) از بطن مہرالنسا بیگم دختر آصف خان یمین الدوله تولد نمود. تاریخ است:

ز برج اسد رو نمود، آفتاب

۱۰۹۷ھ

در سال (۱۱۰۹ھ) ششم شعبان قلعه چنچی مفتوح ساخت. تاریخ است:

قلعه چنچی مفتوح شد

۱۱۰۹ھ

خود در جنگ فرخ سیر و جهاندار همراه جهاندار بتاریخ ۱۶ محرم (۱۱۲۲ھ) کشته شد. تاریخ است:

ابراہیم اسمعیل را قربان نمود

۱۱۲۲ھ

(رک: مائوالامرا ۲: ۹۳-۱۰۵)

محمد اسمعیل مخاطب باعتقاد خان ثم بذوالفقار خان بہادر نصرت جنگ ثم با میرالامرا بہادر نصرت جنگ سپہ سالار بن آصف الدوله ... روز یکشنبہ ۱۶ محرم (۱۱۲۵ھ) بفرمان محمد فرخ سیر پادشاہ بعباد خفه کشته شد، نواسہ یمین الدوله و داماد امیرالامرا شایستہ خان بود. (محمدی ص ۳۱)

غرض ، بسیار صاحب همت بود . زر پیش او یک جو قدر نه داشت .
همیشه قلندرانه میزیست :

مثنوی مختصری در برابر — محمود و اباز زلالی — گفته که این قطعه
ازان ، بسیار شور انگیز واقع شده :

بشی میگفت روزی ، با برهنه : خدای من تویی ای بنده من
ما بر صورت خود ، آفریدی برون از نقش خود ، آخر چه دیدی

اواخر مرید بدیع الدین قلندر نام درویشی گشته ، جذبه بهم رسانید . و
دران ایام مثنوی دیگر شروع کرده بود ، بسیار پریشان ، که بحور متعدده
دارد . و درمیان ، جای رباعی است و جای ابیات . غزل آن هم خالی از کیفیت
نیست : دو بیت اولش این است که بجای است :

این دوم دفتر که معجون میشود مثنوی یک بیت موزون میشود
جمله یک بیت است دیوان اله هم بدینا هم بمقبی کن نگه

بهر کیف ، او از نجای شهر سهرند بود چنانکه خود گوید :

گراز حسب الخ .

و اینکه نصرآبادی او را چپله یعنی غلام بادشاهی گفته ، بخدام این
بزرگوار غلط رسیده ، و محض از بی تحقیقی روات است . و خلف او میان
علی عظیم (۱) — که بسیار شخصی اهل و از خود گذشته وارسته است — تا حال

۱- میان علی عظیم ، پسر شاه ناصر علی . بسیار عزیز کسی و مرد از پختود گذشته ، فانی
مشرقی است . از هندوان جوانی فقیر را بسا این عزیز اخلاص متحقق است . غیل
متوکلانه میزید و هرچه بدش میآید ، صرف عزیزان مینماید . گویا نام اصل او عظیم الدین
محمد است . چنانکه والد او فرموده :

عظیم الدین محمد صاحب هوش من و تو ، هر دو یک خواب فراموش

در قید حیات است : خدایش سلامت دارد ! بباو فقیر آرزو از مدت
چهل سال آشنا و مهربان احوال است : احوال او انشاءالله نوشته
خواهد شد . درینولا ، انتخاب دیوان مولانا ناصر علی نوشته میشود

در تیراندازی هم دستی دارد . بهر طور صاحب اخلاق حسن است . شعر هم خوب میگوید .
اگرچه کم میگوید . ازوست :

میبرد چشم ، مژده است (عظیم)	بعد ازین دیدهها دیدنها
از بیابان عدم بر سر بازار وجود	بتلاش کفنی ، آمده عریانی چند
بفارت رفت یا خون گشت یا محو تماشای	خداوند ! چه پیش آمد ! دل دیوانه مارا
بدوق سنگ طفلان ، از بیابان میرسد ، مجنون	باشوبی که ، در بازار رسوائی نمیکنند

(مجمع النفائس ۲۵۴ ب)

علی عظیم خلیف شاه ناصرعلی صهرندی ، مرد دردمند فانی مشربی بود و در تیراندازی و
شطرنج بازی و دیگر فنون دستی داشت . گویند ناصرعلی در وقت احتضار او را -- که یازده
ساله بود -- طلب فرموده بنگاه حسرت آلود دید و این بیت خواند :

عظیم السدین عهد صاحب هوش من و تو ، هر دو یک خواب فراموش

خوشگو گوید : دو برادرش ازو خمرد بودند . میانه علی علیم سپاهی پیشه بود ، دز نوکری
سید قطب الملک باره اوائل عهد عهد شاهی باکیر آباد مسافر راه فنا گردید . سلیقه سخن
درست داشت اما متوجه گفتن نمیشد . در تمام عمر پیش از یک دو بیت نگفت . دو بیتش
این است :

جرهم ، از شهرت نام پدر ، پوشیده ماند	وصف نور مردمک پنهان ز نور دیده ماند
جاده راه فنا ، پست و بلند است ، مگر	در کف شعله ، ز شمع است عصای سیمین

این اشعار از علی عظیم پیرایه تحریر میپوشد :

برون از شهر وحشت گوشه ویرانه دارم	چو مژگان در سواد چشم آهو خانه دارم
چه دم شرح ، ز نیرنگ خوش آرائی دل	پر طاقس بود چشم تماشائی دل
هر که شد محو تو ، از قبله ندارد خبری	چون گهر ، شش جهت افتاد جبین سائی دل
نی دمد جای گیاه از سر خاکم پس مرگ	بسکه در دل هوس ناله کشیدن باقی است

(گل رضا ۸۲۶)

از دوست :

گلشتم از ره دریای دل ، زین کهنه منزلها
 نمرده مشربم ، پرواز من ، رنگ دگر دارد
 دارم از کورکسب بیداری دل آئینه
 صلح کل بهخبر از وضع تکلف شدن است
 بگف جز سنگ طفلان را نه بهنم تخته مشقی
 خاک گرده پدیدم و مهجوشد هنوز افغان ما
 رنگ میسازد نراکت گرم نتوان دیدنش
 عشق جمعیت ما داد ، پس از مردن مسا
 در پس پرده ناسور دلم ، زخم لبی است
 پرده راز دل سوزشگان ، خون گردد
 ز رفتن و ناخواهم ماند در راه طلب ، هرگز
 در فیض است ، منشین از کشایش ، نا امید اینجا
 بسکه از شرم توگلشن ، در گداز رنگ و بوست
 طوطیان را ، از لب لعل حلاوت پرورش
 گوارا نیست چنت ، طبع نا پرهیزگاران را
 دران محفل ، که باشد خجلت افزای چمن ، بویش
 هر شب از شوق تو ، ای سرچوش ، آتش خانها
 ساز و برگ غرمی ، در سر زمین عشق ، نیست
 جان ، بهای بوسه میخواهد ، ز مشتاقان ، لبش
 بود دنیا و دین ، پشت و رخ آئینه هستی
 نهال کز ، زمین عشق سر برداشت ، بچون شد
 مینماید بسکه خورشید رخس نیرنگها
 تا نفس باقی است ، وحدت ساز و برگ کثرت است
 سرمه ، آواز درای کاروان وحشت است
 هجوم درد ، راحت شد دل غم پرور ما را
 ز اختلاف این و آن ، سر رشته راء گم کرده ام
 مناز ای فقر منکر ، دولت صاحب کلاهی را
 یار در خلوت دل ، انجمنی ساخته بود
 گرفته است خرابی بدوش خانه مارا
 گر چنین لب تشنه خون شیدان تیغ تست

دو عالم ، خشک برجاماند از حیرت ، چو ساحلها
 چو گل ، یک ساله ره طی میکنم ، از ریزش پرها
 نفس صبح ، به بی رحمی رنگ است اینجا
 ادب آئین کمین داری جنگ است اینجا
 ز شور عشق مجنون خراب افتاد مکتب ها
 خم شکست ، اما نمیرزد می جوشان ما
 هر نگه ، صد کاروان اشک است ، بر مژگان ما
 بفس گرچه پر و بال پریشانی را
 دیدم از رخنه دیوار ، گلستانی را
 شب که ، پنهان نکند اختر تابانی را
 چو شمع ، از خارهای پای من ، از سر شود پیدا
 پرنگ دانه ، از هر فعل میروید ، کلید اینجا
 نکبت گل ، گرد نمناک است ، در گلزارها
 غوطه در تنگ شکر ، چون بسته از منقارها
 چه لذت ، از نشاط عید باشد ، روزه خواران را
 عرق بر چهرها ، ناسور گردد گلغذاران را
 شمع ، میریزد نمک در چشم ، از پروانه ها
 از نم یاران ، شود محکم گره ، بر دانه ها
 پر کنید از چشمه آب بقا پیمانها
 بزرگ آید وجود خویش ازان در چشم شاهان را
 همه نخل بیابانی نشاند باغبان اینجا
 ذره ما چون پر طاووس دارد رنگها
 تار چون ساکت شود ، گردد یکی آهنگها
 نافه ما ، دارد از چشم غزالان ، رنگها
 شکست رنگ ، زیر بال میدارد سر ما را
 شد پریشان ، خواب من ، از کثرت تعبیرها
 چو برگردد فلک ، کشکول سازد تاج شاهی را
 بیخودی آمد و یک بار ، خبر کرد مرا
 پرنگ گل پر و بال است آشیانه مارا
 خاک هم رنگین نگردد در شهادت گاه ما

خود نهائی است گذشتن ز لباسی که تراست
آسمان، سلسله پای سبک روحان، نیست
بسان آتیه، کز عکس، پر کنده آغوش
عمرها، یک شمع در محفل، کفایت میکند
بسکه، هر سو تشنه آب حیات تیغ، تست
کی توان کردن جدا، رنگ محبت، از دلم
با تو، در یک پوست گنجیدم، چو بادام در مغز
عمر از کف رفته ما، قامت آن بیروفاست
مدتی شد، آرزومند عستاب قاتلیم
در ضلالت تا نیفتادم، هدایت رو نداد
کریمان، با تونگر هم، باحسان پیش میآیند
ز بی برگی، شکایت چیست، میباید عدم گشتن
دل شوریده ام، خواهد ازان سوی عدم هستی
از لب شمشیر او، دارد هوای بسوسه
در شهر فتنه ام، نسیم سودیم اقامت
از بسکه سوده شد کف پایم، براه عشق
یارب! آن رم کرده وحشی، صید حسرتگاه کیست
به بیقراری دل، میسکنیم سیر جهان
بدل، زخم جفا از غمزهایش، بیشتر دارم
دید بچشم ما، رخس، هر که زما، پیام برد
زاد راه خویش کردیم، این دل ناشاد را
بآهی، قازه میگردد درون سینه، داغ ما
اهل دنیا را، ز غفلت زنده دل، پنداشتیم
عیب ها، رنگ هنر گیرد، چو دل روشن شود
دیده ام در علم، صحبت های رنگین صد کتاب
این لطافت، هیچ برگ گل ندارد، در چمن
از دل ما، لعل سیراب تو هم، شرمنده است
یافتیم، سر رشته آرام ها، از اضطراب
بود ز دست، چو گردایم، آستین خالی
عشق کامل را، مزاج دیگسار است
غافل مشو، ز یاد خدا، بی خبر مخواب

ورنه از پیرهن خویش چو تصویر بر آ
همچو آواز، ازین حلقه زنجیر بر آ
چنین بخویش نسرو برده آستان ترا
کسر چنین میسازد از حیرانیت، رفتار را
جمع شد، چون شمع در نای گلو، رگ های ما
ساغر، گر بشکند چون گل، نریزد باده را
جا بود در سینه هم دل بدل پیوسته را
میشناسد، هر که صیاد است، صید جسته را
ما بروی تیغ میبینیم دائم مساه را
راهبر پیدا نشد، تا گم نکردم راه را
نیاشد چشم، بر سامان دنیا، ابر نیسان را
که پیراهن بود زائل شدن تصویر عریان را
که از همسایگی، این شهر دارد، ننگ صحرا را
آرزو شوخی است، زخم لب بهم آورده را
از بسکه (علی) گرم جهاندهم فرس را
پیدا است نقش آبله، از پشت پنا مرا
میطلبد در خاک، چون ماهی ز شوقش دام ها
چو برق، آخر عمر خود است منزل ما
مبادا غیرت عشقم، ببرد دست قاتل را
حیرت چشم قاصد است، عینک دوربین ما
در گره بستیم، مافند جرس، فزریاد را
بیاد گرم، روشن میشود هر شب، چراغ ما
خفته، دائم مردگان را، زنده میبیند بخواب
صبح نورانی بود دود چراغ آفتاب
کرده ام، یک مصرع تنها نشینی انتخاب
میچکند گرمی خو، از گل رویت گلاب
بر شراب تند، کو حق نمک دارد، کباب
یک گره گشتم چو برق از بسکه خوردم پیچ و تاب
که شد ز شرم، تمنا در آستینم، آب
عندلیب، از آتش گل شد کسباب
فریاد میکند نفست: این قدر مخواب

ورنه، در آغوش گل، خالیست جای عنایب
 گوشه از دست مده، آب بقا، در وطنست
 سفر سوخته عشق تو، در پیرهن است
 هر چه، در شاهان تکبر، در گدایان کبریاست
 خاتم ملک سلیمانی، همین پشت دوتاست
 غرق دریا میشود فرعون و موسی پیشواست
 راهزن چون در رسد، همیان پر زور، اژدهاست
 خاطرم، بر خویش مهرزده که دشمن، آشناست
 شمع را، شغل دگر پیش تو، جز دیدار نیست
 شمع این کاشانه، جز افتادن دیوار نیست
 چشم پوشیدن بروی دل، دری واکردن است
 هر کرا، در کف چراغی هست، بینائی کم است
 مارا، شکوه همت خود، پای مسال داشت
 ولی قوسم، که خالی از نمک گردد نمکدانت
 از شکست رنگ گل، شبنم قدح سرشار داشت
 خار نمناک درین یادیه، جز نشتر نیست
 که خار خشک، رگ جان، شاخ حریان است
 که چین، ز موج، بر ابروی آب حیوان است
 همیشه بر سر کوی تو عید، قربان است
 خلخال پای فاخته، از طوق گردن است
 محبت مست، بدست عسی، افتاده است
 باوجود آنکه، در هر گام مارا، خون گرفت
 آنکه شوخی کرد تعلیمش مرا بیتاب داشت
 تمام ریگ روان، شیشه ریزه حلبی است
 طوق گلسوی فاخته، حلق بریده است
 آئینه خانه، ماهی طوفان رسیده است
 دندان نماد، در دهن و لب گزیدنی است
 امروز، در کمین گه طرف کلاه، کیست
 شعله شمع، مرا برگ خزان ساخته است
 نازی در بدنش، جام نهان ساخته است
 جهان، چو دیده بسل، سراب بیدار است

عاشقان در جلوه معشوق، از خود رفته اند
 بر نیاید، اگر از سنگ، نبرد آتش
 میرود شمع ز فانوس و کسی آگه نیست
 صحبت صاحب دلان، اکسیر قلب حبیبهاست
 از تواضع، میتوان کردن مصخر، عالمی
 نسبت پاکان طلب، یا در پی ایشان، مرو
 مصیبت گردد عبادت، وقت استیلائی نفس
 نیست آئین وفا، خون مروت، ریختن
 حسرت یک شعله گلبازی، دل پروانه سوخت
 ظلمت آباد بدن، ویران نمیسازی چرا
 چون کواکب میشود گم، صبح صادق میدمد
 دل چو روشن شد، حجاب عشق ظاهر بین شود
 در عجز ما، به چشم کسم ای بیخبر! مبین
 علاج سینه ریش، از لب لعل تو میآید
 نرگستان بود گلشن! تا تو رفتی، در چمن
 سبزه وادی عشق تو، بجز خنجر نیست
 کسی که، درد جدائی کشیده، میداند
 اگر حیات ابد یافت خضر، همت کسو
 شهید نماز ترا، خونسپها نمیشاود
 از پس، تنش گداخته در فکر قسامت
 مژده ای باده پرستان! که درین فصل بهار
 طالع بد بین که، بیرون آمدیم، از صیدگاه
 این همه رنگ مخالف، نیست جز نیرنگ عشق
 هزار بزم، درین خساک تیره، برهم خورد
 تا سرو خوشخرام تو، تیغ کشیده است
 آنجا که، در گداز نظرها است، حسن دوست
 داغم، ز ناتمامی افسوس زبستگی
 آهی که، شب بسینه حسرت، شکسته ام
 یا رب! این باد سحر، از چمن شوخی کیست
 این قدر تنگ قبا، غنچه ازین باغ، نرست
 ز بس بخواب عدم، زنده رفته اند، همه

گرم رم کرده، ازین بادیه، نخچیر که بود
 ندم دل بنگاری که، دل از خود نبرد
 کدام شوخ، که چشمی ندوخت، بر دل من
 بسیدرد و نشد، دل غفلت گسسته ام
 صیدی که، شد اسیر تو، گردد یکی هزار
 رهنمایی ما، خاک نشد بعد فتنای هم
 خیال بیکی من، وفا، بپادش داد
 در سجده گه عشق خمیدن، ز ادب نیست
 طفل را، بیتابی گهواره، خواب راحت است
 مژه ام، ابر سیاهی است، که آتش، خون است
 این دل که، در بزم ز محیط فنا، نم است
 صفا، ز وسعت مشرب، در آستانه ماست
 اهل جهان، اگر همه، معدوم نیستند
 عکس، در جلوه یکتائی محیر، نبرد
 هنوز، خواب و خیال جهانیان، باقی است
 نیست دامی، از شکار صید آزاد، نهی
 بی تو نور کوکبم، درهای ظلمت، میکشود
 رفت دل جای که، آگاهی در انجا، پر نزد
 خاک شد منصور و فریاد - انا الحق - کم نگشت
 رنگ همه رنگ نداری، چه بلائی
 نفقه بزم محبت، ریزش خون است و بس
 رنگ گلهای چمن، بسکه ز شوق، رم کرد
 برق تازان فنا، تا کمر دل، بستند
 من از حیرانی روی تو، در اول نظر، گفتم
 غبار هستی پروانه، بخو سوختنسا شد
 مرا ترک طلب، سرمایه صاحب کلاهی شد
 ساقی، از طرز ملامت زدگان، واقف نیست
 وحشتم، از دل هر ذره، نمایان کردند
 اهل دنیا، نیز سرگرم اند، در سودای دوست
 نور شمع، از حیرت رویت، بکشتن هم نرفت
 بی تو، دکان مرکب ساز شد، کاشانه ام

دام، چون کاغذ آتش زده، آرام نداشت
 یوسف آست که، در پرده، زلیغای خود است
 گندام جلوه، که طاروس انتظارم نیست
 قفل که، زنگ بست، شکستن کلید اوست
 دام، از صفای حسن تو، آئینه خانه است
 مردیم و هنوز، آئینه در پیش نفس هست
 بجای شمع، دل آورد، و بر مزارم سوخت
 چون شمع، گذشتن ز سر خویش، سجود است
 شوخ من، آرام دارد، تا دلم بی طاقت است
 چشم من مخمل سرخی است که خوابش خون است
 تعمیر، خواب های پریشان عالم است
 در کشاده چو آئینه، شمع خانه ما ست
 آئینه خانه فلک از عکس، چون تپسی است
 بجه تقریب، (علی!) آئینه سازم کردند
 گمان مبر که، ازین قوم، مردگان رستند
 وحشی بوی گلم صد جا شکارم کرده اند
 شمع در کاشانه ام در جیب رنگی چساک بود
 آشیان شد بالی و از همراهی پرواز ماند
 سوخت این فی، بر لب نای، همان آواز ماند
 عکس تو و آئینه، بهم شیر و شکر بود
 عشق چون مطرب بود، فی، خلق بمل میشود
 سبزه، بسال بیفشاند که، طاروس نبود
 چون شرر، بر نفس سوخته، حمل بستند
 که عکس خویش را، حیرتش، تصویر خواهد کرد
 ولی، شمعش هنوز آئینه، در پیش نفس دارد
 چو کجکول گدائی، واژگون شد، تاج شاهی شد
 قدح چنبد، بگوئید، بنمساز دهه
 آن قدر، جمع نبودم، که پریشان کردند
 کوز هم، در خانه خود، شمع روشن میکند
 روشنی، در پرده فانوس، چون آئینه ماند
 گر چراغان میکنم، حاصل سیاهی میشود

از بسکه اهل طبع مسکرو نوشته اند
 میرود در خواب، فقاشی که، تصویرم کشد
 خط کبک است قفس، گر همه آزاد کنید
 در مکافات عمل، تیغ سیه تاب شود
 شیشه بر سنگ زدم، نام تو، در گوش آمد
 مهتاب روی گل نمکی در شراب بسود
 همچو اخگر، نفس از آتیه ام، زنگ برد
 خویش را، در مفلسی منما، باهل روزگار
 کاستم، از درد چندانی که، شیون ماند و بس
 رنگ خونی در قفس همچون گل از من ماند و بس
 التفاتش دیده باشی از تضافلها مپرس
 خزان میگشت، دیدم صیحدم، در گلشن رنگش
 که طوق گردن ما، شد چو ماهی زخم شمشیرش
 که لب، چون رشته گوه‌ر شود، از جوش تبخالش
 که موی کاسه چینی، بود در کوه، آوازش
 که از بهر شکار سیلها دامت دیوارش
 که، اضطراب رگ سنگ شد، فلاخن سنگ
 فرو رود بزمین سایه ام، چو آب بخاک
 بسینه است، دل چساک، پنجه شیرم
 مگر کشند ز رنگ پریده، تصویرم
 ز جای خویش روم گر در آوری بخیاالم
 تا چه دیدیم در آئینه که، از کار شدیم
 تا کف پا، سوخت آن داغی، که بر سر داشتیم
 فراهم گشت از یس رنگها، بیرنگ گردیدیم
 از شکست خویش، همچون غنچه، پر شد شیشه ام
 نمیگنجد چو گوه‌ر، جز صفای خویش، در جامم
 گره بر بال، چون طاقس باشد سایه دامم
 چو مژگان، شانه گیسوی سیلاب است، دیوارم
 گسستم، همچو موج اما، یکی صدگشت زانارم
 که تا باشد، و بال خون من، در گردن خویشم
 در نمد، چون قطره پنهان میشود، آئینه ام

هر بیت من، برابر دیوان (صائب) است
 پیکرم، از ناتوانی ها، خیالی بیش نیست
 نوحطان، دل، بگرفتاری ما، شاد کنیبد
 زخم سنگی، که ز دست تو، بمظلوم رسد
 دل شکستم، می سودای تو، در جوش آمد
 امشب که، بی تو بلبل عشرت کباب، بود
 ناله، غمهای جهانم، ز دل تنگ برد
 آخر شب مه بیرون آید ز شرم کاستن
 همچو آن شمع که، ماند شعله اش، بعد از گذار
 دل طپیدن، شرمسارم کرد، از صیاد خویش
 طرز دیدن انتظار وجد بمل میکشد
 بخواب آمد خیال او، کشیدم در بغل، تنگش
 رهائی نیست، ما را هرگز از، قید طپیدنها
 کجا در پرده ماند، ناله و فریاد، بیهاری
 اثر جوشان تر از، اشک پتیهان، ناله دارم
 درین وحشت سرا، از رخنه پر، ویرانه دارم
 کدام عاشق دیوانه، رو بکوه آورد
 ز بسکه، در عرق خجلت گناه خردم
 ز خار خار محبت، دگر، چه میپرسی
 حریف وحشتم، اندیشه مصور نیست
 سبک شده است قلم، بسکه از گذار محبت
 بشمار نفس، از خویش خبردار شدیم
 رزق یک ناسور شد، چون شمع، سر تا پای من
 خموشی، شور هفتاد و دو ملت، کرد تلقینم
 روزگار، از بسکه زد سنگ جفا، پنهان مرا
 ز دریا، بر ندارم آب، گرد آلود منت
 بعد رنگم، گرفتار خیال طره ساقی
 تنک ظرفی، تماشا دارد، ای دودی کشان! اینجا
 مسلمان میشدم، چشم پر آب بت، بیاد آمد
 رهائی داد بر پا رشته پیچیده صیادم
 هیچ نتوان یافتن، در خرقه پشمینه ام

گرد هستی، برنمیآید صفای سینه ام
 خفته تا زنده میدانی خیال چنده را
 ساده لوحی که، جهان پرده بیرنگی اوست
 خیال آفتابی، زد ز شوخی، آب بر رویم
 بسکه لبریز است، از گرد کدورت، خانه ام
 بسکه دارد رخنه، از برق حوادث، خانه ام
 داغدار است، چو طائوس، ز پا تا پسر
 بیقراری بسکه درم کرد، سر تا پای من
 بجز من، کسوت دیگر نباشد، آفتاب من
 چراغ خانه من هم، نفس در خویش، میدزد
 بسکه پوشیدم تب عشق، از طیبیان جهان
 جهان روشن چو صبح، از فیض احسان، میتوان کرد
 کز نگاهی، که گلستان ترا، سیر کند
 کیست کو، با تو مصاحب شد از خویش، نرفت
 لذت عشق، نصیب دل بی رحم تو، باد
 ساغری در خورد ظرف من ندارد روزگار
 آمد بخوابیم امشب، از خواب ناز جسته
 مراد، از ذکر معشوق است، ترک ما سوا کردن
 مرا طول امل، مانع شد از آمیزش دنیا
 چه حرف است اینکه نتوان دید روی بیحبابش را
 نمیکنم به پیراهن، نمیسازم به ریانی
 چو سیلابی که، در ریگ بیابان ماند، اجزایش
 از طیبیهای دل معلوم صیادم نشد
 بمزگان، تا بکی در پرده دارم، اشک رونا را
 ز هفتاد و دو ملت، مشرب من، باج میگیرد
 برهن من، زبان حسرت بت را، نمیداند
 بهالم، بی هنر را، روزگار آسوده میدارد
 اختلاط آئینه میسازد که بنمایند دوتی

رباعیات فی النعت :

پیش، از همه شاهان غیور، آمده
 ای ختم وصل! قرب تو معلوم شد

از نفس، بر خویش میباید چو آب، آئینه ام
 امتحان هستی دنیای فانی، کرده ام
 دل گم گشته ما بود، خبر یافته ایم
 چو ماه نو، بخود بالید و چشمی گشت، هر مویم
 همچو میل سرمه، باشد شمع، در کاشانه ام
 آب در غربال شد سیل در کاشانه ام
 بسکه پرواز، نفس سوخته، در بسال و پسر
 سایه، چون درد شراب آبیخت با اعضای من
 ز درد خویش دارد، شیشه چون اخگر، شراب من
 نوای نازک بدن! هرگاه میآی بخواب من
 نفس خود، چون شمع پنهان ساختم، در استخوان
 چراغی، گر بکف باشد، چراغان میتوان کردن
 دو جهان، یک گل رعناست، ز رعنائی تو
 میبرد بیکسیم، رشک به تنهائی تو
 به جگر خانی ما، نیست شکر خانی تو
 بعد عمری، میدهد خدیازه ام پیمانه
 آن موج آب حیوان، بند قبا بسته
 چو دل برگردد از دنیا، چه حاصل سبزه گردانی
 کلید گنج میجستم که، برجست از میان، ماری
 نقاب افگندنی از یار و از ما، تاب دیداری
 جنونی کرده ام رعنا به شهری نی بیابانی
 دل گم کرده ام، در هر کف خاک، از پریشانی
 وحشیی در دام یسا خاکبست در پرویزی
 روم، بند قبا گریه بکشایم، بهامونی
 که چون آئینه ام، از بهر هر صورت هیولانی
 ز دیر آید بگوشت، این چنین آواز ناقوسی
 چه لذت میبرد، گر بشکند بی منفرد بادامی
 بی تو هر جا میشنیم من نمیشم توئی

هر چند، در آخر بظهور آمده
 دیر آمده ز راه دور آمده

هر پایه، که جز فتادگی، در نظر است
 بر تخت روان، سوار یاشی هر چند
 وفاتی، و بدل زخم فراق، کاریست
 چون شمع، مرا تمام شب، گریان داشت
 صوفی گشتیم و کفر پنهان باقیست
 مردیم و نمرود نفس کافر، چه علاج
 در بونه فقر خوش بسازم کردند
 کشکول گدائیم تسبی باز نگشت

چون راز نهان جلوه کند درد سر است
 آرام فرود آمدنش بیشتر است
 هر قطره اشک، آنه صد زاریست
 مشت غمی، که نام آن، بیداریست
 جنگ این شوخ ناپشیمان باقیست
 آدم گردید خاک و شیطان باقیست
 صد رنگ هوس صرف گدازم کردند
 همت دادند و بی نیازم کردند
 (۲۲۹ ب - ۲۵۲ الف)

● سرو آزاد : علی شیخ ناصر علی سرهندی شیر نیستان سخنوری
 است و مردم میدان معنی گستری. ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته ،
 و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته . سرخوش گوید :
 در ملک سخن الخ .

گل و ارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست . چاشنی گیر مشرب
 بلند بود ، و متمسک سلسله علیه نقشبند . استفاده از جناب شیخ محمد معصوم
 خلف الصديق محمد (قدس الله اسراره) نموده . و در مثنوی زبان بمدح حضرت
 شیخ کشوده :

چراخ هفت کشور، خواجه معصوم منور از فروغش، هند تا روم
 ردا از ماهتاب شرع، بر دوش چو صبح، از پاکی باطن، قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشأ سهرند است . ابتداء حال با میرزا
 فقیر الله، مخاطب به سیف خان بدخشی، چون جوهر شمشیر ملازم بود . چون
 سیف خان را حکومت اله آباد از پیشگاه خلافت مفوض گشت ، در رفاقت او
 بگلگشت اله آباد خرامید . و چندی بسیر مجمع البحرین (۱) دماغ را تازه کرد :

۱- مجمع البحرین اشاره است که آنجا گنگا و جمنا همکنار میشود و آن را سنگم میگویند .

سیف الله خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاهجهان و داماد اسلام خان خروستی سفیدونی متخلص به ولا ست. در عهد خلد مکان سنه تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹ هـ) به صوبداری کشمیر ریاض آملش نصارت یافت. بعد چندی بعثتی گوشه انزوا گرفت. و در سنه ست ثمانین و الف (۱۰۸۶ هـ) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصه و شمشیر از تنگنای عزلت برآمد: و پس ازان بنظم صوبه اله آباد و پرانی خاطرش آبادی پذیرفت. بیست و پنجم رمضان سنه خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیانته حیاتش لبریز گردید. سیف آباد، یک منزل از سهرند، آباد کرده سیف خان است، که خلد مکان او را بطریق آل طمغا عنایت نمود. سیف خان جوهر قابل و قابل دوست بود — راگ در پن — در فن موسیقی و رقص هندی بعبارت پارسی تالیف اوست:

بعد از گذشتن سیف خان، ناصر علی در سنه هزار و صد (۱۱۰۰ هـ) از سهرند به بیجاپور رفت: و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان موافقت دست بهم داد. بلی! علی بود، ذوالفقاری بدست آورد و در مدح او غزلی پرداخت: که مطلعش این است: ای شان الخ.

ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغی خطیر صله داد: ناصر علی همان ساعت همه را بر مردم پاشید و تهی دست بمنزل خود برگشت.

و چون ذوالفقار خان در سنه ثلث و مانه و الف (۱۱۰۳ هـ) به تسخیر ملک کرناٹک اقصای ملک دکن متوجه گردید، با او به کرناٹک رفت، و ایامی معدود دران نواحی بسر برد. و با شاه حمید اعتقاد تمام بهم رسانید. در مدح او میپردازد:

اینک ! اینک ! ساقی شیرین رسید نوبت جام حمیدالدین رسید (۱)
 حلقه درگاه بیچون جام او از زمین تا آسمان در دام او (۲)
 جام او ، خورشید ربانی بود انجمن افروز سبحانی بود (۱)
 گر چال او ، بر اندازد نقاب روزن هر خانه گردد آفتاب (۱)
 ور ، جلالت بر کشد ، تیغ از نیام غیر او ، باقی نماند ، والسلام

و این شاه حمید مجذوبی بود در کنچی . بعد فوت او علی دوست خان ، از رؤساء نوایت ارکات ، بر مرقد او قبه عالیشان بنا کرد :

و از ممدوحان ناصر علی ، شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف است . شریف خان از سرفراز کرده های خلد مکان بود : و چندی بمنصب صدارت کل امتیاز داشت . گزیند : شاه عادل ترک دنیا کرده بود و دامن دولت فقر بدست آورده :

ناصر علی در مدح او قصیده دارد که مطلعش این است :

منم آن طفل ، نظر کرده استاد قدیم که بود نقطه سهو القلم فکر حکیم (۳)
 و با غضنفر خان ربط کلی داشت : و این غضنفر خان از رفقاء ذوالفقار خان بود : و بحکومت کنچی میپرداخت . کنچی شهر یست مشهور بر مسافت دوازده کروه از ارکات و یکی از معابد سبعة هندو . در مدح غضنفر خان گوید :
 همجو ، پیل پی جگر ، بگریزد از میدان ما بشنود گر کوه ، آواز غضنفر خان ما (۳)

آخرا الامر ، از دکن به هندوستان عطف عنان نمود . و در شاهجهان آباد بی نیازمندان میگذرانید : و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مانه و الف (۱۱۰۸ هـ) بجنه الماوی خرامید : عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دهلوی (قدس سره) .

۱- گل رعنا و نتائج الافکار دارد .

۲- نتائج الافکار دارد .

۳- گل رعنا دارد .

سید جعفر روحی رنبر پوری نقل میکرد که : روزی با جمعی از یاران بزیارت شیخ ناصر علی رفتیم و باهم صحبت داشتیم : یاری رو بقبر شیخ ناصر علی آورده گفت : باری آن قول شما چه شد که :

خاک گردیدیم و میر قصد هنوز افغان ما غم شکست ، اما نمیریزد می جوشان ما (۱)
گفتم : بر زبان شما ، این افغان ناصر علی است که برقص در آمده :
یاران تحسین کردند : صریر کلکش در گنبد خضرا پیچیده . این چند بیت بنا بر قانون کتاب بتحریر رسیده :

(۱۸ شعر دارد ۱۲۹-۱۳۲)

● سفینه خوشگو : علی سرهندی ، دانای رموز خفی و جلی ، میان شاه ناصر علی تخلص علی بن رجب علی عالی (۲) تخلص . از سادات ولایت پنجاب است : مولد و منشای وی قصبه سرهند بوده . آنچه تذکره نویس نصرآبادی — از روی بی تحقیق — در احوال میان معزی نوشته که : کشمیری است و به چيله مشهور و چيله غلام را گویند! اصلی ندارد که ، این بیت در بیان سیادت خود در دیوان دارد :

گر ، از حسب به پرسی! ما قنبر ایم قنبر ، ور ، از نسب پرسی ، ما آل مصطفی ایم
صاحب — کلمات الشعرا — درالقاب آن جناب عبارت — آبروی هندوستان —
مینویسد و این رباعی در شان وی گفته : در ملک ... الخ

و وی مردی قلندر بیباک بی پروا از ناز نگهدار دولتمند دشمن بود :
دنیا و دنیا دار در نظر همتش خس مینمود . از هندوستان همچو او ، شاعری خوش خیال عالی همت آزاد منش شهرت نصیب ، بر نخاسته . طرز خیال را پایه فلک الافلاک رسانیده و معنیهای نجیب را در الفاظ غریب جاوه داده .

۱- گل رعنا دارد .

۲- گل رعنا (حالی) دارد و در سفینه اشتباه مصحح معام می شود .

در سال هزار و صد و یک (۱۱۰۱ هـ) به لشکر عالمگیری رفت : و وقت ملازمت پادشاه دست به مصافحه دراز کرد . پادشاه بی دماغ شده فرمود : فقط شاعر است آداب نمی داند ! وی بی دماغ تر شده بر گردید ، و با نواب ذوالفقار خان نصرت جنگ پیوست . و غزلی گفته که مطلعش مشهور است :

ای شان حیدری ، ز جبین تو ، آشکار نام تو در نبرد ، کند ، ذوالفقار (۱)
نواب خیلی ناز برداری فرمود . خلعت فاخره و فیل و سی هزار روپیه نقد صله بخشید : او خلعت پوشیده فیل سواره آن زر خطیر در راه ایثار کرد ، و مشت مشت به هر دو طرف افشاند . روز دوم به همان لباس پیاده میگذشت . در راه بلدکان خمر فروشی استاد و ساغر چند بکار برده آن خلعت در وجه بها میبخشد . این همت و زر پاشی او مشهور و بر زبانهاست :

سودا بر مزاجش غلبه داشت . اکثر به مردم با سخت روی پیش میآمد بلکه دشنام میداد . از حضرت شاه گلشن منقول است که : یکی از آشنایان قدیمش ، بخدمت وی رفت و پسر همراه داشت ، نظر بر آن امرده فرمود : چون است که ، من لب ترا بگزم ! آن عزیز برهم خورده برخاست . روز دوم میان ناصر علی ابن بیت مرزا صائب در عذر نوشت :

به اندک روی گرمی ، پشت برگ میزند ، شبنم چرا در آشنائی این قدر کس بی وفا باشد
بهگونت رای تخلص ، داماد رای چندر بهان منشی ، که از یاران ایشان بود ، پیش فقیر نقل کرد که : روزی همراه ایشان با یک کس دیگر در رتبه — که ساز مواری بود — نشسته از بازار دهلی میگذشتم ، سبزه

فروشی را دیدیم که بازن جمیلۀ خود عربده دارد و هیچ از فواحش نمیگذارد. ناگاه میان ناصرعلی از رتھ سواری برجست، مارا گمان این که برای قضای حاجتی فرود آمده باشد، و وی آهسته بآن سبزه فروش انواع تملق و چاپلوسی کرده میگوید که: همچو نازنینی پری پیکری را حواله اسپان و خران کردن غایت بی دردی و نامردی است! اگر ازو بیزاری؟ من که آدمی زاده باشم، چه تقصیر کرده ام، بمن بخش! سبزه فروش و دیگر رهگذریان در حسن کلام وی حیران ماندند و آن پر خاش در طرفه العین رفع شد.

به همه حال در شاعری کوش — انا و لا غیری — نواخته و در زمان خود کسی را بخاطر نیاورده. اگرچه صحبت میرزا صائب در نیافته، لیکن غائبانه با مرزا مشاعره دارد. چنانچه اکثر گفته:

(علی!) شعرم، بایران میبرد شهرت، ازان ترسم که (صائب) خون بگرید، آب در دفتر شود پیدا (۱)

و دیگر:

هر بیت من، برابر دیوان (صائب) است از بسکه، اهل طبع، مکرر نوشته اند

۱- غزل زیر حسین بینوا در جوابش گفته است:

اگر از اصفهان، در هند ابله تر شود پیدا	بفن شعر، از (ناصرعلی) بهتر شود پیدا
چرا سرهندی کیدی، سخن بیصرفه میگوید	نمیدانده که، از ایران، سخن گستر شود پیدا
ببین حرمت یاران ایران، کرده شهرت	وگر نه، از کلامت، نفرت از دفتر شود پیدا
مزن لاف سخن، ای کون خرا! با (صائب)، دیگر	وگر نه، از صفاهان کبرهای خر شود پیدا
هنوز از طبع تو بیرون نگشته، بوی "بیت من"	ازین، از هر کلامت معنی "اوتر شود پیدا"
مزن از خود ستائی دم دگر، ای کودن زندگی	بمعجز خود سخن گو، تا ترا جوهر شود پیدا
دلم چون سوخت از لاف و گرفت این غزل گفتم	نصیحت گوش کن تا وصف از هر در شود پیدا
(حسین بینوا) از فضل شاه حیدر صفدر	بمردی گوش میباید اگر، از در شود پیدا

(از جنگ خطی جناب مسلم ضیائی)

آخر عمر باشاره مجذوبی بدعوی قطبیت در شاه جهان آباد فروکش شد، و دم از دوستی حضرت بو علی قلندر می زد :

بتاریخ بیستم رمضان سال هزار و صد و هشت (۱۱۰۸هـ) سیر عالم بالا نمود، و در راه روضه حضرت نظام الدین اولیا مدفون گردید. حضرت سرخوش این قطعه در تاریخ وفاتش نوشته : و ارسة مل ... الخ و حضرت میرزا بیدل عبارت :

— رنگ ناز شکست —

۱۱۰۸هـ

تاریخ رحلتش یافته :

و وی، هر چند به همه جهت، زیاده از پنج شش هزار بیت نگفته، لیکن صاحب پانصد بیت بلند است : که دیگران از آن قسم صد و دو صد دارند و ناز می کنند : و خود اکثر میفرمود که : در تمام عمر به ازین شعری نگفته ام ! چیزی که بمن داده اند، همین یک بیت است و بس :
تو چون ... الخ

این چند شعر پسند خان صاحب (۱) است :

این بیت در تعریف رقاصه زنی بدیهه بتازگی گفته :

هر آنکه، سررت شهوت فزائی تو، ببند ز راه دیده، چو طاوس، می کند انزال (۲)

در تذکره میر غلام علی آزاد مرقوم است که : بر این بیت بلند میان

ناصر علی :

اگر آن هلال ابرو، بمیان نشسته باشد مه نو، بچشم مردم، مژه شکسته باشد

۱- رک : تحت مجمع النفاس .

۲- بعد ازین ۳۵ بیت دارد .

شاعری اعتراض کرده که : اول هلال ابرو بست و باز همان هلال را کسر شان نمود! و اکثر اغزه این اعتراض پسندیده اند : فقیر خوشگو از بیت مهرزا صائب (علیه الرحمه) جواب این معنی میدهد که به همین ترکیب گفته :

گمان می کرد طوق ثمریان را قد چون تیرش اگر می دید سرو بوستان آن سرو قامت را
چه سرو قامت بسته موافق هلال ابرو و باز همان سرو را ذلیل کرده از
باغ میبرد .

(۳-۲)

● آتشکده : علی سرهندی ، اسمش ناصر علی از اهالی آن دیار (سهرند) است . و معاصر اورنگ زیب است . دیوانش بنظر نرسیده و از کثرت اشارات از مثنوی او مطالبی مشخص نمیشود . این چند بیت ثبت شد :

(۳ بیت دارد ۳۶۴)

● خزانه عاصره : علی سرهندی ، امیرالمومنین علی (رضی الله عنه) سر آمد اهل بیت رسالت است ، و امیرالشعرا علی (رحمه الله علیه) سر حلقه اهل بیت فصاحت . کوثر سخن در اختیار اوست ، سامان غاشیه بردار او : مجدد طرز الفاظ و معانی است ، و مستفید سلسله مجدد الف ثانی . اگرچه غزل را باسلوب تازه جلوه داده ، اما در مثنوی ید بیضا مینماید و زبان افتخار میکشاید :

سخن را آفریدم ، جان دمیدم باقرار خدائی ، برگزیدم
الستی! سرزد از من ، او بلی! گفت منی : یا جدا او : یا ربنا! گفت

هر چند ، برخی مثنوی گویان براه او رفتند ، هیچ کس باو نرسید و خط عجز به بینی کشید . اهل بغداد زبان عربی و فارسی هر دو میدانند ، صوفیان

آنجا، در مجالس ذوق و سماع، از عربی بیشتر اشعار ابن الفارض مصری و از زبان فارسی اکثر مثنوی ناصر علی میخوانند :

آغاز جال ملازمت سیف خان بدخشی بر گزید و سیف را با قلم جمع کرد : و چون سیف خان بصوبه داری اله آباد از پیشگاه خلد مکان مامور گردید، همراه بسیر اله آباد — که در زاویه سنگم دریای گنگ و جمن واقع شده — خرامید . تا ایام حکومت او در آن مجمع البحرین چشم را آب داد . و چون سیف خان ، در نیام لحد جا گرفت ، در سرهند رفته فروکش کرد .

از سوانح او این که ، روز چهارشنبه اخیر صفر، بسیر باغ واقع سرهند رفت ، شیخ محمد معصوم خلف حضرت مجدد (قدس الله اسرارهما) نیز رونق افزای باغ شد ، و گلگشت کنان بسر وقت ناصر علی رسید . دید که شیشه و پیاله در پیش دارد ، بغضب رفته فرمود : این چیست ! ناصر علی گفت : مثنی که ملائکه میخورند ! شیخ در گذشت ، صوفیا و علما تکفیر کرده ، محضر قتل درست نمودند . میر محمد زمان راسخ با اقرباء خود مسلح شده ناصر علی را همراه گرفته از سرهند بر آورده ، جانب دهلی روانه ساخت . و بتوجه میر ازان مهملکه نجات یافت :

استادی میر طفیل محمد (قدس سره) — که ترجمه او در سرو آزاد (۱) مستطور است — با فقیر فرمود که : در شاهجهان آباد قصد ملاقات ناصرعلی کردم ، در عرض راه بر خوردم ، رتبه سواره بباغ بیگم — واقع چوک شاهجهان آباد — میرفت .

۱- سرو آزاد ص ۲۵۱ در آگره هفتم ذی الحجه (۱۱۰۷۳) بدینا آمد و در سال (۱۱۰۸۸) در بلگرام وارد شد و طرح اقامت انداخت . بکشمیر نیز سیر کنعان رفت . رحلت در بلگرام ۲۳ ذی الحجه (۱۱۱۵۱) و مدفن در باغ محمود متصل مرقه میر عبدالجلیل بلگرامی . تاریخ است :

علامه از جهان برون رفت

مرا هم تکلیف باغ نمود : باهم بیاض رفتیم : بعد فصلی دیدم که ، ناصرعلی و یاران او ، با یکدیگر بایمای چشم ، گفتگو میکنند : فهمیدم که چه اراده دارند : مشرب من از مشرب یاران دور افتاده ، دور تر رفته نشستم : شیشه و پیاله آوردند . چون ساقی ، می را از شیشه در پیاله ریخت ، و کفی که از قلقل در شیشه بهم میرسید ، ظاهر شد ، ناصرعلی بدیه انشا کرد :

کدامین مست را امشب ، سر جنگ است ، بازاهد که میناهم ز جوش می ، زره زیر قبا دارد
چون مجلس آخر شد و اسباب شرب برداشتند ، فقیر برای رخصت رفتم و گفتم : بدیه را در بیاض فقیر — که حاضر است — بدست خود بطریق یادگار ثبت باید کرد ! ثبت نمود و بالای آن نوشت : بدیه ناصرعلی مستانه ! فقیر بیت مذکور را دران بیاض بچشم خود دیده ام .

آخر ناصرعلی توبه کرد و از خدمت حضرت شیخ محمد معصوم (قدس سره) استفاده طریق باطن نمود و پی بجای برد . و در سنه هزار و صد (۱۱۰۰هـ) از سرهند به بیجاپور دکن — معسکر خلد مکان — شتافت ، و بسا امیرالامرا ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان برخورد ، و بلوازم قدردانی مخصوص گردید . درین باب مولف گفت :

بمد سیف ، آخر علی را ، ذوالفقار آمد بکار لا فتی ، الا عل ، لا سیف ، الا ذوالفقار

و در زویر ملاقات ذوالفقار خان این غزل را گذرانید :

ای شان حیدری ، ز جبین تو ، آشکار	نام تو ، در نبرد کند ، کار ذوالفقار
دشمن کش جهانی و یک دوست پروری	فتح و فقر ، دوبختی مست اند ، در قطار
قتلیر دوستان الهی نموده	ای نو بهار خلق ! تو هر بوی گل سوار
ترسم که ، بوی گل ز فراقش ، جنون کند	آن دل که ، پرده ز من ، آن را بمن سپار
مرغ دلم ، به نیم نگ ، صید کرده	ای ! طائران عرش ، خدنگ ترا شکار
یاران چند ، در فن خود منشی خود اند	این جمع را ، بیک نظر عاطفت سپار
(ناصرعلی) ترا ، ز تو خواهد مراد و بس	ای ابر فیض ! بر همه عالم ، گهر بیار

میر عظمت الله بیخبر بلگرامی (۱) (قدس سره) در — صفینه — خود بقلم آورده که : چون مطلع را خواند ، ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و سی هزار روپیه صله داد و گفت : بس کن که طاقت صله دیگر ابیات ندارم ! مولف گوید : خیر همین بود که ذوالفقار خان بر مطلع اکتفا کرد که قابل صله همین مطلع است ، و رتبه باقی ابیات بر نقاد سخن ظاهر :

میرزا کاظم منصب دار اورنگ آبادی با فقیر نقل کرد که : من از بعضی متصدیان سرکار ذوالفقار خان ، تحقیق کردم که صله ناصر علی سی هزار روپیه بود . خان آرزو مینویسد که : یک زنجیر فیل و پنج هزار روپیه در صله آن بخشید . بهر کیف ناصر علی آنچه یافت همه بر مردم تقسیم نمود و خود هیچ نگاه نداشت .

و چون ذوالفقار خان در سنه ثلاث و مائه و الف (۱۱۰۳ هـ) به تسخیر ملک کرناتک (اقصای ممالک دکن) متوجه گردید ، با او به کرناتک رفت . و ایامی معدود دران نواحی بسر برد . و با شاه حمید اعتقاد تمام داشت . و این شاه حمید مجذوبی بود در کنجی — که شهرست مشهور بر مسافت دوازده کروه از آرکات — با شاه عادل دوستی تمام داشت : و این شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف خان است : شریف خان از نوکران خلد مکان بود ، و چندی بمنصب صدارت کل صدر نشین بساط اعتبار گشت . گویند : شاه عادل از مسند غنا گذشته بر پوست تخت فقر نشسته بود ، و با غضنفر خان بسیار ارتباط داشت . خان مذکور از رفقا ذوالفقار خان بود ، و بحکومت کنجی میرداخت .

۱- مؤلف — صفینه بیخبر — و فرزند میر لطف الله بلگرامی . در شاهجهان آباد روز دوشنبه ۲۴ ذیقعد (۱۱۴۲) وفات یافت و در جوار نظام الدین اولیا مدفون گردید .

(سرو آزاد ص ۳۱۵)

آخر الامر از دکن به هندوستان عطف عنان نمود و در شاهجهان آباد قلندرانه میگذرانید : و همین جا بستم رمضان سن ثمان و مائه و الف (۱۱۰۸هـ) بروضه رضوان خرامید . عمرش قریب شصت سال و قبرش در جوار مرقده سلطان مشائخ نظام الدین دهلوی (قدس سره) : سال وفات او از — کلمات الشعرا — تالیف سرخوش نقل کرده شد . و نیز سرخوش قطعه تاریخ وفات او گفته . بیت آخرش این است :

سرخوش ز خرد ، سال وفاتش پرسید گفت : آه علی بعالم معنی رفت

۱۱۰۹هـ

و نیز سرخوش این مصراع تاریخ از مجد عاکف نقل کرده :

— آه ! آه ! از رحلت ناصر علی —

۱۱۰۹هـ

اما ، در هر دو ماده تاریخ یک عدد از سال مذکور زیاده است : و نیز سرخوش در احوال میرزا قطب الدین مائل مینویسد که : بست و هفتم رمضان المبارک سنه هزار و یکصد و هشت (۱۱۰۸هـ) — بعد بست روز از فوت ناصر علی — در گذشت . مجد عاکف :

— جعل جنه مٹواہ —

۱۱۰۸هـ

تاریخ بیافت . و ازینجا بوضوح پیوست ، که وفات ناصر علی مقرر در سنه هزار و صد و هشت (۱۱۰۸هـ) است : تفاوت در ماده تاریخ واقع شده نه در عدد سال : اتفاق هر دو مورخ در افزونی یک عدد ، فقیر را در شبه انداخته بود ، باری تاریخ میرزا قطب الدین مائل شبه را رفع ساخت . و تاریخ — جعل جنه مٹواہ — نقصانی دارد ، که مورخ از تاء — جنه — که آن را در املاء عربی بشکل (ها) مینویسند ، چهار صد گرفته . حال آنکه

پنج باید گرفت. زیرا که، معتبر نزد اهل جمل صورت کتابت باشد نه تلفظ. برعکس عروضیان و دعوتیان، که مدار اول بر وزن است و مدار ثانی بر ذکر؛ و این هر دو تعلق بحروف ملفوظ دارد نه مکتوب. شبلی در عقده الجواهر سه گوید: و قتیکه لفظ و رسم الخط مختلف واقع شود، مثل (حصی و یحیی) که در نطق (الف) است و در رسم (یا) و مثل (حمزه و طلحه) که در نطق (تا) است و در رسم (ها). بعضی گویند: معتبر مکتوب است نه ملفوظ و بعضی گویند: معتبر لفظ است نه رسم: سید عبدالله یمنی گوید: قول اول معتمد علیه است و قول ثانی نادر.

سید جعفر روحی زبیر پوری با فقیر نقل کرد که: روزی با جمعی از یاران بزیارت مرقد شیخ ناصر علی رفتیم و باهم صحبت داشتیم. یاری رو بقبر شیخ آورده گفت: باری آن قول شما چه شد؟

خاک گردیدیم، و میر قصد هنوز، افغان ما خشم شکست، اما نمیریزد می جوشان ما گفتم: بر زبان شما این افغان ناصر علی است، که بر قص در آمده. یاران تحسین کردند.

سرخوش گوید: روزی ناصر علی در صحبت میرزا نظام الدین احمد طالع تخلص، برادر میرزا قطب الدین مائل، مطلع مذکور بر سبیل تفاخر خواند. میرزا گفت: مصراع دوم از مولوی روم است:

خشم شکست و باده زد زاریخته صد درستی در شکست انگیزخته
و خود بدیده این مطلع رسانید:

بر نتابد منت سانی، دل زلان ما ساغر لبریز ما، پس دیده گریان ما
فقیر هم درین زمین غزل دارد و بر یاران التماس میدارد:

گل، نکرد از شیوه و دگر، نقصان ما کم نشد، چون زلف خوبان، از نزلشان ما

از قدومت، باز آمد در دل ما، جان ما
از کف دنیا، دل بیتاب ما، آمد برون
حسن خلق ما، نمیگردد بدل، در هیچ حال
آن قدر خو کرد دل با او که، باز آید اگر
مهر پر لب کرد (آزاد) از نئای اغنیا
مرحبا! آباد کردی، خانه ویران ما
آفرین بر اضطراب گوهر غلطان ما
زخم را مرهم شود بوی گل وریحان ما
میتوان گفتن که: شد بیگانه مهربان ما
نیست ارباب دول را بار در دیوان ما

کلام ناصر علی در شش جهت عالم سائر و دائر است. این چند بیت
بر التزام نقش بیاض ایام میشود. (۱)

نه پسندید که، بسی برگیم آواره کند جگر لعل و گهر، چشم گهر سازم، داد
مولف گوید: شخصی اعتراض کرد که: لعل گرد گهر ساز، مسموع
نیست! فقیر سند گهر ساز از کلام میرزا سعید اشرف مازندرانی آورده که:
نرخ اشکم مشکن، کاین گهر لعل را چشم بیچاره، بصد خون جگر، ساخته است
و چنانچه گوهر تقلیدی میسازند لعل هم تقلیدی میسازند، گویا گهر لعلی سند
هر دو میتواند شد:

امتیاز شهر و صحرا داشت، از نفوذ جنون
اگر آن هلال ابرو، بمیان نشسته باشد
مولف گوید محبوب را هلال ابرو گفتن، و مشابهت ابروی او با هلال
در خوبی منظور داشتن، باز همان هلال را نسبت بابروی محبوب مژه شکسته
چشم گفته مذمت کردن صریح باهم منافات دارد: (۲)

این معما باسم علی با اعراب منسوب بناصر علی است:
چشم بکشا، زلف بشکن، جان من تا شود تسکین، دل بریان من
چشم بعمل ترادف عین است و بکشا افتح. بمعنی عین را ففتح

۱- اینجا ۱۸ بیت دارد.

۲- بعد از این ۹ بیت دارد.

ده، و زلف بعمل تشبیه لام است، و بشکن عمل ترادف اکسره: یعنی لام را کسره ده، و دل بریان یا و تسکین سکون دادن است، علی بحصول پیوست.

(۲۲۸-۲۳۳)

● گل رعنا: ناصر علی سرهندی علی، احیا کننده نصیر سخنوری است: و رجعت دهنده آفتاب معنی گستری. صریر کلکش دم از ذوالفقار میزند. و زور سر پنجه اش، پنجه خیبریان سخن می‌شکند. سرخوش در شان او میگوید. در ملک الخ

والدش رجب علی حالی تخلص از ولایت پنجاب است: تولد ناصر علی در سهرند واقع شد: و نشو و نما در دارالخلافه دهلی یافت: باستغنا و توکل بسر میبرد. ارادت او در سلسله علیه نقشبندیه است، و استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد (قدس الله اسرارهما) نموده. و در مثنوی زبان بمدح حضرت شیخ کشوده. چراغ هفت کشور ... الخ

اوایل حال، ملازم سیف خان حاکم سهرند بود: چون سیف خان از پیشگاه خلافت بحکومت اله آباد سرافراز شد، در رفاقت او سری بگلگشت اله آباد کشید: سیف خان بخشی (۱)

بند وفات سیف خان، ناصر علی در سنه هزار و صد (۱۱۰۰ هـ) از هند به بجاپور دکن رفت: و با ذوالفقار خان ابن اسد خان وزیر خلد مکان پیوست. چنانچه حضرت آزاد مدظله العالی درین باب میفرمایند:

بعد سیف الخ (۲)

۱- شرح حال سیف خان که سرو آزاد دارد.

۲- رک: سرو آزاد راجع به غزل و صله.

مولف گوید خوشگو: : (۱)

و از ممدوحان ناصر علی، شاه عادل پسر خواجه شریف خان است ... (۲)
 آخر الامر از دکن عطف عنان نموده، در شاهجهان آباد بی نیازانه میگذرانید.
 و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مائه الف (۱۱۰۸ هـ) بهجت الماوی
 آسود. عدرش قریب شصت سال و مزارش در حوالی مرقه سلطان المشائخ
 نظام الدین دهلوی (قدس سره) (۳)

میرزا بیدل — رنگ ناز شکست — تاریخ درست مطابق ثمان و مائه
 الف (۱۱۰۸ هـ) گفته است. خوشگو میگوید که: سودا بر مزاجش غلبه داشت
 بهگونگی رای قلندر تخلص داماد رای چندربهان منشی — که از یاران ایشان
 بود — پیش فقیر نقل کرد که ... (۴)

و نیز او مینویسد که: در اوائل مشق، روزی فقیر با او گفت که: بعضی
 اعزه میگویند که: مسوده اشعار ملا ندیم کشمیری (۵) بدست ناصر علی
 افتاده، اشعار او را بنام خود میخواند! گفت: امتحان شاعر طرح غزل است،
 بیائید غزلی طرح کنیم! این غزل در پیش بود: — آب استاده است — اول
 فقیر اسپ را در میدان ناخت و این مطلع بدیده گفت: تن ز اشکم الخ
 شخصی در مطلع مثنوی ناصر علی تصرف بیجا کرد، سرخوش بجواب
 آن پرداخت و این ابیات منظوم ساخت: حل آن پشوی ... الخ

- ۱- اینجا قول خوشگو راجع به صله و قول میرزا کاظم آورده است و بعد ازان ذکر کرنا تک و مدح شاه حمید است.
- ۲- اینجا ذکر شاه عادل دارد.
- ۳- بعد ازین عبارت از آزاد راجع به تاریخ — کلمات الشعرا — آورده است.
- ۴- اینجا قصه زن جمیله آورده است. رک: خوشگو.
- ۵- رک: تحت ملا ندیم در اوراق آئنده کتاب حاضر.

حضرت آزاد مد ظله العالی در — خزانہ عامرہ — مینویسد کہ :
ناصر علی روز چهار شنبه اخیر صفر، بسیر باغ واقع سرهند رفت ،
شیخ محمد معصوم . . . (۱)

ناصر علی در شعرگوئی طرز خاص دارد. دیوانش یکقلم منتخب است.
تذکره نویسان از غزلیات او، همه اشعار چیده را بردند، ناچار بر یک
داستان مثنوی او اکتفا میرود .

سخن را آفریدم جان دیمدم
الستی! سر زد از من، او بل! گفت
ز بیرنگی، پسر رنگش کشادم
بسجای پایۀ معنسی رساندم
بشوری این نمکدان، ساز کردم
برنگی، جلوه دادم، این چمن را
شکست رنگ هوش، از دل خریدم
نوی بیخودیهای من است، این
جراحت زار عشق است این رقم نیست
ورق، نخچیرگاه چشم یار است
زبانی نیست، آهنگ دل است این
سماع، از وجد بلبل میتراشم
فدانم چیست این شایسته تنزیل
ملانک، تا کلامی را نخواند
سخن آنست گسر تاویر کامل
نفس از خون شود دلریش گردد
کند داغ چون در سینه ایجاد
چو صبا در خم فطرت زند جوش
(علی) ای بال و پر آشوب غمها

بسا قدرار خدای پسرگزیدم
منش: یا عبد! او: یا رب! گفت
پری را، جلوه طافس دادم
که من هم از خیالش باز ماندم
که بسامان حشر آواز کردم
که بلبل سوخت با گل پیرهن را
که این بیرنگ، صورتها کشیدم
صدای پای، از خود رفتن است این
صدای تیغ می آید قلم نیست
سخن، دم کرده صیدی زخم دار است
ورق گردانی رنگ دل است این
دل از کیفیت دل میتراشم
سخن یا نسخه آورد جبریل
حریفان، قابل تحسین ندانند
دل دیگر شود در سینه دل
زبان با چشم گریان خویش گردد
بخار و دل بزرگان پسرزاد
رود در مغز جان نا رفته در گوش
بسا بان سینۀ سرمشق رمها

۱- اینجا واقعه شراب خوردن و شیخ محمد معصوم و قول میر طفیل و قول سید جعفر روحی از آزاد
آورد است .

محبت زاده شوریده ترکیب
 بوسمت مشربها سینه عشق
 نپرسیدی ز من، تا کیستم من
 ندانستی که، پروازم کجای است
 خمیرم ز آب و خاک این جهان نیست
 ز جنس دیگر آید، عنصر من
 غبارم، در دل هر ذره، نیسان
 بهر عضو، آسمانی دیگرم من
 سخن را علت غائی منم من
 درین فن نارسى با من زند لاف
 بمن از راه جنسیت در آید
 بشور قطرگی گوید محیطم
 بضرف ذره گویا، آفتابم
 مرا نشناسد و خود را نداند
 شنیدم، بوالفضولی بد سر انجام
 جگر تفسیده قومی دید در کار
 حسد در سینه اش، مهمیز میکرد
 کمان خوبیی بر خود یقین دید
 به پشت پا، شرارتنه انگیزخت
 غبار وحشت آمد، در تلاطم
 بسر چنگی فلک تیمار او کرد
 بحکم آنکه، نتوان بی اجل مرد
 ازو درخواست پنهان راز جوی
 که ای! در گمراهی، استاد ابلیس
 از ان آبی که، پاک شست رخسار
 جوابی گفت: چون خود خام و نارس
 سری را کز فروغ عقل خالی است
 از ان معنی که، یارانش دلریش
 ز بس بحر معنائی دقتم کافت
 خرد، کز بهر عنقا، دانه باشد
 ازین نخچیر گه، صیدی که برجست

دماغ عشق را معجون ترطیب
 گریبان چساک آئینه عشق
 نهان در گرد هستی، چیستم من
 نفهمیدی که، آوازم کجای است
 شرارم ز آتش این کاروان نیست
 تراوش میکند بحر از در من
 محیطم، در سر هر قطره، طوفان
 نظر پرورده هفت اخترم من
 نگین نقش یکتائی منم من
 که ریزد از زبانش خون انصاف
 کمال خویش را دفتر کشاید
 محیطی از مرکب نا محیطم
 فلک میرقصه از موج شرابم
 بآن رسوای دور از کار ماند
 بزمزم رفت و لختی کرد آرام
 نمی را تا بنقد جان خریدار
 خلش، هم ناخنی را، تیز میکرد
 چراغ کشته، در آستین دید
 نباید آنچه در وی ریختن، ریخت
 بخوش، العطش! زد خاک مردم
 لکد کوبی، قضا در کار او کرد
 پس از رسوائی بسیار، جان برد
 حریف نیک و بد آئینه خوی
 وجود، علت ایجاد ابلیس
 چه سان دیدی، پلیدی را سزاوار
 که شهرت بود مقصود من و بس
 رد ووشندان صاحب کمالی است
 منش رد کرده ام از صفحه خویش
 گهر غواص دانش بی صدف یافت
 محال است این که، از آدم نباشد
 اگر بسمل نباشد زخمیم هست

که چون روبه، بصید کشته، شیر هست
 که ره بالاتر از عرش است و پرست
 شناسا خامی است یا کسوتاهی دم
 ننگند پرتو خورشید در مشت
 مگر از کوچه دزدی در آئی
 و زین شمیر خونریز چه حاصل
 بسر مشکن که گردد تیغ جانگاه
 مسلمانان برون از تخت و تاج است
 ز نوک کلک معنی آفرینی
 چه خاصیت دهد نقش نگینی

شکسته ناخنی، اینجا دلیر است
 نشاید رتبه پرواز من جست
 باین فطرت مرو در قعر این یم
 خیال گوهرم اندیشه را کشت
 تو دیوی خاتم جم را نشانی
 ولی زین دولت تیزت چه حاصل
 بسردی میبری قاجار شاه
 گرفتم مکر دیوت در مزاج است
 بگوشت خورد صدوت دلنشینی
 گر انگشت سلیمانی نباشد

این بیت از خواجه حافظ شیرازی است که آن را تضمین کرده، و چون مطلع نیست، قافیه بیت خواجه را در هر دو مصراع بیت سابق آورده، قطعه ساخته :

ز خود آخر نشین تریایه چند
 سخن را رفته آب از خامی ظرف
 عبارت استخوان خاک خورده
 شکمها در شکمها چون پیاز اند
 نفسها، منجمد چون ناله کوه
 ولی با سر بزرگی مرده هوش اند
 ز خود یخ بسته تر حرفی سرایند
 اثر داخل کنند از شور آواز
 نمک ریزند و گردد بی نمک تر
 میحاشی ز طفل مرده زاده
 سخن عیبی است در احیای انصاف
 رد پاگان مکن، رد میشوی رد
 نیم شاعر گدای پادشاه
 بسا ماهی که همشکل است با مار
 سیاهی کرده ظالم پیرهن
 تپسی از خویش و پر از راز عالم

خروشانم ز بی سرمایه چند
 خراب از لفظ بد شان معنی ژرف
 میمانی پسرده مغز فشرده
 همه تن پرور و معنی گداز اند
 نخورده گرمی یک شعله اندوه
 بصورت دل فگار در خروش اند
 دم افسرده را، چون بر کشایند
 کلامی را که لطفش کرده پرواز
 کباب بی نمک پختند یکسر
 طمع دارند بی میزان ساده
 دگر ای مدعی کوتاه کن لاف
 بد یاران مگو، بد میکنی بد
 بتس از من، که مقبول الهم
 مرا از جنس این مردم میندار
 ز هر سو جست اینک بری خونریز
 دلی دارم چو جام حضرت جم

دو عالم صید این یک حلقه دام است
 وایکن پای رغصت در میان نیست
 نمیایم بخود از همت خویش
 هنوز آواره این راه دورم
 بملک جم، نجنید بال رشکم
 که گردد منحصر زیر نگینی
 هما پسرورده دیبیم فسخم
 بخود بالیده ام چندانکه جا نیست
 درین عالم بخود میجو شم و بس
 محیطم هرزه گشتن باب من نیست
 بنوش آلوده زهر عیب کوشی
 هنرور خود فزودن مشرب کیست
 بهیچ از جلوه کونین مسرور
 من و ما، رائج بازار ما نیست
 سبک پرواز رفتن چارائیم
 ز هر جا من قراوش میکند اوست
 تبسمهای بشرق نیستی نیز
 چون هم پرده دار خلوت اوست
 همه شور است، محفل در میان هیچ
 اگر داد است و گر بیداد، عشق است
 تجلی کرده دیدن بیساموز
 شراب میدهی ساغر ضرور است
 بعشق بسی فضا تبدیل من کن
 نگردد موانع بر کشتن من
 شکوه دولت بیدستگاهسان
 شدم خورشید و جای خود نشستم
 که می ماند از شکمت شیشه باقی
 که شمع آخر شد و پرتو بجا ماند
 بحکمت چون فلاطون در جهان طاق
 آسان از شعله بدستیم ده

بتسخیر جهان نقش تمام است
 ز من اسرارها رمزی نهان نیست
 ولی با این کمالی از جهان بیش
 هنوز از شوق گویی، ناصبورم
 گهر پیرای جوشا جوش، اشکم
 چه ارزد ناز چندین بر زمینی
 توکل زاده اقلیم فسخم
 بهر محفل غبارم آشنا نیست
 نیم جوشان چو بحر از آتش کس
 جهت سیر مرا جز خویشتن نیست
 (عل) ای سلسبیل خود فروشی
 بعیب خلق دیدن مذهب کیست
 دلی داریم از عیب و هنر دور
 بجز نقد فنا، دربار ما نیست
 اگر مائیم، آخر در کجائیم
 ظهور عشق باشد، مغز تا پوست
 چه باشد عشق اصل الاصل هر چیز
 خرد گر پیشکار قدرت اوست
 همه عشق است، باقی این و آن هیچ
 اگر صید است و گر صیاد، عشق است
 الهی! یک شر عشقم بر افروز
 تمنا خام ظرف فضا صبور است
 حیات جاودان تحویل من کن
 کزین ویرانه بیرون رخت بستن
 تماشا دارد ای دقت پناهسان
 چو صبح، از هستی خود رخت بستم
 نمیدانم، چه سحر انگیخت، ساقی
 چه افسون صاحب این انجمن خواند
 بیا ای ساقی صهبای اشراف
 بده جامی و رنگ هستیم ده

● نتایج الافکار : شیخ ناصر علی سهرندی : ممتاز عصر در ادا بندی شیخ ناصر علی سهرندی ، که سر آمد فصیحای روزگار و سر حلقه بلغای نامدار بوده . در اصناف نظم بخیالات رنگین داد نازک ادائی داده ، و بافکار متین ابواب خوش بیانی بر روی سخن سنجان کشاده . غزلیاتش بطرح تازه و لطافت مضامین رونمای سحر سامری ، و مثنویاتش به تناسب الفاظ و تناسب معانی جلوه پیرای جادوگری . شبدیز قلم در میدان توصیفش همعنان نارسائی ، و عندلیب رقم در گلستان تعریفش بال کشای بینوایی . فصاحت با اشعار دلپذیرش عهد یکرنگی بسته ، و بلاغت با گفتار بسی نظیرش چون شیر با شکر پیوسته . الحق ناظمی عالی مقام است و شاعری خوش کلام . در بدایت حال با سیف خان بدخشی صحبتش در گرفت . هرگاهیکه سیف خان را از پیش گاه عالمگیری ، نظامت صوبه اله آباد بقبضه اقتدار در آمد ، همچون تیغ یکسو گشته . دست از مرافقتش بر نمیداشت ، و بگلگشت آن دیار بهجت آثار — که بلب آب گنگ و جمنا واقع است — دل و دماغ را تازه میساخت .

چون جوهر شمشیر حیات سیف خان زنگ ممت بهممرسانید ، ناصر علی بکمال دل تنگی ازانجا رخت بسهرند کشید . روزی همانجا در باغی پیاده کشی (۱)

در ایامیکه عسکر پادشاهی جلوه پیرای ممالک دکن بوده ، از سهرند به بیجاپور شتافت و بشرف ملازمت امیرالامرا ذوالفقارخان بهادر خلف الصدیق نواب اسدخان وزیر اعظم ، بهره وافی یافت . و روز ملاقات غزلی گذرانید که مطلعش این است : ای شان الخ (۲)

۱- اینجا واقعه پاده کشی آورده است

۲- اینجا واقعه غزل و صله و واقعه شاه حمیدالدین مجذوب دارد .

آخر الامر از دکن به هندوستان در افتاد و در شاهجهان آباد بفرط وارستگی و بی نیازی زندگانی میکرد. و سرخوش در — کلمات الشعرا — آورده که: روزی در اوائل میشق، فقیر باو گفت: که بعضی مردم میگویند که: مسوده اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتاده آن را بنام خود میخواند (۱).

آخرکار بعمر شصت سالگی در سنه ثمان و مائه و الف (۱۱۰۸ هـ) بسرمزول اصلی جاگزید و در جوار مزار مبارک سلطان المشائخ حضرت نظام الدین (قدس سره) مدفون گردید. کلام فصاحت انضمامش در اطراف و اکناف عالم اشتهار دارد. بیتهای چند ازان درین اوراق سمت ایراد یافت.

(۲ بیت دارد ۲۴۵-۲۸۳)

● شمع انجمن: علی سهرندی: علی شیر نیستان سخنوری است، و مرد میدان معنی گستری. ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته، و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته. کوثر سخن در اختیار اوست، و سلمان غاشیه بردار او. مجدد طرز الفاظ و معانی است، و مستفید سلسله مجدد الف ثانی. گل وارستگی بر سر داشت، و جام استغنا در دست چاشنی گیر. مشرب بلند بود، و متمسک طریقه علیه نقشبند. استفاده از شیخ مجد معصوم خلف مجدد، نموده و در مثنوی زبان بمدح وی کشوده. موطن و منشای او سهرند است. ابتدای حال با میرزا فقیرالله مخاطب بسیف خان بدخشی چون جوهر با شمشیر ملازم بود. و در رفاقتش به اله آباد خرامید و چندی بسیر مجمع البحرین دماغ را تازه کرد. و بعد فوت سیف خان به بیجاپور رفت و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم

خلد مکان، موافق شد. بلی علی بود ذوالفقاری بدست آورد و آخرالامر از دکن به هندوستان عطف عنان نمود، و در دهلی بی نیازانه میگذرانید. و همین جا در سنه (۱۱۰۸ هـ) به جنته‌الماوی خرامید. و در جوار مزار شیخ نظام‌الدین اولیا مدفون گردید. عمرش قریب شصت سال بود.

اگرچه غزل را باسلوب تازه جلوه داده اما در مثنوی ید بیضا مینماید. هرچند برخی مثنوی‌گویان براه او رفتند، اما هیچکس باو نرسید و خط عجز به بینی قلم کشید. کلام ناصرعلی درشش جهت عالم سائر و دائرست، و دیوانش از قالب طبع برآمد و این چند بیت بنا بر التزام نقش بیاض ایراد میشود و بنا بر قانون کتاب بسواد تحریر میرسند:

(۲۳ شعر دارد ص ۳۰۳)

● ریاض‌الفصحا: علی سرهندی، وی را میان ناصرعلی گویند. مردی مجرد و وارسته بود. در سنه (۱۱۰۹ هـ کذا) رحلت نموده، در جوار شاه نظام‌الاولیا مدفون شد. از اوست:

۱۶۳- عهدی، قاضی عبدالرزاق خراسانی

● مجمع‌النفاث: قاضی عبدالرزاق عهدی از خراسان بود. مدتی در خدمت اکبر پادشاه بود. و بعد از او هم در هند بود. با قاضی نورالله شوستری — که فاضل مشهور است — همدرس آمده و چندی در کشمیر بود. بعد از آن بعراق رفت. دیوانش دو هزار بیت است. از اوست:

وصل آنست که، فرهاد بجان جست و نیافت	نه مرادیت که، بر کام دل پرویز است
رسیده دوری و بیگانگی بسرحدی	که، آشنا خبر از آشنا، نمی‌رسد
منکه از عشق شهبیدم، کفتم ننگ بود	همچنین غرقه بخونم برو در گور انداز
بیش ازین، تاب غم عشق ندارم (عهدی)	سینه بشگاف و دل غمزده را، دور انداز

میروم، هر دم ز جا، گویا، بجای میروم
دلیر میروم از کسوی یار تا چه شود
آتش ز پیش و اشک ز دنباله میرود
سر آوارگیها دارم ولی بنی یار بودنها
(۲۲۲ الف)

از خودم بیگانه، سوئی آشنائی میروم
قرار مردن خود داده ام بخود (عبدی)
آزرده دل، ز کوی تو با ناله، میرود
بکسم مهری کشد در کوی او بسیار بودنها

۱۶۴- عیاش، زندت جیرام گنربالی

● بهار گشن کشمیر: در کشمیر زیست میکرد، و نزد طوسی مسجد
سربنگر خانه داشت. دیگر حالش معلوم نشد. ازوست:

رحم آور بدل فنگاری ما
فناش گردد ز اشکباری ما
گر بهرخ آمد آه و زاری ما
که کند یار غمگساری ما
که دراز است ببقاری ما
آفرین ها به بختیاری ما
چه شود گر کنی تو یاری ما
در جنون است پخته کاری ما
که همین است یادگاری ما
قا آفتاب و ماه ننازد به آب و تاب
کز آب اشک ما شده، یک عالمی خراب
بر خیز ساقیا! تو قدح پر کن از شراب
کز اشک خویش باده خورم از جگر کیاب
ز نورش شد منور خانه امشب
هجوم بلبل و پروانه امشب
که گویا، بود در میخانه امشب
بتاز ای شوخ من ترکانه امشب
غزلخوانی کنم مستسافه امشب
دریغا کعبه شد بهشتخانه امشب
خار از دل کشیدم هوس است
گل از گلزار چیدم هوس است

دلیرا گوش کن تو زاری ما
راز عشقی که در دل است مرا
خرمن ماه بر فلک سوزد
همچو من کیست بختور امروز
رو به کوتاهی آورد عمرم
داغ مهر نسبت است بدل
دین و دنیا و دل فدای تو شد
با تو، ای عقل خام! کاری نیست
تازه شعری فصیح گو (عیاش)
ای مهربان! تو دور بیفکن ز رو، نقاب
زین بعد، منع گریه کنم، هر دو دیده را
جامم زمی نهی است خرابم درین بهار
ایدل کدام عیش به این عیش میرسد
درآمد از درم، جانانه امشب
بگردد روی، آن شمع گل اندام
دل از یاد چشمش شد چنان مست
پی قاراج دین و عقل و ایمان
در آیم در چمن، چون عندلیبان
خیال آن صنم بگذشت در دل
گل روی تو دیدم هوس است
در گلستان چسبیدم هوس است

همسچو کاکل خمیدنم هوس است
 همسچو سبزه دمیدنم هوس است
 که شرابش بسکام میبشاشد
 شیوه اش را که دراز است چه میباید کرد
 که شب هجر دراز است چه میباید کرد
 کسبک رفتاری مرا، دیوانه کرد
 کرد غارت به طمطراق امروز
 همین بس است که سویش یکی نظاره کنم
 اثر درون دل سخت سنگ خاره کنم
 بمرکب دل خود جان خود سواره کنم
 پشت محراب بدیوار چه باید کردن
 (۵۵ : ۲)

بهر پا بدرس آن پری رخسار
 در نه پای لاله رخساری
 عیش آن کس مدام میباید
 لبش از خنده که باز است چه میباید کرد
 روز وصلش دل من گریه کنان میگوید
 لاله رخساری مرا، دیوانه کرد
 عشق پسر نور خسانه دل را
 دلا به درد فراقش بگو: چه چاره کنم
 اگر بشاله، در آیم ز مستی طالع
 پیاده بر در جانان رسید نتوانم
 ای کمان ابروی من! اگر توفه دشمن دین

۱۶۵- عینی، کشمیری

● تاریخ اعظمی: یعقوب شاه (۱) با قاضی (شهر) حرف مذهب در میان آورده، علانیه ترویج تشیع نمود. ملا عینی را متصدی این قرار داده و بخطاب تبرا خوانی، رسوای ازل و ابد ساخته تکلیف نمود که فقره — علی ولی الله — را داخل اذان سازند. قاضی اسلام از صلابت شاه نترسید و راضی بر خلاف سنت نگردید. یعقوب باوجود منع امرا و فضلا قاضی را بر تخت شهادت نشاند. . . . میگویند که: لاشه مبارک قاضی را بر دم فیل بسته، در شهر میگردانیدند. . . . بعد شهادت قاضی، مردم شهر از یعقوب شاه متنفر شدند. ملا عینی مذکور از فضیلت آن دور بود. و چون بسی صرفه گوئی مذهب اهل تشیع است، نسبت بهعارف نامی حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نیز بی ادبی کرده: بیت:

می و میخانه با مهر و نشان است
 تهی گفتن بهیسر از ابلهی نیست

هنوز آن ابر رحمت در نشان است
 درین دیر مدس خم تهی نیست

حالانکه این ابله بد بخت بمقتضای لب و دهن خود، مخاطب به تپسرا خوانی شده است. نمیدانند که مراد حضرت مولانا انقضای مجلس پر فیض انبیاء و ائمه اهل بیت و صحابه کرام است، که ظهور مثل آن درین زمان، صورت ندارد. اگر بنظر انصاف دیده شود، در هر طائفه چه از اهل عرفان و اهل علم و سخن دانان تفاوت در فیضان شده است. لاحقین البته مثل سابقین نیستند بلکه در سخن درد یافت. این تپسرا هم هست که چون گفته است.

می و میخانه با مهر و نشانت

گویا معتقد این است که سابقین هم مثل لاحقین از فیض محروم مانده اند.
(۹۹-۱۰۰)

۱۶۶- فازی، حضرت ابو الفقرا بابا نصیب

● تاریخ اعظمی: از مشاهیر مشائخ این دیارست. از خوردی باز باصناف ریاضات و صحبت حضرات اشتغال نمود، و گوی سبقت از اکثر اقران خود ربوده. خلیفه برجسته حضرت شیخ بابا داؤد خاکی است، و سوای ایشان فقراء بسیار را دیده.

تمام عمر بترک لذات گذرانیده، و حتی ترک فوا که ربیعی و خریفی و آب سرد هم داشت. و عالم با عمل و مروج اهل علم بود و مساکین در خدمتش رجوع تمام داشتند. در وقت خود ملجا و مآب غربا و بیچارگان بود، و یکجا سکونت نمیفرمود. باوجود ترک کل بتمد و جنس تفقد حال فقرای خود میفرمود. با حضرت خضر اکثر صحبت داشته. همیشه بتجربید بود و تمام عمر بصیام و ترک حیوانی بسر برد. و اکثر مریدان طی مکان و تصرف اکوان و اعانت غائبان از شیخ دیدند و نقلها دارند.

یکی از مریدانش در سفر به تهمتی گرفتار شد و به قید آمد و مردم آنجا

مستعد قتلش شدند. از بیگناهی ملتجی بباطن شیخ شد: نصف شب در مجلس حاضر گردید و او را از آنجا برداشت و قدم باو براه گذاشت: پاسبانان در خواب بودند و کسی آگاه نشد. و در رفتن تبت هم همچنین باعثی شد. و راجه آنجا، که مرید او را قید کرده بود، سبب از شیخ متنبه شده، حبسی را خلاص کرده، باآواز استدعای قدوم شیخ.

بالجمله، اکثر در قریات و پرگنات بتقریب ارشاد و هدایت خلایق میگذرانید، و در هر جا بنای مسجد و اجرای احکام شرع مینمود. آخرها قصداً بشهر آمده همه مشایخ و درویشان عهد را دید و فرمود که: شاید باز رسیدن و دیدن نخواهد شد. از شهر رفته در قصبه بجباره (۱) رحلت فرمود. مردم شهر و خلفا خواسته بودند که: در جوار حضرت مخدوم دفن سازند، مردم بجباره غلبه کردند. سیزدهم محرم سنه هزار و چهل و هفت (۱۰۴۷هـ) (۲) رحلت ایشان واقع شد.

— و هو خیر الصالحین —

۱۰۴۷

مولانا ملا حمیدر علامه چرخى — که شاگرد وی بود — فرمود:

و محمد مومن جبهیل :

— شیخ مومن —

۱۰۴۶

-
- ۱- صوفی دارد: Bijbihara or Vijabrora...Founded by King Vijaya (69-61-B.C.) دارا شکوه بر دریای جهلم - که از آنجا گذر دارد - پل بسته بود در ۲۲ رمضان (۱۰۶۰هـ) جمیعت شهر در سال (۱۹۳۱) ۲۵۳ بود.
 - ۲- مقبره بابا نصیب الدین همانجا برکنار چپ جهلم نزد مسجد جامع واقع است. برادرش شیخ شمس الدین نیز مرد خدا رسیده و مرید شیخ اسحق.

گفتند ، که معنى اضافى دلالت بران دارد ، و الا متبادر ترکيب مرصعى است . راقم حروف گوید که ، بحسب اتفاق ، تحرير اين صفحه در احوال شيخ ، هم سیزدهم محرم الحرام اتفاق افتاد . (ص ۱۲۲)

● صوفى : ابوالفقرا ، بابا نصيب الدين غازى يا نصيرالدين پسر شيخ مير حسين رازى و مريد بابا داؤد خاکی . در سال (۹۴۴هـ) بوجود آمد ، و در سال (۱۰۳۴هـ) وفات يافت . مقبره اش تا کنون زيارت گاه مريدان است .

— نورنامه — که در شرح حال شيخ نورالدين رشى هست ، از سانسکرت به فارسى ترجمه کرد . کتاب ديگر — درويش نامه — يا — رشى نامه — که مشتمل بر احوال مشايخ کشمير است ، نيز بنام او منسوب است . مشايخ که از سده هشتم تا دهم در کشمير زندگاني ميکردند ، اين تذکره مشتمل بر احوال آنان هست . يک نسخه ازو در کتابخانه مجلس آسيائى بنگال کلکته مضبوط است (۱) . (۲۴۵ - ۲۴۶)

● عرفانى : غازى ، بابا نصيب الدين متولد (۱۶۳۴ع - ۹۴۴هـ) مريد بابا داؤد خاکی بود . غازى شرح احوال شيخ نورالدين رشى (يکى از روحانيون بنام) را بزبان فارسى باسم — نورنامه — تدوين و ترجمه نمود . قبل ازان اين کتاب بزبان سانسکرت بود . و از دسترس دانشمندان مسلمان خارج بود .

که ناگه مرگ پيش آيد ، خورى آن دم پشيماني چه مغرورى در اين دنيا مگر مردن نميداني کجا رفتند ياراني که ، بودند مونس جاني (ص ۱۵۷)

چه يندی دل درين دنيا ، که روزى چند مهيامي نياري ياد روزى ، آنکه وقت مرگ درپيش است يکى اندیشه کن ، بنگر ! کيا بودند ، درين دنيا

۱۶۷- غازی، خواجه عاقبت محمود کشمیری

● سینه خوشگو : خواجه عاقبت محمود غازی تخلص، کشمیری الاصل است. از دیرباز به بلده عظیم آباد سکونت دارد. در فن شعر و انشا طرازی و دقیقه یابی ماهر است. بیشتر ناظم تخلص میکرد الحال غازی تخلص بهم رسانیده. جوان و صاحب سلیقه خوش فکر بلند تلاش است. ازوست:

غبار خاطر عاشق، بگردون میزند پهلر	سرفک دیده پرتم، به جیحون میزند پهلر
رویت از گرمی می، یک چمن گل، شده است	چشمت از باده کشیها، قدح مل، شده است
بود هر نقطه مکتوب، در دم چشمه سخونی	کبوتر نامه ام را، گر برد، سر خاب میگردد (۱)

(۳۰۱-۳۰۰)

● گل رعنا : غازی خواجه عاقبت محمود، اصلش از کشمیر است. اما در بلده عظیم آباد نشو و نما یافت. سابق ناظم تخلص میکرد، آخر غازی اختیارش افتاد. در فن شعر و انشا نویسی سلیقه مناسب داشت.
(سه بیت دارد ۲ : ۸۷۸)

● صغف ابراهیم : غازی: خواجه عاقبت محمود غازی تخلص از خطه کشمیر است. در بلده عظیم آباد مسکنی گزیده. اوائل ناظم و اواخر غازی تخلص میکرد.
(۲۲۹ ب)

۱۶۸- فمین، حکیم عطاء الله قریشی کشمیری

● انتخاب یادگار : حکیم عطاء الله قریشی پسر حکیم غلام رسول کشمیری. نبیره مجد محسن فانی. با نواب غازی الدین خان فیروز جنگ میبود، و بعد او در سرکار نواب مجد فیض الله خان صاحب بهادر عرش منزل ملازم شد :

خوش خلق و طبع حلیم داشت ، در طاب علم مستعد بود . شصت سال است که جهان را پدرود گفته است . شعر در فارسی و هندی می‌گفت . از آنست :

ما را ، بهاس خاطر غم ، آفریده اند چون شمع ، بهر سوختنم ، آفریده اند
دوش پرسیدم که یار کیستمی خنده کرد و گفت : یار کیستم ؟
احمد که بمعراج طربناک گذشت در لمحہ چسان پاچند پاک گذشت
چون نور ، ز هفت پرده چشم ، (غمین) در چشم زدن ، ز هفت افلاک گذشت

(۲۰۲-۲۰۳)

۱۶۹- غنائی ، میرزا فیض الحق کشمیری

● روز روشن : غنائی ، میرزا فیض الحق . از مردم کشمیر بود . و دلش بکثرت مضامین غنای داشت :

ز تیغ خود بهرس احوال ما ، از ما چه می‌پرسی زبان او ، بیان سرگذشت ما ، نکو دارد
(۲۹۳)

۱۷۰- فنی ، ملا محمد طاهر اشای کشمیری

● تذکره نصرآبادی : غنی کشمیری ، محمد طاهر (۱) نام داشته . در تحصیل علوم سعی نموده ، باوجود حداث سن ، در کمال بسی تعلقی بوده . چشم بر زخارف دنیا — که در نظر عارف قدر پرکاهی ندارد — نکشوده ، بعزت آن ، غنی معنوی هم بوده . چنانچه خود گفته :

سعی ، روزی بر نمیدارد مرا ، از جای خویش آبرو چون شمع میریزم ، ولی در پای خویش (۲)
از صحیح القولی مسموع شد که : پادشاه والاجاه هندوستان بسیف خان

۱- پدرش با خواجه طاهر رفیق — که یکی از صاحبان خانوادۀ اشائی بود — اعتقاد وافر داشت و به همین نسبت نام پسر محمد طاهر کرد . (رک : غنی کشمیری علی جواد زیدی در معارف اعظم گره جون ۱۹۶۶ ع ص ۲۰۹)

۲- گل رعنا دارد .

حاکم کشمیر نوشت که : او را روانه پای تخت نمایم ! سیف خان او را طلبیده تکلیف رفتن بهند نمود : او ابا نموده گفت که : عرض کنید که دیوانه است ! خان گفت : عاقلی را چون دیوانه بگویم ؟ او فی الفور گریبان خود را دریده دیوانه وار روانه خانه شد . بعد از سه روز فوت شد (۱) . حقا که درست سلیقه و غریب خیال بود . اشعارش همگی لطیف است : شعرش اینست :

از چرخ ، بسی مذلت ، حاجت روا نکردد
رفیق اهل غفلت ، عاقبت از کار میباید
دل بمرده نه ، (غنی !) چون قامت ، گردید خم
نیفتد کارسازان را ، بکس درکار خود حاجت
بسر نداریم ز اشعار کسی ، مضمونی
حسن سبزی ، ز خط سبز ، مرا کرد اسیر
شعر دگران را ، همه دارند بخاطر
اثر برعکس بخشد ، سعی من ، از طالع واژون
بر تواضع های دشمن تکیه کردن ، ابله نیست
در نیازم ، نیست مقصد ، غیر جست و جوی او
نی همین تنها مرا مژگان چشم یار کشت
آب بود معنی روشن (غنی)
خرق عادت ، کی بکار آید ، دل انسرده را
حاسد از کرده خود ، گشته پشیمان ، که بزود
یار در بزم آمد و ما از حیا برخاستیم
زند ربط بهم ، پیوستگان را گفتگو برهم
چون آستین ، همیشه جبینم ز چین ، پر است
فراغت می ، بنیستان بسوریا ، دارم

تا آب رو ، فریزی ، این آسیا نگرود
چو یک پا خفت ، پای دیگر از رفتار میباید
بهر این خاتم ، نگینی نیست جز ، سنگ مزار
بخاریدن نباشد احتیاجی ، پشت ناخن را
طبع نمازک ، سخن کس نتواند برداشت
دام همرنگ زمین بود ، گرفتار شدم
شعری که (غنی) گفت ، کسی یاد ندارد
ز آواز سپندم ، چشم بد از خواب بر خیزد
پای بوس سیل ، از پا افگند ، دیوار را
میروم افتان و خیزان ، تا ببینم روی او
هالمی را ، اضطراب نبض این بیمار کشت
خوب اگر بسته شود ، گوهر است
گر رود بر آب ، نتوان معتقد شد مرده را
بر زمین زد سختم را و بر افلاک رسیده
چون نگین ، تا نقش ما بنشست ، ما برخاستیم
سخن چون در میان افتد ، دلبازم جدا گردد
یعنی دلم ، ز دست تو ای نازنین ، پر است
مباد راه ، در این پیشه ، شیر قالی را

رباعی در نعت پیغمبر (صلی الله علیه و آله) گفته :

ای! جامه فقر، زیب و پیرایه تو ای شاه و گدا توانگر، از مایه تو
از خاتم صنع، سر نزد نقش دو کون تسا صرف نشد سیاهی سایه تو
(۲۲۶-۲۲۵)

کلمات الشعرا : مجد طاهر غنی، صاحب طبع عالی بود : پایه سخنوری را
بدرجه کمال رساند . از خطه کشمیر بلکه از اقلیم هند همچو او ، خوش خیال ،
نازک بند ، معنی باب ، بر نخاسته . دیوانش را میرزا مجد علی ماهر ترتیب داده ،
چنانچه دیوان مولوی ناصر علی را فقیر تدوین نموده .

اکثر فکرش بطرز ایهام است . و — غنی — (۱۰۶۰ هـ) تاریخ ابتدای (۱)
شعر گفتن و تخلص یافتن اوست . فقیر او را ندید ، اما جزوی از اشعار
خود ، پیش او فرستاده بود .

روزی مطلع گفته پیش میرزا مجد علی ماهر خواند :

بی چراغست ، اگر بزم خیالم ، غم نیست مصرع ریخته شمعیت که در عالم نیست
شاه ماهر ، نظر بطرز ایهام بندی او ، شوخی نموده گفت : مصرع ریخته که
در عمر گفته باشد ، همین خواهد بود .

ظفر خان احسن مصرعی گفته نزد او فرستاد :

ای لاله ! دل بر ابر بهساران ، چه میدهمی

مصرعی بدیده رسانده جان بقالب مصرعش دمید :

داغی که ، در دلت ، بشتن نمیرود (۲)

۱- رک : پاورقی تحت تاریخ اعظمی .

۲- چاپ لاهور این واقعه ندارد .

این شعر او انتخاب کرده میر معز است :

کنند در هر قدم، فریاد خلسال
بسا دامن تر، شدم بمسحور
جان بلب، از ضعف نتواند رسید
یساران، ببردند شعر ما را
می نوازد ساز، عیش آن دم که، طامع یافت قوت
ز ضعف تن، بجز نامی نماند آخر، ز من باقی
آسمان برگشت از خورشید، تا روی تو دید
قلم تحریر کرد از سینه چاکم، مگر حرفی
میان با نزاکت، همچو مور، آن دلستان دارد
میفرستد به پدر، پیرهن خیالی را
میکنم هرگاه از جانان نگاهی التماس
چو خاتمی که، برد سر بجیب موم، فرو
جلبه حسن تو، آورد مرا، بر سر فکر
میگویند: صائب برین بیت او آنقدر رشک میبرد که میگفت: ای کاش!
آنچه درین عمر گفته ام بآن کشمیری میدادند و این یک بیت بمن میدادند:
حسن سبزی، بخط سبز، مرا کرد اسیر
حکیم صاحب از روی این شعر، معنی پیدا کرد و فقیر نیز. هر دو نگاشته
میآید.

صاحب :

خط سبز، آفت جان بود، نمیدانستم
دام، در سبزه نهان بود، نمیدانستم
سرخوش:

خوردم ز خط، فریب جمال عذار او
همرنگ سبزه بود لباس شکار او
(مدراس ۱۳۸-۱۴۰ لاہور ۸۳-۸۵)

● مرات الخیال : ملا محمد طاهر کشمیری غنی تخلص داشت. و این اسم
را صفت ذات خود ساخته، در عین بی دستگاہی بکمال جمعیت میگذرانید،

همواره چون زمرد بآب خود سرسبز بوده: از شان ابر و شوکت دریا فراغت داشتی، و برنگ مروارید در صدف زاویه بهاس آبرو مفید بودی.

اشعارش مانند گل‌های کشمیر همواره با طراوت، معنی و طرز کلامش چون کلام خوبان پیوسته با حلالت. واردات او را معنی خاص بسیار است، و مضامین تازه بی قیاس.

شاگرد شیخ محسن فانی بود، بمدد طبع دراک در فنون و علوم بر استاد چیره دستی مینمود. هرگاه شیخ را مسئله مشکل شدی، از وی استفسار نمودی. اما مرغ روحش در عین شباب بسر پنجه شاهین اجل گرفتار گردید، و در سفر واپسین نیز بر استاد سبقت گزید. با این ضیق فرصت، آنچه از طبع و قادش سرزده بود، امروز در ایران و توران و سواد هندوستان بر افواه والسنه جاری است. و این بیت از غیب دانیهای اوست:

نه گردد شعر من مشهور، تا جان، در تنم باشد که بعد از مرگ آهو، ناله بیرون میدهد، بو را
محمد علی ماهر — متبنای میرزا جعفر معمای — که احوالش بعد ازین ثبت
خواهد گردید، در تاریخ وفاتش این قطعه نظم کرده است:

چودادش فیض صحبت شیخ کامل (محسن فانی) (غنی) سر حلقه اصحاب او در نکته دانی شد
تهی چون کرد بزم شیخ را، گردید تاریخش که: آگاهی سوری دار بقما از دار فانی شد

۱۰۷۹ هـ

گویند: عنایت خان پسر ظفر خان ناظم صوبه کشمیر دعوی کرد، که:
شعری که از یک مرتبه خواندن یا شنیدن بفهم من در نیاید، بی معنی است!
چون غنی شنید، این دعوی از وی نپسندید، و گفت: تا حال اعتمادی بر
شعر فهمی عنایت خان داشتم، امروز آن اعتماد بر خاست! و بعد از آن هیچگاه

با خان مذکور، ملاقات نکرد (۱). از زاده طبعش این غزل ثبت شد :
(۶ شعر دارد ص ۱۶۱-۱۶۳) جنونی کوکه الخ

● تذکره شعرای متقدمین : مجد طاهر غنی کشمیری : صاحب طبع عالی بود، و پایه سخنوری را بدرجه کمال رسانیده . از خطه کشمیر — بلک تمام اقلیم هند — همچو او خوشخیال نازک بند معنی یاب بر نخاسته . و — غنی — تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست . (۵۲ - ۵۳)

● همیشه بهار : آراسته باطن و ظاهر ، ملا طاهر غنی تخلص ، متوطن کشمیر و نغمه سرای چمنستان سخن . تا حال همچو او شاعر معنی بند ازان خطه دلپذیر بر نخاسته ، بلکه از سواد هند نیز بر نیامده . زمین سخن رنگین کرده اوست و بحر شعر آب داده او . در غزل نویسی سواد از چشم غزالان باج میگیرد ، و در قصیده از قصدهای بلند بر سر سخن تاج میگذارد . در رباعی مربع نشین چار بالش اورنگ سخن است ، و مصراعش مانند طره زلف غیرت خوبان دلاویز ، و هر مطلعش بسان بیت ابروان گلرویان فتنه انگیز . دیوانش که دیوانیان سخن را دستور است ، از اول تا آخر سیر کردم ، مصرعی بنظر نیامد که خالی از ادا و تشبیه و ایهام باشد . غرضیکه خلعت شاعری ، بر قامت آن سخن آفرین ، زیبا و رساست .

گویند : در حالت نزع ملا طاهر غنی ، شعرای کشمیر بخانه او جمع

۱- در — فانوس خیال — است : گویند عنایت خان آشنا دعوی کرد که : شعر یکه یک مرتبه خواندن یا شنیدن بفهم من نیامد ، بیمعنی است ! چون غنی شنید این دعوی از وی نپسندید ، گفت : تا حال اعتدای بر شعر فهمی عنایت خان داشتم ، امروز که آن اعتماد برخاست ! بعد ازان هیچگاه با خان مذکور ملاقات نه کرد . (آقای هل جواد زیدی بحواله کتاب مذکور نسخه علیگره) .

آمدند . غنی گفت که : چراغ بودم که میباید خاموشم شد . شمارا بخدا
میسپارم . شاعری گفت : ای مولوی ! بگذار تا انگشتی به چراغت چرب
کنیم ! شاید بکار عمرت آید و نور حیات بيفزاید !

و — غنی — (۱۰۶۰هـ) تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن آن عالی فطرت
است . لیک در عین شباب طائر روحش صید چنگل شاهین قضا گردید .
من اشعاره :

دمی که ، یار گزارد قدم ، بخانه ما بردند ، پس از مردن ما ، معنی ما را از مالدار ، کیسه خالی است ، یادگار ز شوخی پشت بر من کردی و بر رونمایم گاه نظر بر غیر دارد ، گاه بر ما چشم او سمی ، به راحت همسایها کردن ، خوش است کاسه خود ، پر مکن ز نهار ، از خوان کسی رفت مانند شیشه ساعت روزی ما ، نیست غیر از خاک هست چون ناخنم نگیں بی نقش میشود پیمانه پر از کثرت نعمت (غنی) عزت شاه و گدا ، زیر زمین ، یکسان است لاف موزونی زند مانند سرو	سزد که ، کعبه شود سنگ آستانه ما صد شکر که ، ماند است بیاران ، سخن ما گویند بگوشتم این سخن پوست کرده مار کنی گر جانب من پا دراز ، آن نیز بردارم بسکه بیمار است ، می افتد بهر جا ، چشم او بشود گوش از برای خواب چشم ، افسانها داغ ، از احسان خورشید است بر دل ، ماه را عمر من در نفس شمار پیدا خاک بر فرق مالدار پیدا ننگ دارم ز نامدار پیدا خضر وقت است هر که قانع شد بقوت لایموت میکند خاک ، برای همه کس ، جا خالی هر که خواهد صفحه از بوستان (خطی)
--	--

● تاریخ اعظمی : مولانا محمد طاهر غنی ، از قبیله اشائیمها (۱) است که لقب
مشهور است در کشمیر . صاحب طبع عالی بود پایه سخنوری را بدرجه کمال

۱- اشائی ، اشئی ، ایشی ، اشوی ، عاشئی ، گفته شده است ، در اصل اشائیت که نسبت به
قبیله است که از بخارا آمده بکشمیر متوطن شد .

(رک : مقام غنی کشمیری نوشته علی جواد زیدی در معارف اعظم گره جون ۱۹۶۶ ص ۲۰۵)

رسانده : هر چند شاگرد ملا محسن فانی بود (۱) اما اتفاق ارباب سخن است که : از خطه کشمیر بلکه در تمام اقلیم هند، دران عهد همچو او، خوش خیال نازک بندی بر نخاسته .

دیوانش که سراپا انتخاب است — مرزا محمد علی ماهر ترتیب داد (۲) : اما اکثر شعرش بطرز ایهام است و — غنی — (۳) ابتدای تاریخ شعر گفتن و نخلص یافتن اوست . روزی مطلعی تازه گفته پیش شاه ماهر میخواند :

بی چراغست ، اگر بزم خیالم، غم نیست مصرع ریخته شمع است، که در عالم نیست
شاه نظر بر طرز ایهام بندی، باو شوخی کرده گفت : شاید مصرع ریخته
که گفته باشد همین خواهد بود ! این چند شعر از دیوان غنی انتخاب نموده
میر معز موسویست :

(نورده شعر دارد ۱۷۱)

۱- محمد علی ماهر گفته است :

چو دادش فیض صحبت شیخ کامل (محسن فانی) (غنی) سر حلقه اصحاب او در نکته دانی شد

۲- دیوان او بقول سرخوش و صحف ابراهیم محمد علی ماهر مرتب کرده است و دیوان که بچاپ رسیده است آن مرتب کرده محمد مسلم صنعی شاگرد غنی است که بعد از وفات استاد در همان سال (۱۰۷۹ هـ) با همکاری شاگرد دیگر ملک شهید تدوین کرده و مقدمه نوشته است .

۳- آغاز شاعری پیشتر از (۱۰۶۰ هـ) بوده زیرا وقتی که صائب در سال (۱۰۴۲ هـ) بکشمیر رسید غنی در شاعری نام پیدا کرده بود و بیاض شعر نیز داشت . میرزا صائب شعر او را تضمین کرده است :

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (غنی) یاد ایامیکه، دیگ شوق ما سرپوش داشت

و میرزا دو صد شعر نیز در بیاض خود انتخاب نموده بود . (رک : تحت مجمع النفائس و سرو آزاد) نیز با قدسی و کلیم نیز صحبتی داشته و تاریخ فوت الهی (۱۰۶۳ هـ) هم گفته است و راجع بقحط که در سال (۱۰۵۷ و ۱۰۵۸ هـ) در کشمیر افتاد ، شعر گفته است :

گلشن کشمیر را امسال، شادابی کم است گر، گل ابری نمایان است، آنهم بی نم است
خلق سرگردان همه، از قحط آب و دانه اند هرکرا، دیدیم غیر از آسما، در گردش است

در کمال جوانی (۱) بعد واقعه شیخ محسن فانی بهشت ماه قضا کرد،
در سال هزار و هفتاد و نه (۱۰۷۹هـ)، و این قطعه در تاریخ وفاتش گفتند:

از فوت (غنی) گشته، که و مه، غمگین هر کس شده، در ماتم او، خانه نشین
تاریخ وفاتش، از بهر سده، بسگو: پنهان شده گنج هنری زیر زمین (۲)

۱۰۷۹هـ

کسی بتعمیه در تاریخ او گفته :

بسی سخن داد سخن داد (غنی)

۱۷۸۸ - ۱۰ = ۱۷۷۸هـ

(۱۷۷۸-۱۷۷۹)

● رباعی الشعراء : محمد طاهر غنی، از مردم کشمیر بوده. در زمانی که
ظفرخان احسن ناظم صوبه کشمیر بوده و میرزا صائب بتکلیف خان مذکور،
آنجا وارد شد، غنی مرحوم صحبت میرزا را دریافته است. و با ابوطالب
کیم و حاجی محمد جان قدسی در همان اوان صحبتها داشته.

غرض که، درستی زبان و روانی القاظ و لطافت معانی او، مقبول
همه بود. الحق از خطه کشمیر مثل او کسی بر نخاسته. در اوائل جلوس
هالمگیر پادشاه وفات یافت. دیوانش تخمینا دو هزار بیت است. این
ابیات ازوست که نوشته میشود :

(غنی) روز سیاه پیر کنعان را، تماشا کن
مارا چو شمع مرگ بود خامشی (غنی)
حلقه در نگر و رخنه دیوار بین
تا سرکه پیشانی دوزخان نپوشیدیم
گلشن حسن را تماشا کن
که روشن کرد، نور دیده اش، چشم زلیخارا
اظهار زندگی بربان میکنم ما
چشم، بر راه تو دارد در دیوار، بیا
دندان طمع، کسته نشد، در دهن ما
که دمسد سبزه در خزان آنجا

۱- رک : تحت گل رعنا

۲- این از مسلم صنعی است. رک : تحت عنوان تاریخ وفات.

که برده است سیاهی ، ز دیده یعقوب
 در یدپنجا همه انگشتها یکدست نیست
 شوخ مرا قفسنه بزیر سر است
 ز بیم آنکه ، نگویند : ناتوان بین است
 دل بهستی چه نهی ، راه عدم در پیش است
 قا ، کدو خشک نگر دید ، می ناب نیافت
 سلام او ، سلام روستائیمست
 معنسی قنند مسکرو فهمیده
 نازم بخامشی که ، سخن را تمام کرد
 (خطی)

خضاب سوی زلیخا مگر ، کند یوسف
 شعر اگر اعجاز باشد بی بلند و پست نیست
 بالش خوبان دگر از پسر است
 نمیکند بمن ناتوان ، نگه آن شوخ
 بگذر از خویش ، چو بینی دهن باز (غنی)
 بی ریاضت ، نشود نشئه عرفان ، حاصل
 نماز پارسا ، بی مطلبی نیست
 دیده چون آن دو لب شیرین دید
 تا بود گفتگو ، سخنم تا تمام بود

● تذکره حسینی : غنی : شاعر ماهر یکفنی محمد طاهر غنی . آب و رنگ
 گلستان سخندانی ست ، و شاگرد محمد محسن فانی . مرد قانع بوده . گویند :
 میرزا صائب این مطلع او را شنیده عزم کشمیر نموده :

موی میان تو بود ، اگرالین کرد جدا کاسه سر را ز تن

و دریافته پرسید که : اگرالین مگر نام رشته ایست که کوزه گران کاسه را
 از چراغ بدو جلوه میسازند . گفت : بلی ! باز غنی دیوان خود را — که از لک
 بیت برگزیده و هزار بیت بیافتی نگاهداشته و باقی را بآب داد — پیش میرزا
 گذاشت . میرزا از مطالعه او بغایت محظوظ شد . خصوصاً برین بیت حسرتها
 خورد و گفته : کاش ! اینهمه که در تمام عمر خود گفته ام باین کشمیری
 میدادند و این یک بیت بمن میدادند ! و آن این است : حسن الخ
 اگرچه دیوانش سراپا انتخابست باین چند بیت اکتفا نموده شد :

نیست باری درجهان ، سنگین تر از ، بار وجود
 از کنارم دختر رز کرده تا پهلوی نهی
 پشت خم شد ، زندگانی تا بسر بردیم ما
 کارمن اکنون (غنی) با طفل اشک افتاده است (۱)
 نقلست ، کشمیری را با کودکی بخیانست گرفتند و پیش قاضی بردند .

گفت ایها القاضی ! اینها تهمت میکنند ! اگر باور نداری ، عضو تناسل مرا ببین ، تا ترا بر صدق من گواه باشد !

قاضی فرمود ، تا وی را از محکمه بیرون کردند . منته :

زلف از شرم ، ز راه کمرش بر گردید عاقبت سوی میانش نتوانست رسید
نامه چون ز سر لطف فرستاد بمن روشنم کرد که ، آن ماه غلطی پیدا کرد
(۲۲۸-۲۳۰)

● جمع النفائس : ملا طاهر غنی ، از کشمیر جنت نظیر بود . شاگرد شیخ محسن فانی است ، که او نیز از شعرای زبردست و فاضل بود .

گویند : چون کسی از هند وارد ایران میشد ، مرحومی میرزا صائب میفرمود که : برای ما تحفه از هند آورده ؟ و آن عبارتست از اشعار غنی . و نواب وحید الزمانی طاهر وحید دیوان او را هیکل بازوی خود ساخته بود . مثل اوئی ، از کشمیر چه که از ملک دیگر ، نیز در متاخران ، کمتر خاسته . در بستن مضامین تازه و بندوبست معانی نو ، و صفای عبارات ، از همعصران بلکه از اکثر گذشتگان پیشقدم است . دیوانش اگرچه مختصر است اما ، در تعریف فصاحت و بلاغت کلامش* ، سخن مطول میگردد .

جناب میرزا صائب ، دو صد بیت از دیوان او انتخاب زده در — سفینه — خود نوشته ، و تا حال بیاض مذکور پیش بعضی هست . بنام انصاف مرزای مرحوم را ، و الا قلقچیان حال ایران — صاحبان گنج باد آورد — کلام هندی را ، بخاطر نمیآرند . گو نیارند ! باطن اغنیای* معنی ، بکمر ایشان خواهد زد ، و سخن خود بداد خود خواهد رسید .

این اشعار از منتخبات میرزا است (علیه الرحمه) :

چشم فلک چو میرد از شوق ابرویت بر دیده مینهد پر که هلال را
باده مشرت ، ندارد کار ، با مینای ما از کهوی سبز ، فرقی نیست تا مینای ما

مگر زد، پرتو خورشید جنت، در جهان آتش
جای، بیثباتی سواد دیده، باشد بی بیاض
سر پیش فگنشدن ز گنجه، داد نجاتم
بر گرد تو میگردم، و از خود خبرم نیست
ز بیمقل، چو طفل اشک، نیک از بد، نمیدانم
بیزم می پرستان، محاسب خوش هزنی دارد
همچو سوزن، دائم از پوشش، گریزانم ما
گوئی که، در تنور فلک، قحط هیزم است
تن ساخته پایند، درین مرحله، جان را
نباشد طاعت مقبول، غیر از فکر او، ما را
رفتم سوی یار و ندیدیم روی یسار
پروانه را، ز چشم جبهه صبحدم چراغ
مردان کنند عمار، ز پوشیدن سلاح
تا نسوزد، نکند میل بلندی، چو سپند
گر کسی می نخرد، غم مخور، ای باده فروش
تسا بسکی نشسته خونم بمشاده
تکه نبوده که، سراز جیب تو بیرون کرده است
کسی که زنده، باظهار زندگی، باشد
پیش چشمش، چشم نرگس کی تواند شد سفید
چون محبت در میان باشد، تکلف گو مباش
معدور بود زاهد، اگر، جام نگیرد
نیست چون سهره فردم، هوس قصر بلند
بسی مشکل بود، دل کردن از خوابان، پس از الفت
شعر دیگران را، همه دارند بخاطر
ساغر بکف گرفته، چو نرگس، میا برون
باشد نشاط دیبگر، در عالم تجرد
سخت دل بستگی داشت به سالم، صیاد
نه نشین باده هر سو ز درد ماتم است
رفیق اهل غفلت، حاقبت از کار مهیاند
ای دل! بر ریگ شیشه ساعت، نگاه کن
برداشت چو بلبل، آشیان را

که برج آبی چاهست منزل ماه کنعان را
هیچکس در روز، فیض شب، نمی بیند بخواب
صدا طاعت نا کرده، بیک سجده، ادا شد
شعی تو و من، صورت افانوس خیالم
سر پستان تصور میکنم گوی گریبان را
که چون آید بمجلس، شیشه خالی میکند جا را
جامه بهر خلق میدوزیم و صریانم ما
تا رشتها نسوخت، نشد پخته نان ما
ساکن کند، آمیزش خاک، آب روان را
نیاید جز بمحراب گریبان، سر فرو ما را
مساند رهروی که، رود رو به آفتاب
خوش سیل، ز پنجه خورشید خسورده است
نامرد بی سهر چو بود حیز با دقت
چشم بد دور، ازین اختر طالع، که مرا ست
کین مناهی است که چون کشته شود، پیش بهاست
تیغ را گسر بدهی آب، خوش است
جامه ات گوئی، ز پیراهن یوسف برده است
دی که گشت ز دھوی خموش گویا نیست
چشم او، هر چند بهمار است، اما زرد نیست
شیر مادر در حلاوت، بی نیاز از شکر است
کز دانه تسبیح، کفش، آبله دار است
خسانه ام ساخته از ریختن رنگ شود
هنوز از آب غم، یوسف، بچشم چاه می آید
شعری که (غنی) گفت، کسی یاد ندارد
ترسم باین بهانه، دهان تو بو کنند
هر کس که گشت عریان، در پیرهن فگنبد
قانشد بالش او، پر ز پرم، خواب نکرد
دست را نیل کند هر گه نسگار آخر شود
چو یک پا خفت، پای دیگر از رفتار میباید
غافل مباش، از سفر کاروان عمر
گل گفت که: غس کم و جهان پاک

نیست خطبای سیه کبک، مرا بر پهلوی
تکیه گوش، پسر از پنبه غفلت کردم
مرا، از دست این مشکل کشایان، دل بستگ آمد
حسن سبزی، بسط سبز، مرا کرد اسیر

اوتاده است برو، سایه دیوار قفس
چشم پوشیدم و خوابی بفرغت کردم
ز ناخنها، گره چرخ غنچه، افتاده است در کارم
دام، همرنگ زمین بود، گرفتار شدم

در بعضی از کتب مذکور است که : میرزا صائب میفرمود که : کاش !
تمام اشعار مرا بغنی میبخشند و این شعر که گذشت مرا :

هرگز شگفتگی نکند رو، بسوی من
نیارد مسک از همیان، چو مرغ از بیضه، ز بیرون
هر چند تغافل کند، این مشو، از خصم
یاد ایامی که، عالم از شراب آزاد بود
بگلشن، بی تو ابر دیده ما، ریخت بارانی
دهر نا امن چنان گشته که، چون مردم چشم
کس وقت نزع، بر سرم از بهکسی، نبود
کس پی تعظیم ما، از اهل مجلس بر نخواست
بی چراغست اگر بزم خیالم، غم نیست
سخت دل، کی میرساند پیرو خود را، به کام
بی تعب در خانه مقصود، کس را بار نیست
چه نسبت نغمه را، با روی نیکو
سرو، در فصل خزان، ماند بحال
میناهم سخن ساده، ولی بی ته نیست

ز روی چو جام زر نبرد می ز روی من
ازین غافل که، ز آرد ز شوق چرخ مر بیرون
پیوسته بود، پشت کمان، سوی نشانه
سر که گر بود، در پیشانی زهاد بود
که گردیده آشیان عندلیبان، چشم گریانی
تا در خانه نه بدم، نه برد خواب مرا
شرمنده ام، ز عمر که، آمد بسر مرا
بهر پاس عزت، آخر خود ز جا، برخاستم
مصرع ریخته، شمی است که در عالم نیست
آب پیکان، تر نمسازد، لب سوغار را
نردبان این سرا، جز راه نا هموار نیست
شنیده کی بسود، مانسته دیده
راستی را، نبسود بسم زوال
از ته چشمه آئینه، کسی آگه نیست

(دوازده بیت دیگر دارد ۲۶۰ الف - ۲۶۱ الف)

● سرو آزاد : غنی، ملا محمد طاهر اشثوی کشمیری. اشثی قبیله ایست
از قبائل معتبر کشمیر. از بدو شعور در حلقه درس ملا محسن فانی کشمیری
تلمذ نمود. چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتی شایسته بهم رسانید.
آخر بغواصی بحر سخن افتاد و جواهری - که بنقد جان توان خرید -

بیرون آورد. میرزا صائب کلام او را تضمین میکنند و میفرمایند:

این جواب آن غزل (صائب)، که میگوید (غنی) یاد ایامی که، دیگ شوق ما، سرپوش داشت
غنی بغنا، طبیعی مجبول بود. و با وصف بسی دستگامی، بحضور خاطر
بسر می برد. ازینجاست که غنی تخلص می کند.

مدّة العمر در شهر خود گذرانید. و در سنه تسع و سبعین و الف (۸۱۰۷۹)
دامن از عالم سفلی بر چید.

دیوانش سائر و دائر است، چند بیت بنا بر ضابطه، ثبت افتاد:

تونگرا، نه زبید لب بخواهش، آشنا کردن	چون بود دست خالی، بد نما باشد، دعا کردن
سبیل نفوری تا، ز کف اهل زمانه	چون مهره شطرنج، مرو خاشانه بخانه
قاتوانی، عاشق معشوق هزجانی، مشو	میکنند خورشید سرگردان، گل خورشید را
سایه گرسایه کوه است، سبک میباشد	کسب تمکین نکند سفله، ز ارباب وقار
با تو نزدیکم، ولی، دورم ز فیض عام تو	موم در زیر نگیں، خالی است از نقش نگیں
از کشته شدن، چه مریه عاشق نشود زرد	این داغ، به پیشانی، سیما ب نهادند
در دم صبح، (غنی!) پیر فلک، میگوید	که: قضاء نان دهد آن وقت که، دندان گیرد
خاطر او، از غبار لشکر خط، جمع نیست	هر دم آن زلف پزیشان شانه بینی میکند
گر تیغ بر سرم رود، از جانی نمی روم	لیکن، چو کوه، ناله ز زخم زبان کنم
(غنی!) چو سایه مرغ پریده، در ره شوق	اگر بخاک بیفتم، نیفتم از پرواز
چشم کرم مدار، ز شاهان، که جز ند	آئینه، خلعتی ز سکندر، نیافت است
از نزاکت اوفتد، مضمون من	گر بمضمون کسی، پهلوی زند
چراغ مجلس نبود مرا، قاب جدل با کس	اگر در پیش من دم میزنی، خاموش میگردم
ز مضمون بردن یاران، نمیباشد غنی ما را	چنان بشنیم معنی را که، نتواند کسی بردن
سعی، بهر راحت همسایها، کردن خوش است	بشنود گوش، از برای خواب چشم، افسانه را

راقم الحروف را هم مضمونی مناسب مضمون غنی بهمرسیده که:

محت همسایها، بر خود گرفتن، خوشاست
از برای چشم، بینی، زهر بار هینک است

مخفی نماند که ، چنانچه گوش از استماع افسانه ، افاده خواب چشم میکند ، حظ خود هم — که سمع قول مرغوب باشد — مستوفی میگردد . بخلاف بینی که ، عینک را حسب الله بر میدارد و برای نفع همسایه ، دیده و دانسته خود را ، در شکنجه میکشد .
(۱۰۴-۱۰۳)

● مقالات الشعرا : و هم هنگامی این مصرع غنی (۱) معزی الیه (شیخ محمد محفوظ سرخوش تنوی) پیش فقیر خواند . مصرع :
سر همچو تار سبزه ، ز صد جا ، کشیده ایم

و مصرع ثانی خواست ، گفتم :

سر همچو تار سبزه ، ز صد جا ، کشیده ایم ما . در مقام اصل خود ، آریده ایم

چون بیت غنی دیدم برین نسق بود — بیت :

سر همچو تار سبزه ، ز صد جا ، کشیده ام آخر ، رسیده ایم بخود : آریده ایم (۱)

● گل رعنا : غنی ، ملا محمد طاهر اشثوی کشمیری . اشثی — بفتح همزه

۱- غزل غنی :

سر همچو تار سبزه ، صد جا ، کشیده ام
آمودگی ، بگوشه هستی ، ندیده ام
چون شمع ، بود منزل ما ، زهر پای ما
در سالم مثال ، مثال نسوده است
هر کس کشید آرزوی خویش ، در کنار
بالا گرفت کار من از ، آه آتشین
ناو غ نیم ز هرزه روی ، همچو آسیا

آخر ، رسیده ایم بخود ، آریده ایم
جان داده ایم ، کنج مزاری خریدم
از پا نقشه ایم بمنزل رسیده ام
هر چند ، کز دریچه آئینه دیده ام
مادست خویش ، در بقل خود کشیده ام
از ناله ، چون سپند ، بجای رسیده ام
بیسوده پای خویش بدامن کشیده ام

(رک : مقالات ۲۹۱ — ۲۹۴)

و فتح شین معجمه و کسر همزه آخر های نحتانی — قبیله ایست از قبائل معتبر کشمیر .

جناب غنی افتخار خطه کشمیر است و در فصاحت و بلاغت و ایجاد مضامین تازه ، منزله از نظیر . میرزا صائب مصرع او را تضمین میکند و میفرماید : این جواب ... الخ

غنی از تلامذه رشید ، ملا محسن فانی کشمیری است . و با وصف بی دستگاهی باستغناء تمام بسر میبرد . از اینجا است که تخلص میکند و تاریخ شعرگوی او ، همین لفظ نوشته اند .

مدة العمر از وطن خود بر نیامد (۱) و دامن دولت قناعت بدست آورده فارغبال میگذرانید . و در عین جوانی (۲) سه تسع و سبعین و الف (۸۱۰۷۹) در حین حیات استاد خود شیخ فانی ، جاده فنا پیمود .

۱- از کشمیر بهند رفته بود از ابیات زیر ظاهر است :

کرده است هوای هند ، دلگیر مرا	ای بخت ! رسان بیخ کشمیر مرا
گشتم ، ز حرارت غریبی ، بی تاب	از صبح وطن ، بده طباشیر مرا
در نمک زار سواد هند ، شادابی کم است	گر در آنجا سبزه باشد ز تخم آدم است
بسکه شد زنجیر پایم ، رشته حب الوطن	در سفر ، دایم چو سوزن ، چشم دایم در قفا

۲- غنی در عین جوانی جاده فنا نه پیمود ، بلکه وقتی که وفات یافت ، بمنزل پیری رسیده بود . ذکر پیری در اشعار نیز دارد :

نیست هینک ، که نهادیم ز پیری ، بر چشم	نگه ، از شوق جهان تو ، زنده سر بر سنگ
ز پیری ریخت دندانم ، ندادم من بیاد حق	بیازی : آخرین تسبیح ، چون اطفال گم کردم
ز پیری چنان گشته ام ، ناتوان	که دندان بجیند جانی زبان
افسوس که ، رفت نشئه عهد شهاب	سرخوش نشدیم یکدم از باده ناب
از بهر تماشای جهان ، همچو حجاب	تا را کردیم چشم ، رفتیم بخواب
بگذشت عمر و مونی سفیدی ، بجا گذاشت	خاکستری ، ز قافله یادگار ماند
مو گشت سفید و ریخت دندان	در صبح شود ، ستاره پنهان

دیوانش در هند و ایران و توران مشهور و دستمایه اهتزاز ارباب شعور است. این جواهر آبدار ازان خزینه برآورده در جنب کنار این صحیفه ریخته شد :

که سرمه ، کرد سیه تاب ، تیغ مژگان را
ز مهر آئینه در پیش نفس دیدم مسیحا را
کند شمع ، از پر پروانه گر ، تعویذ بازو را
انگبین ، سیلاب باشد ، خانه زنبور را
مصور ، میکشید از رنگ گل ، تصویر بلبل را
همین بس است که ، شمرش گرفت عالم را
جامه ، بهر خلق میدوزیم و عریانیم ما
صرف دام بلبلان کنش رشته گلدسته را
خواب تا چشمت نبندد ، به که بندی خواب را
برد یکدم ، ازین عالم بآن عالم ، جهانی را
همچو خم ، در گورم استاده میباشیم ما

چنان کم ، دم بسل ، بلند افغان را
دم جان بخش او تا رنگ حیرت ریخت در عالم
ز آسیب صبا ، آسوده تا صبح ابد گردد
میکند ویران ، تمول ، منزل معمور را
اگر میدید ، بام اتحاد بلبل و گل را
(غنی) چرا صله شمر ، از کسی گیرد
همچو سوزن ، دائم از پوشش گریزانیم ما
قید از عشاق ، و از معشوق آزادی ، خوش است
پیش بین بر خصم ، در تدبیر سبقت میکند
بمنزل میرساند ، کشتی می ، کاروانی را
زور می تسا هست ، کی افتاده میباشیم ما

تا نگیرد کمرم کس ، نتواند برخواست
خوشم که دیده ، ز مو پیشتر ، سفید شد است
آگاه ، ز یک حرف گماهی نشدم
واقف ز سفیدی و سیاهی نشدم

بسکه مانند کمان ، پیکرم از پیری کامت
بچشم خود ، نتوان دید صبح پیری را
هر چند که ، از مدرسه راهی نشدم
موی سیهم سفید گردیده ، و هنوز

قول آقای علی جواد زیدی هست که : غنی در حدود (۸۱۰۱۷) بدنیا آمده است . و به این حساب ، وقت مرگ عمرش شصت و دو سال باشد . و قوله گل رهنا یا نوشته تذکره نگاران دیگر ، که به این قرار دارند درست نیست :

- (۱) در عین جوانی ... در کشمیر گذشت
- (۲) او در عالم جوانی بر حمت حق پیوست
- (۳) در عین شباب ... رو به آخرت آورد
- (۴) در اوائل عهد عالمگیری و شباب ... دای حق را لیگ اجابت گفت (خلاصه الافکار)
- (۵) در کمال ویمان جوانی ... انتقال نمود
- (۶) در کمال جوانی ، بعد واقع شیخ محسن خان ... قضا کرد
- (۷) در عین شباب ، طائر روحش صید چنگل شاهین قضا گردید
- (۸) همیشه بهار (مفتاح التواریخ)
- (۹) مخزن الغرائب (نثر عشق)
- (۱۰) تاریخ حسن (تاریخ اعظمی)
- (۱۱) همیشه بهار (همیشه بهار)

شده چشم سگان کوی جانان، چار از شوقش
 بیوجه مدان جاهل ما، که از استاد
 اشک، از غم افزونی روزی نشانم
 حسن و جمال ذاتی است، دشمن زیب عارضی
 آن شوخ، چو در مکتب پیداد، در آید
 بریزش زیر پای خود در آور ساده رویان را
 از شرم توبه، در عرقم کو، شراب ناب
 میکند خورشید و مه، آئینه داری سایه را
 آب چون نیست، گذارد بدهن نشنه حقیق
 آن شوخ، بقتل من دل خسته، میان بست
 ای خوشا حال سبکباری، که در راه طلب
 داغم که، دل صاف، مکرر ز جهان رفت
 شد شکر آب، ز شرم سخن شیرینم
 پیوسته دلم، صاف ز گرد خط یار، است
 روزی که شانه، زلف قرا، باد کرده است
 یوسف مسمر تجسرد دانند
 خواب شیرین طفل اشک از چشم تر دزیده است
 شع میگوید باهل بزم، با سوز و گداز:
 نهال را که، دهقان کند از جا، کی ثمر گیرد
 چون قصد، ز غم سینۀ احباب میکند
 کودکان، غنچه گل را بنفش، باز کنند
 گر کند فرهاد جانها، کی بمن پهلو زند
 ز گردیدن رسد چون آسیا در خانه ام روزی
 با دهانت، فغانند ز ملاحظت دم زد
 هر که، مانند فلاخن، دل سنگین دارد
 مردم که، ببالین من آن یار نسیانه
 بکام دل، رسانیده است می، از دوستی ما را
 هر که چون کور، زند خنده، بهاتم زندگان
 فکراته تیری که، گذر از دل و جان کرد

بچشم کم ببیند ای رقیبان! استخوانم را
 از هست حال بگرفتیم سبق را
 این میل، مبادا ببرد، مد رستق را
 سرمه، غبار خاطر است، چشم سیاه یار را
 مدد و العفی، میسرود تیغ کمان را
 بیفشان سیم و زور چندان که، بر دارند دامان را
 بساید مشاع نمر شده را داد آفتاب
 با سیه بختان، بتان را التفات دیگر است
 چشم بی مایه نم، مائل لغت جگر است
 در مرثیه ام، معنی بار یک، توان بست
 خانه بردوش است و یار خانه اش بردوش نیست
 چون آب روان آمد و چون ریگ روان رفت
 گرمیان من و طوطی، شکر آب است، بجاست
 جاروب کش خانه آئینه، غبار است
 پهلوتمی، ز صحبت ششاد کرده است
 پیرهن هیچ کم از زندان است
 تانگه کردیم، این کودک شکر دزیده است
 سر بریدن پیش این سنگین دلان گل چیدن است
 نمیخواهم که، ما را، آسمان از خاک برگیرد
 شمشیر را، ز مشک سیه تاب میکند
 زبید آن شوخ، دهن گر بسخن بکشايد
 تیشه اش، از دور پیش ناخیم زانو زند
 من از گردش چومانم، روزی من، در سفر باشد
 پست، هر چند که خود را، بنمک شور کند
 رقصه آن دم که، کسی را یکی جنگ شود
 صد بار ز خیره رقص و یکبار نیاید
 الهی! تا دم آخر، بکام دوستان باشد
 چشم دارم که، فلک در دهش، خاک کند
 از دور، سرم سجده محراب کمان کرد

آمد مرا ز خنده گل، این سخن بگوش :
 بحرف قتل من روزی زبانت گشت، میترسم
 (غنی!) ز ترک محبت، بسی پشیمانم
 در پشای نهالی، چو مرا مست بگیری
 در پیایان توکل، توشه درکار نیست
 کس بعد مرگ، گریه بحالم نمیکند
 بهر خدمت، پیش ارباب هنر، آماده باش
 چشم دلسوزی نیمیایه بدشمن داشتم
 روشن ز من جهان، و من از بخت تیره داغ
 عزتی داریم، در راه جنون، کز راه دور
 فتح یابی، بمان قفسل، نسدیده
 چنان زد راه من، شور خرام کبک رفتاری
 نه دار آخرت، فی دار دنیا، در نظر دارم
 من درین ره، انتظار دشمن محود میبرم
 شبی بمجلس آن مه، چو شمع جفا کردم
 چون شمع، شب بگریه واهی، نفشته ام
 چشم تا وا کرده ام، بر خاک غم، افتاده ام
 فیض، از بیمگانه میجویم، فی از آشنا
 در گفتار فاضل را، بخوبی تا نگه دارم
 خاکساران، از بلای آسمانی، ایمن اند
 آب و رنگ ما، بحالم عافیت، گل میکند
 در عرض اشتیاق، چه حاجت بحرف و صوت
 گرفتار، کار ترا برهم زده، از جا مرو
 این جهان گذران، جمای فراغت نبود
 از بسکه، شعر گفتن شد مبتذل، درین عهد
 بلبل! بادب باش، کسر افشاندن بالت
 میبرد ره بکمال، آدم خاک، ز سفر
 دیدم که، نکته سنجان، دزدند شعر مردم
 که نظر پر غیر دارد، گاه بر ما، چشم او
 نکته نبود که، سر از جیب بسرون آورده
 کباب آتش عشقم ندارد، هیچ دلسوزی

واشد دل کسی که، سرگیسه، باز گره
 که از تاثیر بخت من، دم آن تیغ بر گردد
 ز زلف یسار گرفتم دل و شدم دلگیر
 چون خوشه ام، ای محبت! از تاک یاریز
 زاد این ره، دانه دل بس بود، همچون جرس
 در زندگی، چو شمع بگریم، بحال خویش
 نقش خود را، چون قلم بشان، و خود استاده باش
 آسین کی پاک سازد، اشک، از رخسار شمع
 کی سایه چراغ، شود محسو از چراغ
 سنگ می آید باستقبال ما، از هر طرف
 تا (غنی) بر نخواست، از دور خلق
 که چون خلخال، دائم گوش بر آوازا، دارم
 ز عشقت، کار چون منصور، با دار دگر دارم
 تا نه بیند سیل را، نقشینه از پا، خانه ام
 گلیم، بخت سیه را، بسزیر پا کردم
 رقت صحر، بر روز سیاهی، نشسته ام
 همچو طفل اشک، در اهام مانم، زاده ام
 چون صدف، در بحر، آب از جای دیگر میخوریم
 بدرج گوش، اول پنبه خواهم که، بگذارم
 ماهی زیر زمین را، کس نمی آرد بدام
 بر زمین، هر چند چون برگ حنا، افتاده ایم
 باشد چو خامه، گریه من گفتگوی من
 جامه را، خیاط سازد قطع، بهر دوختن
 خواب در خانه زین، کس نتواند کردن
 لب بستن است اکنون مضمون تازه بستن
 رنگ، از رخ گل میکند، آهنگ پریدن
 میشود کاسه گل، ساخته از گنبدین
 من نیز، شعر خود را، دزدیدم از حریفان
 بسکه میخوار است، می افتد بهرجا، چشم او
 جامه ات، گوی ز پیراهن محسوف برده
 که گرداند مرا هر لحظه، از پهلوی به پهلوی

ای دلبر! از تغافل تو، بمیدلیم ما
مدت شادی و غم، نیست برابر بجهان
پروانه، هبث سر زده بر گرد، رخ شمع
زیبا ست خوی آتش، اولاد بولهب را
(غنی) در فصل گل، تاکی بکنج خانه، بنشین
ای داده ترا خمدای بر حسن برات
باشد کمرت به، ز کمرهای بتان
گر، دل بها نمیدهی، از ما چه میبری
گریه شمع شبی، خنده صبح است دمی
در پیش رخت، شمع بسود پر زده روی
تو ابن بسوترایی، باید که خاک باشی
سری، چون خار بالاکن، ز دیوار گلستانی
لعل تو، نکو تر بود، از آب حیات
هر چند تمایز نبود در خدمات
(۸۶۱ - ۸۶۷)

● صف ابراهیم : غنی کشمیری ، ملا طاهر غنی کشمیری . از مشاهیر
شعرا و افاضل خطه کشمیر و معاصر میرزا صائبا و شاگرد شیخ محسن فانی است.
در — کلمات الشعرا — آمده که : لفظ — غنی — (۸۱۰۶۱) تاریخ ابتدای شعر
گفتن و تخلص کردن اوست .

دیوانش میر محمد علی ماهر ترتیب داد . و بقولی : در حالت استیلا
مرض : تمام اشعار خود را بگوش کامل شنیده ، آنچه لائق دانست ، نگاهداشت
و باقی را بآب انداخت . از بیجاست که ، غزلش اکثر یک بیت دو بیت و
بعضی بی مطلع واقع است .

بالجمله ، توصیف کلامش در خور زبان قلم نیست . این قدر پس که
نواب وحیدالزمانی (طاهر وحید) اشعارش بسیار میپسندید . (صائب) بهر که
— از هندوستان وارد ایران میشد — میفرمود که : برای ما تحفه از هند آورده ؟
و آن عبارت از اشعار غنی بود .

گویند : چشمی از حلیه بصارت عاری و فقر اختیاری داشت ، و
از کشمیر بر نیامده و به در ارباب دنیا نرفته . و طاهر نصر آبادی گوید
که : از صادق شندیم که : شاهجهان بسیف خان صوبه دار کشمیر
فرمانی فرستاد که : غنی را روانه حضور نماید ! چون تکلیف اینمعنی

میان آمده، غنی قبول نکرده، فرمود که: بر نگارید دیوانه است! سیف خان گفت که: چنین عاقل را دیوانه نوشتن خود را در جناب پادشاه کاذب قرار دادنت! غنی از شنیدن این بیان، همان لحظه گریبان دردیده دیوانه وار بصحرا دوید (۱). و سال هشتم عالمگیر، موافق هزار و هفتاد و هفت هجری (۱۰۷۷) بمرض خناق نهال عمرش از پا در افتاد:

افتاد بر زمین، سخن — از، رفتن غنی

۱۷۹۰-۷۱۰=۱۸۰۸؟

تاریخ اوست. و (در) تخت سلیمان کشمیر، پهلوی سلیم و کلیم، مدفون است. دیوانش قریب چهار هزار بیت، متضمن مضامین المیفه و الفاظ ابهامیه متداول. و جناب میرزا صابا دو صد بیت ازان انتخاب فرموده در — سفینه — خود ثبت نموده. و این بیت را برابر دیوانی دانسته میگفت که: کاش! تمام اشعار مرا به غنی میبخشیدند و این را بها میگذاشتند!:

حسن سبزی الخ

(۲۵۲ ب - ۲۵۳ الف)

● مرات آفتاب نما: غنی کشمیری، نامش طاهر. از شعرای مشهور هندوستان است. در بستن مضامین و معانی از هم عصرانی ممتاز. شاگرد محسن فانی بوده.

(یک شعر دارد ۱۸۸ ب)

● نتائج الافکار: غنی، رنگ بخش گاشن دلپذیری ملا محمد طاهر غنی کشمیری. که گل وجودش، بعد بهم رسائی رنگ و بوی رشد و تمیز، در بهارستان درس ملا محمد حسن فانی کشمیری در آمد. و در مدت قلیل بطبع سلیم، چمن چمن استعداد شائسته بهم رسانید. و دامن گلهای لیاقت بایسته

فراچنگ گردانید. و در مراتب نظم، بفکر رنگین، شانی عظیم پیدا کرد: و از معدن طبع متین، جواهر نازک خیالی بکف آورد. کلامش در تمثیل گوئی بینظیر است. و اشعار آبدارش یکسر دلپذیر. و باوجود بی رنگ و نوائی، بکمال استغنا و جمعیت خاطر میگذرانید. و تخلص غنی بر نام نامیش زیبا گردید. و در تسع و سبعین و الف سنه (۸۱۰-۹۰۰) پا بدامن فنا کشید.

دیوان فصاحت ترجمانش در اکناف عالم متداول است. بیتی چند از آن درین اوراق ایراد یافت:

کنم زنجیر پای خویشتن، دامان صبرا را
که: سیر می‌کند شوید غبار خاطر ها
پنهان درون پنبه، نگر! پنبه دانه را
سیل، یکسان میکند پست و بلند راه را
نهال ساخته، سرو قدت، نهال را
که: دند سبزه، در خسران اینجا
تا کدو، خشک نگردید، می* ناب نیافت
این دیده، تمنای بنا گوش که، دارد
هر قطره ز اشک، مرا زاد راه شد
هر کس که، سر کشد بجهان، سرنگون شود
اگر آن ساعد سیمین، بدست آستین افتد
سپهری عرش، از دوش ملاتک، بر زمین افتد
چونی، خواهر که در فریاد باشم، تا نفس دارم
مسئمتی سال گسره، فهمیدم
بیرون نکرد، سر ز گریبان آستین
در صبح، شود ستاره پنهان
(هفده بیت دیگر دارد ۵۱۳-۵۱۵)

جنونی کو که، از قید خرد بیرون کشم باز
چو میل سرمه، بر آمد ز چشم جانان، گفت
سنگین دلست، هر که بظاهر ملایم است
عشق، بر یک فرش بنشاند، گدا و شاه را
ز نقش پای تو، گلها شگفته قالی را
گلشن حسن را، تماشاشا کس
بی ریاضت نشود، نشه عرفان، حاصل
تار نگیم، رشته گوهر شده، از اشک
چون شمع، تا مسافر راه عدم دهم
گوید زبان شیشه، نهانی، بگوش جام
مرا چون آستین، صد چین ز غیرت، برجبین افتد
دهد چون قدسیان را، چشم او، صهبای مدهوشی
بیزم درد دندان، زار فایدن، هوس دارم
میشود رشته عسرم، کوه راه
عنون دست کوته خویشم، که پیش کس
سر گشت سپید، و ریخت دندان

● شمع انجم: غنی، ملاطاهر کشمیری از قبیله اشنی ست. شاگرد
ملا حسن فانی کشمیری. چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتی

شایسته بهم رسانید. آخر بغواصی بحر سخن افتاد و جواهری — که بنقد جان توان خرید — بیرون آورد. میرزا صائب کلام او را تضمین میکند و میفرماید:

این جواب الخ

غنی بغنای طبع مجبول بود و با وصف بی دستگامی بحضور خاطر بسر می برد. اینجاست که غنی تخلص میکند. مدّة العمر در شهر خود گذرانید و در سنه (۱۰۷۹هـ) دامن از عالم سفلی برچید.

دیوانش سائر و دائر است، و از قالب طبع برآمده مطبوع خاطر سخنوران گردید. در اینجا چند بیت بنا بر ضابطه ثبت افتاد.

(مفده شعر دارد ص ۳۳۹-۳۴۰)

● اقبال و غنی: مؤلف — مشاهیر کشمیر — روایت دارد که: غنی وقتیکه در خانه میبود، درها را بسته میداشت، و وقتیکه بیرون میرفت درها را وا میگذاشت. کسی سبب این پرسید. غنی گفت: در خانه اگر ثروت هست آن وجود من است، دیگر هیچ متاع ندارم که برائی حفاظت آن، درها را ببندم! علامه اقبال مرحوم این واقعه را در نظم سروده است:

غنی، آن سخن گوی بلبل صغیر	نوا سنج، کشمیر مینو نظیر
چو اندر مرا بود، در بسته داشت	چو رفت از سرا، تخته را وا گذاشت
یکی گفتش: ای شاعر دل رسی!	عجب دارد، از کار تو، هر کسی
پاسخ، چه خوش گفت، مردی فقیر	فقیر و بسا قلیم معنی امیر:
ز من، آنچه دیدند یاران، رواست	درین خانه، جز من، متاعی کجاست
(غنی)، تا نشیند بکاشانه اش	متاعی گرانیمت در خانه اش
چو، آن محفل افروز، در خانه نیست	تهی تر ازین، هیچ کاشانه نیست (۱)

● تاریخ وفات غنی : تذکره نگاران در سال فوت غنی اختلاف دارند .
 صحیح تاریخ (۸۱۰۷۹) است ، ویراکه بیشتر نویسندگان بر همین سال اتفاق دارند ، مثلاً :

- (۱) در سنه تسع و سبعین و الف (۸۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید. (سروآزاد)
- (۲) در عین شباب فی یکهزارهفتاد و نه (۸۱۰۷۹) رو بآخرت آورد .
 (نشر عشق)
- (۳) در (۸۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید .
 (شمع انجمن)
- (۴) در اوائل عهد عالمگیری و شباب فی سنه (۸۱۰۷۹) داعی حق را لیک
 اجابت گفت .
 (خلاصه الافکار ابو طالب)
- (۵) و منهم الشیخ محمد طاهر المعروف بالغنی المتوفی سنه (۸۱۰۷۹) .
 (ثقافة الاسلامیه عبدالحی)
- (۶) در سنه تسع و تسعین و الف (۸۱۰۷۹) پا بدامن فنا کشید .
 (نتائج الافکار)
- (۷) سال وفات (۸۱۰۷۹) .
 (تذکره شعراء عبدالغنی)
- (۸) این دو قطعه تاریخ محمد مسلم صنعی سروده است که در دیباجة
 دیوان غنی ثبت است :

هر کس شده در ماتم او، خاک نشین
 پنهان شده گنج هنری زیر زمون

۸۱۰۷۹

قلت اسکت انت لیس ذکها
 کیف یموت الذی یکون تقیا
 کان تقیاً و طاهرراً و نقیاً
 مرد دمی ، عند من یکون عمیا
 قال لنا ان تقول: حی غنیا

از فوت (غنی) گشت که و مه غمگین
 تاریخ وفاتش ، ار پیرسند ! بگو :

دوش بمن گفت قائل که : غنی مرد
 اهل دل ای بسی خبر بمرگ نمیپرسید
 نیست وفاتش چیز انتقال مکانسی
 زندگی دیگر ست مرگ عزیزان
 دل ز خرد سال رحلتش چو طلب کرد

(۹) در سال هزار و هفتاد و نه وفات یافت، مجد علی ماهر تاریخ گشت :

چودادش فیض صحبت، شیخ کامل عمن فانی
غمی در حلقه اصحاب اورد نکته دانی شد
نمی چون کرد بزم شیخ را، گفتند قاریش
که : آگاهی سوتی دار بقا از دار فانی شد

۱۰۷۹ هـ

(۱۰) در کمال جوانی قضا کرده در سال هزار و هفتاد و نه (۱۰۷۹ هـ)

(فانوس خیال و تاریخ اعظمی)

(۱۱) در عین جوانی سنه ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۹ هـ) در حین حیات

استاد خود شیخ فانی جاده فنا پیمود .
(گل رعنا)

(۱۲) در عین جوانی دو سال قبل از وفات استاد در سنه یک هزار و هفتاد

و نه هجری (۱۰۷۹ هـ) در کشمیر در گذشت ،
(مفتاح التواریخ)

و نویسندگان زیر این قرار اختلاف دارند :

(۱) صحیف ابراهیم : دارد : و سال هشتم عالمگیر موافق هزار و

هفتاد و هفت هجری (۱۰۷۷ هـ) بمرض خضاق نهال عمرش از پیا
در افتاد .

(۲) صحیف ابراهیم این مصرع تاریخ داده است که ازان (۱۰۸۰ هـ)

بر میآید :

افتاد بر زمین - سخن - از رفتن غنی

۱۰۸۰ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰

(۳) مرآة العالم بختاور خان دارد : در سنه هزار و هفتاد و هفت (۱۰۷۷ هـ)

از خارستان دنیا دل برکنده .

(۴) فرحة الناظرین سال (۱۰۷۷ هـ) دارد .

(۵) تاریخ حسن : در سال هزار و هشتاد و دو (۱۰۸۲ هـ) در کمال ربیعان

جوانی بعد از واقع شیخ محسن فانی هشت ماه بملک جاودانی انتقال نمود (۱) .

(۶) ایران صغیر سنه (۱۰۷۷ هـ) .

(۷) تاریخ مهدی سنه (۱۰۸۷ هـ) .

(۸) تاریخ کبیر حاجی محی الدین سرائی بلی (۱۰۸۲ هـ) .

● مدفن غنی : تذکره نویسندگان راجع به مدفن نیز اختلاف دارند .

(۱) در تخت سلیمان (۲) کشمیر پهلوی سلیم و کلیم در — مزار الشعرا — (۳) مدفون است .
(صف ابراهیم)

(۲) در مقبرة ملا محسن فانی آرمیده .

(مفتی محمد سعادت بر حاشیه تاریخ اعظمی مطبوعه)

۱- بعد ازین تاریخ از صحنی داده است که ازان سال ۱۰۷۷ هـ بر میآید . رک: تاریخ اعظمی .

۲- نام کوهیست که برکنار دل واقع است ، مشهور است که قنوت حضرت سلیمان علیه السلام در اثنائی سیاحت بر قله کوه جیت جاگزین شد . ازین وجه کشمیر را — باغ سلیمان — و کوه را — تخت سلیمان — گویند .

۳- مزارالشعرا در سرینگر است که چند شعرا در آنجا مدفون اند ، مثلاً : قدسی — سلیم — کلیم طغرا — الهی (اویساق مغول ص ۵۱۰) ملا شرف الدین خان فرحت ، محمد علی خان معین ، محبتش خان فدا (ص ۱۱۰ تاریخ بد شاه فرق) و غنی (صف ابراهیم) .

همین طور در تبریز — مقبرة الشعرا — است که آنجا خاقانی (نزد مزار حضرت بابا حسن) ظهیر قاریابی و ملک الشعرا شاهفور نیشاپوری مدفون اند ، و این گورستان در محله سرخاب تبریز واقع بود ، و در آنجا خواجه همام تبریزی و اسدی طوسی نیز در جوار بابا مزید مدفون شده اند . (روضات الجنان حسین کربلائی چاپ تهران ۱۹۶۵ ع) ص ۲۰۱-۲۰۴-۲۰۷
نگارنده این سطور بتاريخ ۲۲ منامبر سال (۱۹۶۶ ع) آن جانی را همراه دانشمند عزیز و کریم آقای عبدالعلی کارنگ زیارت کرد . هیچ نشان و آثار بر جا نمانده است . و این قسمت گورستان در حوالی مقبره مید حمزه (صاحب الامر) است .

(۳) وی در مقبره خانوادگی در شهر راجوری کدل (پل) نزدیک حسن
بلادوری مدفون است .
(بارسی سرایان کشمیر)

(۴) در محله گرگاری (قطب الدین پور قدیم) نزد زینه کدل سرینگر دفن
است .
(سرفی)

(۵) غنی در محله راجویر کدل واقع عالی کدل در احاطه مزار حسن بلادوری
مدفون است ، و بر سنگ مزار کتبه محو شده است فقط نام — غنی —
دیده میشود :
(سوانح غنی از اکبر شاه خان نجیب آبادی)

● تدوین دیوان غنی : بقول کلمات الشعرا مجد علی ماهر دیوان غنی را
مرتب کرده بود ، ولی هیچ نسخه ازان دیوان تاکنون دیده نشده است . اگر
روایت صحیح است پس آن نسخه از بین رفته است .

نسخه که متداول است و چاپ هم شده است ، همانست که مجد مسلم
صنعی با همکاری لاله ملک شهید جمع آوری کرده است ، شیخ مجد مسلم
صنعی عموی میانه اصلح میرزا مؤلف — تذکره شعرای کشمیر — بوده و
اصلح برایش مینویسد :

در نشر از رشک تر و نازگی گلبای معانی خویش ، گلزار ابراهیم شهری
را پزیده تر از اخگرهای افسرده آتش خلیل کرده . دیوان ملا مجد ماهر غنی
را هنگام ترتیب ، دیباچه بنوعی نگاشته که ، چشم ارباب بصیرت از دیدنش
چار گردید (۱) .

و لاله ملک (۲) نیز شاگرد ملا غنی بود و صنعی در دیباچه خود نوشته است که :
خواستم با اتفاق خدام الفسلا ملک الشعرا سر حلقه شاگردان رشید ،

۱- رک : تذکره مذکور چاپ نگارنده ص ۳۳۷ .

۲- رک : تذکره مذکور ص ۱۸۰ .

ملک شهید ، بتدوین دیوان سحر بیانش ، حق شاگردی بتقدیم رسانم (۱) .

و در تاریخ حسن راجع به ملک شهید است که :

لاله ملک شهید از مردم کشمیر بود ، و در شعر گوی و تاریخ یابی
سحرکاری میکرد . و بنام حضرت محبوب سبحانی یکهزار و یکصد تاریخ تصنیف
کرده و از هر یک بیت تاریخ ولادت و وفات آنجناب یافته میشود و از نوادر
روزگار است (۲) .

و این دیوان بعد از وفاتش در همان سال (۱۰۷۹ هـ) قریب یافته است

● نسخ خطی دیوان غنی : نسخ خطی دیوان غنی بهقرار ذیل در
کتابخانهای مختلف دیده میشود ، آقائی علی جواد زیدی این فهرست را در
مجله معارف چاپ کرده است .

- (۱) سنه (۱۰۸۰ هـ) ، نسخه آگره ، ملک اکادی سرینگر .
- (۲) سنه (۱۰۸۸ هـ) ، ۲۸ محرم ، کاتب محمد شفیع اصفهانی .
- (۳) سنه (۱۱۲۶ هـ) ، ربیع الثانی . کاتب ملک ابوالبقا . ملک اکادمی سرینگر
- (۴) سنه (۱۱۴۱ هـ) ، ۲۲ جمادی الاول ، ملک ایشیانک سوسائتی کلکته
شماره (۷۷) .
- (۵) سنه (۱۱۵۴ هـ) ، ۴ شوال . خرید کرده شده . ملک کتابخانه بانکپور
پتنه . این نسخه در ملک شخصی نواب محمداالدوله (۳)
بوده است .

۱- رک : دیوان غنی مطبوعه ، مطبع پندت بیجانته (۱۲۷۲ هـ) ص ۵

۲- تاریخ حسن ج ۲

۳- نواب محمداالدوله عبدالمجید خان متوفی سنه ۱۱۶۵ هـ .

- (۶) سنه (۱۱۶۰هـ)، رمضان، کاتب محمد فیض الله بفرمائش خواجہ محمد جان جیو. خوشخط مطلا، خدا بخش لائبریری پتنہ.
- (۷) سنه (۱۱۸۴هـ)، ۱۵ ربیع الآخر (۱۱۴۰هـ) نیز دیدہ میشود. کاتب محمد نعیم. ملک بنگال ایشیانتک سوسائٹی کلکتہ.

● نسخ چاہی دیوان غنی: نسخ چاہی به قرار ذیل است.

- (۱) نسخہٴ دیوان مطبوعہ همانست کہ در سال (۱۲۶۱-۱۸۲۵ع) در مطبع مجتہائی چاپ شدہ است و عبارت ترقیمہ به اینقرار دارد:

این احقر عباد الله الففور محمد مصطفیٰ خان ولد حاجی محمد روشن میرور و منفور آن نسخہ ناسخہ دواوین معاصرین را، از شرح عمدہ شارحین متین خلیفہ عبدالرزاق یمینی جعل الله من اصحاب الیمین، و دیگر نسخہ صحیحہ قدیمہ و کتب اصطلاحات لغات پتحتی میر ناصر علی متخلص بنصیر، بہایہ تصحیح رسانیدہ، و اشعار شعری شاعر و دیگر تصانیف لطیفش را بر طبق نسخہ مرقومہ سنہ یکہزار یکصد و دو (۱۱۰۲) بخط ولایت نہایت پسندیدہ ارباب این فن منقول و مرتب کنانیدہ در مطبع مصطفائی واقع محلہ محمود نگر زیر اکبری دروازہ من محلات بیت السلطنت لکھنؤ بتاریخ بست و ہفتم رمضان المبارک (۱۲۶۱ھ) پیرایہ طبع پوشانید (۱).

- (۲) مطبع ہندت بیجانانہ در سال (۱۲۷۲ھ) باہتمام متبول الدولہ احسان الملک کپتان میرزا محمد مہدی علی خان بہادر قبول ثابت جنگ.
- (۳) مطبع آصفی کانپور ربیع الاول سنہ ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ع).
- (۴) نولکشور کانپور چاپ اول در سال ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۹-۱۸۶۸ع).
- (۵ تا ۷) نولکشور کانپور چاپ دیگر در سال ۱۸۷۶ و ۱۸۷۸ع و در لکھنؤ ۱۸۹۱ع مع فرهنگ از ابو سلیمان و اشرف علی لکھنوی با حواشی.
- (۸) نولکشور لکھنؤ چاپ نہم در سال ۹ جنوری (۱۹۳۱ع).

● تاریخ وفات کلیم و میر الاهی و اسلام خان : غنی بر مرگ کلیم کاشانی

(۱۰۶۱) تاریخ گفت :

حیف کز دیوار این گلشن پرید	(طالب) آن بلسبل بساغ نعیم
رفت و آخر خامه را، از دست داد	بی عصا، طی کرد این ره را کلیم
اشک حسرت چون نمیریزد قلم	شد سخن از مردن (طالب) یتیم
هر دم از شوقش، دل اهل سخن	چون زبان خامه، میگردد در نیم
عمرها، دریاد او، زیر زمین	خاک پر سر کرد (قدسی) و (سلیم)
عاقبت، از اشتیاق یک دگر	گشته اند این هر سه در یک جا مقیم
گفت تاریخ وفات او (غنی)	طور معنی، بود روشن، از کلیم

۱۰۶۱

در سال (۱۰۶۲) میر الاهی جهان را پدرود گفت، غنی تاریخش یافت :

نیت دور از اثر، صحبت او	که، لب گور در آید بسخن
بر سر خاک وی، ارباب زمان	جامه پوشیده سیه، چون سوسن
گفت تاریخ وفاتش، (طاهر):	برد الاهی ز جهان گوی سخن

۱۰۶۲

بر وفات امیرالامرا اسلام خان صوبه دار کشمیر غنی تاریخ ذیل گفته است :

حیف کز فوت قدوة امرا	به سپر داغ شد نصیب سیاه
تا کند، فتح ملک باقی را	رخت بیرون کشید، زین خرگاه
دور ژان آفتاب اوج کمال	مردمک شد ز گریه ابر سیاه
چست از بسکه برق آه از دل	خسرم ن ماه ماند یک پرگاه
آنکه داغ اند ماه تا ماهی	همه آزاده دل گدا و شام
شد نفس ناله در گلو مارا	همچو نی زین مصیبت جانکاه
جست این مصرع، از زبان (غنی)	مرد اسلام خان والا جاء

۱۰۷۲

● انتخاب کلام :

چون قفل، اگر گرفتگی گیری پیش
دادند چو صورت کلید، ابرو را
آخر دلت از تیغ جفا، گردد ریش
پیوسته کشاده دار، پیشانی خویش

(المغنم البارد ص ۱۹۰)

که نور دیده اش، روشن کند، چشم زلیخا را
 که بعد از مرگ آهو، نافه پیرون میدهد پورا
 که گفتار قلم، باشد ز رفتار قلم پیدا
 که میسازد بیکدم چو آب را، صاحب نفس، گویا
 پرده‌های ساز ما، جز پرده‌های گوش نیست
 چون آب روان آمد و چون ریگ روان و نت
 دمی که، گشت ز دهوی خموش، گویا نیست
 برای مور، سنگ آسیا، تخت روان باشد
 برای اختلاط دوستان، دیوار می‌گردد
 از ناله، بسوی مشک، باهر نمیرسد
 که نابینا، عصا را، راهنمای غیوش میسازد
 سرگشته خسود و راهنمای دگران باش
 چون نگین، تافش ما بنشت، ما برخاستیم
 جان داده ایم، و کنج مزاری، خریده ایم
 از پسا، نشسته ایم و بمنزل رسیده ایم
 هر کجا، طفلی بود، بیگانه میباید شدن
 هر که، خواند صفحه از بوستان
 که هر کجا که روم، هست جای من خالی
 که شاید در بهای باده، گیرد ملک دنیا را
 در نفس باشد تفاوت، خفته و بیدار را
 سرد که، کعبه شود سنگ آستانه ما
 صد شکر که، ماند است بیاران، سخن ما
 اظهار زندگی بسزبان میکنیم ما
 که فصل گل، بچشم کم ناپاید دیده، گلشن را
 خنده‌های گل، دمود از گریه‌های هدلیب
 هرید بیضا، ده انگشتی یک دست نیست
 مردم دیده اگر، از نظرم افتاد ست
 در مرثیه ام، معنی باوریک توان بست
 آدمی بی برگ، تیر بی پر است
 نامش ز در پسته، بر آید، چه توان کرد
 هر تعاره اشک، آبله چهره ما شد

(غنی) روز سیاه پیر کنعان را، تماشا کن
 نگردهد شعر من مشهور، تاجان در تم باشد
 نمیباشد مخالف، قول و فعل راستان باهم
 زبان نی، باواز بلند، این حرف میگوید
 استماع دوستان، آورد ما را، در سخن
 داغم که، دل صاف، مکدر ز جهان رفت
 کسیکه، زنده باظهار زندگی باشد
 گدا چون، یافت روزی، غویش را داند سلیمانی
 بچشم کم مبین، گرد کدورت را، که در آخر
 فیض سخن، ببرد سخنگو، نمیرسد
 سزد گر، زاهد خشک است رهبر، بی میزان را
 چون قبله نما، خضر ره اهل جهان باش
 یار ما در بزم آمد، از حیا برخاستیم
 آسودگی، بگوشه هستی، ندیده ایم
 چون شمع، بود منزل ما، زیر پای ما
 در محبت، از خرد، بیگانه میباید شدن
 لاف موزونی زند، مانند سرو
 (غنی) ز صدر نشینی گذشتم و شادم
 (غنی) ساغر بکف جمشید پیش میفروش آمد
 گفتگو یکرنگ نبود، غافل و هشیار را
 دیکه پار گذارد قدم بخانه ما
 بردند پس از مردن ما، معنی ما را
 ما را چو شمع، مرگ بود خامشی (غنی)
 بمردم میکند نرگس ز هر جانب اشارتها
 هیچ تخی نیست ضایع در زمین پاک عشق
 شعر اگر اعجاز باشد بی بلند و پست نیست
 بسکه آورده ام از دیدن مردم، چه عجب
 آن شوخ، بقتل من دلخسته، میان پست
 سعی مفلس، کی بجای میرسد
 هر چند (غنی)، همچو نگین، خانه نشین است
 چون شمع (غنی!) گریه ما، بی اثری نیست

شیشه، دانه انگور، شکستن دارد
 سبک روان که، چو شاهین بلند پروازند
 که کف بحر، حریف ید بیضا نشود
 گرم تا، در بزم او کردیم جا، برخاستیم
 باید که، خویش را بسخن آشنا کنی
 رسائی نیست در پرواز، مرغ رشته برپا را
 بود در جنبش گهواره، راحت طفل بد خورا
 گرچه از بار گنه، ساخت چو محراب مرا
 مسیحا، کی تواند کرد روشن، چشم سوزن را
 بر کدوی باده باید بست، تار ساز را
 نیست جز سایه خود، سنگ ترازو ما را
 دانه، از سنگدلیهای بستان، بیخبر است
 ما بنور دوست، می بینم حسن روی دوست
 تا کدو، خشک نگردید، می ناب نیافت
 میان آسیا از من کنار از دیگران باشد
 دو شاهد بر کلام من دو سنگ آسیا باشد
 در آید چون درون دیده، مرگان خار میگرده
 که کار شیر ز شیر علم نمیآید
 بلبلان گوئی که، در خاک چمن آسوده اند
 نتوان بهیچ دید، چو در دیده، مو فتد
 ماهی طلب آب کند، گرچه غذا شد
 که نابینا، عصا را رهنمای خویش میسازد
 زیر پای اهل دل، افتاده چون سجاده باش
 من بزور ناتوانی زنده ام
 گوید حباب باده که : خالیست جای می (۱)

مختسب، بر در می خانه، نشستن دارد
 ز راه حرص، عجب نیست، اگر ب خاک فتد
 کس ز همرنگی، ما، مدعی ما، نشود
 بی قراریها تماشا کن که، مانند سپند
 در فکر، آشنائی اهل سخن، مباحث
 ندارد ره برگردون روح، تا باشد نفس در تن
 فلک در گردش است از بهر خواب بخت ناسازم
 سوی مسجد، نهد نفس بدم، راه هنوز
 چو استعداد نبود، کار از اعجاز نکشاید
 آتش می تمیز سازد شعله آواز را
 خویش را، با که بسنجیم (غنی)، در سبکی
 هر که پرسد، ز (غنی)، وجه شکست رنگم
 توتیای چشم مه، جز پرتو خورشید نیست
 بی ریاضت، نشود نشه عرفان، حاصل
 فلک گیرد ز من روزی و بر مردم کند قسمت
 زبردست اضطراب و زبردست آسودگی دارد
 مکن با دوستان، از آشنای اختلاط افزون
 هنر چو نیست، چه حاجت بلند پروازی
 گل نشانی میکند گلبن، بفصل نو بهار
 دیدم میان یار و ندیدم دهان یار
 عاشق بفنا، سیر ز معشوق نگردد
 سزد گر، زاهد خشک ست رهبر، بی تمیزانرا
 گر بروی آب رفتن، آرزو داری (غنی)
 جان بلب، از ضعف، نتواند رسید
 هر ساغری که بود، پر از می شد و هنوز

در صفت زمستان کشمیر

موسم سردی شده، سرگرم یخ بندی است، آب بطاسیران بیضه فولاد گردید از حباب

شد چراغ آسیا، در چرخ گردان آفتاب
گر نبودی سخت زو، از شرم میگردید آب
کاش بیند چشم او، خط شمع آفتاب
نیست غیر از موج امین پنجه از اضطراب
پرتو برق است گویا، جان نشین ماهتاب
آسمان قیری بتاریکی فگند است از شهاب
هر زمان خورشید گیرد پرده بر چشم از سحاب
پنبه از آتش ندارد بساک برد از آفتاب
چشم میگردد سفید، از برف ار بیند بخواب
جای دارد، گر روند اهل زمین، بر روی آب
بسکه دست خورش از جان شست بطور زیر آب
خشک لب، از تشنگی افتاد ماهی، در شراب
بر سر آتش فتد، مانند مو، در پیچ و تاب
آن قدر قوت که، اندازد ز روی خود نقاب
تخته از خجالت، دکان سحر را، بست است آب
تخته نعلین ازان بستند در پا شیخ و شهاب
سازگار از بسکه با من نیست استمال آب

بسکه مردم میشیند بر رخس، گرد سحاب
از زبان تیشه، یخ را سرزنشها میکنند
حلقه های دام ماهی همچو عنکبوت شد ز یخ
تا ز سرما، لرزه بر اندامها افتاده است
برق شبها، چون چراغ صبح، آید در نظر
کس درین شب هما نمیباید نشان روشنی
تا نه بیند از نگاه دور آسیبی ز برف
صد راه ترکشاز لشکر گسریست یخ
بیش ازین، تعمیر نتوان کرد، از بیداد وی
فرین ریاضتها که، در ایام سردی میکشند
هست چون طوطی ز یخ آئینه اش پیش نفس
جست آب چشمه خورشید، تا در دیو یخ
دود هنگام وداع شعله، از بیم هوا
پنجه خورشید را، از دستبرد وی، نماند
کوزهها، همچون صدف، از ژاله ها پر گوهر است
هیچ راه گریزی نیست، از دست شکست
در سر من باد میگردد (غنی) چون گردباد

در صفت زمستان کشمیر

بیشه های عندهلیان، همچو دندان در دهان
ابرها، چون کاغذ باد است، در هرسو روان
زاغ زیر برف تا پنهان شده در آشیان
پنبه و دانه، ز برف و ژاله ریزد، هر زمان
تا ز سرما همچو دندان بسته شد آب دهان
مرغ نتواند پریدن، شاخ چون زاغ کمان
برق باشد، آتش وامانده این کاروان
زیید از خود را، کلیم وقت دانه، باغیان
زین هوا، هر چند کرسی کرد برپا، آسمان
نور پوش از شوق آتش خانه همچون کمان
تیشه بر پا میزند، هر کس که میگردد دوان
خنده دندان نما، برجست و خیز، و هروان

از دم، سرد زمستان، بسته شد در آشیان
طفل اشک، از خانه های چشم، بیرون میرود
داده باد از، مردم چشمی که، میگردد سفید
آسمان چون چرخ حلاج است کز گردش ب خاک
گشت، بهر لب گزیدن، بیشتر اسباب جمع
بسکه زخم تیر باران خورد از دست فلک
کرده است ایام سرما، بسکه در رفتن شتاب
میزند بهار به نخل طور، از آتش چنار
کی شود، از مشعل خورشید، ساق عرش گرم
میکند هر کس، که گردد ساکن این سرد سیر
بسکه هرسو، پاره های یخ، بره افتاده است
میزند لبهای بام، از پاره های یخ، مدام

چشم گلشن، شد سفید، از انتظار نوبهار
 تا کند، در پیوزۀ آتش، بگلشن، از چنار
 پرنشد از برف، بر شاخ آشیان بلبلان
 کاسه بر کف هست سرو، از آشیان بلبلان

۱۷۱- غنی، غنی بیگ اسد آبادی

● مآثر رحیمی: غنی، غنی بیگ از کلا نتر زادگان قلم رو علیشکر است. و مولد و منشای وی قصبه اسد آباد همدان است: آبا و اجداد او، همیشه در آن ولایت اکابر و اکابر نشان بوده اند. و الحال نیز اقوام او بدستور آبابی عظام معزز و مکرم (۱) اند. بجهت خللی که از آمدن عساکر رومیه از جانب بغداد بهشت آباد، بتسخیر آن دیار بسلسه ایشان راه یافت، دلگیر شده، سفر بر حضر اختیار نمود. و در خراسان بحسان الزمانی مولانا نظیری نیشاپوری برخورد، و در خدمت ایشان بجانب هندوستان خرامید. و خود را بدیار این ملجای صغار و کبار (خان خانان) رسانیده ملازمت و چاکری اختیار نمود، و محرم بزم و رفیق رزم گردید.

اگرچه شعر و شاعری فن ایشان نبود، بجهت موزونیت ذاتی و فطرت جبلی و مصاحبت مولانا نظیری، قدم در وادی شاعری نهاده، باندک زمانی، بتربیت این مربی سخن سنجان (خان خانان) ترقی تمام کرده، روشناس متسعدان گردید. و نکته شناسان ازو اعتبار تمام گرفتند. چنانچه حسان الزمانی مولانا شکیبی اصفهانی و مولانا نظیری و ملا عرفی شیرازی سخنان او را، بر گفته امثال و اقران او، ترجیح نهاد، اعتقاد تمام بتازه گوئی و نادر سخنی او داشتند، و از موانست و مجالست او، محظوظ و بهره ور

۱- در نسخه دیگر است: مکرم و معتبر اند، و در زمان عافیت نشان شاه عباس صفوی، ملک بیگ نام جوانی - از بنی اعیام غنی بیگ - راه مصاحبت، در خدمت آن ذیجاه یافته بمنصب وزارت؟ رسید. الغرض بجهت خللی ...

میگردیدند: و قصائد غرا و غزلیات عاشقانه و مداحانه — که در مداحی این مپه سالار بنظم میآورد — بشرف اصلاح ندما و سخن سنجان ایشان رسانیده، صله و جائزه، موافق استعداد و کرم مدوح، مییافت: و از درجه ادنی بمرتبه اعلی رسید. تا آنکه بتاریخ هزار هجری (۱۰۰۰ هـ) بولایت دلیذر کشمیر افتاده: موافق و مطابق رفتن ایشان میرزا یادگار نامی — از اقوام نواب سید یوسف خان مشهدی — لوای عصبان و طغیان بر افراشته، آن ممالک را از تصرف منسوبان پادشاهی بیرون برد: موملی الیه را فی الجمله نسبت و نزدیکی در نزد میرزای مشارالیه بهم رسید: و روز جلوس ایشان بر تخت سلطنت کشمیر، این رباعی انشا نمود:

بر تخت مراد، مینشینی! بنشین خوش خرم و شاد، مینشینی! بنشین
دولت پیکشمار مینشانی! بنشان بر جای قباد، مینشینی! بنشین

چون کشمیر بدست عساکر منصوره پادشاهی مفتح شد، اهل سعایت و فساد، مضمون آن رباعی را بسمع پادشاه رسانیده، باعث جرات یادگار بر این امر شنیع، او را ساختند. بقید و جس او حکم رفت.

مدت دو سال در برهانپور بسان بنفشه، باقامت هلالی و قالب خیزرانی، سر بر زانوی عجز نهاده — بدستور مسعود سعد سلمان — قصائد پر سوز، در حسب حال و عدم تقصیر و بیگناهی خود، بنظم آورد. و کسی بر او نبخشود.

مولانا نظیری نیشاپوری — که از جمله یاران و دوستان آن بیچاره بود — قصیده بمدح مسند نشین تخت گورگانی، وارث تاج و تخت صاحب قرانی، خلیفه الهی جلال الدین محمد اکبر فرمان فرمای هندستان، در باب توجه و فتح

نمودن قلعه اسیر خاندیس (۱) انشا فرموده ، التماس تقصیر او نمود . چون قصیده مذکور بسمع ندما و مجلسیان ایشان رسید ، و این معنی گوش زد پادشاه شد که ، غنی بیگ در قید حیات است ، بقتل او حکم فرموده : این مسعود سعد سامان این زمان را ، بتاریخ هزار و هشت دجری (۸۱۰۰/۸) در برهانپور در پای فیل انداختند . و نواب خان اعظم (۲) — که کسکه پادشاه بودند — این خوش طبعی در بدیه فرمودند که : قصیده ملا نظیری دعای سیفی است . این بیت شاهدالوجود غنی بیگ شد :

گرسنه است بدریوزه شفاعت من ببخش جرم (غنی) را ، بالتماس فقیر
این چند بیت ازان قصیده است :

<p>چورو ، بهرج شرف کرد ، آفتاب منیر مه منیر جلالی ، بفر فروردین و لہو بنی خردان ، عز سلطنت میرفت چہا ز رحم نمودند بندگان آزاد به پشته ها ، زرو تل ها درم بر آوردند بیان فتح اسیر ، از قیاس بیرون ست چو فردمان عقول و حواس را ، بستند ز بس ، گرانی اندیشه ، پایا بشکست نظر بسلسله ممکنات افکندند نمیرسد کمندی ز بیم بر سر او</p>	<p>دمید فاتحہ فتح ، بر حصار اسیر بامن گاہ مالک ، شد انبساط پذیر نگاہ داشت ملک ، حرمت کلاه و سرور ملوک زاده ز زندان و گنج از زنجیر بسکوه زد نظر شاه گوئیا اکسیر نخست قصہ مالیگرت ، کنسم تقریر کہ بر شوند بدیوار او ، بنی تسخیر قضائی فتنہ بیفتاد ، بر سر تدبیر جدار قلعه مہین بود و پای مورقصیر پشی صعود گرفتند طرہ شبگیر</p>
---	--

۱- فتح خاندیس در سال (۸۱۰۰۸) شد .

۲- میرزا عزیز کوکلاتاش پسر شمس الدین محمد خان آنکه ، مادرش جیحی انگہ را اکبر پادشاه از مادر حقیقی بیشتر میدانست . میرزا در (۸۱۰۳۳) در احمد آباد چہان را وداع کرد . در تاریخ دانی مستثنی بود و گاہی شرم میگفت ، و خط نستعلیق بسیار خوش مینوشت و شاگرد میرزا باقر پسر ملا علی است . در مصاحبت بی نظیر بود ، سخنهای رنگین داشت . میگفت کہ : مردم دولتند را چہار زن لازم است ، یکی عراقی بجهت مصاحبت و ہذبانی ، دوم خراسانی برای سامان خانہ ، سوم ہندی بواسطہ زنا شوی ، و چہارم ماوراءالنہر بجهت شلاق ، تا دیگران عبرت گیرند .
(مائراامرا : ۶۷۵-۶۹۳)

بدان جدار، دویندن، چون هوس بدماغ
 ز پخته کوشی هشیار و خام نوشی مست
 کشید قلعه مالگیر از، نپیب فسان
 اگر، بدعوی گنج و خزینه، آمده اید
 ز من گرفته بناحق نعیم دنیا را
 ز توپ و ضرب زن آتشکده است و مریخش
 دلیر بود بخون ریز خصم و میگفتم
 تنور برج بباروت و نفت تافته بود
 نخست روز که، فامش (اسیر) میکردند
 ز شرح حال، هم آشفته اند، سکا نش
 خدنگ قفرقه، از هر طرف بصدید آمد
 چو این نوید، شنیدند پر دلان، دادند
 بیک اشاره، عنو را بمحضرت آوردند
 بهارگاه خلافت، سر سجود آورد
 بمعجز گفت که: اینک من و نگین و کلاه
 دران مقام که، آید بجزر و مد دریا
 بقابلیت او، شاه دید و خندان گفت
 توتنگ خوصله و ملک را نواله بزرگ
 بکوزه بوم و بر ملک سبز، نتوان داشت
 بشو ز آب شفاعت دل اسیران را
 زمین حکم ببوسید و بی درنگ نوشت
 چو این پیام، سوی حارسان قلعه، رسید
 همه بکار خروشان، چو مرغ بسی هنگام
 چو بخت بد، کند از خانه دور، صاحب را
 چه زشت ها که نکردند و زشت تر شد کار
 پس از همه عرض و خواست، یافتند امان
 اگر چه رحمت شه، پسر را جوان میکرد
 نمود کشوری از عالم مثال نشان
 بزیر بار، یکی ماند بود، تنگ نفس
 ز بسکه گشت گران، اجرت کشیدن مال
 همه خراب ز کردار خویش، و شه بفسون

دران حصار، خزیدند، همچو سر بضمیر
 ز خلق کشته، روان بود خون، برزنگ عصیر
 که: چیست جنگ و عداوت باین ضعیف و حقیر
 صغیر را، نگرفت است کس، بجرم کبیر
 کثون عقوبتش افکنده در بالای سعیر
 نشسته بر سر آتشکده چو راهب پیر
 که: عاقبت بعقوبت شوند دامنگیر
 خیر نداشت که، خاکش بخون کنند خمیر
 بدل گذشت که: این نام میکند تأثیر
 که مشرفند درو بر صحیفه تقدیر
 سپه کف پرده زد و در حصار شد نخچیر
 عسان، بحدوت عقل و جلادت تدبیر
 چنانکه، موی نجیبید بر مشار و مشیر
 برخ غبار خطا بر جبین خوی تقصیر
 برمز گفت که: آن قلعه و قلیل و کثیر
 هنر چه مایه تواند نمود موج غدیر
 که: ای مشام بزرگی و سلطنت را سیر
 نه در خور سر منقار تست، این انجیر
 گذار گلشن و صحرا، بیحر و ابر مطیر
 ز لوث ذلت شان ده، حصار را تطهیر
 بآن گروه که: این است امر و نیست گزیر
 ز فهم کج، همه رفتند در غریو و نفیر
 ولیک مات، چو شطرنجیان بی تدبیر
 ز پی بنوحه کشد، سگ فغان و مرغ صغیر
 نداد فائده غیر از تحسر و تحسیر
 بملک و مال رعیت، بنام و ننگ امیر
 جوان ز هول بیابان همیرسیدی پیر
 ز جان اثر نه و بازار و خانه پر تصویر
 ز حمل مال، یکی گشته بود، شادی میر
 گدای شهر غنی گشت و مالدار فقیر
 که چون کند، دل ویران این همه، تعمیر

چو آفتاب، بر اوج شرف نهاده سریر
 بصیر غیب نظر، مالک فرشته دبیر
 درست نیست بسان نیاز بی تکبیر
 که پادشاه سایبان و آصف است وزیر
 خبی، بمکرمت و رحم، بی شبیه و نظیر
 چو روغن است نهان گشته، در طبیعت شیر
 که کرده است چهل سال رحمتش نخمیر
 بسکار دولت تو، کس نمیکنند تقصیر
 دمی نمینهد از دست، خامه را تقدیر
 که همچو نقش تو، دیگر نمیشود تصویر
 چنان پر است که، سوزن نمیرود بحریر
 که عالمیست ز امن تو، بر فراش حریر
 برون ز قالب شیطان کشید نفس شریر
 کند غراب، که تو خوب میکنی تعیر
 ز هر چه هست گزیر است و از تو نیست گزیر
 بزل و نصب تو باشد، تصرف و تغییر
 نشاندن حزم تو، در هر قدم هزار خبیر
 دهی و کلبه امنی و یکدو پاره حصیر
 که وقت فرصت خاصان افتاده در تاخیر
 بگرم و سرد تموز و خزان شدیم مسیر
 ز کید مشتری و دام ماه و آفت تیر
 مگر کشید در آن بسوم بی مقام صغیر
 بعنایب، چمن در خسرواست، نه زنجیر
 ببخش، جرم (غنی) را، بالتماس فقیر
 خطای نظم من و جرم قول او بپذیر
 که همچو لطف تو اش نیست در زمانه نظیر
 که رشته بسر دوک میبندد بر عجب
 دل ریمده دشمن گشند ضیید و اسیر
 که هر که، چشم بدوزد بر او بخیر اخیر
 عطا و لطف تو آن آهوان آهر گیر (۱)

همه ز اختر خود در وبال، و داور خلق
 خلیفه بسزا، شاه اکبر غازی
 هر آن مثال که، طفرایش نام او نبود
 کنون به پشت کند مرغ بر هوا پرواز
 زهی، بسلطنت و عدل، بی عدیل و مثال
 محبت تو، در اجزای آفرینش دهر
 چگونه مهر تو، بیرون رود ز آب و گلی
 تو داد معدلت و رحم داده بکمال
 ز ذوق بسو العجیبهای نقش قدرت تو
 قضا، تسرا ز پی کارنامه، میدارد
 لباس مفلسی، از قریبسی نعمت تو
 جهانستان! ملکا! شه نشان! خداوند!
 ایسا نمودن طبع تو از خیال فساد
 جهان بحر ص و هوا، هر بنای که، طرح انداخت
 قضا نطق نرزد هر کجا که فرمان را
 تو اصل راحت و آسایشی که، عالم را
 خیال بد نکند کس، که در ره دل و گوش
 ز هر چه، درهمه ملک است، از تو میخوام
 ازین گذشته، سر جراتی دگر دارم
 من و رفیقی از ابنای من، ز ملک عراق
 دو مرغ بودیم آورده، سوی هند، پناه
 قضای بد سوی کشمیرش از هوا انداخت
 اسیر بند تو گردید، و خلق میگویند:
 گرسنه است، بدریوزه شفاطت من
 به نیکی و به بدی، از ازل قلم رفته است
 ز عرض حال (نظیری) نگاه عفو مهوش
 چه دست ریس سزای تو روزگار آرد
 همیشه تا بسدارا و رفق نیکویان
 جمال دولت تو، دلفریب صیادی
 سرش بحلقه امید بند گرداند

در ایام توقف هندوستان و ملازمت این ولاجه ، در قصبه سرونج مالوه در طراحی و اختراع چیت بنوعى کوشید که ، صاحب طبعان و اهل وقوف آن فن ، ازو پسندیده اعتبار گرفتند و تنبع او نمودند . و الحق در همه وادى طبعى عالى داشته . و در وادى اهلیت و همت و از خود گذشتگی ، نظیر و همال نداشته . و در ضرز مهابهگیری نیز وقوف تمام داشته . درستى طبع و سلیقه اش از اشعارى — که در ایام حبس و قید در برهانپور — باسم این بیدار بخت (خانخانان) گفته ، ظاهر میشرد . و معانى بسیار و مضامین بیشمار بنظم آورده و درمیان مستعدان هندوستان مشهور است .

در هنگامى که بقتل رسید ، مسودات اشعارش بدست نا اهل زندان بان درآمد ، و درمیان گم شد . و بدان سبب مهجور و پریشان ماند . آنچه در سفائن نکته سنجان و یاران و دوستان غنى بیگ و کتابخانه عالى ، بنظر راقم درآمد ، همین است که درین خلاصه ثبت گشت .

(چهار قصیده دارد - ۹۷۹-۱۰۰۲)

● مجمع التفاضل : غنى ، غنى بیگ همدانى از اسدآباد من اعمال همدان است . در سخن رتبه عالى داشت . مدتها در هند بسر کرده . در نهصد و نود (۸۹۹۰) که یادگار ، برادر میرزا يوسف خان مشهدى ، در کشمیر بنى ورزید ، غنى بیگ — که با او کمال ربط و خصوصیت داشت — این رباعى بتهنیت سلطنت او گفته ، و آن رباعى بالسنه اقام افتاده در مجلس اکبر پادشاه مذکور شد . و چون پادشاه مذکور کشمیر را مسخر کرد ، غنى بیگ نیز در سلک گرفتاران مقید شد ، و بر سر آن رباعى ، مدنى در حبس ماند .

مردم در فکر او بودند ، ازان جمله ملا نظیری قصیده در مدح پادشاه مسطور

گفته و در آخر قصیده استدعای استخلاص غنی نموده . بدین مصرع : — ببخش
جرم غنی را بالتماس فقیر — چون غنی بیگ بالکلیه محو و منسی شده بود ،
باز یاد آمد ، و عرق حمیت شهر یاری بحرکت آمده ، رباعی مذکور را
خوانده امر بقتل او نمود . و او بقتل رسید . وقع هذا فی (۱۰۰۸ هـ) . و در
مآثر رحیمی مسطور است که : چون این قضیه رو داد ، خان اعظم کوکه فرمود
که قصیده ملا نظیری دعای سیفمی بود در حق ملا غنی . رباعی که بتهنیت
سلطان یادگار گفته بود : بر جای الخ

از اوست :

بر ماه ، چه داغ می نهد ، بنده تست	بر سر و کفن چه میزنی ، زنده تست
بر هر چه نظر کنی ، سر افکنده تست	جز روی تو کیست ، کان نه شرمنده تست (۱)
قا بگردن ، غوطه خوردم در دهان ازدها	هم نژاد دوش ضحاک است ، گوئی پای من
دیده دریا کرده ام ، اما بسامان نیستم	خاطر آشفته دارم ، پریشان نیستم (۱)
کام اگر این است ، کین نودولتان فهیده اند	حیذا برگشته بختی ، مر حبا بد گوهری

فقیر آرزو گوید : بجای بد گوهری بی دولتی اگر باشد ، مناسب مصرع
اول است :

باد صبا ، بیوی توام ، زنده کرد باز	عمر دوباره داد مرا ، عمر او دراز (۱)
------------------------------------	--------------------------------------

فی المدح :

گر خصم تیره بخت تو ، بیند در آفتاب	یک وقت واجب آید ، مر خلق را نماز (۲)
مگر بنواخته پرویز ناقوس محبت را	که امشب پاسبان کعبه در پشخانه میرقصه (۳)
من کیستم از خویش بتنگ آمده	دیوانه ، با خرد بجنگ آمده
دوشینه بکوی دوست ، از دشکم کشت	نالدن پای دل بسنگ آمده

(۲۵۸ الف)

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

۲- روز روشن و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

۳- روز روشن دارد .

● صحف ابراهیم : غنی ، غنی بیگ غنی تخلص از اسد آباد همدانست .

بعنوان تجارت با ملا نظیری نیشاپوری وارد هندوستان شده . مدتی با عبدالرحیم خانخانان بسر برده . در سنه هزار (۱۰۰۰هـ) (۱) که یادگار خان — برادر یوسف خان مشهدی — رایت بغی و ضلالت برافراشت ، و غنی بیگ که با او کمال محبت داشت ، از غایت مسرت ، رباعی به تهنیت سلطنت او ، منظوم نموده . چون این معنی معلوم اکبر پادشاه شد ، بعد تسخیر کشمیر غنی بیگ را در زمره گرفتاران بجرم گفتن همان رباعی ، محبوس فرمود . و چون جمعی را وارهانیسیدن او منظور بود ، ملا نظیری قصیده در مدح آن پادشاه مسطور فرمود ، و التماس استخلاص غنی بدین طریق نموده :
گر سه ... الخ

پادشاه آن فراموش شده را ، ازین قصیده بیاد آورده ، امر یکشتن فرمود . چنانچه در بیجاپور سنه هزار و دوازده (۱۰۱۲هـ) (۲) شربت شهادت چشید . در مآثر رحیمی مذکور است که : خان اعظم کوکه ، درین واقعه از راه خوش طبعی ، گفته که : قصیده ملا نظیری در حق غنی ، دعای سیفی بوده . بالجمله رباعی این است که ، در تهنیت یادگار گفته :
برجائی ... الخ
(۲۵۳-۲۵۴)

● روز روشن : غنی میرزا عبدالغنی بیگ همدانی ، وطنش اسد آباد مضاف بهمدان است . از رفقای یادگار خان ، برادر یوسف خان مشهدی ، بود . هر گاه یادگار خان در کشمیر بغاوت اختیار کرد میرزا این رباعی بطریق تهنیت گذرانید :
برجائی الخ

۱- پادشاه بعد از فرو کردن این بغاوت از کشمیر بازگشت کرد و بتاریخ ۱۲ ربیع الاول (۱۰۰۱هـ) در لاهور رسید . یادگار یک ماه دوازده روز بر کشمیر سلطانی کرد .

۲- در سال (۱۰۰۸هـ)

زمانیکه ، اکبر پادشاه بر باغی ظفریافت ، و این رباعی شنید ، غنی را محبس فرستاد . و بعد زمانی بقتلش فرمان داد . از ترانه های سنجیده غنی است :

چنانکه ، راحت پروانه ، سوختن باشد شب مصیبت من ، روز عیش من باشد
 مرا بوعده تسلی مده که ، طالع من اگر بهار بود ، آفت چمن باشد
 (۲۹۲)

● تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی : میرزا عبدالغنی بیگ غنی همدانی ، از مردم اسدآباد همدان بوده ، و بهند رفته . و از دوستان یادگارخان مشهدی بشمار می رفته . و چون باوی بکشمیر رفته ، هنگامی که او طغیان کرده ، یک رباعی در تمهیت او سروده . و چون جلال الدین مجد اکبر او را شکست داد بکشتن غنی فرمان داد . وی در غزل و رباعی استاد بوده است .
 (۲ : ۶۸۶)

● بزرگان و سخن سرایان همدان : غنی بیگ (عبدالغنی) امیر عبدالغنی یا غنی بیگ از مردم اسدآباد و شعرای اواخر قرن دهم هجری بود . وی از خانواده ای محترم بود ، اجدادش بتجارت اشتغال داشتند ، خود نیز در آغاز ، بتجارت مشغول بود و با عزت زندگی میکرد .

در اوائل سلطنت شاه عباس بزرگ (جلوس ۹۹۶ هـ) چون وضع همدان را مغشوش یافت ، از آنجا خارج شد و بعزم تجارت بسوی خراسان رفت . و در آن شهر با ملا نظیری نیشاپوری رفیق و یار شد ، و باتفاق وی ، عزم سفر هندوستان کرد . و بمصاحبت سپه سالار هند رسید و چندی ملازمت او اختیار کرد .

در سال (۱۰۰۰ هـ) بکشمیر نزد میرزا یادگار رفت . و در روز جلوس

وی رباعی ذیل را سرود : بر جای مراد الخ

چون مرزا یادگار بر تخت شاهی نشست میان او و اکبر شاه پادشاه هند (۹۶۳-۱۰۱۲) جنگ رخ داد ، و در این جنگ میرزا یادگار کشته شد و رباعی مزبور بگوش شاه رسید . غنی را دستگیر کرد و او را محبوس ساخت ، و چنان نگاه داشت که پنداشت مرده است . عبدالغنی مانند مسعود سعد ، در درون زندان ، قصائد پر سوز و گداز سرود که شاید رباعی ذیل ازان جمله باشد :

ای گفته بکوه حلت این زلزله چیست دارم عذری اگر نگوئی گله چیست
نه شیر ژیانم من و نه پیل دمان در گردن و در پای من ، این سلسله چیست

عاقبت بسال (۱۰۰۸هـ) و بنا بقول صاحب سلم السموات (۱) در سال (۱۰۱۲هـ) مولانا نظیری در صدد استخلاص وی برآمد . قصیده ای گفت و از شاه درخواست تا او را آزاد سازد . شاه همین که دانست غنی زنده است ، فرمان داد تا او را کشتند ، و این شاعر آزاده خوش قریحه را . از نعمت حیات محروم ساختند .

عبدالغنی شاعری بلیغ بود ، در اقسام شعر دست داشت . قصائد و رباعی های نیک میسرود . و با آنکه عهد وی زمان رواج سبک هندی بود ، اشعار وی جزالت و استحکامی خاص داشت ، و در عین سادگی نغز و شیوا بود . و بآثار استادان قدیم شباهت داشت . اینک شمه ای از اشعار وی را

۱- امیر عبدالغنی همدانی : از سادات اسدآباد آنجاست . در اثنی عشر و الف (۱۰۱۲هـ) در هند بتیغ ستم کشته گشته . از بدایع اوست :

دیده دریا کرده ام ، اما بسامان نیستم خاطری آرزو دارم ، پریشان نیستم

(سلم السموات ص ۸۷)

— که در سفینه ها درج است — بجهت نمونه میآورد. قصیده :

عمر دوباره داد مرا، عمر او دراز
این ذله بر نداشت زخوان کرام از
نقش مراد خواهی، نبرد دغا میباز
وی بر مراد، در همه کاری چو کارساز
یک وقت واجب آید مر خلق را نیاز
آری ملال آرد چون قصه شد دراز
باصولت تو، چرخ حماسی است پیش باز
دانند همگنان که، چه آرد بخانه باز
چون بر کنشام شیرِ برد گور ترکساز
اندک چو عمر دشمن و پنهان چو حرف راز
معنیش همچو صبح دوم کوتاه و دراز
وین قصه را بکسوت دیگر دم طراز
این مدح را، کزو بحقیقت کشد مجاز
وز هر بغل برآید چون سیم حقه باز
چون زاده من است، ندارد کشش بنساز
تا مقطع است و مطلع چون راهی و نیاز
هر جای دست گیرد و هر جای کارساز
عمری که شنیده همین یک نفس است
زان پیش که، گویند: فرود آی بس است
با تو گره جبین شود شبم گل
هم شادی بلبل است و هم ماتم گل

(۱: ۳۰۹-۳۱۲)

باد سحر، بیوی تسوام، زنده کرد باز
این زندگی نیافت ز آب حیات خضر
آب جمال خواهی، بیخ وفا مزین
ای چون مراد، بر همه کاری تو دسترس
گر خصم تیره بخت تو، بیند در آفتاب
از طمن نیزه تو عدو را ملامت است
با حمله تو، مهر چراغی است پیش باد
آن کو، بزم رزم تو آید ز خود برون
رو بساه، نیفه، در گرو ازدها نهد
دانش فراستا! بشوام عرض حالکی است
لطفش بسان نقطه موهوم هست و نیست
نه نه همان به است که دم در کشم بخود
این نظم را، کزو بهمانی رسد سخن
از کف دمی نیفتد، چون جام می فروش
چون گفته من است، نخواند کش بلطف
در صرف همگنان، رمة نظم و نثر را
تو پیشوای خلق، و خداوند تو، ترا
بگذشته و آینده در یغ و هوس است
میدان از تست، مرکبی جولان ده
ای از سست گرفته بلبل کم گل
گل بسی تو مرو یاد که گلزار مراد

۱۷۲- غنیمت، کشمیری

● روز روشن : غنیمت کشمیری : متصف بشیرین گفتاری و خوش

تقریری ست :

ناخن ریخته، همدست پلنگ است این جا
نکبت گل، نفس کام نهنگ است این جا

طاقت باخته، آماده جنگ است این جا
بسی تو، روی چمن آمد بنظر، پشت پلنگ

دل گرفتار ادا های تو ، کافرستم است کعبه حیران نهی فریاد است این جا
تا کهان ابروی ما ، رفت (غنیمت) از بزم بی رخسار نمائی ، تیر خدنگ است این جا
(۲۹۵ -)

۱۴۳- غیرت ، محمد عاقل کشمیری

● گل رعنا : غیرت : محمد عاقل کشمیری . خوش تلاش و مضامین خوب
تراش ، از سخن منجان عهد فردوس آرامگاه محمد شاه (۱) بود . و چنین گره
از طره سخن میکشود :

قیامت ، در رکاب سرو دلجوی تو ، میاید که کار آندب حشر ، از روی تو نیاید
از بسکه آب دیده ، ز رخ پاک کرده ایم شد آیدر از دو طرف آستین ما
خال و خط و زلف او ، کار دلم ساخته تا کی مشکین او ، باز چرا در قفاست (۲)
بهار گرچه ، گل و لاله در نظر دارد شکسته رنگی ما ، عالم دگر دارد
ناله جان سوز را ، در پرده دارد ، ساز ما هرگز از چاک قفس ، بیرون نه شد آواز ما
خاطرت ، از بهر زرداری پریشان ، قابکی گریه است افتد ، پریشانی بسز باید خرید
ما از دست ، شکوه گردون ، نمیکنیم گر ، کار او درست شود ، از شکست ما
(غیرت) نه چو شیخ خانقہ گمراه دبری است که ، از سر خفی آگام
گرم چو بکف ، ساغر می ، جمشیدم بنگم ، چو رما شود ، زمرد شام
(۸۴۲-۸۴۳ -)

● صبح گلشن : غیرتی محمد عاقل کشمیری ست ، بهار کلام رنگینش غیرت
افزای گلهای اعجوبه بهار دلپذیری : در عهد محمد شاه بادشاه ده ، هنگامه آرای
عرصه سخن بود ، و بخوش فکریها دل مردم می ریورد .

ستم رسیده دل دیدم و ز غم مردم که نه خوی صمگر درین دیار یکیت
غیرت برم ، از سوختن دوزخ جاوید کونیز ، مگر داغ تمنای تو دارد
بی مژده وصال ، نخیزد شبید عشق صد بار ، گر فرشته رحمت ، ندا کند
(۲۰۱ -)

۱۴۴- غیوری، پندت گوبال کول کشمیری

● بهار گلشن کشمیر: غیوری: پندت گوبال کول، کشمیری: در ابتدای عهد گلاب سنگ (۱) در سرینگر بوجود آمد، در محله زرپرستان سکونت میکرد، و ریاست دفتر خزانه داشت: خانواده اش به این مناسبت به —دفتری— معروف شد: در فارسی و سانسیکرت استاد بود، و ترجمه — بهاگرت — در فارسی کرد: در عمر هشتاد سالگی وفات یافت: انتخاب ذیل از ترجمه بهاگرت گیتا است.

مناجات

غفار و مکسرم و کریمی	ستاری و راحم و رحیمی
دانای و آگه و خبیری	بینمای و ناظر و بصیری
بخشنده جرم و عذرخواهی	برپا ز تو ماه تا به ماهی
ای نام تو، بیش از آنکه خوانم	وصف تو، برون از آنچه دانم
ای حاصل از تو، جمله حاجات	واصل بدر تو، هر مناجات
ای از تو، تمام کار هر دل	در دست تو، اختیار هر دل
از قدرت حق، کنسی هویدا	پیدا ز نهان، نهان ز پیدا
در کنه تو، دم نمی توان زد	زین راه، قدم نمی توان زد

توجیع بند

ای پای تو از صفات ما پاک	از پاک صفت چه میکند خاک
وصف تو فزون تر است و بیرون	ز اندازه عقل و حد و ادراک
مارا از روی خود مگردان	نرمید بجان آرزو ناک
تاکی ز تو دور میتوان زیست	جان خسته و سینه ریش و دل چاک
بالائی تو، سرفراز چون سرو	ما پستی مانیم، چون خاک
مارا یارا کجاست یارا	کائیم بدرگه تو چالاک

(۲ : ۴۴۵ - ۴۶۸)

— پایان بخش دوم —

بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۹۶۸ ع

ساعت دو و نیم شب

کراچی

تعلیمات

۱۳۳- صائب

دیوان صائب: بر صفحه (۵۸۹) بشماره (۱۲) مذکور شده است.
عبارات زیر بر چند اوراق اول و آخر دارد:

۱- ورق اول الف:

(۱) واعظ:

(صائب) از این جهان ویران، صد حیف
زان در ثمین بحر عرفان، صد حیف
گفتند، بنسنامه بلبلان تاربخش:
صد حیف، ازان هزار دستان، صد حیف (۱)

۲- ورق سوم الف:

(۱) حاجی محمد جان:

نمودن عیش اغنینا از مال است
کجواجبی (؟) شاخ را بود برگ پناه
(۲) لمحرره محمد اشرف (حک شده)
(۳) از آخر کار عالم، اندیشه کنیید
ای شورگنان! ز مانم اندیشه کنیید
با قحبه دنیا، مکنید آمیزش
از آشک جهنم، اندیشه کنیید
(۴) انداز بومه، که لب را کبود کرد
این شعله، یارب! از دم سرده، دود کرد
(۵) سید حسام الدین راشدی (۲)

۳- سر ورق الف:

(۱) دیوان صائب و کلیم.

۱- تاریخ بتخرجه برمیآید: ۱۱۷۱ - ۹۸ = ۱۰۷۳
۲- این نسخه ملک نگارنده این حروف بود و از لندن خریداری کرده بودم.

.....

.....

مالک حقیقی اوست، چند روزی
بعاریت با ماست.

(۲) مهر: حک شده است.

(۳) مهر:

میر جمفر فدوی

محمد شاه

پادشاه غازی

۸۱۱۴۲

(۴) کلیات صائب و کلیم بخط میرزا صائب مرحوم.

(۵) سید حسام الدین راشدی

از لندن خرید کردم (۱۹۵۱ع).

(۶) مهر: حک شده.

در آخر این دیوان یک مثنوی در سه ورق (۴۹۸ ب تا ۵۰۱ الف)

دارای* (۱۸۹) بیت است. در ترقیمه عبارت زیر دارد:

تمت بمون الملك الوهاب حرره بنده محمد مومن استرآبادی. (۱)

بیت اول:

حکما گفته قبول ذوالقرنین

آنکه زو داشت کار حکمی این

بیت آخر:

و آن چپ و هم بدین مثال بود

شک مدارش که بی مثال بود

دیوان صائب اوراق (۵۰۱) دارد.

دیوان صائب: بر صفحه (۵۹۱) بشماره (۱۳) مذکور است. دارای*

۱- این امضاء از همان مومن استرآبادی است که از امرای شاهان دکن بود و در حیدرآباد.

در دائره میر مومن مدفون است.

عبارات زیر است .

۱- سر ورق الف :

(۱) مهر : حک شده .

(۲) ۲۳ شوال ۳۶

عرض دیده شد .

(۳) هو

منتخب دواوین صائب که خودش
این انتخاب کرده هر جا در حاشیه نوشته
یخط مصنف است . داخل
کتابخانه خیر خواه خلق الله همت خان شد
۸۱۰۸۲ .

(۴) چبادی الاخر سنه ۵

عرض دیده شد .

(۵) مهر : حک شده .

(۶) مهر : حک شده .

(۷) مهر : حک شده .

(۸) خیر خواه (عبارت حک شده در دو سطر)

(۹) منتخب صائب داخل کتابخانه

روح الله بن همت خان شد

مهر : روح الله خان .

(۱۰) مهر :

کنیز فاطمه

زیب النساء .

هست

(۱۲) مهر : روح الله خان .

(۱۳) منتخب مرزا صائب علیه رحمة

که میرزای خیر خواه خلق الله

مرزا روح الله سلمه الله بفقر حقیر

..... (حک شده)

(۱۴) سید حسام الدین راشدی
در لندن خرید کردم ۱۹۵۲ ع. (۱)

۲. ورق آخر (۳۵۵ ب) :

- (۱) میر سیدی
زمانه سخت دنی پرورست میترسیم
نجاتم چو گهر افگند بفریانی
(۲) طالبای آمی :
تخمیر پروتم همه از عنصر باد است
۳۲۰۰ (۳)
۲۰۲۰۰
۱۰۰۰ (۲)
۱۱۹۰۰ (?)
(۴) مالک عطوفت خان ولد امان الله خان
ابن نواب غفران پناه تربیتخان .
(۵) ملا عرفی :
خون ، حیض دختر رز ، جوشد از لبهای من
(۶) دیوان ضائب بخط نستعلیق خوشخط
کاغذ ولایتی بلوچ و بجدول بطلا
بعضی جا در حاشیه بخط مصنف غزلها
نوشت ، جلد چرمی سیاه ترشح و
خط کشی طلا خوبی جهت
یابست نیکنام خان
۳۵۵ ورق
قریب دوازده هزار بیت .
(۷) مبر : خوانده نشد (۳) .

۱- این نسخه نیز ملک نگارنده بود که از لندن خرید کرده شد .

۲- غلط است (۱۵۳۰۰) میشود .

۳- اطلاعات راجع به این دو نسخ ، آقاخان هدایت الله کتابدار موزه ملی و آقاخان مسلم ضیائی

م آورده و بنده برائی این زحمت بسیار مشکرم .

در متن کتاب (۳۱) نسخه خطی دیوان صائب از (۱۵) ذخیره‌های کتب
مراسر جهان مذکور شده است و از دو ذخیره دیگر اطلاعی پیدا کردیم که
مه نسخه قدیم، بقرار ذیل دارند.

۱۶- ذخیره داعی الاسلام حیدرآباد دکن (۱)

۳۲- دیوان صائب : بخط میرزا صائب ، دارای ۵۰ هزار شعر .

۳۳- واجب الحفظ : بخط میرزا صائب (۲) .

۱۷- ذخیره انجمن ترقی اردو کراچی

۳۲- دیوان صائب : مکتوبه (۸۱۰۶۷) شماره ۳ ف ف ۲۲۰ صفحه

۵۵۰ . دارای غزل (۹۵۹) و اشعار (۱۰۷۸۳) است . عبارت ترقیمه به اینقر
است (۳) :

... در روز پنجشنبه بیست و پنجم ربیع الاول هزار شصت و هفت

(۸۱۰۶۷) بجهت اخوی خاص ... صحت تحریر یافت حرره الفقیر ... (۲)

۱۳۹- عرفی ، شیرازی

● خلاصه الاشعار : مولانا عرفی . نهایت خوشگو و لطیف طبع و درست
سلیقه است . و از اقران مولانا غیرتی و قیدی و قدری شیرازی است .

۱- شاد روان سید محمد علی لاریجانی مؤلف فرهنگ نظام و پروفیسر نظام کالج حیدرآباد .

۲- مخطوطات تاریخی حکیم شمس الله قادری ص ۲۳ طبع کراچی (۱۹۶۷ع) .

۳- فهرست مخطوطات انجمن ترقی اردو (فارسی عربی) ص ۷۰ کراچی (۱۹۶۷ع) انجمن ترقی اردو
چهار نسخه دیگر از دیوان صائب بدون تاریخ دارد . بشماره (۵۷۲) ۳ ق ف ۲۱۷ ص ۱۵۹
(۵۷۵) ۳ ق ف ۲۱۸ ص ۱۳۶ (۵۷۶) ۳ ق ف ۲۱۹ ص ۲۵۳ (۵۷۸) ۳ ق ف ۲۲۹
ص ۵۷۶ .

۴- آقائی مشفق خواجه مدیر انجمن ترقی اردو اطلاعات راجع به این نسخها عنایت فرمودند ،
و راقم این حروف نیز شخصاً نسخ ها را دیده است .

بلکه به صفائی ذهن سلیم و ذکای طبع مستقیم ، از سائر شعرای فارس و عراق ، امتیاز تمام دارد : و گاهی به گفتن قصیده نیز مبادرت مینماید ، و دران وادی ، معانی خوب و ایات مرغوب و بلند ، از گنجینه خاطر به عرصه ظهور میآرد :

در اوائل حال شاعری ، در شیراز — که موطن آن جناب است — ساکن بودی ، و با شعرا و مستعدان آن دیار ، مباحثه و مناظره مینمودی ، تا آنکه ار را بر قوانین شعر اطلاع تمام پیدا شد

در شهر سنه (۸۹۹۲ هـ) او از فارس ، از راه دریا بجانب هند خرامیده ، و مدتی در احمد نگر رحل اقامت انداخته دران دیار مسکن گزیده . مردم آن دیار ، چون استعداد و قدرت وی را ، در شاعری دانستند ، لوازم تعظیم و تکریم بجای آوردند : و دران اوقات اشعار خوب از قصیده و غزل در سلک نظم ترتیب نمود ، و فضل شاعری خود را ، بر اقران و اکفاء ، مثل مولانا ظهوری ، ملک قمی و دیگر شعرا آن نواحی ، ظاهر فرمود . و در تمامی اسالیب نظم ، معانی غریبه و افکار عجیبه — خصوصاً در قصیده و غزل و رباعی و مثنوی — بر لوح اعتبار منقوش ساخت . و بسیاری از معانی و مضامین — که از شعراء متقدمین و متأخرین مکتوم مانده بود — قلم عنایت سبحانی بر صحیفه ضمیرش نگاشت ، و بی شائبه اغراق و مبالغه حقائق غزلیاتش ، بمثابه بر صفحات خواطر عالی نقش بسته ، که اشعار موزونان فارس و عراق — جز در کاشانه نسیان بودن — وجهی ندارد . و دقایق ایات قصایدش بمرتبه بر السنه خاص و عام افتاد که ، منظومات و افکار اهل خراسان و ماوراءالنهر را ، باز جز در زاویه خمور و انزوا ، مناسبت دیگر نیست

و بنیه این دعوی، چندین قصیده و غزل است که، درین اوقات به این جانب ارسال داشته و بواسطه تزئین این — خلاصه — داخل این اوراق گشته. و الحق، ازان اشعار (کمال) شاعری و حالت عاشقی ظاهر میشود، و از آن طرز سخن نهایت فصاحت و پختگی مبین میگردد. چنانکه توان گفت، از هیچ شاعری وا نمانده.....

اما ستم ظریفان این زمان و حسودان این دوره، این معنی را قبول ندادند، و این توصیف را حمل بر اعتقاد غیر واقع مینمایند. ولیکن از اشعارش که درین — خلاصه — ثبت است، صدق این مدعا، ظهور مییابد و حاجت بنیه عذر دیگر ندارد.

جماعتی که ویرا دیده اند و صحبت او رسیده، بگویند: مردی خوش طبع و ظرافت دوست بود. و باوجود خود رایی و اشعریت، با مستعدان و شعرای زمان، درحین ملاقات، دقیقه از دقائق خوش طبعی فرو گذاشت نمی نمود. و لطافتی که میان او و شعراء دیار هند — خصوصاً شیخ ابوالفیض فیضی و دیگر کسان — گذشته، درمیان خوش طبعان مشهور است.....

اما، مولانا عرفی چون از دکن طرف لاهور شتافت، دران جا، عزت بیش از وصف یافته رحل اقامت انداخت. گویند: در شهر سنه اثنین و الف هجریه دران جا درگذشت. (۱)

● عرفات العاشقین: ... عرفی شیرازی: مولانا جمال الدین عرفی شیرازی ابن زین الدین علی بلوی بن جمال الدین سیدی شیرازی، مشهور بخواجه چادر باف.

۱- از نسخه خطی ذخیره مولانا آزاد علیگره، رک: مقاله دکتر ولی الحق در مجله برهان

شاعر یست عالی مقام ، ساحری معجز کلام ، گوهری خجسته مقام .
 که مخترع طرز یست تازه ، با ملاح و فصاحت بی اندازه ، و وی در
 ولایت سخن حاکم است صاحب تصرف ، و ذر اقالیم بیان ، خسروی خالی از
 تکلف . صیت بیانش عالمگیر است ، و پرتو ضمیرش خورشید تاثیر .
 سطر سطر مصارعش سرمشق طبیعت متاخرین شده ، و فرد فرد معانیش سرمایه
 متکلمین :

الحق ، شهرت و تازه گوئیها به منزلی رسیده که ، بالاتر ازان ممکن
 نیست بلاغت گوئی ، توفیق از میدان پادشاهان عرصه معانی
 و فارسان فراس فارسی ربود . و اکثر تازه گویان تتبع روش وی
 مئی نمایند

و وی ، در فیض صحبت شیخ فیضی و فتوح خدمت حکیم ابوالفتح و شرف
 خدمت شاه جلال الدین اکبر و مداحی و ملازمت شاه نورالدین جهانگیر ابن
 اکبر — که در بدایت ملقب به شهزاده سلیم بود — رتبه کمال و عظمت
 موفور نمود . شهرت بیش از قیاس رسید و در نزد دانا و کانا
 مطبوع شد . خاص و عام ، از کردن و شعر فهم ، همه از کلام او — چه
 به اجتماع ذوق و چه به تقلید — محظوظ اند .

اقسام سخن وی ، از قصیده و غزل و رباعی و قطعه و مثنوی در غایت
 کمال است

راقم این مقال ، در عنفوان حال چون در جاده شانزده سالگی قدم وجود
 در نهادم ، از صفاهان — که مولد و موطن اصلی است — متوجه شیراز شدم ،
 که منزل آباء و اجداد او بود . و در آن جا به خدمت و صحبت مولانا
 عرفی رسیدم . و پنج سال قبل از آنکه ، وی متوجه سفر هند شود ، اکثر

اوقات در ملازمت او و شعرا در چند جا ذکر آن شده ، اشعار بسیار از بابا فغانی و غیره طرح میشد . و دران اثنا میانه وی و مولانا وحشی — که در یزد بود — مکالمات و مکاتبات و مباحثات غائبانه واقع بود . دران وقت سن وی تخمیناً به سرحد سی سالگی رسیده بود . و اتحاد وی با مخلص بسرحدی بود که ، اکثر شعرا در رشک بودند . وفات او در لاهور است و مرقدهش آنجا است . دیگر حالات او ، از شهرت ، احتیاج به شرح نه دارد . و ما در صحبت بعضی از اعزه ، بعد از وفات او ، اکثر اشعارش را در صفاهان و غیره مطرح ساخته ، از قصیده و غزل گفته ایم . چنانچه در — تذکرة العاشقین — و — تبصرة العارفین — مذکور و مرقوم است . (۱)

● نلیم گزیده : عرفی شیرازی ، یکه تاز میدان بلاغت و شهنسوار مضمار فصاحت بوده

مخفی نماند که در حین نزع ، مسودات اشعار خود بیکى از خادمان خود سپرده ، ازان روز آن پردگیان حجله فکر ، در کنج کتبخانه مستور بودند . بیکى دیوان اول مشار الیه ، که کمال شهرت داشت ، تا در سنه هزار و سی و سه (۱۰۳۳هـ) خان خانان شخصی را باین امر برگزید که ، آن جواهر منظوم را در سلک ترتیب منتظم سازد . اتفاقاً آن شخص ، مسودات را برداشته بسبب آزادی — که از خان خانان داشت — فرار نمود . فقیر در بند رفعا او را دیده . مسودات عرفی را خواه نخواه ازو گرفته ترتیب داده جمع نمود . تمامی اشعار او پانزده هزار بیت باشد .

و در لاهور نهصد و نود و نه (۹۹۹هـ) در سن سی و شش سالگی وفات

۱- رک : نسخه خطی بانکپور اوراق ۵۰۲-۵۰۳ . برهان مارچ (۱۹۶۷ع) ص ۱۷۷ .
مقاله دکتر ولی الحق .

یافته و یکی از مستعدان تاریخ آن قضیه :

— استاد البشیر —

۸۹۹۹

یافته .

در سنه هزار و بیست و هفت (۱۰۲۷ هـ) به مقتضای شوق — که اظهار در آن بیت مشهور کرده بود — نعش او را در ارض نجف اشرف مدفون ساختند . و رونقی همدانی از جهت این سعادت ، تاریخ نظم کرده که ، مصرع تاریخ همگی شد که : بکوش مژه الخ (۱)

● سقینه خوشگو : (مولانا سید محمد متخلص بعرفی این خواجه زین الدین علی بن جمال الدین شیرازی مشهور بخواجه چادر باف) میر صابر اصفهانی ، که از مستعدان و موزنان بود ، و در خدمت نواب غیاث بیگ طهرانی عرف اعتمادالدوله — که پدر نور جهان بیگم باشد — وزارت داشته . بعد سی سال هلالی ، استخوانهای نعش او را ، به قلندری داد و مبلغ ها به او عنایت کرد که : به نجف اشرف رساند . و آن آزاد مرد بدوش همت برداشته بهای سعی به مشهد رسیده ، دو ماهش دران خاک سپرد ، بعده بر آورده به نجف رسانید .

رشیدای کاشی ، دران وقت که ، سال هزار و بیست و هشت هجری (۱۰۲۸ هـ) بود ، در نجف اقامت داشت ، میگوید که : من در نزد سید حسین حسینی نقیب النقیبا نجف میبودم ، و استخوانهای ملا عرفی را ، بعد سی سال هلالی — که از فوت او گذشته بود — در بیرون حصار نجف ، در زمینی که — بحیره — گویند

۱- نسخه خطی ذخیره مولانا آزاد عایگیره ص ۱۱۲-۱۱۳ . رک : برهان اپریل ۱۹۶۷ ع و ستمبر ۱۹۶۷ ع مقاله دکتور ولی الدین .

و از زر خریدۀ، امام مفترض الطاعه علی بن ابی طالب است — و اکثر علمای امامیه بر آنند که صحرای محشر همینجا خواهد بود — مابین دیوار حصار نجف و مقام حضرت صاحب الزمان، مدفون ساختیم: و در آن روز سید حسین حسنی خیرات و احسانها نموده و اراده ساختن عمارتی، بر سر قبر او، کرد: (۱)

● تذکره کاتب: عرفی شیرازی راقم الحروف در یک تذکره چنین یافته که، شخصی مومن لاهوری در نجف اشرف مجاور بود، در آنجا شنید که: برادرش در لاهور فوت کرده است: ازان امکنه شریفه خود را به لاهور رسانید. چون قبر برادرش، قریب به قبر عرفی بود، سهواً و تقدیراً قبر عرفی را قبر برادر خود تصور کرده خلاصه استخوانهای عرفی را به نجف اشرف رسانیده مدفون نمود (۲)

● دیباچه کلیات عرفی شعرائی (از عبدالباقی نهبانندی): حمدی که، نخستین پایه اش معراج دانشمندان را سزد، و توحیدیکه، اولین حرفش سر لوحه مجموعه دانایان را شایان باشد، مجموعه طراز دیوان حقیقت، و دفتر پیرای کتاب طریقت و معرفت: ستایش گری خالق را سزا ست که، رسوم شرعی و عرفی در میان اولاد بنی آدم گذاشت و بدو حرف — کن — عالم و آدم را به قلم قدرت نگاشت، و بطور مختلفه و زبان متغایره، نوع انسان را در یک حقیقت موجود گردانید: و یکی را هادی و راهنمای صاحبان ایمان و

۱- میخانه چاپ آقای گلچین ۲۲۶۶ از نسخه کتابخانه مجلس شورای مل تهران شماره (۲۰۳)

۲- رک: مجله برهان ستمبر ۱۹۶۷ ص ۱۷۸ مقاله دکتر ولی الدین (اقتباس از نسخه تذکره

کاتب مؤلفه ابوالفتح سلطان محمد صفوی. مخطوطه رام پور ص ۱۱۷).

ارباب ایقان ، و دیگری را باعث ضلالت و عصیان طائفه از اهل طغیان نمود . و حکمتی در ضمن هر یک - ازین دو حکمت بالغه متضاده - نهاد : و وجه ، فعلی که عبت باشد درین کارخانه روا نیست . و شفیع و راه نمای بجهت عاصیان امت و گمراهان خلقت ، مثل سید المرسلین و خاندان النبیین (صلی الله علیه و آله وسلم) به خلق فرستاد : و اولاد و اصحاب و خلفای او را طریقه شریعت غرا و ملت بیضای او کرامت کرد : و قرآن مجید و فرقان عظیم را به میانه عاصیان فرستاد و از ماضی و مستقبل خبر داد :

متابعان فرقان مجید و پیروان رسول صاحب دید ، به طریق مستقیم شریعت غرا گرایند ، و ازین رهگذر مستوجب بهشت عنبر سرشت آیند ، و گمراهان و اهل شرک دوزخ آریند . نیک بخت کسانی که ، از گلزار معرفت بوی ، و از دفتر دانش حرفی ، و از نهال توفیق بری ، داشته باشند . و درین دو روزه حیات مستعار ، حمد پیرا ، و نعت آرا ، و طاعت گرا ، باشند . و از روز ازل نیک بخت بعالم غدار و جهان ناپائدار آمده ، هواجس نفسانی و مطالب شیطانی را ملازم نباشند ، بمنه وجوده .

بر ضمائر قدسی مآثر منتظمان عالم دانش و بینش ، و موزونان عرصه آفرینش ، و سخن سنجان طور نکته دانی ، و صاحب عباران دارالعیار معانی ، پوشیده و مخفی نیست که ، از زمان هبوط آدم پاک برین توده خاک ، به هر وقتی ، نوعی از علوم ، بین الناس جلالت و قدری مییافته است . و حکمای آن قوم و علمای آن ایام ، دران عمل میکوشیده اند : منهاج نبوت به آن استدراج میپوشیده اند ، چنانکه بعد از نوح (علیه السلام) دعوت و عزیمت ، و بروزگار ابراهیم (علیه السلام) آتش پرستی ، و به دور موسی (علیه السلام) سحر و سیمیا ، و به زمان عیسی (علیه السلام) حکمت و طبابت . و مهتران

آن قوم بر آن علم دعوی نبوت میکردند ، و این علوم را معجز میدانسته اند . پس قدرت بی علت الهی چنان اقتضا نمود که ، انبیای اولوا العزم (صلوات الله علیهم اجمعین) را ، جهت ابطال آن ادیان و گوشمال ایشان ، مبعوث گردانید . چنانکه معجزه نوح دعای او بود ، و معجزه ابراهیم دخول او در آتش ، و معجزه موسی عصای مبارک او بود که ، آلات و ادوات سحر را فرو برده ، و معجزه عیسی دم او بود که مرده ها زنده کردی .

و بوقت ظهور خاتم النبیین ، فصاحت و بلاغت به نوعی اشتهار یافته بود که ، فصحای عرب ، بدین علم دعوی نبوت میکردند ، و امیه بن ابی صلت — که پیشوای مشرکان بود — کریمه (۱) در حق آن گمراه نزول گردید ، و رسم دعوی باطل کردن (کذا) و قرآن عظیم سبحانی مبطل مزخرفات شیطانی فصحای عرب شد . الحق سخن را رتبه عالی است . علمی که ، قرآن شکننده آن باشد ، کم علمی نیست :

گر نبودی سخن ، چه گفتمی کس در معنی ، چه گونه سفتی کس
گر بدی گوهری و رای سخن او فرود آمدی بجای سخن

و پایه فصاحت و بلاغت رفیع و وسیع است . و حضرت ختمی پناه (صلی الله علیه و آله وسلم) شعراء و فصحا را معزز و مکرم میداشته اند . و در اخبار و حدیث هست که : مدح آن سرور کائنات میگفته اند ، و در مجلس آن سرور میخوانده اند و صله مییافته اند :

و قبل از بعثت حضرت رسالت (صلی الله علیه و آله وسلم) شعراء را حکماء

۱- آیه قرآن مجید ثبت نیست ولی اغلب اینجا آیه زیر از سورة اعراف مراد است :
و اقل علیهم نبأ الذی آتینہ آیاتنا فانسلخ منها فاتیعه الشیطن فکان من الغاوین .

میگفته اند و مینوشته اند. و هر کس در علم شعر ماهر بوده، او را — ماء السماء — لقب بوده: امیر و سرور قبیله بوده اند. و امرؤ القیس، که از مشاهیر شعرای عرب است، در پیمانه پادشاه بوده، او را — ماء السماء — لقب بوده. و حکایت خواهر جاریه قبطیه (۱) که حسان بن ثابت، به صلۀ شعر، از حضرت رسالت پناه (صلی الله علیه و آله وسلم) یافته، اظهر من الشمس است. بذکر آن مصدع نمیشود.

امام المتقین و یعسوب الدین، علی بن ابی طالب (علیه السلام) و اکثری از کبار تابعین و مشائخ طریقت، به گفتن اشعار رغبت نموده اند، و در هر قرن و زمان، از فحول استادان این فن بوده اند. چنانکه در زمان عرب، جریر، و اعشی، و متنبی، و امرؤ القیس، و حسان، و فرزدق، و دیگر استادان امتیاز داشته اند.

و در زمان پادشاهان اسلام، خصوص جمعی که بعد از هجرت سید انام میبوده اند، مثل عنصری، و رودکی، و فردوسی طوسی، و انوری، و خاقانی، و ادیب صابر، و ابوالفرح رومی، و کمال الدین اسمعیل صفاهانی، و مولانا روم، و حکیم سنائی، و شیخ نظامی، و امیر خسرو دهلوی، و دیگر اکابر — که ایراد اسامی ایشان طول تمام دارد — بوده اند، و کوس استادی و — لمن الملکی — زده اند. و بعد ازین امیران کلام، نیز جمعی دیگر، اسب فصاحت و بلاغت در میدان دانشوری رانده اند، تا زمان پادشاه دانا دل، سخن شناس، سلطان حسین مرزای بایقرا — که آن جماعت را الحال موزونان متقدمین میگویند — طرز خاص و روش پسندیدۀ بوده، دران فن بدیضاً نموده اند.

۱- سیرین خواهر حضرت جاریه قبطیه (حرم رسول) که زوجه حسان بن ثابت بود.

و در زمان مرزای مومی الیه ^۱ مولانا عبدالرحمن جامی ، و میر علی شیر نوائی ، و بابا فغانی ، و اهلی شیرازی ، و مگسی شوستری ، و خواجه آصفی ، و میر شاهی ، و دیگر دانشمندان و سخنوران بوده اند . و طرز و روش خاص که (کذا) از قدما تجاوز نموده اند ، به طرزیکه الحال درمیان مستعدان نزدیکست ، اختیار نموده سخن آفرینشها کرده اند . و آن طرز را مستعدان و سخن سنجان پسندیده به آن رغبت نموده اند .

و آئین قدما ازین سه رهگذر، حجله نشین سرابرده صندوق (و) زاویه گزین طاقهای منازل گشت : و چون آن سخن سنجان سر در نقاب خاک کشیدند ، و جمعی دیگر صاحب عیاران دار المعیار نکته دانی شدند ، مثل مرزا شرف جهان ، و مولانا لسانی ، و شریف تبریزی ، و یحیی لاهجانی ، و محتشم کاشی ، و ضمیری صفاهانی ، و وحشی بافقی : این طبقه ، آئینی غیر آن طرز را ، اختیار نموده اندکی به روش متاخرین ، آشنا تر شده اند : تا آنکه ، نوبت جهاننداری ولایت سخن ، به میرزا قلی میلی ، و خواجه حسین ثنائی ، و ولی دشت بیاضی ، و محمد میرک صالحی ، و قاضی نورالدین صفاهانی ، و حزنلی اصفهانی ، و فهمی ، و حاتم کاشی ، و مولانا ملک ، و میر الهی قمی ، و صبری ساوجی ، و حضوری قمی ، و عرفی شیرازی ، و طوفی تبریزی ، و میر صبری روزبهان ، و هلاکی همدانی ، و میرزای حسانی ، و نظیری ، و شیخ علی نقی کمره ، و دیگر سخن سراپان بلاد عراق و خراسان ، رسید .

این طبقه یکباره منکر طرز متقدمین شده . خواجه حسین ثنائی ، بیشتر از همه قدم در وادی تازه گوئی نهاد ، با آنکه ضمیری صفاهانی ، و محتشم کاشی ، و دیگرانی که ، آن طرز را پسندیده اند و خوب میداشته اند : و این جماعت یکباره خود را ازان طرز و روش بیگانه ساختند ، و مستعدان ایران را طرز این

جماعت که آغاز تازه گوئی و زبان (کذا) وقوع درهم بود، بغایت خوش آمده؛ اشعار آبدار ایشان را در صفات خاطر خود ثبت مینمودند، و هرچه بزبان حقیقت بیان ایشان میگذاشت، بدستور باد صبا در سراسر ایران و توران سیار میشد؛ تا آنکه روزگار، میدان سخنوری و عرصه فصاحت و دانشوری را، بوجود فائض الوجود حسان الزمان مولانا عرفی شیرازی بیاراست، و عنان یکران سخن را بر کف کافیش نهاد، و بکر معانی در حباله طبعش در آورد. و چشم روزگار را به زادن نونهالان گل عذار (۱) معانی روشن، و گوش عالمیان را، به استماع آن لالی آبدار شاهوار مخزن در عدن گردانید. و طرز متقدمین و متاخرین — که قبل از زمان سخن سنجی و نکته گذاری او، در میدان فصاحت اسب بلاغت رانده بودند — منسوخ ساخته، طرز تازه گوئی — که الحال در میان مستعدان ربع مسکون پسندیده است — به میانه مردم عالم آورد. فاضلان این فن و استادان این علم، به این طرز معتقد شده، پایه سخنوری، و مدار نکته پردازی را، بدان نهادند. و شیخ ابوالفیض فیضی در هندوستان و جمعی دیگر از فول شعرای ایران، مثل حکیم رکنای مسیحی، و حکیم شفائی اصفهانی، و مولانا شانی تکلو، و سائر مستعدان و موزونان این روزگار، طرز خود را به طرز او آشنا ساختند؛ و نفوذ و تاثیر سخن را، در سکه خانه معانی، بنام نامی خود مسکوک ساخت، و خطبه پادشاهی ملک سخن و دانشوری، بر منبر معانی، بنام نامی خود خواند؛ و این کارنامه را در میان اهل عالم بیادگار گذاشت، و پیش از دیگری به این طرز و روش، مستقل (کذا) نه شد و حرف نه زد.

و در اوائل که، طبعش به این طریق سخن گفتن میل نمود (۱)، ازو پسندیده

۱- گلزار.

۲- میل نمودند.

نمیداشتند و حمل بر بعضی مقدمات مینمودند: و این رتبه و حالت، از شرف
 قربیت و اصلاح صاحب اقبال، سخن شناس، قدردانی یافت که، مربی و
 قربیت کننده تمامی مستعدان ربیع مسکون است. و او را (کذا) به این طرز
 سخن سنجی و نکته گذاری بدانایان آموزد: چراغ دودمان سخن افروز،
 قدر فزاینده متاع منیر (سخن دانی)، گلدسته بند گل گلشن معانی، صاحب
 تمیز سخنان اهل دینی (کذا) قدر شناس بیدار بخت، بر آورنده تاج و تخت،
 خان خانان — که صاحب و قبله گاه او بود — راه نمائی کرد:

الحال در مطلب (۱) رود، حقیقت حال مولانا عرفی رقم کرده آید: فرزند
 خلف خواجه زین الدین علی بلوی شیرازیست: و پدر بزرگوار ایشان
 گاهی به پیشوای حومه شیراز و گاهی وزیر داروغه آن شهر بوده، که مولانا
 عرفی بعضی مقامات (۲) علمی را طی نموده و کسب حیثیات عالیه نموده: و
 خط نسخ را بغایت نیکو مینوشت، و در موسیقی و ادوار بقدر وسع وقوف
 داشت. و بصحبت شعرا میل پیدا میکرد. و (۳) رو بوادی شعر و شاعری
 نهاد، و چون پدرش وزیر داروغه بود، مناسبت شرعی و عرفی را منظور داشته،
 عرفی تخلص کرد. و اسم اصلی ایشان خواجه سیدی محمد است.

و سلسله ایشان را در ولایت فارس قدری و منزلی بوده: و چون یک
 چند در دارالافاضل شیراز با موزنون بسر برد، و اشعار آبدار از بحر طبع
 بساحل ظهور رسانید، و قدم در وادی تازه گویی نهاد، و استادی و مرشدی
 دران وادی مبطلید: درین اثنا صیت آوازه سخن سنجی و زمزمه نکته دانی

۱- الحال مطلب در طلب رود.

۲- مقدمات.

۳- در وادی شعر و شاعری پانهاد.

و حقیقت موزونان ایران و هندستان، مثل مولانا شیکبسی اصفهانی، و نظیری نیشاپوری، و یول قلی بیگ انیسی، و شریعت کاشی، و کامی سبزواری، و بقائی خراسانی، و میر مغیث محوی، و غنی همدانی، و دیگر مستعدان در دربارش سامعه افروز او گشت، و حقیقت تربیت این نکته دانان در خدمت این سپه سالار به او رسید، قصد بندگی و ملازمت نمود. و مس وجود خود (را) به اکسیر اصلاح این خلاصه دودمان علیشکری زر خالص ساختن پای همت در رکاب سعی و اجتهاد در آورد (۱) و به هندوستان در آمد.

چند روز قبل ازان که، خود را بدان دارالعیار رسانید، به خدمت علامه زمان و افضل فضلالی دوران، نواب غفران پناه، رضوان جائگاه، جنت آرامگاه حکیم ابوالفتح گیلانی — که از مقربان پادشاه ظل الله جلال الدین اکبر پادشاه هندوستان بود — رسانید. و دران زمان خواجه ثنائی، و سید محمد نجفی، و حیاتی گیلانی، و بسیاری از شعرای نامدار — که در خدمت مشار الیه میبودند — دریافت فضل و قدرت خود را بدیشان ظاهر ساخت. و بسیار مستحسن و مقبول طبع حکیم مومی الیه و آن سخن سراپان سخن شناس، افتاد. و شیخ ابوالفیض فیضی — که از باریافتگان پادشاه و ملک الشعرا آن زمان بود، به شرف استادی پادشاهزادگان کامگار بختیار نامدار مشرف بود، از فحول شعراء روزگار است، و بعد از امیر خسرو دهلوی، بهتر از وی در هندوستان بر نخاسته — بر صحبت او میل پیدا کرد، و طرز و روش تازه که اختراع او بود، استماع نموده پسندیده داشت و منجیده دانست. و بقدر رعایتی که از حکیم مومی الیه یافته. و بعد ازان خود را بدر بار فیض آثار صاحب دولتی — که در هوای بندگی او بسیار بودند. — رسانید؛ و بشرف صحبت مستعدان

آن بزم فیاض و شاگردی آن ذی شان مشرف شد :

و شرح اعزاز و اکرام و احترامی که ازین سپه سالار، نسبت به این زبده فصحا، واقع شده از مآثر رجیمی — که راقم این کلمات عبدالباقی نهانندی بنام نامی این سپه سالار رقم زده کلک سوانح پیما نموده — در خاتمه، احوال این بلاغت شعار فصاحت دثار ظاهر میشود، و این مجمل را مجال ایراد آن نیست.

و در ایام بندگی ایشان و دیگر ایام، همیشه بگفتن ابیات عاشقانه عارفانه میل نمودند، و قدرافزای فضل و رتبه خود میبودند. و قریب به شش هزار بیت از ابیات آبدار ایشان بسببی که بر راقم ظاهر نیست، مهجور و ابتر شد، (۱) چنانکه خود درین بیت فرموده :

رصد شرح هنر، چون نه شود محو، که من شش هزار، آیت احکام هنر، باخته ام

و در ایام مصاحبت و ملازمت ایشان، بدستوری معزز و مکرم بوده که، کورنش و تسلیمی — که در هندوستان مقرر و معمول است، که پادشاهان و اکابر میکنند — به هیچ کس نمیکرد، و در مجالس بر همه کس تقدیم مینمود. و اهل زمان — بجهت طبیعت عالی و ابیات متعالی — تقدم او را قبول داشتند : بغایت بلند همت و عالی فطرت بود.

تا آنکه بتاریخ نه صد و نود و نه هجری (۸۹۹۹) در دارالسلطنت لاهور، در سنه سی و شش (۳۶) سالگی متقاضی اجل، بساط عمرش در نوشت، و

۱- آقای دکتر محمد ولی الحق نوشته است که : چند مکتوب عرفی بدست دارند و از نامه — که عرفی بدوستی که دیوان عرفی عاریه گرفته و گم کرده بود — نوشته است، و ازان ظاهر میشود که آن دیوان دارای شش هزار شعر بود.

مرغ روحش از شاخسار عالم فانی ، به گاستان جهان جاودانی ، شنافت . و
 یسکی از مستعدان :

— استاد البشر —

۸۹۹۹

تاریخ آن قضیه ناگزیر یافت . و او در همان شهر مدفون شد . آخر از
 نتیجه این بیت که در مدح سرائی سرور اولیا فرموده :

بکارش مژه ، از گور تا لجف ، بروم اگر بهند بخاکم کنی و گر به تبار

میر صابر اصفهانی نعش او را بتاریخ سنه ثمان و عشرين و الف از لاهور به
 نجف اشرف نقل نموده ، دران ارض مقدس مدفون ساخت ، و آرزوی بخاک
 برده مولانا را ، آن نیک بخت بر آورد .

و در هنگام وداع این دار فنا ، مسودات اشعار افکار ابکار خود را ، به
 کتاب خانه آن عالی شان فرستاد . و التماس نمود . و به یمن همت توجه
 شاهوار این مضمار دانش و مرکز سخن دانی ، از پریشانی بجمعیّت گرایند ، و
 آن نازک نهالان گلزار معانی و نوباوگان بوستان طبیعت این خسرو شانی ،
 بدستیاری توجه و تربیت به شیرازه جمعیّت در آیند : و ازین رهگذر که ،
 تربیت کرده و پرورده این سپه سالار باشد ، صدر نشین محافل و مجالس عالمیان
 گردند ، مرتب و مدون سازند :

این بزرگ دانا را گوناگون سوگواری روی داد ، که چنان سخنندان
 نکته گذار ، و چندین قسطاس دانشوری و سعدی ملک سخنوری نماند (کذا)
 و این طور دانائی رخت بر بست . و آنچه لازمه بزرگی بود ، درمات نیز به
 عمل آمد .

و این مسودات — که تمامی به خط ید آن دانش پژوه بود — در کتابخانه عالی ایشان — که کتب خانه اهل عرفان است — مدتی بود، و بعضی موانع، وصیت و التماس او را در تعویق انداخته بود. تا آنکه بتاریخ هزار بیست و چهار هجری (۱۰۲۴هـ) حقوق و خدمت مداحی او، این مقدمه را، در خاطر خطیر این سپه سالار آورد: به وصیت آن معیار دانشوری عمل نموده بآن مسودات — که هر مصرع ازان ماه آسمان فلک معانی و خورشید جهانتاب جهان سخندانی بود — جیب و کنار حلقه اهلیت و استعداد محمد قاسم خلف خواجه محمد علی اصفهانی مشهور به سراجا — که از جمله آدمی زادگان اصفهان است — گزار معانی و گلشن جاودانی ساختند، و به جمع و تدوین این زادهای طبع آن آزاد مرد، که هر یکی از غایت معانی بلند و مضامین دلپسند در عالمی نگنجد، فرمان داد:

اگرچه مولانا مومی الیه، در ایام حیات خود، دیوانی را از قصیده و غزل و رباعی ترتیب داده بود، این رباعی — که احاد مصرع تاریخ با عدد قصیده، و عشرات با عدد غزل، و مسآت به ابیات قطعه و رباعی موافق است، در تاریخ آن دیوان گفته بود:

این طرفه نکات سحرى اعجازى	چون گشت مکمل به رقم پردازى
مجموعه طراز قدس تاریخش یافت	اول دیوان (عرفی) شیرازى

بعد از نمودن سفر آخرت، این مسافر عالم قدس، بعضی اشعار متفرقه ایشان را، که در سقائن مجموعهها ثبت بود، بعضی از مستعدان بران افزودند. چنانچه قریب به هشت هزار بیت به نظر در آمد: چنانکه سراجا به این سعادت موفق گشته، امثال امر فرمود. در عرض یک سال و نیم، بعد از مشقت بسیار، کلیاتی مشتمل بر چهارده هزار بیت از قصیده و غزل و رباعی

و مثنوی و ترکیب و ترجیع ترتیب داد: و الحق... بد بیضا نمود. چرا که آن مسودات در هنگام مقابله و ترتیب، گاهی سامعه افروز راقم میگشت، بغایت مشوش و ابر بود.

و این قطعه، در باب ترتیب و تاریخ این کلیات، از نتایج طبع وقاد سراجا، جامع این کلیات است که نوشته است:

(عرفی) آن واضع سخن، که برو
نه که، شروانی است در رشکش
بعد چندی، چو (۱) جای بودن نیست
ماند ازو، در شاهواری چند
صورت چند، جمله با معنی
لیک، آن جلگی، پراکنده
آن قدر مهلتش، نداد اجل
گفت با دوستان بگاه وداع
بسرانسیس زادهای مرا
پیر کان بریده کافی را
صاحب علم و حلم و سیف و قلم
آنکه در روز بار می رسدش
چون کهالات را بود معدن
دید چون زادهای (عرفی) را
همه مانند در، ولیک یتیم
بعد یک چند، بنده را فرمود
مدت چند، خون دل خوردم
هم به اقبال صاحب کامل
جامع انتظام این اوراق
از خرد، خواستم چو تاریخش

رشک دارد روان شروانی
بلکه، روسی و هم صفاهانی
رفت ازین دیر ششدر فانی
کش قرین (۲) نیست بحری و کانی
خلق چند، جمله روحانی
همه از بی سری و سامانی
که، به ترتیب شان، شود بانی
کای عزیزان جسمی و جانی
بجستاب مملسم ثنائی
صوی همان بریده همانی
خانسانان سکندر ثنائی
که سکندر کندش دریائی
سزد ار عقل اولش خوانی
جمعه محسود لعل پیکانی
جمله چون زادهای پشمانی
که: دم شان نظام دیوانی
نا که، جمع آمد از پریشانی
هم به توفیق لطف یزدانی
شد (سراجا) خسان خانانی
گفت: ترتیب داده نادانی (۳)

۱- که

۲- کز

۳- رک: همین قطعه بر صفحه ۸۲۷ کتاب حاضر.

در زمانی که، این ژرف خدمت را به تقدیم رسانید، و این حق بر مولانا عرفی انداخت، و در شهر برهان پور صوبه خاندیس این قطعه و کتاب را به نظر اصلاح ایشان میرسانید، راقم از حواشی نشینان آن بزم فیاض بود، مقبول و مستحسن افتاده بانواع صلوات و انعامات سرفراز گردید.

الحال، این کلیات در کتبخانه عالی ست، و الحق هیچ یک از فصیحای زمان به این خوش دیوانی نیستند. و اگر روزگار امانش میداد، ترقیات کلی مینمود (۱) و ده برابر این بالقوه اش بفعل میآمد. و مستعدان به نوشتن این کلیات میل پیدا کردند، و اکثری نویسانیدند (۲). و الحال کلیاتی که در میان مستعدان معتبر است، ازین جا نقل شده. و این سپه سالار قدردان — چنانکه در ایام حیات به این طبقه لطف و عنایت داشتند — در ممات نیز به ابکار افکار ایشان دارند، و تربیت کرده و مداحان خود را از خاک مذلت بر میدارند، و گلدسته مجالس و محافل میسازند، و امثال این طائفه را به الطاف و اشفاق سرفراز مینمایند. امیدوار به درگاه الهی چنان است که، سایه مرحمت و الطاف این گلدسته هند گلشن معانی، بر سر اهر زمان، به تخصیص موزونان و مستعدان، مستدام و پائنده باد. (۳)

● نامه علامی ابوالفضل بسوی مولانا عرفی شیرازی :

همرا گشتم براه وصل، و مهجورم هنوز آدم بسیار، و نزدیک تو، من دورم هنوز

۱- مینمودند.

۲- نوشتانیدند.

۳- معارف اعظم گره شماره اکتوبر (۱۹۶۷ع) ص ۲۷۹ — آقای دکتر محمد ولی الحق این مقدمه را از دیوان عرفی — که در ذخیره نواب صدر یار جنگ علیگره محفوظ است — اقتباس کرده و با دو نسخه دیگر، یکی ملک آنای پوسف حسین موسوی دانشگاه لکهنو و دیگری ملک نیگور لائبریری دانشگاه لکهنو، مقابله کرده به چاپ رسانیده است.

هزار سلسله دعا و صد هزار قافله ثنا ، که زیب و زیور گوش و گردن
 شاهد بیان و عروسان زبان توان ساخت . نثار بزم خجسته و تحفه محفل
 شگفته عالی حضرت ، عیسی طبیعت ، عطارد خصلت ، معلم قواعد سخنوری ،
 مہمد مقاصد فصاحت گستری ، صبری مخزن اسرای جواهر عوالی لآلی شاهوار
 کماہی ، خازن خزائن نیک اختری ، نقاب دفائن خاقانی و انوری . زبده
 اصحاب درک و بلاغت ، عمدہ ارباب فہم و فراست ، پیشوای جمہور عقل
 و کیاست . مورخ حسن سیرت ، دستورالعمل دفاتر فطنت و بصیرت ، خوان
 نکتہ دانی و اہلیت را نمک ، چشم دانائی و قابلیت را مردمک ، مالک رقاب
 ملک معانی ، با صدق ادراک و شیرین زبانی ، خجالت ده شعرای متقدمین
 و متاخرین ، بیت :

بگوہر زمانی و معجز بیانی

وحیدالزمانی فریدالوانی

گوہر شب چراغ ملک کاردانی ، در یکتای درج زندگانی ، نوبادۂ
 بوستان کامرانی ، افصح الفصحا ، ابلغ البلغا ، نادرۂ روزگار ، خلاصۂ ہر پنج
 و چہار ، خسرو شہرستان دانائی ، شہسوار عرصۂ بینائی ، قافلہ سالار
 معرکہ دانش ، سر دفتر عسا کر بینش ، مہر مہر آفرینش ، گل سر سبز
 دانش نشان عالم تقدس ، حکیم دانای الکہ تعقل و تجسس ، فہرست
 دفاتر اقلیم آگاہی ، دیباچۂ نسخۂ کماہی ، فرہنگ کتب فضل و کمال ،
 عیار نقد بینۂ قال و مقال ، برگزیدۂ طبع شاہنشاهی ، محفل آرای خلوت
 ظل الہی ، دیہیم فرق سرفرازی ، اکلیل راس بی نیازی ، مولانا عرلی شیرازی
 میگرداند . و خود را یکی از ہوا خواہان و معتقدان آن مجموعۂ فضل و
 کمال میداند !

بخدای - که آفریننده هیژده عالم، و پیدا کننده آدم از ماو طین است، که از آرزوی صحبت مسرت اثر و خبر بجهت سیر، آن عیسی دم، خضر مقدم، بنوحی بیتاب و بنحوی در اضطراب است که، در جنب آن، بی آرامی، ماهی از آب دور افتاده را صبر و سکون میتوان شمرد. و محبت مفارقت و مهاجرت آن مسیح الزمانی، بر وجهی هجوم آورده، و بر طریق غلو نموده، که عالم عالم درد، و جهان جهان الم، و جیحون ستم روزگار نا هموار، و محن ایام نا هنجار را، خرمی و خوش دلی نام میتوان نهاد. آری! دلی را که، خو کرده صحبت آن چنان یار میباشد، بکدام چیزش مشغولی توان ساخت: و جانی را که، آموخته دریافت ملاقات مثل آن نادره گفتاری بود، بکدام عرف و صورت و فسانه و فسونش بودی دیگر توان انداخت.

بلی! نشئه بزم وصال دوستان جانی را، وصول آب خیران بعینه سراب است. و مشتاق جنت بزم محبان یک دل و یک زبان را، دخول بهشت دوزخ و عذاب. طبیعت طفلی نیست که، در مکتب ارتکاب بسبق تزویر، و تعلیم کم نایب، از هوای عید وصال آن معدن کمال، باز آید: و شوق طائری نیست، که بدانه پر بهانه مکر و حیل، فریب بخورد. اگرچه بظاهر چشم بخت بتماشای جمال جهان آرای آن یگانه آفاق، و نادرالعصر باستحقاق، منور نمیگردد. و لذت شربت وصال آن زبده چهار آخشج، بذائقه هوس نمیرسد، اما بیاطن کار این مشتاق لقای شریف، بجز افشاندن تخم محبت ایشان، در زمین دل، دیگر هیچ نیست. و بغیر از نشانیدن نهال آرزوی آن دوست دو جهانی، در چمن جان، کاری ندارد. و همیشه در مشغله کندن نقش خیال وصال آن خلاصه حواس پنجگانه، دل را مشغول میدارد: و هوش را برین

مهمی میگذارد : و پیوسته روی نیاز بر زمین عجز و انکسار میباید : و دست دعا بر آسمان افتخار برآورده مینالد . و سعادت ملازمت و دولت مواصلت را ، بالغدو والاصال ، از درگاه ایزد متعال ، آمل و سائل است . امید که تبر دعا بر هدف اجابت رسیده باشد ، و تپ دوری و بلای مهجوری ، بسر آید . و نهال امیدواریمای ظاهری و باطنی سر آید .

از قریب محیب فصیح اللسانا مرا حیرت در حیرت ، و دل را تعجب در تعجب در گرفته . از مثل شما محب ، فراموش کاری نمودن چه لائق است . و یکبارگی همچون ابوالفضل دوستی را ، از گوشه خاطر محو و نیستی فرمودن چه مناسب . عزیز من ! جان من ! قطعه :

دو دست را که ، بهم الفتی است ، میباید که بسهر هیچ ، جدائی ز یکدیگر نکنند
بدی بسپو نه بیند و در نظر نارند بدی بدیده بجز نیک را نظر نکنند
رواست آب محبت بران دو یک جهتی که خاک شان بفشاری و نم پدر نکنند

خدا نخواست باشد ، از ابوالفضل تقصیر سرزند که ، نسبت بآن برگزیده انفس و آفاق باشد . این مقدمه ممکن الوجود نیست . و اگر هم بمضمون — الانسان مقصر اللسان — سهوی یا خطای رفته باشد ، از شما چشمداشت این معنی نداشت که ، اظهار نا کرده و اخبار نا فرموده ، در صدد خاطر گرفتگی شوند ، و کدورتی در دل خود راه دهند : چه دوستی است که باندک فتوری و قلیل الوجود قصوری ، حرف رنجش بر زبان راند . یا تصور و تخیل کلفت را در وهم و فهم خود جای دهد ! که گفته اند :

سره نه پیچی اگر ت سنگ بیارد بر سرا

رنگ محبت اصلی ، هرگز بصیقل کدورت عارضی فرعی زدوده نگردد . نقش حقیقی مودت جبل ، از صفحه دل دوستان صمیمی بسیلاب و خطاب و عتاب حدقی لاحقی شسته نشود . و سیما دوستی و یکجهتی چون من مخلص که ، امروز

بعنايت ايزد تعالى و تقدس کوس يگانی ، در ميدان فرزاني مينوازم ، و بحريف ولا چوگان مودت مييازم ، و برين استواري محبت و استحکام مودت خوبشتم مينازم : وليکن ، ازان طرف اگر احياناً رشته اتحاد گسسته گردد ، و ابواب اخلاص قديمي بسته شود ، درين صورت مرا چه چاره است !

ترصد که مرتكب اين سست محبتي نگردند ، و بدین طريقه بهيچ وجه من الوجوه جرات نمايند ، که شيوة محبت منشان ، مودت روشن ، چنين نيست . فهم من فهم ! العاقل تكفيه الاشارة !

الله تعالى دوستان يكدلی را توفيق على التحقيق روزی گرداناد ! والله ولي التوفيق ! (۱) (رقعات ابوالفضل ۱۹۱۲ ع نولکشور کانپور ص ۱۲۰-۱۲۳)

— پايان بخش دوم —

کراچی

۵ نومبر ۱۹۶۷ ع

تا

۳۱ جنوری ۱۹۶۸ ع

۱- راجع به شرح حال عرفی رک : روضة الطاهرین (طاهر محمد عبادالدین حسن سبزواری ۱۰۱۴ هـ) درج النفائس (شیخ منور بن عبدالکریم عباس - عهد اکبری) مرآة آفتاب نما (شاهنواز) بهارستان سخن (شاهنواز خان) جام جهان نما (قدرت الله شوق ۱۱۹۱ هـ) منتخب اللباب (خافى خان ۱۱۴۲ هـ) خلاصة الافكار (ابو طالب تهریزی ۱۲۰۷ هـ) شرح قصائد عرفی (عوض راي مسرت ۱۲۱۱ هـ) مجله برهان دہلی — مقالہ حیات عرفی کا تنقیدی مطالعہ — از دکتر محمد ولی الحق — شماره مارچ تا ستمبر ۱۹۶۷ ع و مجله اردو کراچی مقالہ عرفی و شہل ، از دکتر محمد ولی الحق — شماره اکتوبر ۱۹۶۷ ع .



- (۱) مهر و خط صائب
مکتوبه (۱۰۸۳ هـ) در اصفهان
کتبخانه دانشگاه علیگره
متعلق صفحه ۵۸۳ (۱)
(فهرست نهائش گاه مخطوطات دانشگاه
علیگره - مختارالدین آرزو ۱۹۵۲ ع)



- (۲) دیوان صائب مکتوبه (۱۰۷۰ هـ)
ملک دانشگاه علیگره
متعلق صفحه ۵۸۳ (۲)
(فهرست نهائش گاه مخطوطات - آرزو ۱۹۵۲ ع)



دیوان صائب

مکتوبه عارف قبریزی

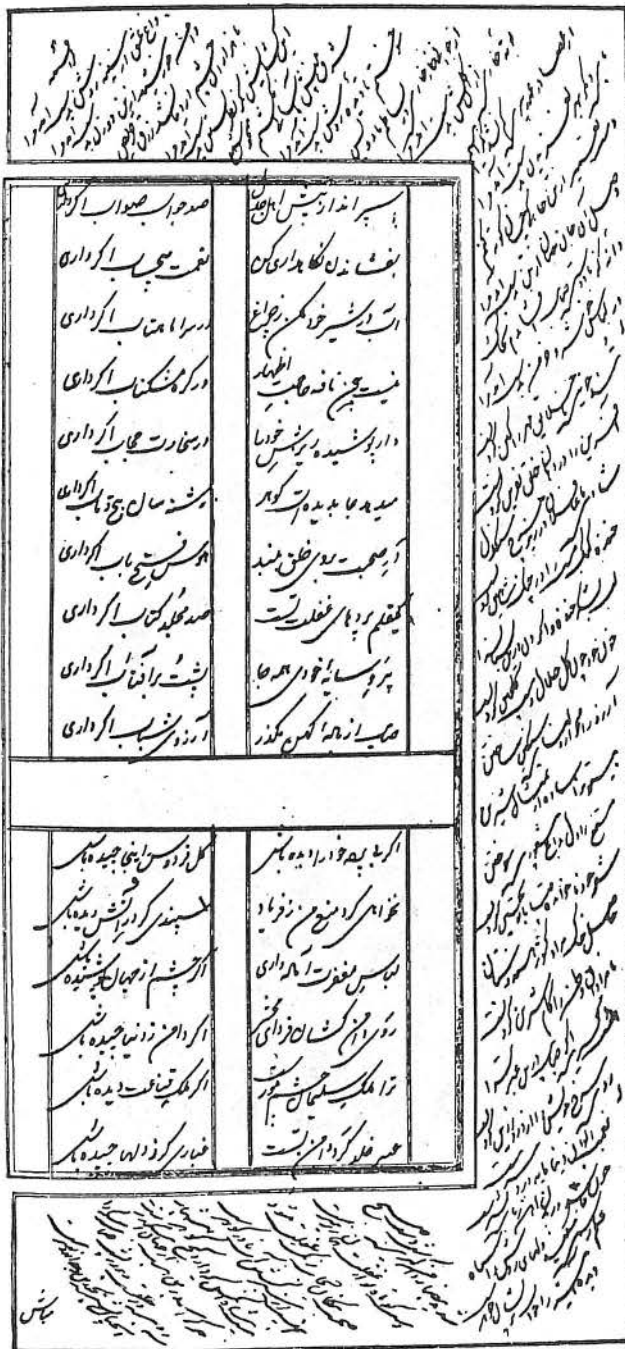
تحریر صائب بر حاشیه

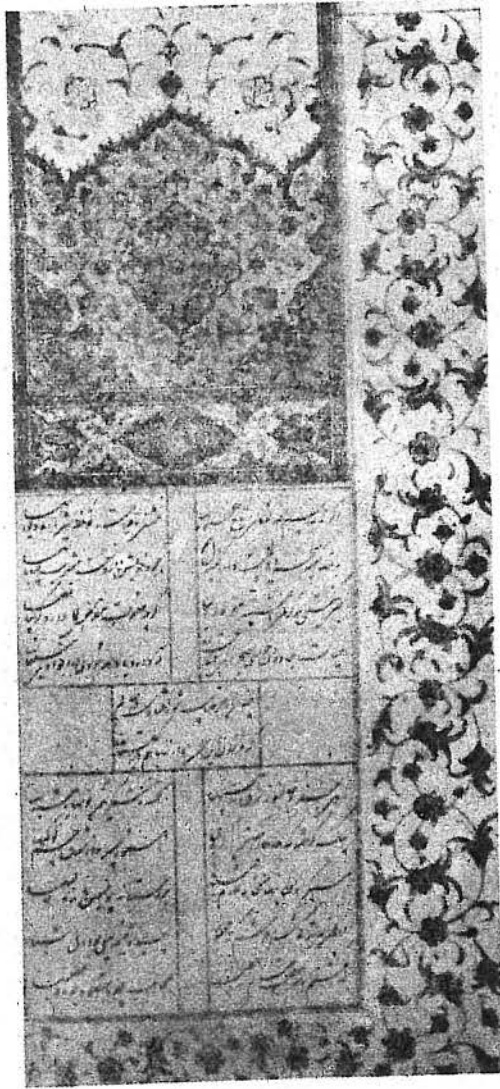
ملک دانشگاه علیگره

متعلق صفحه ۵۸۲ (۲)

(فهرست نمائش گاه خطوطات - آرزو ۱۹۵۲ ع)

(۲)





دیوان صائب

موزة ملی کراچی

(۵)

شماره 266/1 - 1958 N. M.

متعلق صفحہ ۵۸۹ (۱۲)

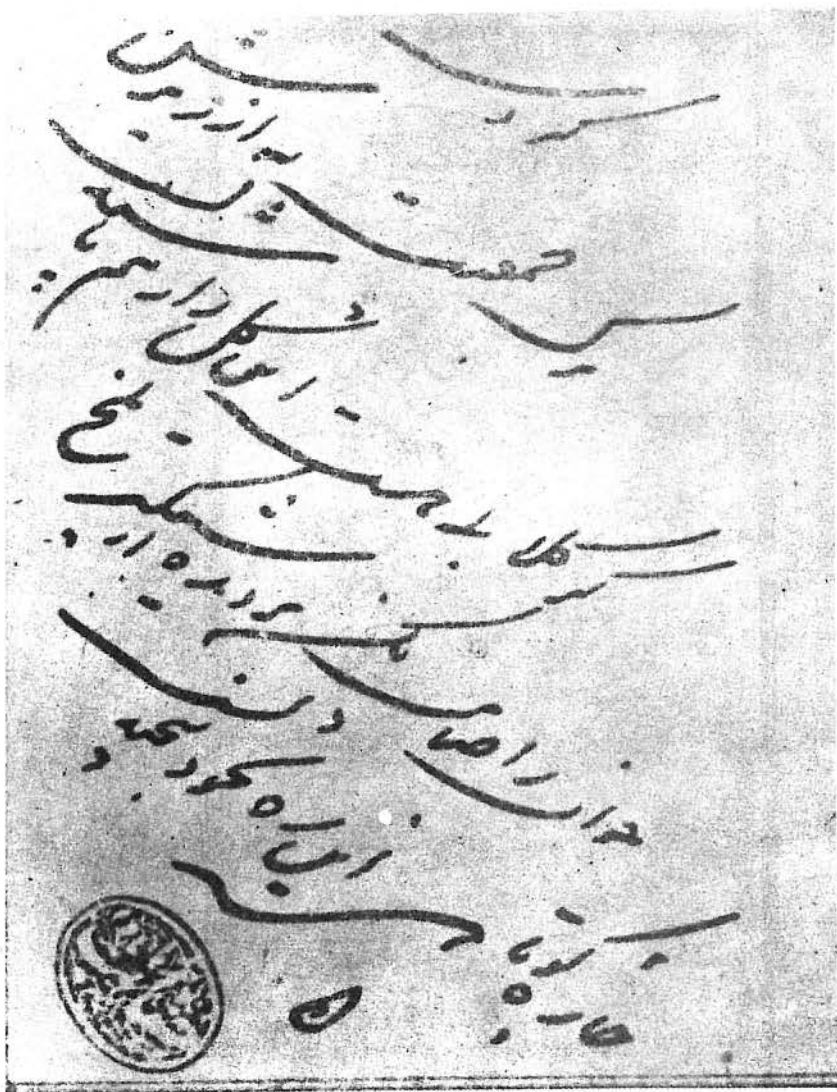


(۶)
دیوان صائب
موزہ ملی کراچی
شماره N. M. 1958 - 226/1
ورق ۲۵۱ الف
متعلق بصفحه ۵۸۹ (۱۲)



(۷)

دیوان صائب
حاشیہ بخط و مہر صائب
موزہ مل کراچی
شماره 226/2 - 1958 N. M.
ورق ۱۹۷ الف
متعلق صفحہ ۵۹۱ (۱۳)



مہر صائب
 ورق ۱۹۷ الف
 موزہ ملی کراچی
 شماره N. M. 1958 - 266/2
 متعلق صفحہ ۵۹۱ (۱۳)

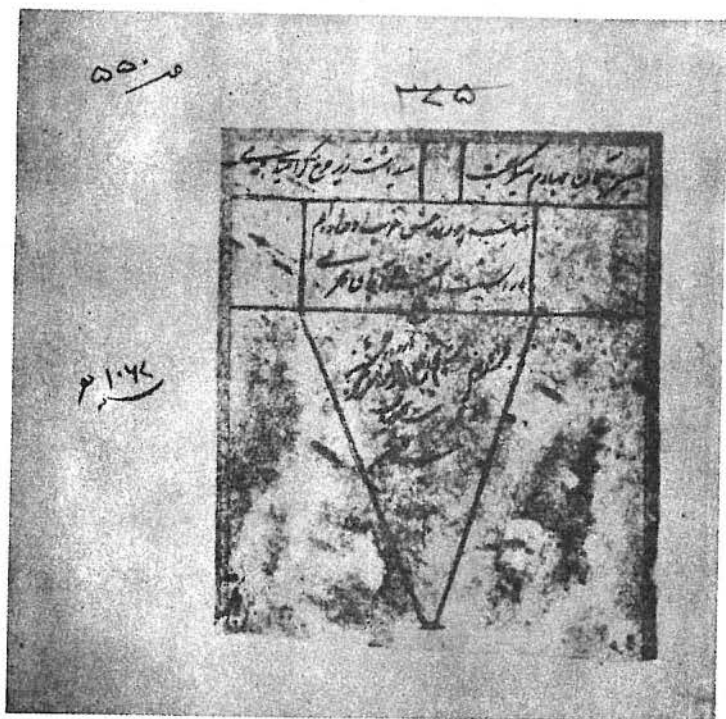
(۸)

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

خط صائب

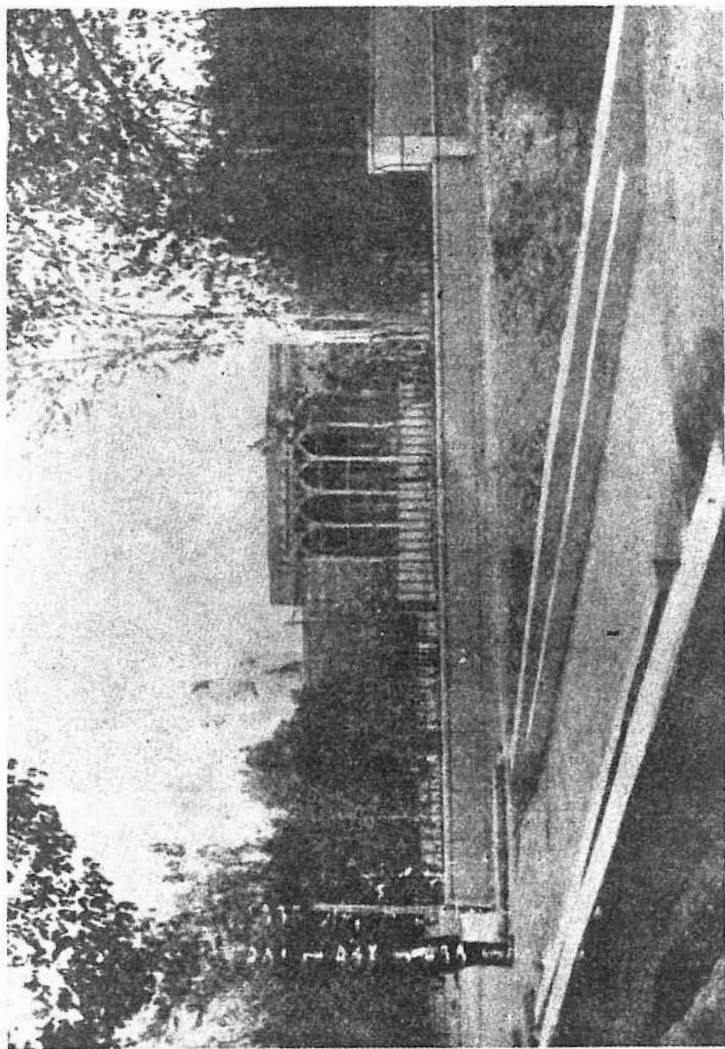
شماره ۴۰۰ ضمیمه رپو ص ۴۷۲

تاریخ ادبیات فارسی براؤن

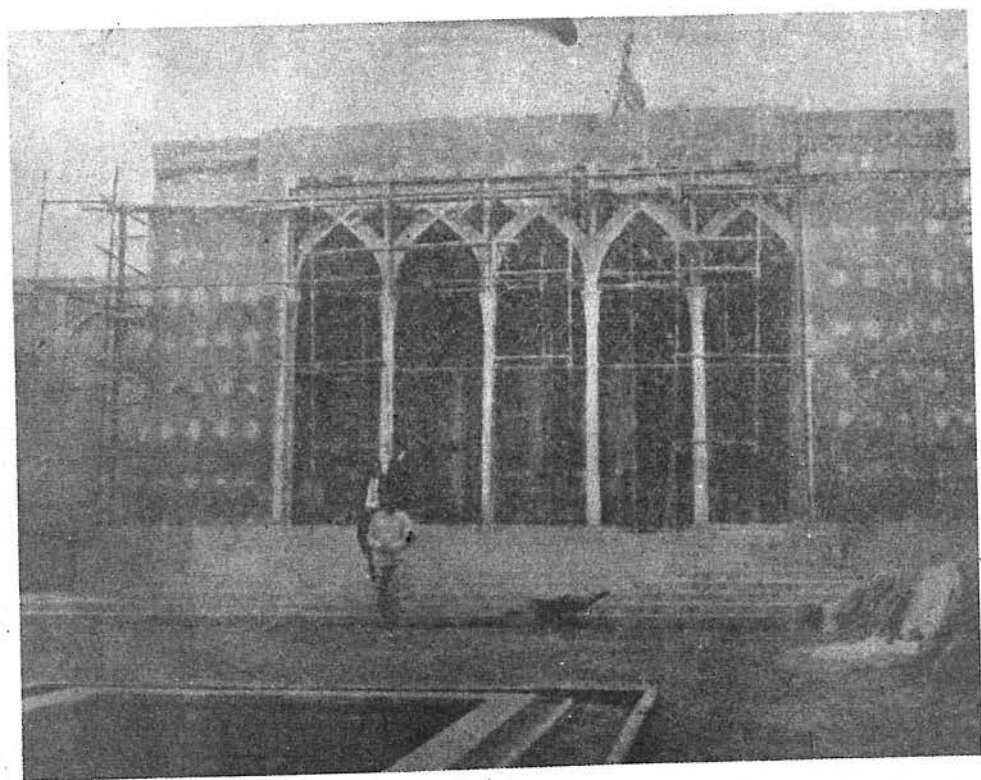


ترقیمہ دیوان صاحب ۸۱۰۶۷
انجمن ترقی اردو کراچی
متعلق صفحہ ۱۰۲۱ (۳۳)

(۱۴)

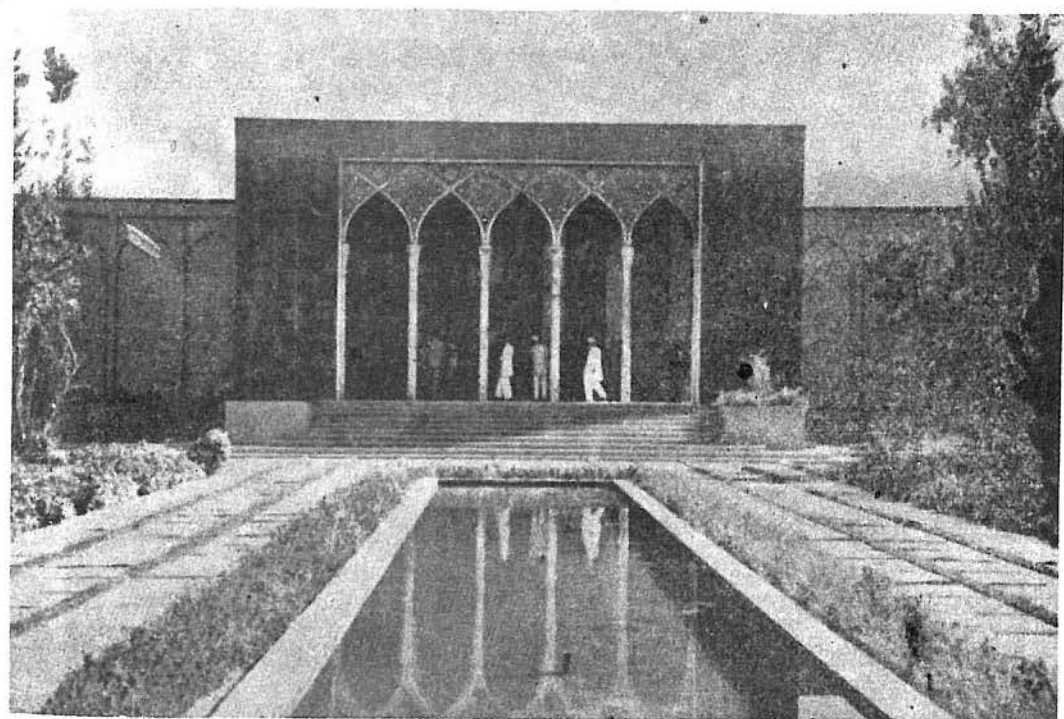


دور نمای مزار و باغ صائب در اصفهان و نهر نیاسرم
عکس از حسام الدین بتاریخ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ ع
متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰



مقبره صائب
عکس از حسام الدین ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ ع
متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰

(۱۶)

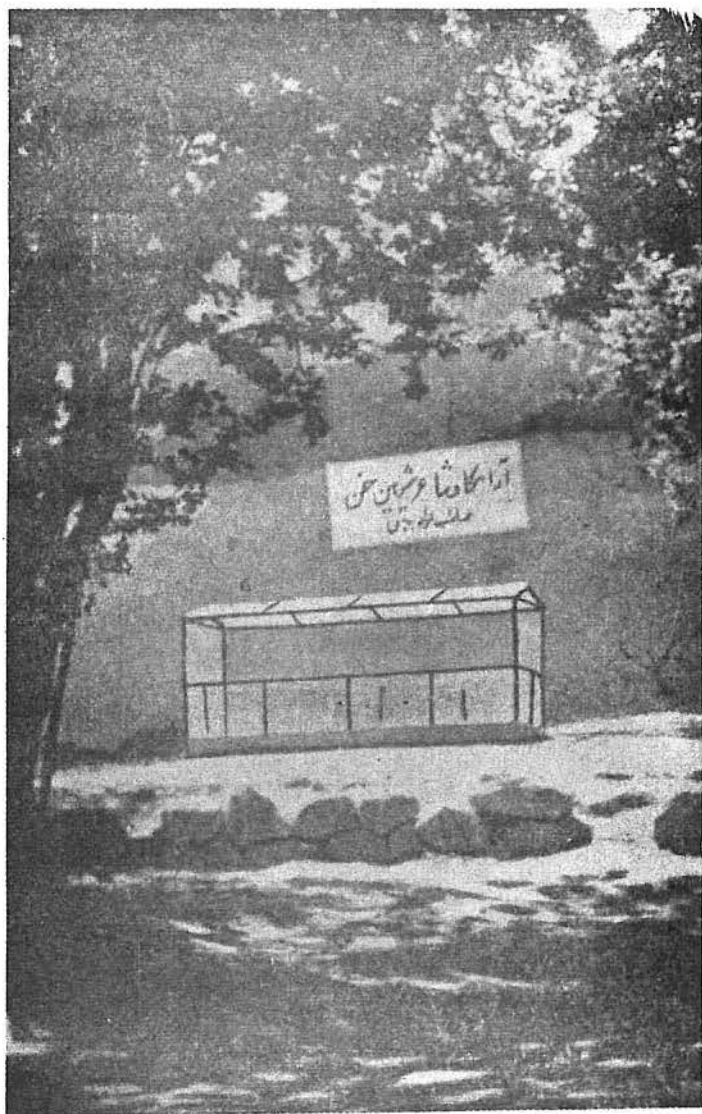


مقبره صائب

عکس از حسام الدین < سپتامبر ۱۹۶۶ ع

متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰

(۱۷)



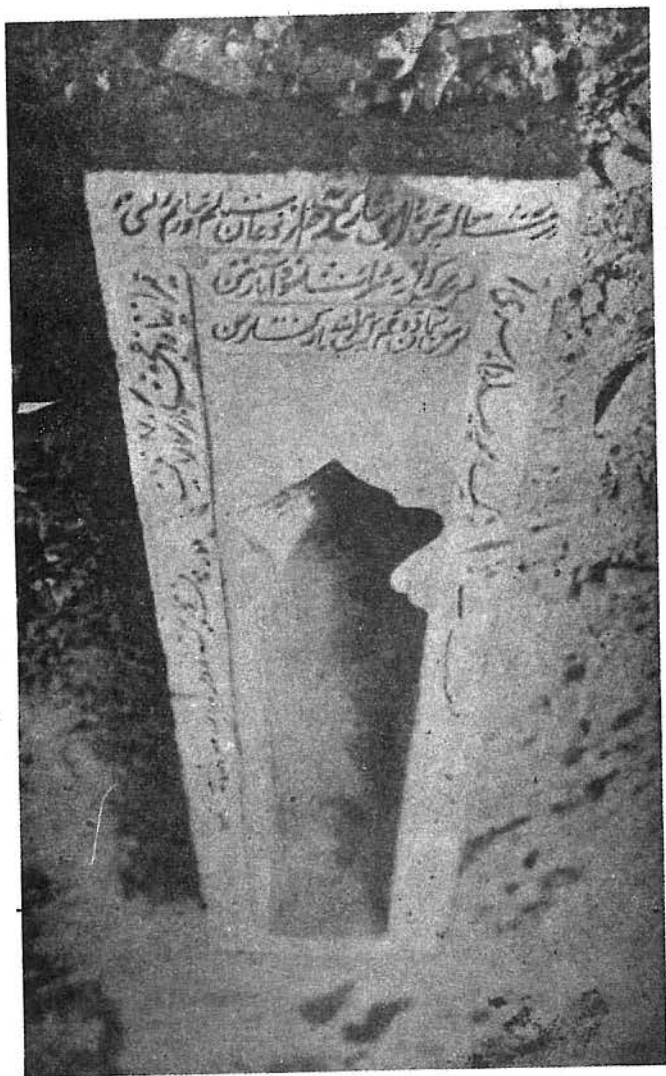
مزار صائب

پیشتر از بناء نو

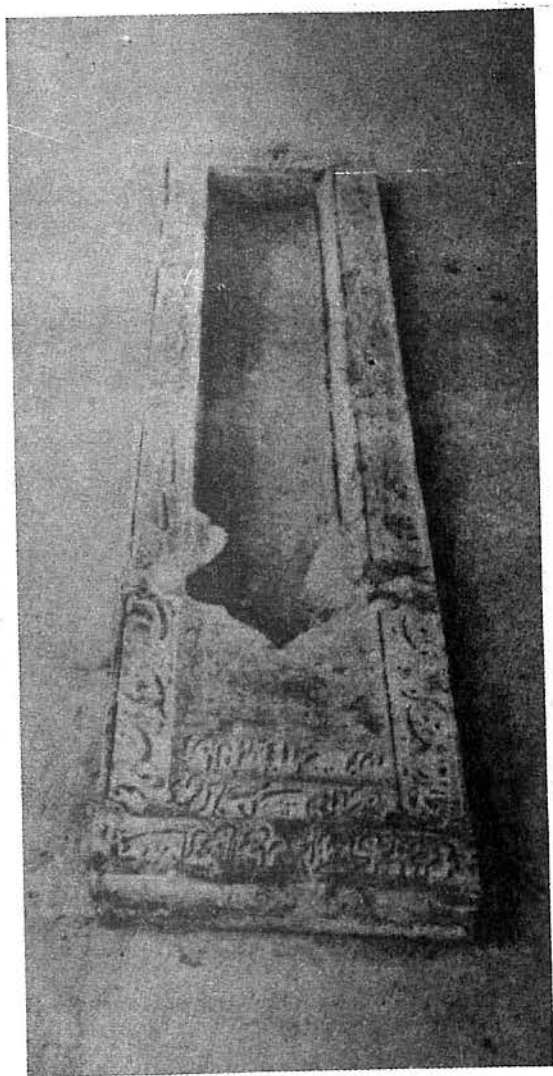
(۱۸)

از کتاب آثار اصفهان تألیف دانشمند محترم آقای دکتر هنرفر

متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰



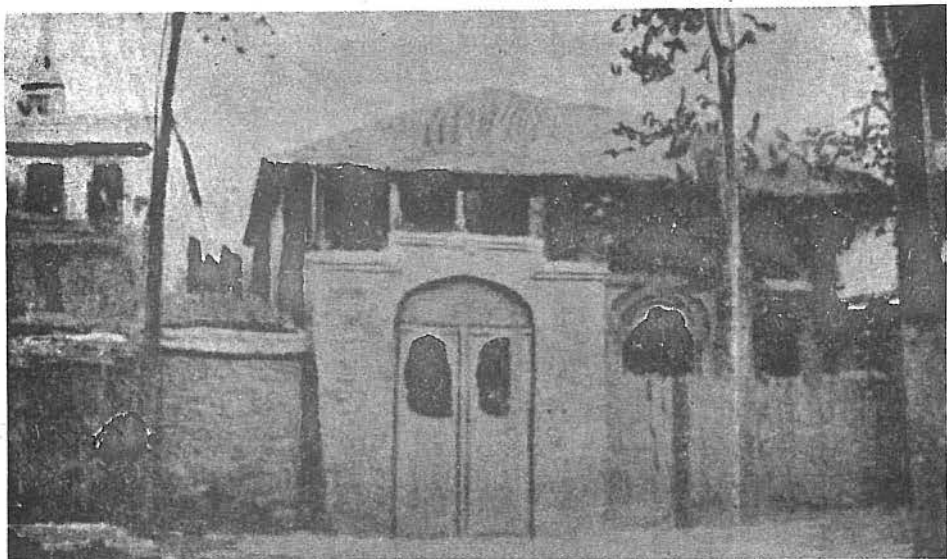
سنگ مزار صائب
عکس از حسام الدین ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ ع
معلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰



سنگ مزار صائب

(۲۰) عکس از حسام الدین بتاریخ ۷ سپتامبر ۱۹۶۶ ع

متعلق صفحه ۵۶۹ - ۵۷۲ - ۵۸۰

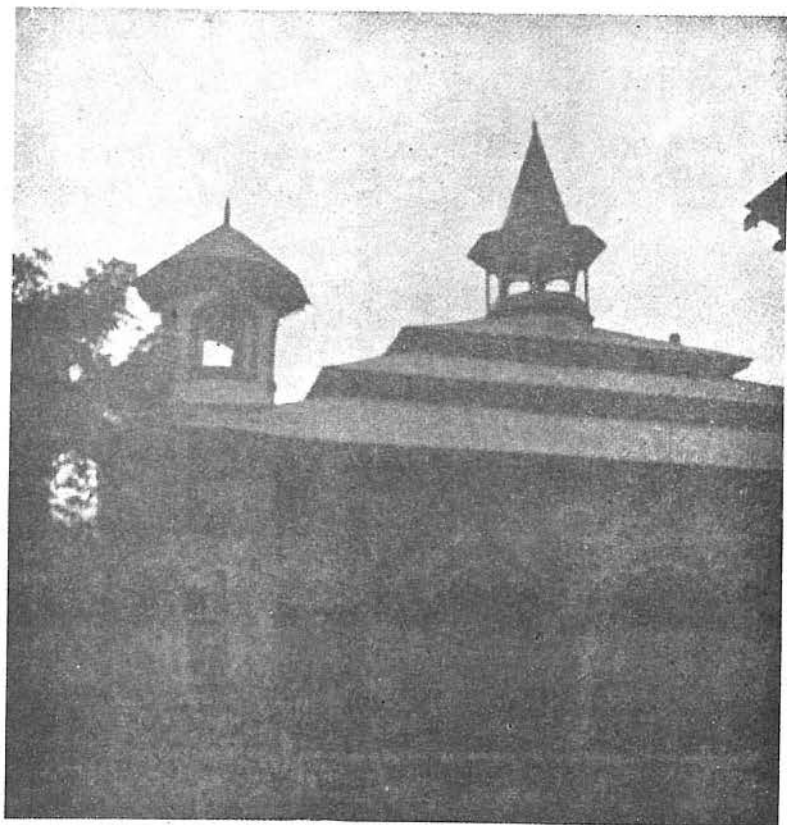


آرامگاه شیخ یعقوب صوفی

متعلق صفحه ۶۴۰

از کشمیر صوفی: ۳۶۴

(۲۱)



آرامگاه شیخ یعقوب صرغی در محله زینه کدل

متعلق صفحه ۶۴۰

از فارسی گوینان کشمیر ص ۲۴

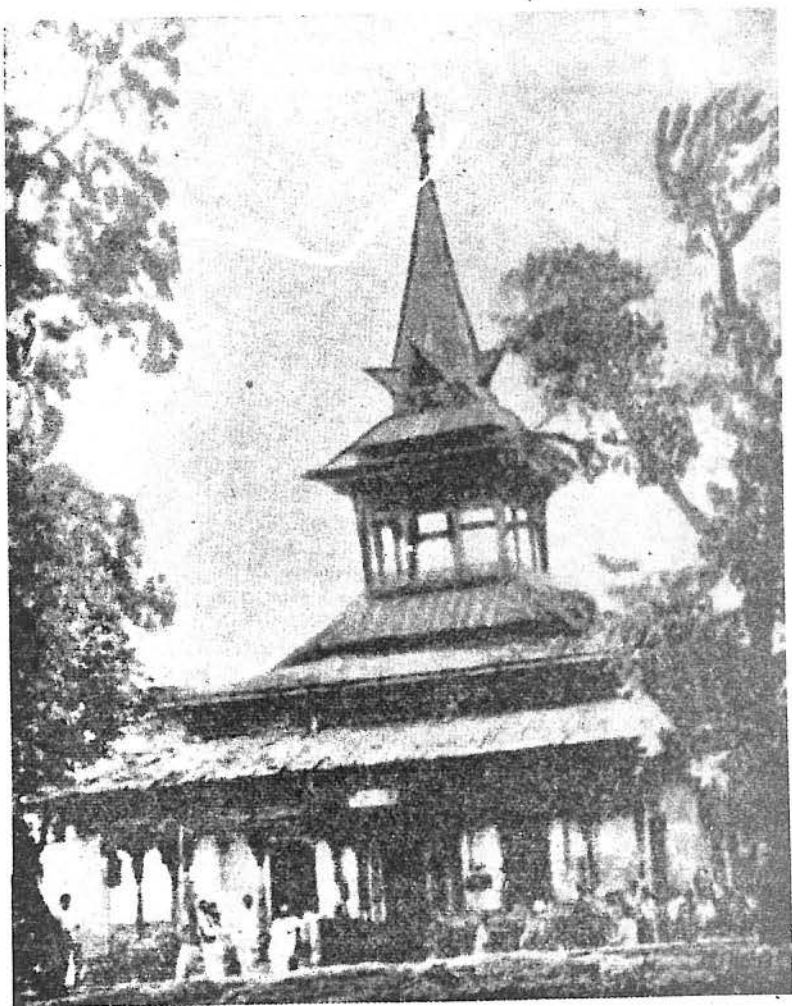
(۲۲)

نمونه خط شیخ یعقوب صرفی

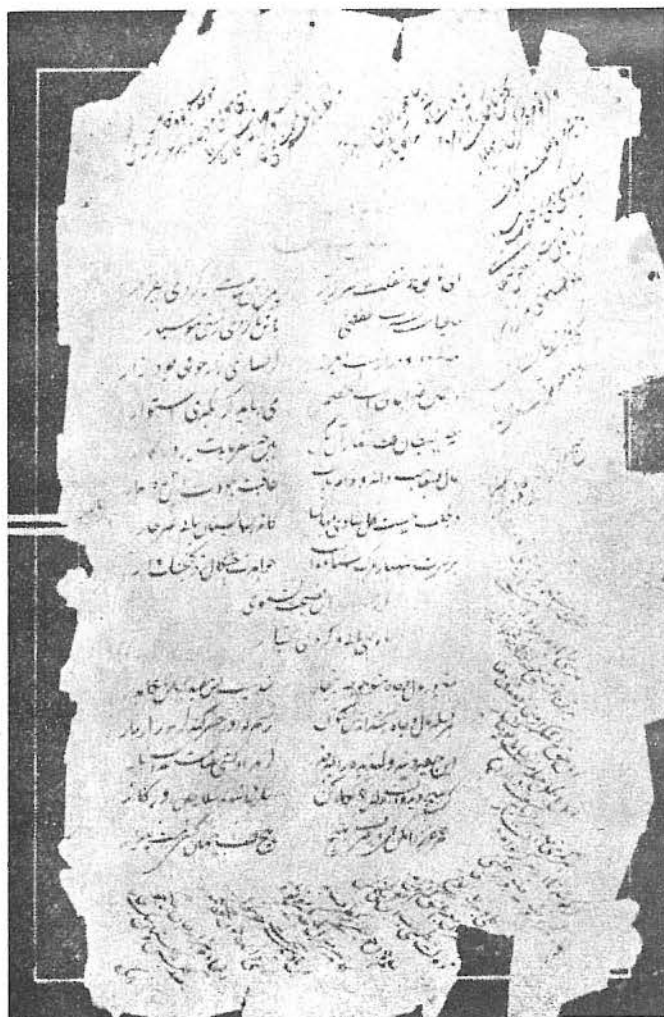
متعلق صفحہ ۶۴۲

از فارسی گویان کشمیر ص ۱۶

(۲۲)



آرامگاه ملا طیب کشمیری
در دهکده اسلام پورہ - سرینگر
متعلق صفحہ ۷۰
از فارسی گویان کشمیر ص ۷۲



نمونه خط ملا طهیب

متعلق صفحه ۷۷۰

(۲۵)

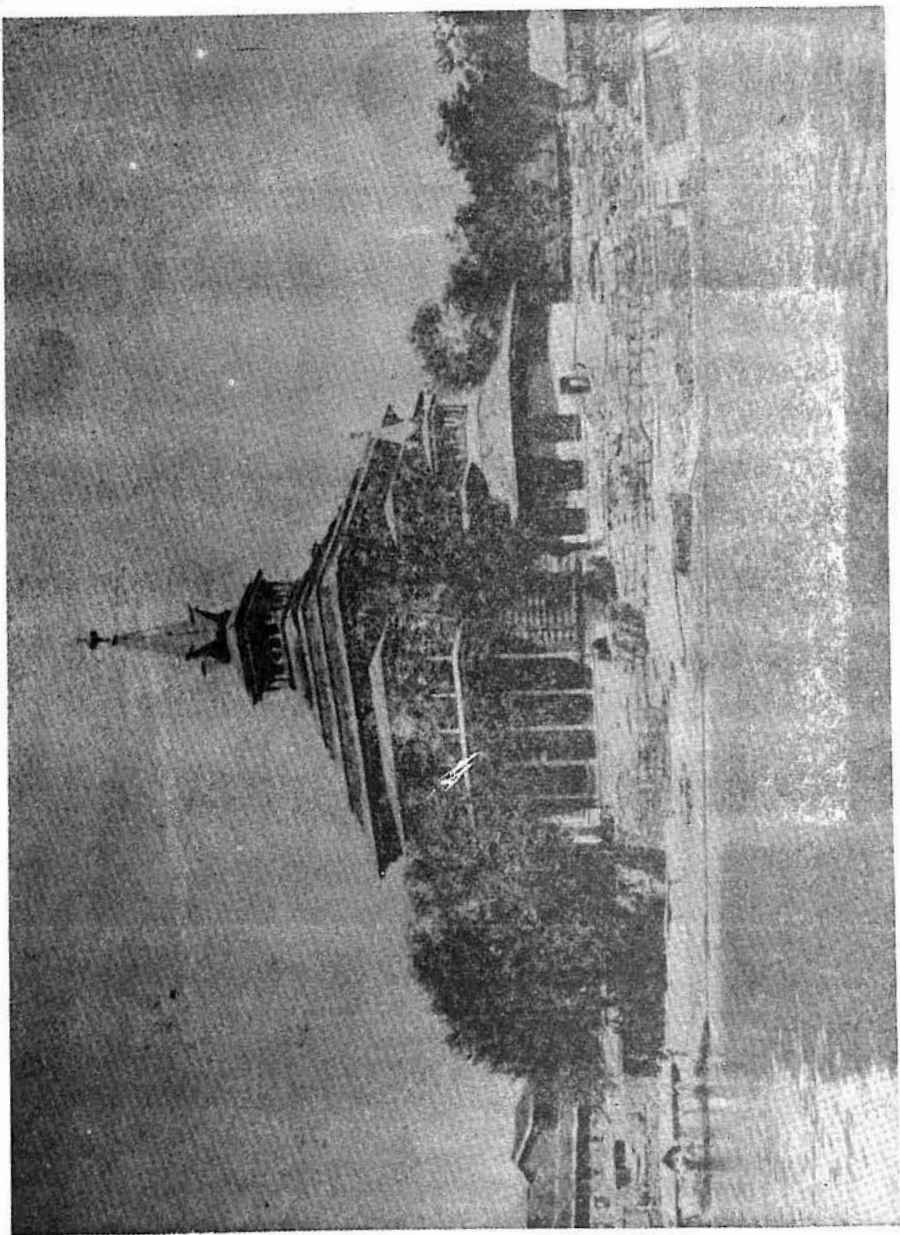
از فارسی گویان کشمیر ص ۶۸



دور نمای خانقاه شاه همدان - سرینجر
Indian Architecture Islamic Period
By Percy Brown

متعلق صفحه ۸۹۶ - ۹۰۱ - ۹۱۰

(۲۶)



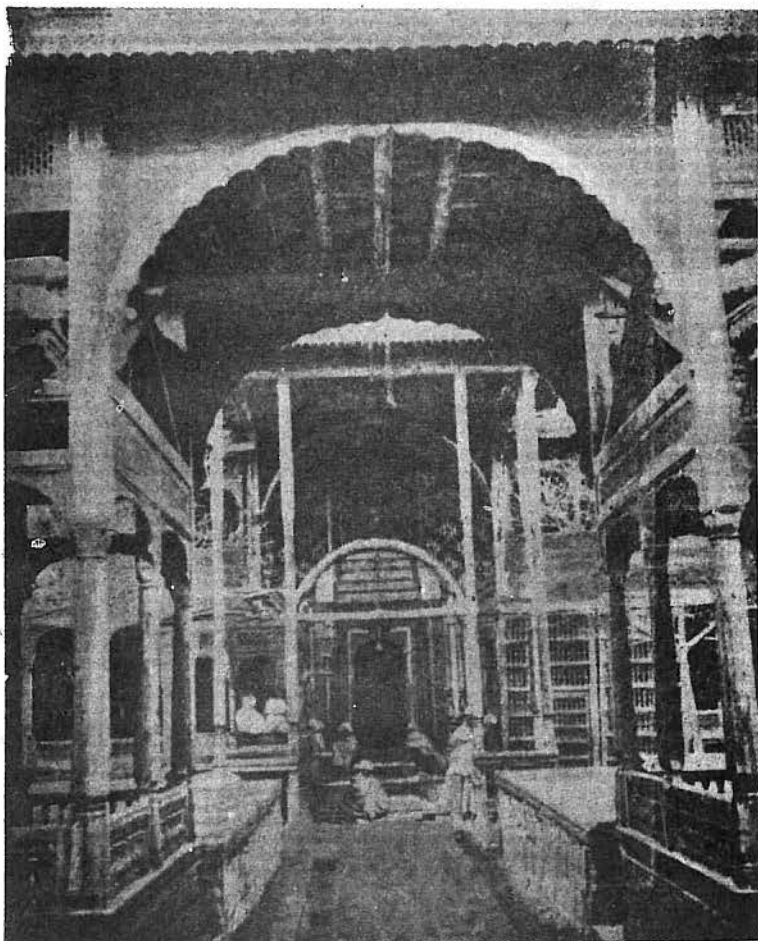
خاندان شاہ ہمدان - سرینگر

Ancient Monuments of Kashmir

By Ram Chandr Kak

مطابق صفحہ ۸۹۶ - ۹۰۱ - ۹۱۰

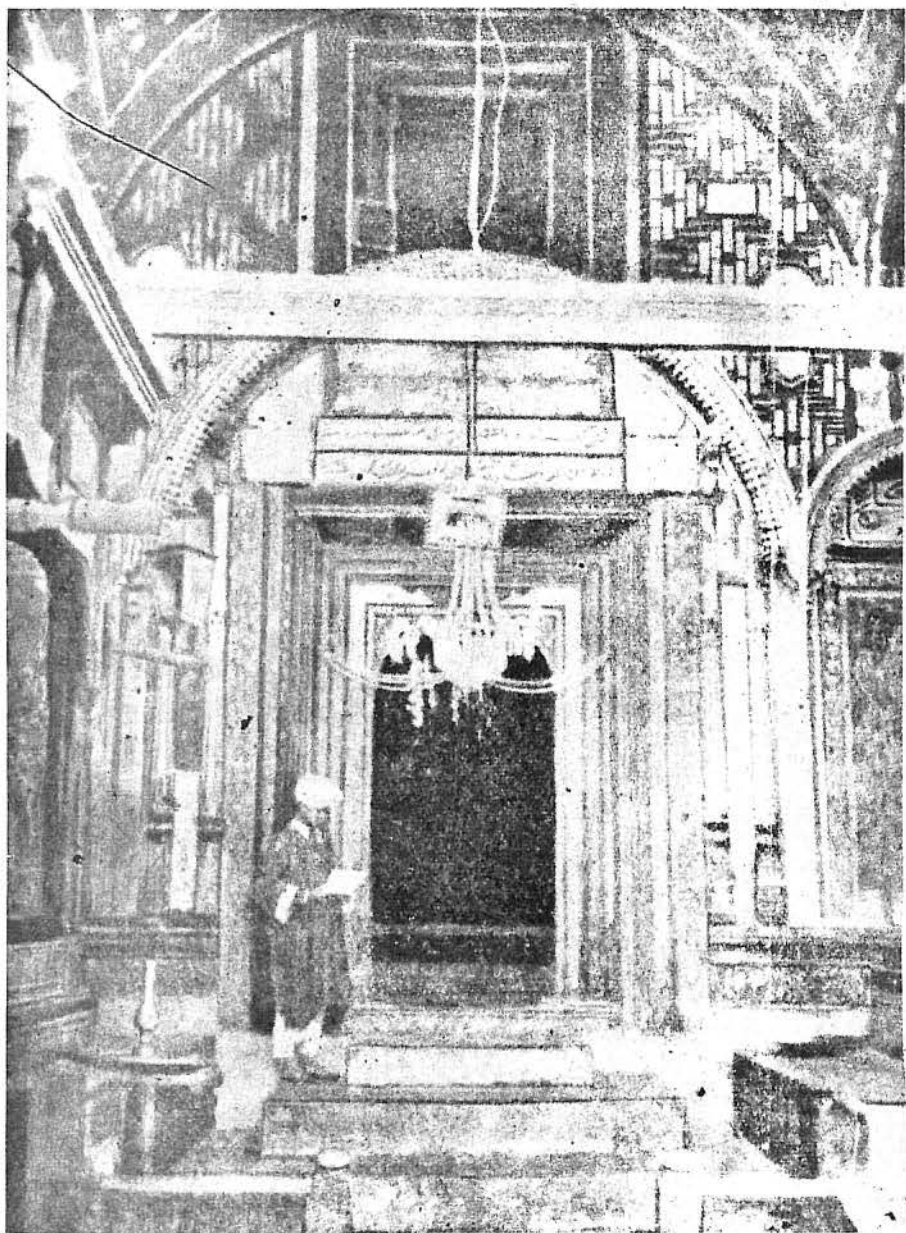
(۲۷)



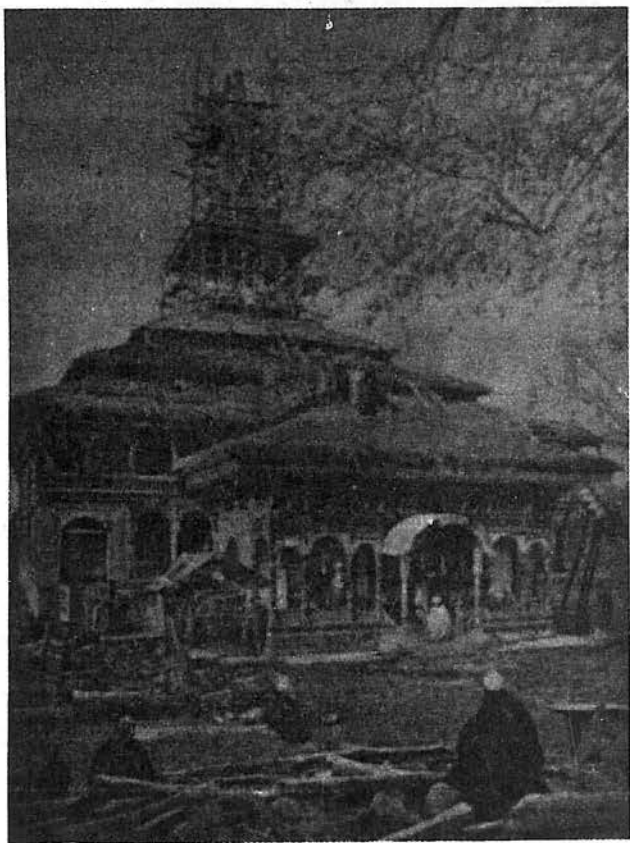
داخل خانقاه شاه همدان - سرینگر
 Indian Architecture Islamic Period
 By Percy Brown

متعلق صفحہ ۸۹۶ - ۹۰۱ - ۹۱۰

(۲۸)



مدخل خانقاه معالی شاه همدان
 متعلق صفحه ۸۹۶ - ۹۰۱ - ۹۱۰ (۲۹)
 کشمیر صوفی ص ۸۹



خانقاه معلى شاه همدان

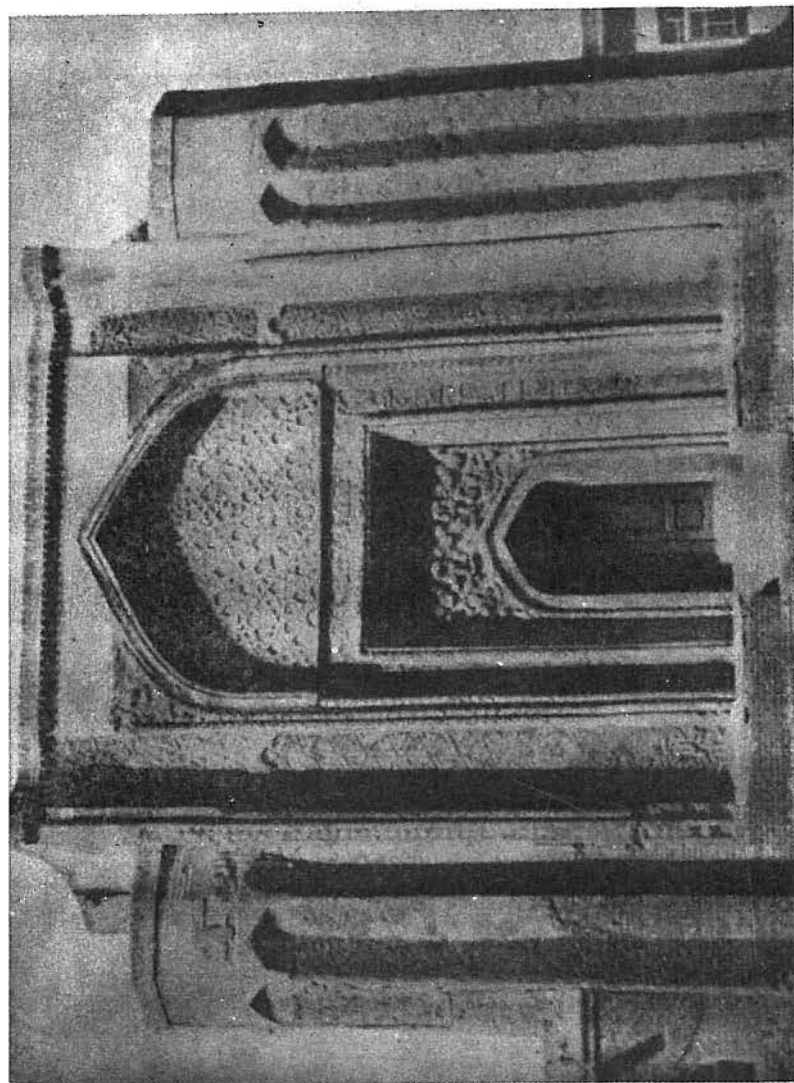
Vantipor وانتیپور

(۳۰)

بنا کرده میر محمد همدانی پسر امیر سید علی همدانی

کشیر صوفی ۹۲

متعلق صفحه ۸۹۶ - ۹۰۲



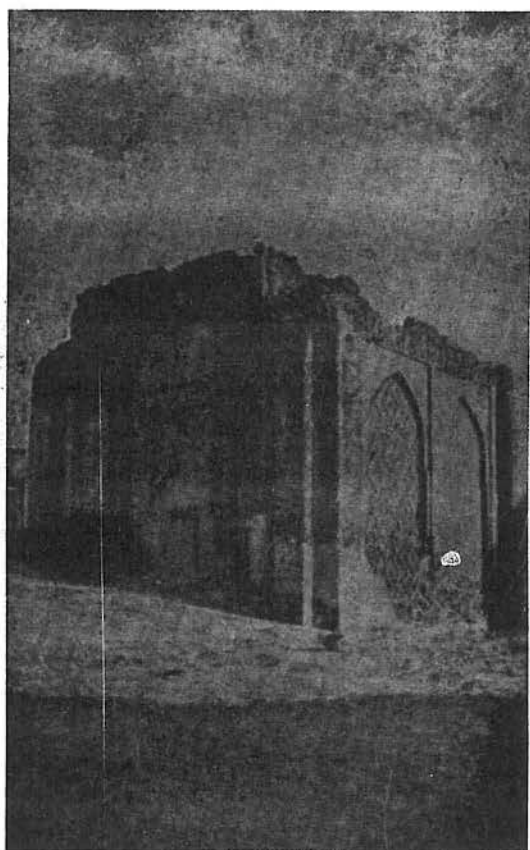
گنبد علویان همدان

Islamic Architecture and its Decoration

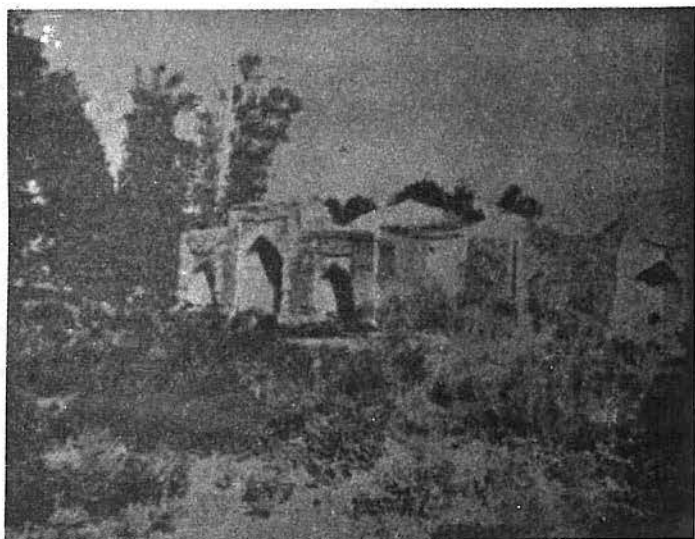
D. Hill — O. Graber Plate 178

متعلق صفحه ۹۰۲

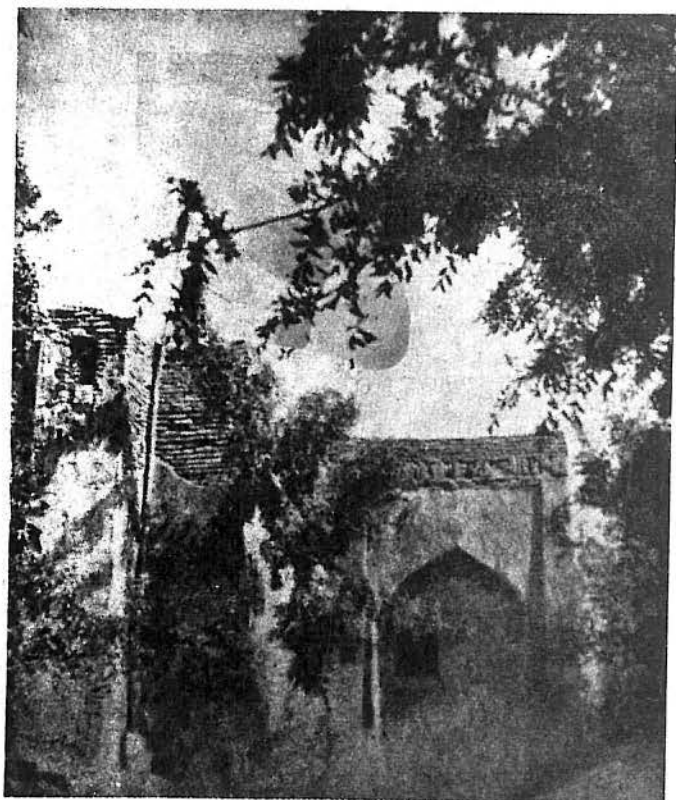
(۳۱)



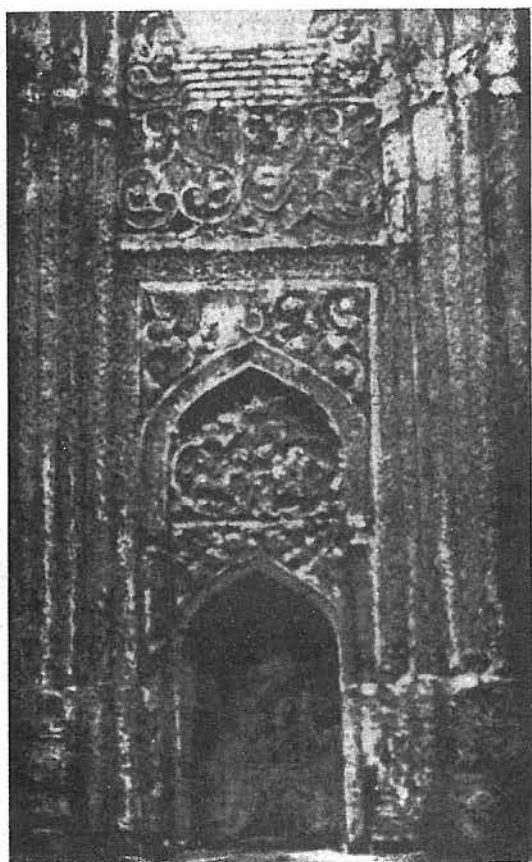
گنبد علویان همدان
 کشمیر صوفی ص ۸۵
 متعلق صفحه ۹۰۲



آرامه‌گا سید علی همدانی
در غتلان (کولاب فعلی)
کشمیر صوفی ص ۱۱۶
متعلق صفحه ۹۰۲



آرامگاه سید علی همدانی
در ختلان (کولاب فعل)
کشمیر صوفی ص ۱۱۶
متعلق صفحه ۹۰۲

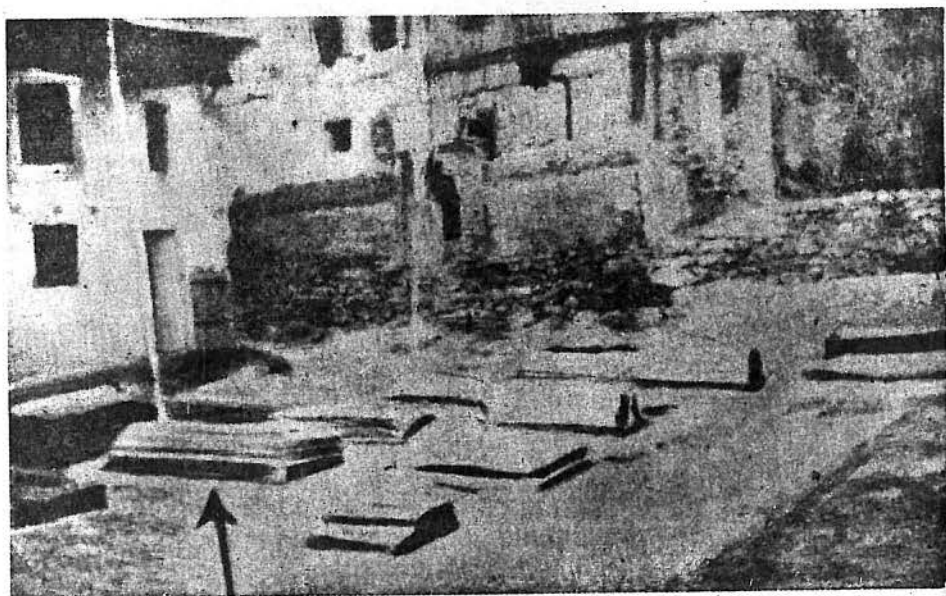


سر در گنبد علویان همدان

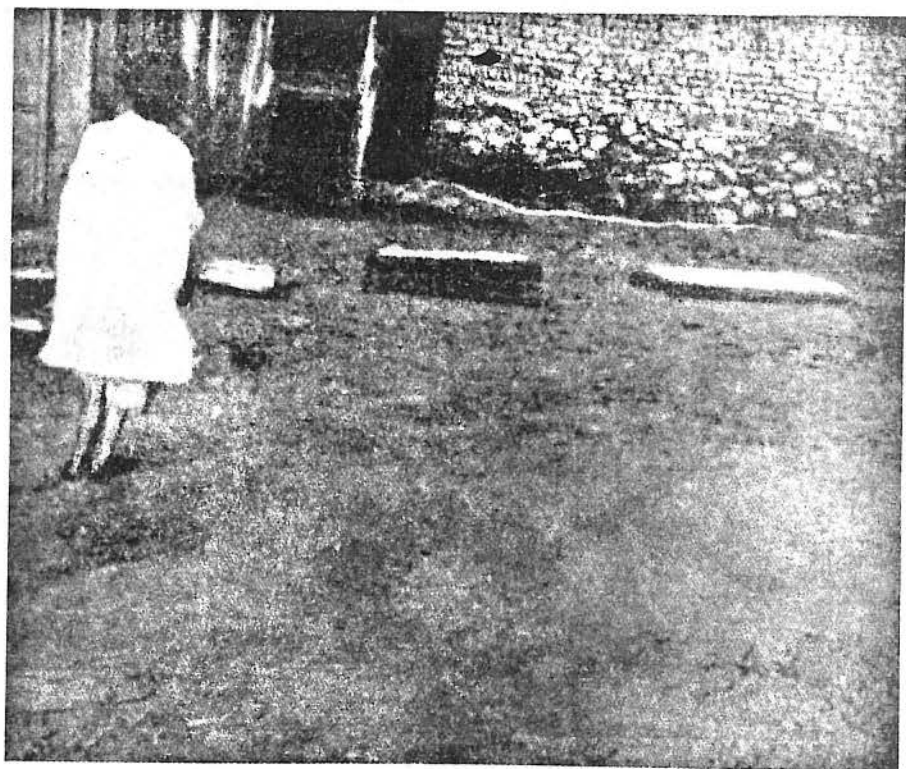
کشمیر صوفی ص ۸۵

متملق صفحه ۹۰۲

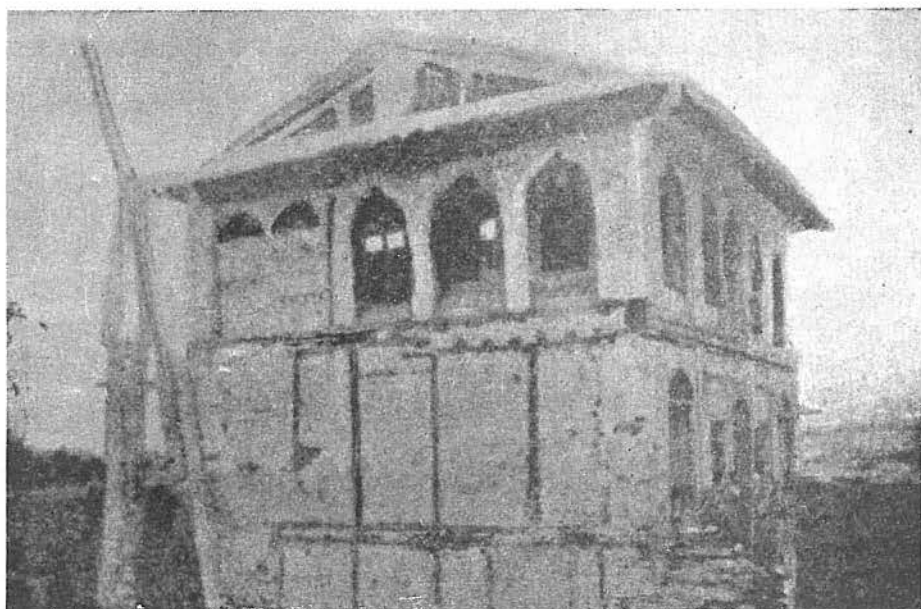
(۲۵)



قبر مودن علی مراد
 متعلق صفحہ ۹۶۸
 کشمیر صوفی ص ۳۶۴



پیر غنی
متعلق صفحہ ۹۶۸
فارسی گویان کشمیر ص ۲۰



اوطاق منسوب به ملا طاهر غنی

در محله راجواری کدل سرینگر

(۳۸)

متعلق صفحه ۹۹۰

کشمیر صوفی ص ۳۶۴

Copyright

Copies	1000
First Impression	1968
Second Impression	1982
Price	Rs. 51/-

Published by Dr. M. Moizuddin, Director, Iqbal Academy, 116 McLeod Road,
Lahore and Printed by Mohammad Zarreen Khan, at Zarreen Art Press,
61 Railway Road, Lahore

TADHKIRA SHU'RAI KASHMIR

SAYYID HUSSAMUDDIN RASHDI

Vol. II

IQBAL ACADEMY PAKISTAN

116 McLEOD ROAD - LAHORE